

فتاویٰ نورانیہ

فیہ علم الامیر محمد زور الشہیدی مدرسہ الغزنی

شیخ حنیف تالیف دارالعلوم حنفیہ سرمدیہ

بیت نور، ضلع اوکاڑہ

فتاویٰ



الحمد لله
كشف اللاحج بجباله

حسن جمع حلاله

عبد الوہاب





يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللَّهُ

يُفْتِيكُمْ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَلَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ تِجَارَةً يُبَدَّلُ الْبَيْعُ وَكَذَلِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ الْبَيْعَ وَكَذَلِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ الْبَيْعَ وَكَذَلِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ الْبَيْعَ

فتاویٰ نوری

جلد دوم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعمیٰ نقادری
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقه والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

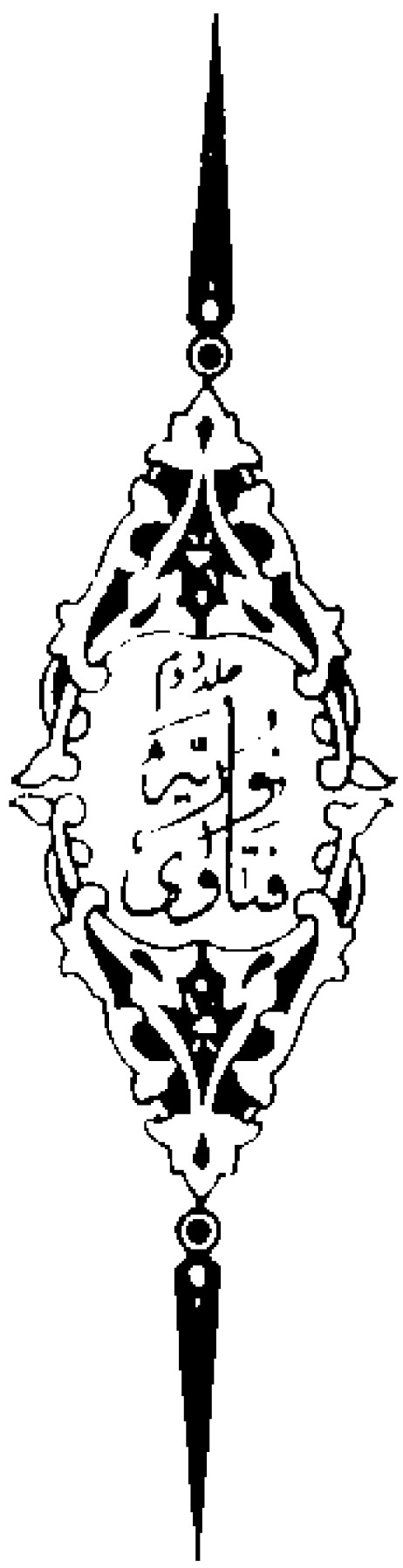
بصیر پور، ضلع ادکارہ

کتاب	----- فتاویٰ نوریہ
جلد	----- دوم
تصنیف	----- حجت الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز
تدوین	----- حضرت علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ
ترتیب نو و تعارف ابواب	----- (صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری
اشاعت اول	----- ذوالحجۃ المبارک ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء
اشاعت دوم	----- شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ / جنوری ۱۹۹۴ء
اشاعت سوم	----- جمادیٰ آخری ۱۴۲۱ھ / ستمبر ۲۰۰۰ء
صفحات	----- ۷۷۶
مطبع	----- شرکت پر ننگ پریس، چوک نسبت روڈ، لاہور
ناشر	----- شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ
قیمت	----- ۳۰۰ روپے

فتاویٰ نوریہ کے سٹاکسٹ

- (۱) انجمن حزب الرحمن، بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ
- (۲) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

نقش آغاز



حجۃ الاسلام سیدی فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل شرعہ آفاق تصنیف 'فتاویٰ نوریہ' اس دور کی عظیم فقہی کتاب ہے، جس کی اہمیت و افادیت دائمی اور آفاقی ہے۔۔۔۔۔ تاریخ فتاویٰ میں اسے ایک منفرد مقام حاصل ہے۔۔۔۔۔ اس میں جدید و قدیم مسائل کا حل اس خوبی سے پیش کیا گیا ہے کہ ارباب علم و دانش اس کے دلائل و براہین کو حرز جاں بنائے بغیر نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔ حقیقت ہے کہ یہ فتاویٰ علم کا ایک وسیع سمندر، قرآن کریم اور احادیث مصطفویٰ کا بیش بہا گنجینہ اور اسلامی علوم و معارف خصوصاً فقہ کا نہایت قیمتی خزانہ ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کا دوسرا حصہ 'عرصہ سے نایاب تھا' اب بحمد اللہ تعالیٰ اسے بڑے سائز پر نئے انداز میں شائع کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدیں برادر گرامی شیخ الفقہ والحدیث علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ

نوری قدس سرہ العزیز (م ۸۷۹ء) نے مرتب فرمائی تھیں، جب کہ بقیہ چار جلدوں کی ترتیب و تہویب کی ذمہ داری احقر کو انجام دینا پڑی۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی دوسری جلد، پہلی بار ۱۹۷۷ء میں ۸/ ۱۸X۲۲ سائز پر اشاعت پذیر ہوئی۔۔۔۔۔ اس کا دوسرا ایڈیشن برادر گرامی کے وصال کے بعد ۱۹۸۸ء میں نسبتاً بڑے سائز (۸/ ۲۰X۲۶) میں شائع ہوا تو اس کے آغاز میں صاحبِ فتاویٰ کے حالات اور آخر میں فتاویٰ نوریہ کی تقریب تعارف (منعقدہ ۴/ جون ۱۹۸۰ء، نیشنل سنٹر، لاہور) میں پڑھے گئے ممتاز علماء اور سکالرز کے مقالات (۱) کا اضافہ کر دیا گیا۔۔۔۔۔ اب زیرِ نظر اشاعت میں حسب ذیل تراجم کی جارہی ہیں :

✽ اسے بڑے سائز (۸/ ۲۰X۳۰) میں شائع کیا جا رہا ہے، اب فتاویٰ کی تمام جلدیں اسی سائز میں دستیاب ہیں۔۔۔۔۔

✽ پہلے ایڈیشن میں کتابت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں، اس اشاعت میں صحت و درستی کی مقدور بھر سعی کی گئی ہے، بعض مقامات پر ضروری حوالہ جات اور مفید تعلیقات کا اضافہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

✽ فہرست کو عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔۔۔

✽ ترتیب میں ممکنہ حد تک حسن پیدا کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

✽ یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر باب اور رسالہ نئے صفحے سے شروع ہو، نیز فتاویٰ میں شامل تمام کتب اور اہم ابواب کا تعارف پیش کر دیا گیا ہے، جس سے موضوع کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ قاری کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

(۱)..... یہ تمام مقالات نئے ایڈیشن سے حذف کر دیئے گئے ہیں، اب یہ مقالات فتاویٰ نوریہ جلد ششم کے آخر میں شامل کر دیئے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ (محبت)



✽ کتاب کے آخر میں تین فہرستوں کا اضافہ کیا گیا ہے :

.....۱ فہرست آیات کریمہ

.....۲ فہرست احادیث مبارکہ

.....۳ فہرست مآخذ و مراجع

فتاویٰ نوریہ کی اس جلد میں زکوٰۃ، عشر، روزہ، رویت ہلال، اعتکاف، حج، نکاح اور رضاعت وغیرہ مسائل سے متعلق ۲۴۱ / استفتاءات ہیں، جن میں ضمناً کم و بیش چھ صد فقہی جزئیات و مسائل آگئے ہیں۔۔۔۔۔

اس جلد میں تین مستقل رسائل شامل ہیں :

.....۱ روزہ اور ٹیکہ

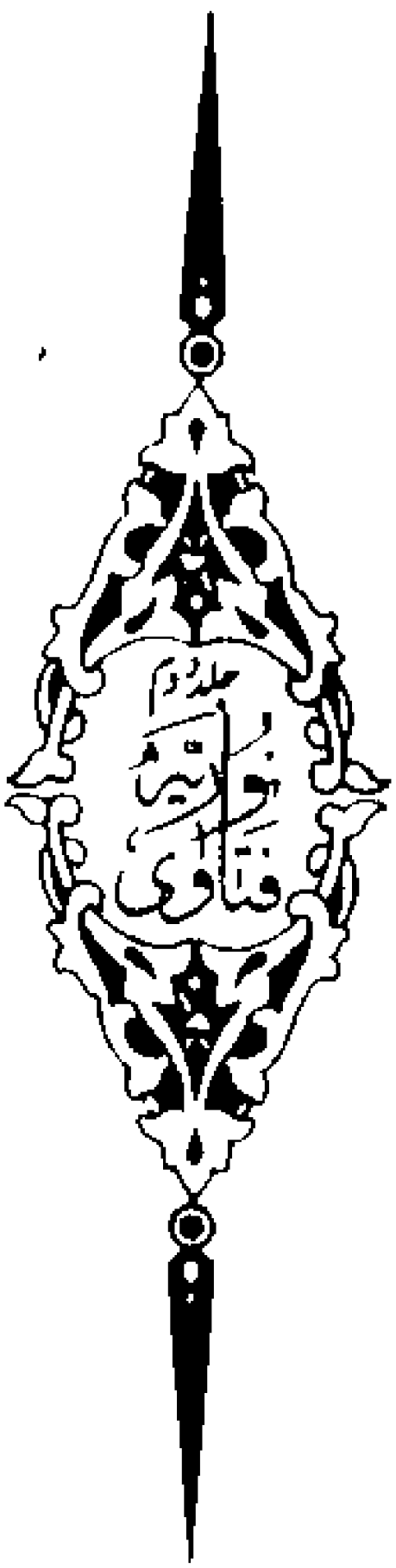
.....۲ افادۃ النشر او کدالامر

.....۳ حرمت المصاہرۃ، ترفع المناکحہ

زیر نظر اشاعتِ نو میں جن حضرات نے معاونت فرمائی، ان کا تمہ دل سے شکر گزار ہوں، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مدرسین، مولانا قاری محمد اسد اللہ نوری اور مفتی محمد لطف اللہ اشرفی نوری نے از سر نو پروف ریڈنگ کی۔۔۔۔۔ نیز مؤخر الذکر نے اصل مآخذ سے مراجعت کے بعد مآخذ و مراجع کی فہرست مرتب کی، جس میں مصنف، مطبع، سن اشاعت اور مصنف کے سن وصال کی تفصیل آگئی ہے۔۔۔۔۔

عزیزم محمد ساجد نوری متعلم دارالعلوم ہذا نے فتاویٰ نوریہ میں درج آیات اور احادیث کی فہرستیں تیار کیں، نیز احادیث کی تخریج کا کام سرانجام دیا۔۔۔۔۔

مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری اور مولانا محمد یوسف نوری نے بڑی دل جمعی سے پیسٹنگ کی اور فتاویٰ کو حسن صوری سے آراستہ کیا، نیز اول الذکر نے جملہ طباعتی امور بڑی



لگن اوز دلچسپی سے انجام دیے۔۔۔۔۔

پروفیسر خلیل احمد نوری اور مولانا محمد منشاء تابش قصوری نے مفید مشوروں سے نوازا اور

یوں یہ علمی و فقہی گلدستہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے۔۔۔۔۔

ہم نے اس جلد کی تصحیح و تزئین کی مقدور بھر سعی کی ہے، تاہم اگر اس میں کوئی خامی نظر

آئے تو اسے ہماری کوتاہی پر محمول کیا جائے۔۔۔۔۔

اللہ رب العزت جل جلالہ صاحب فتاویٰ نوریہ کے درجات بلند کرے اور جادۂ حق کے

مسافروں کو آپ کے علمی فیضان سے مستنیر ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے اور فتاویٰ نوریہ کے نور

کو عام فرمائے۔۔۔۔۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑہ)



فہرست

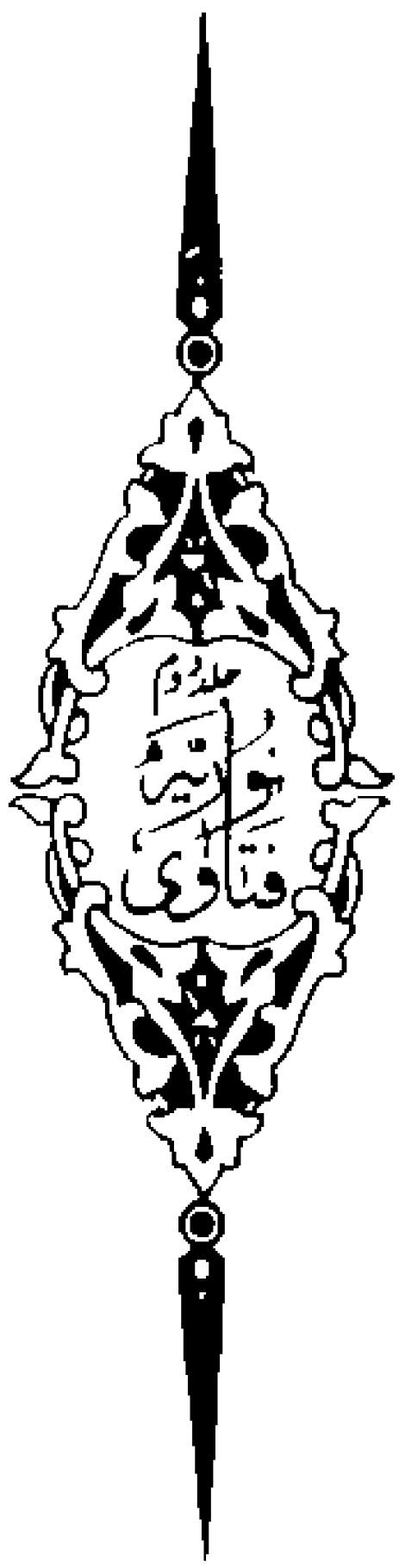
مشمولات

۱۶ تا ۱۵	اجمالی فہرست کتب و ابواب
۵۸ تا ۱۷	تفصیلی فہرست مسائل
۶۰ تا ۵۹	فتاویٰ نوریہ جلد دوم کے اہم مستفتین
۶۳	علم و فضل کے پیکر رعنا (ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ)
۶۴	افقہ الفقہاء (شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی)
۸۴ تا ۶۵	حیات فقیہ اعظم (صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری)
۷۳ تا ۸۵	فتاویٰ نوریہ
۷۴ تا ۷۳۵	فہرست آیات کریمہ
۷۶۰ تا ۷۴۷	فہرست احادیث شریفہ
۷۷۰ تا ۷۶۱	مآخذ و مراجع
۷۷۳ تا ۷۷۱	قطعات تاریخ



اجمالی فہرست کتب و ابواب

فتاویٰ نوریہ جلد دوم



۸۷	کتاب الزکوۃ	۱
۱۳۳	باب العشر	۲
۱۵۷	کتاب الصیام	۳
۲۱۵	رسالہ روزہ اور ٹیکہ	۴
۲۴۱	باب رؤیۃ الهلال	۵
۲۵۵	رسالہ ”افادۃ النشر او کد الامر“	۶
۲۷۵	باب الاعتکاف	۷
۲۸۷	کتاب الحج	۸
۳۱۱	کتاب النکاح	۹
۳۲۱	باب الخطبہ	۱۰

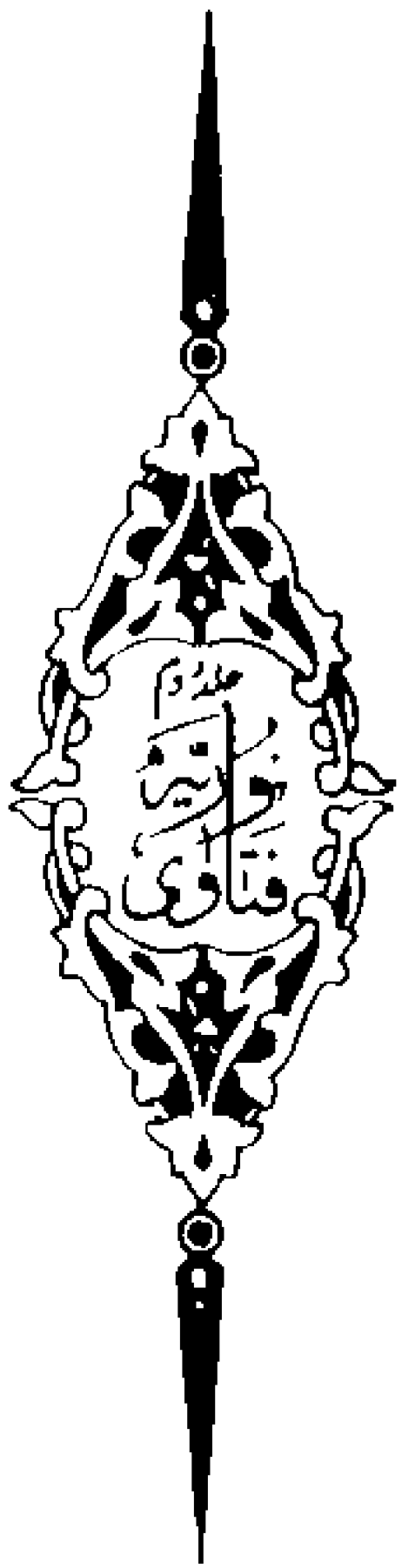


۳۶۳	باب المهر	۱۱
۳۷۷	باب الشغار	۱۲
۴۱۱	باب المحرمات	۱۳
۴۴۷	باب الجمع بين المحارم	۱۴
۴۷۱	باب نکاح المحصنات	۱۵
۴۸۷	باب نکاح المعتدات	۱۶
۵۳۱	باب المصاهرة	۱۷
۵۵۱	رساله "حرمة المصاهرة ترفع المناکحة"	۱۸
۶۰۵	باب الرضاع	۱۹
۶۳۷	باب الكفو	۲۰
۶۵۳	باب الولی	۲۱
۷۲۵	باب خيار البلوغ	۲۲

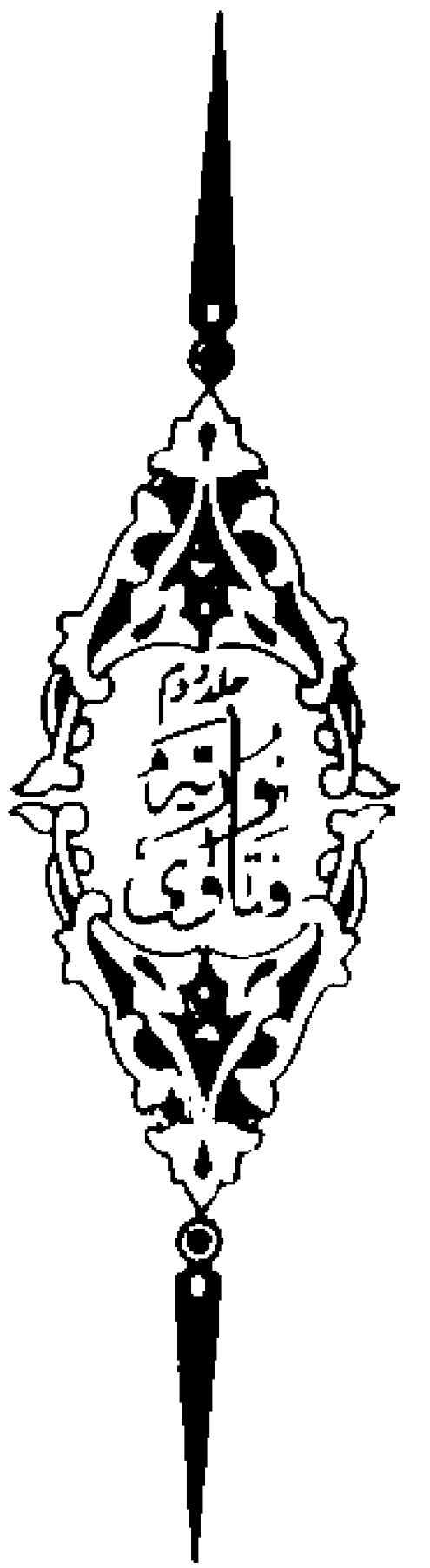


فہرست فتاویٰ نوریہ جلد دوم

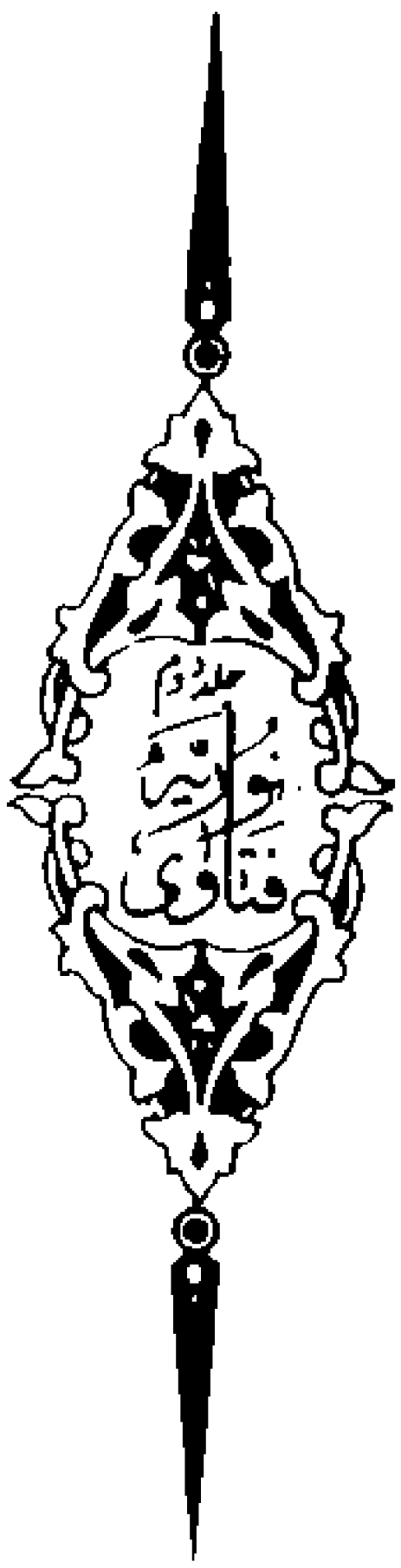
نمبر شمار	فہرست مسائل	صفحہ نمبر
	کتاب الزکوٰۃ	۸۷
۱	تعارف کتاب الزکوٰۃ-----	۹۱ تا ۹۹
۲	چاندی کا نصاب (۵۰: ۵۲) ساڑھے باون تولے اور سونے کا نصاب (۵۰: ۷۷) ساڑھے سات تولہ ہے-----	۱۰۱
۳	چاندی سونے کے برتنوں، ڈلی اور زیورات پر زکوٰۃ ہے-----	۱۰۱
۴	نوٹوں پر جب تک چلتے رہیں زکوٰۃ ہے-----	۱۰۱
۵	پیسوں میں اگر چاندی غالب ہو تو ہند ہونے کے بعد بھی زکوٰۃ ہے ورنہ نہیں-----	۱۰۱
۶	اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کے نصاب زکوٰۃ کے شرائط کا بالا اختصار بیان-----	۱۰۱
۷	نوٹ کی زکوٰۃ میں چاندی کا اعتبار ہے-----	۱۰۱
۸	وہ رقم جو حکومت مشاہرات ملازمین سے ہر ماہ رکھ لیا کرتی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں-----	۱۰۵



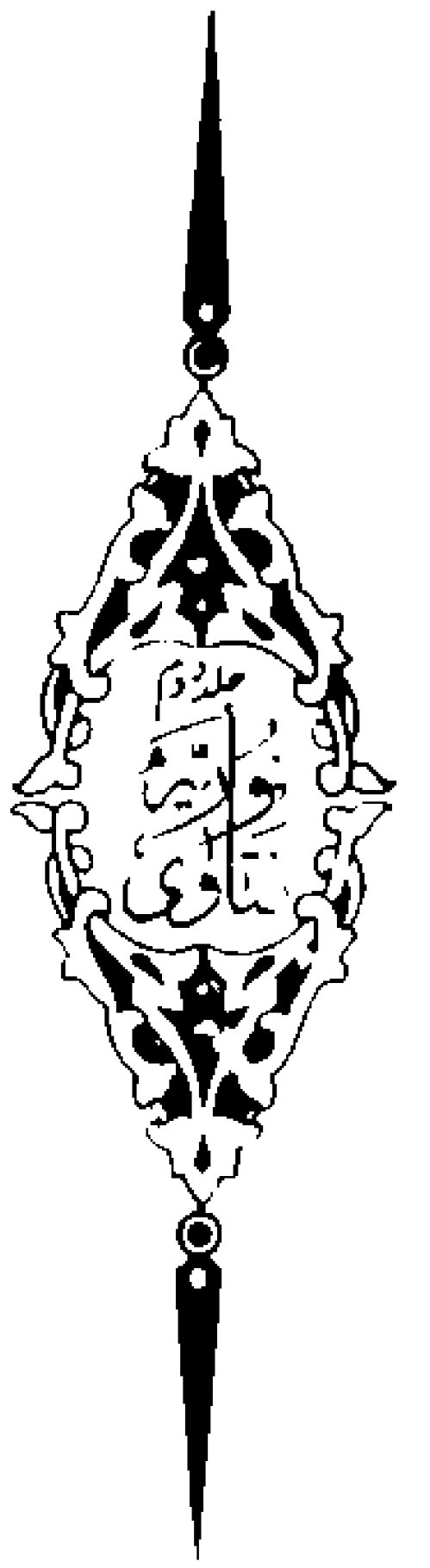
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۹	ادائیگی کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں ہے مکمل تفصیل مع اختلافات صاحبین-----	۱۰۶ تا ۱۱۰
۱۰	اس رقم پر زکوٰۃ نہیں جو بطور ضمانت بینک میں جمع کرانی پڑتی ہے-----	۱۰۶
۱۱	راہن پر مال مرہون کی زکوٰۃ نہیں-----	۱۰۶
۱۲	دوران سال مال میں جو زیادتی ہوئی اسے بھی ادائیگی زکوٰۃ کے وقت اصل مال کے ساتھ ملایا جائے-----	۱۰۶
۱۳	حق مرہ، خلع اور دیت وغیرہ کی رقم دین ضعیف ہے-----	۱۰۸
۱۴	دین ضعیف پر قبل از قبض زکوٰۃ نہیں-----	۱۰۹
۱۵	عید وغیرہ کے وقت خادموں کو نیت زکوٰۃ سے مال دینا جائز ہے جب کہ اسے حق خدمت نہ سمجھا جائے-----	۱۱۳
۱۶	بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، مع انیس صحابہ کے نام جن سے اس مضمون کی حدیثیں مروی ہیں-----	۱۱۵
۱۷	لڑکی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے-----	۱۱۷
۱۸	غریب دلامد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے-----	۱۱۷
۱۹	غریب بہن، بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے-----	۱۱۷
۲۰	قرض دار کو قرض، بھوض زکوٰۃ معاف کرنے کا حکم-----	۱۱۸
۲۱	مستحقین زکوٰۃ کا بیان-----	۱۱۹
۲۲	طالب علم اہل سنت و جماعت کا استحقاق-----	۱۱۹
۲۳	سید کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا بیان-----	۱۲۱
۲۴	بنی ہاشم کی تفصیل، جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے-----	۱۲۲



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۵	حج کو جانے والے، طالب علم اور غازی، فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔۔۔۔۔	۱۲۳
۲۶	ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جس کے متعلق علم ہو کہ بے جایا گناہ میں خرچ کرے گا۔۔۔۔۔	۱۲۴
۲۷	اہل بدعت کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔	۱۲۴
۲۸	مال زکوٰۃ بطور تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔	۱۲۵
۲۹	تعمیر مسجد کے لئے زکوٰۃ دینا منع ہے۔۔۔۔۔	۱۲۶
۳۰	پرائمری سکول کی عمارت میں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔۔۔۔۔	۱۲۶
۳۱	ضروریات دارالعلوم میں زکوٰۃ کس طرح صرف کرنی چاہیے۔۔۔۔۔	۱۲۷
۳۲	فرض یا واجب صدقہ کا گوشت صدقہ کرنے والا نہ کھائے۔۔۔۔۔	۱۳۰
۳۳	زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے۔۔۔۔۔	۱۲۶
۳۴	مدارس اسلامیہ وغیرہ پر زکوٰۃ خرچ کرنے کا حیلہ۔۔۔۔۔	۱۲۷
۳۵	کپاس، گندم وغیرہ کی فروخت سے حاصل شدہ نقدی پر عشر کے علاوہ زکوٰۃ بھی ہوگی۔۔۔۔۔	۱۵۰
۳۶	زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ میں قمری سال کا اعتبار ہے۔۔۔۔۔	۱۵۲
۳۷	اب تک جو انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ دیتا رہا ہو، کیا کرے؟۔۔۔۔۔	۱۵۳
	باب العشر	
۳۸	نہری اور چاہی کھیتی میں نصف عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۳۹	پکا فصل اٹھائے یا کچا فروخت کرے یا استعمال کرے، عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۰	جانوروں کے چارہ میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۱	بٹائی کی صورت میں زمیندار اپنے حصے کا اور مزارع اپنے حصے کا عشر	۱۳۶
۴۲	دے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۲	عشر و زکوٰۃ دونوں کا مصرف ایک ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۳	اصول و فروع، خاوند یا بیوی کو زکوٰۃ و عشر دینا منع ہے اور باقی غریب	۱۳۶
۴۴	رشتہ داروں کو جائز ہے جب کہ اہل بیت کرام نہ ہوں۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۴	عشر مسجد پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۵	ضروری نہیں کہ عشر میں جنس دے، قیمت بھی دے سکتا	۱۳۶
۴۶	ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۷	جب آبیانہ ادا کیا جاتا ہو تو نہری کھیتی میں نصف عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۸
۴۷	کون سی زمین عشری اور کون سی خراجی ہے۔۔۔۔۔	۱۴۱
۴۸	جب معلوم نہ ہو سکے کہ زمین عشری ہے یا خراجی تو عشری شمار ہو	۱۴۱
۴۹	گی۔۔۔۔۔	۱۴۱
۵۰	الاٹ کردہ زمین عشری ہے۔۔۔۔۔	۱۴۱
۵۱	ٹینڈر حال والی زمین میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۴۲
۵۱	بچے، مکاتب اور دیوانے پر عشر واجب ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۲	عشر میں زمین کا مالک ہونا شرط نہیں، پیداوار کا مالک ہونا ضروری	۱۴۴
۵۳	ہے۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۴	اراضی موقوفہ میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۴	خراجی زمین میں ہمارے نزدیک عشر نہیں۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۵	باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خراج کے ساتھ عشر بھی ادا کرنا ضروری	۱۴۴



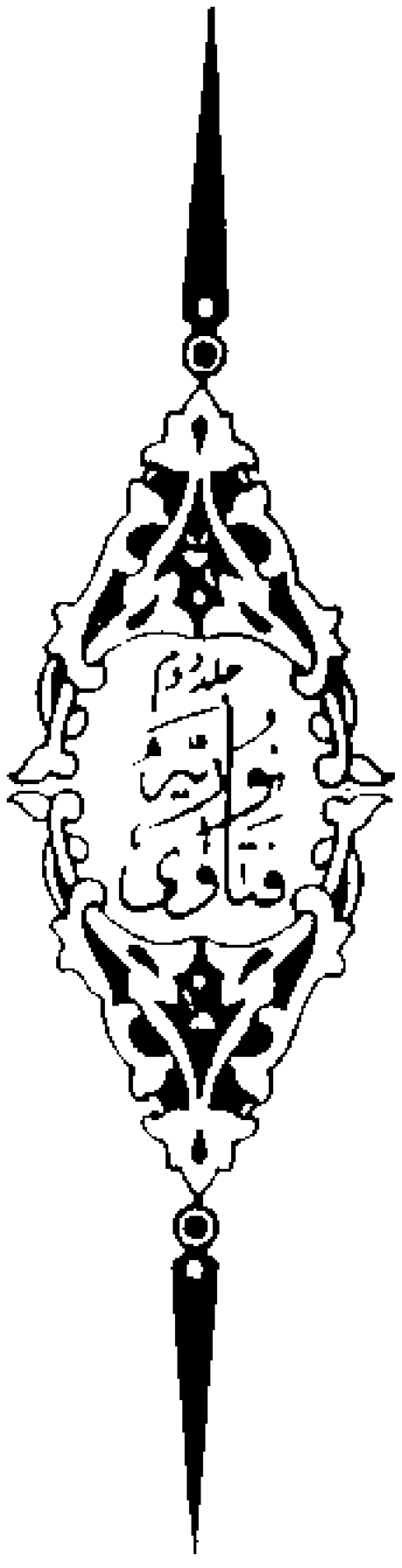
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	ہے۔۔۔۔۔	۱۴۵
۵۶	بارش یا مفت دریا کی پانی سے فصل ہو تو پورا عشر لازم ہے۔۔۔۔۔	۱۴۹
۵۷	ٹھیکہ پر زمین دینے سے جو رقم وصول ہو اس میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۴۹
۵۸	بیج، بیلوں کے خرچ، لوہار، حجام کی اجرت اور دیگر اخراجات نکالنے سے پہلے تمام پیداوار سے عشر نکالا جائے۔۔۔۔۔	۱۴۹
۵۹	زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کو عشر کہتے ہیں۔۔۔۔۔	۱۵۰
۶۰	ہر جنس کا عشر اس کی آمد کے ساتھ ہی ادا کیا جائے۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۱	عشر میں پیداوار کا اعتبار ہے، سال گزرنے کا نہیں۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۲	خرید و مرمت، انجن، تیل، پیچ اور نوکرو وغیرہ کا خرچ منہا کیے بغیر تمام پیداوار سے عشر ادا کیا جائے۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۳	جس جنس کا عشر ادا کیا گیا ہو، سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ واجب نہیں۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۴	عشر ادا کرنے کے بعد جنس فروخت کر دی تو اس کی قیمت پر بھی دوسری نقدی کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ ضروری ہے۔۔۔۔۔	۱۵۴
۶۵	مقروض پر عشر واجب ہے۔۔۔۔۔	۱۵۶
۶۶	غیر خراجی زمین میں زکوٰۃ ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸
۶۷	ہمارے ملک کی زمین غیر خراجی ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸
۶۸	بارانی یا مفت سیراب ہونے والی زمین میں ۱۰/۱ زکوٰۃ (عشر) ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸
۶۹	کنویں یا خریدے ہوئے پانی سے سیراب ہونے والی زمین میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸



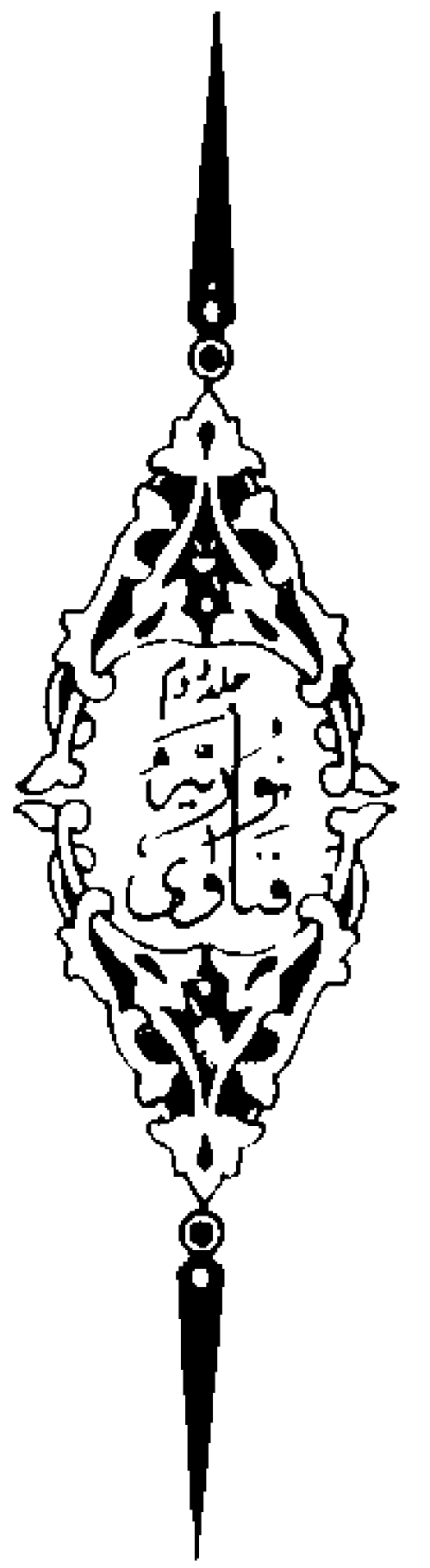
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کتاب الصیام	۱۵۷
۷۰	تعارف کتاب الصیام-----	۱۷۳ تا ۱۶۱
۷۱	جہاں چھ ماہ کے دن رات ہوتے ہیں، کیا وہاں روزہ فرض ہے؟-----	۱۷۶
۷۲	معمّر شخص اور مریض کے فدیہ دینے کے شرائط-----	۱۷۶
۷۳	بلغاریہ اور ڈنمارک وغیرہ علاقے جہاں غروب آفتاب کے جلد ہی بعد طلوع آفتاب ہو جاتا ہے، ان میں نماز، روزہ وغیرہ عبادات کے اوقات کی تعیین اور احکام کے بارے میں تفصیلی فتویٰ-----	۱۷۵ تا ۱۷۸
۷۴	ان علاقوں میں سال میں ایسے چالیس دن آتے ہیں-----	۱۷۸
۷۵	جب چاند پر آبادی ہو گی تو وہاں نماز اور روزے کے احکام کیا ہوں گے؟-----	۱۹۸
۷۶	تراویح پڑھنے کے بعد بیمار ہو گیا تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، جس کی قضا لازم ہے-----	۲۰۰
۷۷	کسی معتبر امام کے نزدیک سفر مریض کی حد ۴۸ میل سے کم نہیں-----	۲۰۱
۷۸	مسافر اگر بوقت صبح صادق اپنے شہر کے حدود میں ہو تو اس دن کا روزہ رکھے-----	۲۰۱
۷۹	مقیم اگر سفر اختیاری یا مجبوری کے ارادہ کی وجہ سے روزہ توڑ دے تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں-----	۲۰۲
۸۰	سفر شروع کر کے کسی کام کے لئے واپس آیا اور روزہ افطار کر دیا تو قضا و	



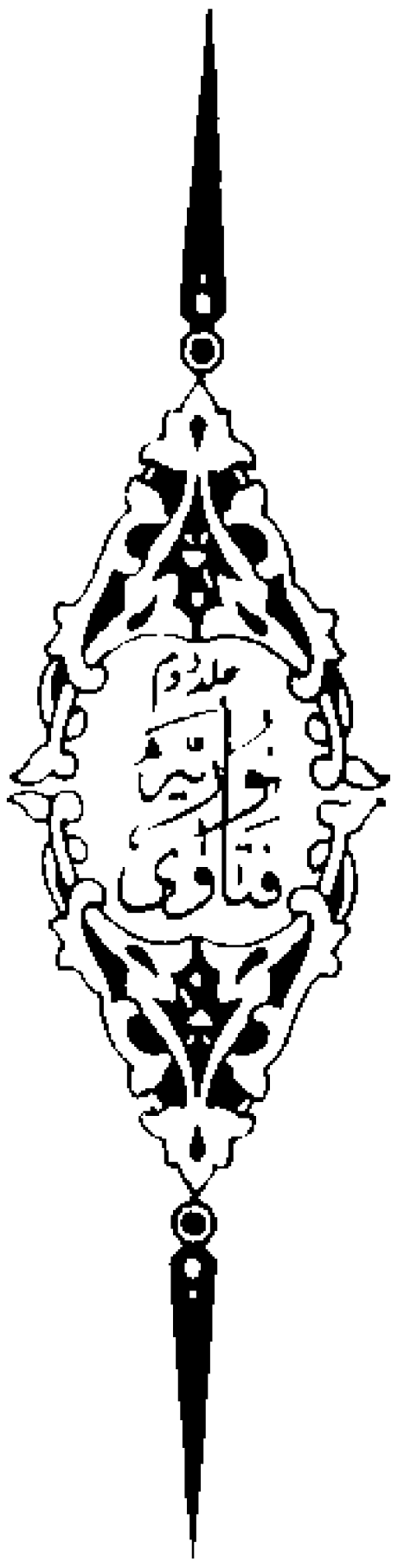
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کفارہ دونوں لازم ہیں-----	۲۰۲
۸۱	۵ یا ۶ میل سفر پر جانے کی وجہ سے روزہ توڑنے والے پر کفارہ کے علاوہ تعزیر بھی ضروری ہے-----	۲۰۲
۸۲	جس ملانے اسے یہ فتویٰ دیا اس پر بھی تعزیر ہے-----	۲۰۲
۸۳	رمضان المبارک کی بلا عذر علانیہ بے حرمتی کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہے-----	۲۰۲
۸۴	مسافر کو روزہ ضرر نہ دے تو روزہ رکھنا افضل ہے-----	۲۰۴
۸۵	روزہ اگر مسافر کو سخت تکلیف دے تو نہ رکھنا بہتر ہے-----	۲۰۴
۸۶	ایسا روزہ باعث گناہ ہے جو مجاہد کو جہاد سے روکے-----	۲۰۴
۸۷	حکومت اسلامیہ شرعی ثبوت کے بعد ریڈیو پر چاند کا اعلان کرے تو معتبر ہے-----	۲۰۴
۸۸	توپ یا نقارہ وغیرہ کے ذریعہ جہاں چاند کا اعلان سنا جائے، عمل واجب ہے-----	۲۰۵
۸۹	بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کی خبر معتبر ہے خواہ وہ فاسق ہو-----	۲۰۵
۹۰	روزہ عدا نہیں رکھا تو دن کو کھانے پینے سے کفارہ لازم نہیں-----	۲۰۷
۹۱	روزہ دار مسافر قصد اکھاپی لے تو کفارہ نہیں-----	۲۰۷
۹۲	قے کے بعد قصد اکھالیا تو کفارہ نہیں-----	۲۰۷
۹۳	بھول کر کھانے کے بعد قصد اکھانے پینے سے کفارہ نہیں-----	۲۰۷
۹۴	اگر رات کو نیت روزہ کی تھی تو افطار کفارہ کا سبب بنتا ہے-----	۲۰۷
۹۵	رات کو نیت نہ تھی صبح زوال سے پہلے روزہ کی نیت کر لی پھر توڑ دیا تو	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کفارہ نہیں-----	۲۰۷
۹۶	روزہ توڑنے کے بعد اتنا بیمار ہو گیا کہ روزہ کی استطاعت نہ رہی تو	
	کفارہ ساقط ہو گیا-----	۲۰۷
۹۷	اگر متعدد روزے ایک یا زیادہ رمضانوں کے کھانے پینے سے توڑے تو	
۲۰۸	تمام کا کفارہ ایک مرتبہ میں مدغم ہو جائے گا-----	
۲۰۸	کفارہ ادا کرنے کے بعد جو روزہ توڑا اس کا الگ کفارہ دینا ہوگا-----	
۹۹	اگر متعدد روزے بوجہ جماع توڑے تو تمام روزوں کے علیحدہ علیحدہ	
۲۰۸	کفارے لازم ہوں گے-----	
۲۱۰	افطار روزہ کا کفارہ کیا ہے؟-----	
۱۰۱	کون سا ٹیکہ روزہ کی حالت میں جائز ہے اور کون سا ناجائز	
۲۱۱	ہے؟-----	
۱۰۲	روزہ دار کو بسبب مرض ہلاکت ضیاع عضو یا زیادتی مرض کا خطرہ ہو تو	
۲۱۱	روزہ افطار کر سکتا ہے-----	
۱۰۳	آنکھ میں دوا ڈالی جس کا اثر حلق میں پایا اس کی رنگت تھوک میں	
۲۱۲	دیکھی تو روزہ نہیں ٹوٹا-----	
۱۰۴	سور اخ ا حلیل کے ذریعے مثانہ تک پہنچنے والی دوا امام اعظم رحمۃ اللہ	
۲۱۲	تعالیٰ علیہ کے نزدیک مفسد نہیں-----	
۱۰۵	معدہ یا دماغ تک پہنچنے والے زخم پر لگائی گئی دوا اگر معدہ یا دماغ میں	
۲۱۳	پہنچے تو روزہ کی قضا لازم ہے کفارہ نہیں-----	
۲۱۵	رسالہ روزہ اور ٹیکہ-----	
۱۰۶		



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۰۷	کان، ناک میں تردواڈالنے اور حقنہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن کفارہ	
	لازم نہیں۔۔۔۔۔	۲۲۱
۱۰۸	عورت کی شرم گاہ میں تردواڈالنا مفسد روزہ ہے۔۔۔۔۔	۲۲۱
۱۰۹	سگھی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں کمزوری کا خطرہ ہو تو مکروہ	
	ہے۔۔۔۔۔	۲۲۸
۱۱۰	روزہ دار کو اگر جماع یا انزال کا خطرہ نہیں تو بوسہ اور چھونا جائز، ورنہ	
	مکروہ۔۔۔۔۔	۲۲۸
۱۱۱	غسل کی وجہ سے اپنے اندر ٹھنڈک محسوس کرے تو روزہ نہیں	
	ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۲۳۳
۱۱۲	محبوب کی طرف دیکھنے سے پیاس دور ہو جائے تو روزہ نہیں	
	ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۱۰۴
۱۱۳	بھوک پیاس دور کرنے والے ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۱۰۴
۱۱۴	روزہ میں کون سا ٹیکہ جائز ہے؟۔۔۔۔۔	۱۰۴
	باب رؤیۃ الهلال	۲۴۱
۱۱۵	تعارف باب رؤیۃ الهلال۔۔۔۔۔	۲۵۲ تا ۲۴۳
۱۱۶	چاند نظر آنے کے بارے میں ریڈیو کا اعلان معتبر ہونے کے بیان میں	
	رسالہ افادۃ النشر او کد الامر۔۔۔۔۔	۲۵۵
۱۱۷	توپوں کے فائر کے ساتھ رؤیت ہلال ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ فائر	
	کرنے والا فاسق ہو۔۔۔۔۔	۲۵۷
۱۱۸	اخبار، ٹیلی فون اور تار اثبات ہلال کے متعلق غیر معتبر ہیں۔۔۔۔۔	۲۶۳



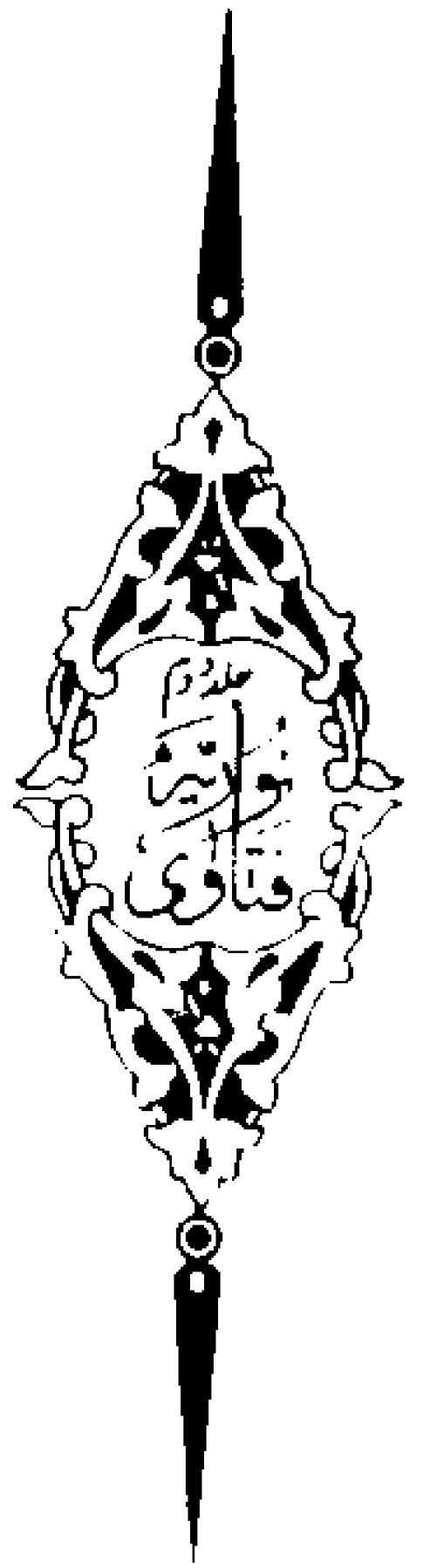
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۱۹	ریڈیو کا اعلان بشرائط معتبر ہے۔۔۔۔۔	۲۶۳
۱۲۰	قار یا چراغاں وغیرہ نشانات ظاہرہ سے چاند ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۲۶۵
۱۲۱	ریڈیو سے عید الفطر کا چاند نظر آنے کی خبر سن کر افطار کرنے والوں کو برانہ کہا جائے۔۔۔۔۔	۲۶۸
۱۲۲	سعودی عرب میں ایک شخص عید کا چاند دیکھ کر ہوائی جہاز کے ذریعے کراچی آیا یہاں ابھی تک بوجہ اختلاف رویہ رمضان المبارک ہے تو وہ شخص روزہ رکھے۔۔۔۔۔	۲۷۱
۱۲۳	اکیلا عید کا چاند دیکھنے والا روزہ رکھے۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۴	امام یا قاضی اکیلا عید کا چاند دیکھے تو اس پر بھی روزہ لازم ہے۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۵	رمضان المبارک کا چاند دیکھنے والا روزہ رکھے اور جب اس کے تیس روزے پورے ہو جائیں اور عید کا چاند ثابت نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ اکتیسواں روزہ رکھے۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۶	کیا اختلاف مطالع کا اعتبار ہے؟۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۷	اگر متعدد اشخاص جدہ سے عید کا چاند دیکھ کر آئیں اور کراچی میں رمضان المبارک ہو تو بھی روزہ رکھیں۔۔۔۔۔	۲۷۴
	باب الاعتکاف	۲۷۵
۱۲۸	تعارف باب الاعتکاف۔۔۔۔۔	۲۷۷
۱۲۹	کیا معتکف و عطر کر سکتا ہے یا مسائل بتا سکتا ہے؟۔۔۔۔۔	۲۸۴
۱۳۰	کیا معتکف نعتیں سن سکتا ہے؟۔۔۔۔۔	۲۸۴



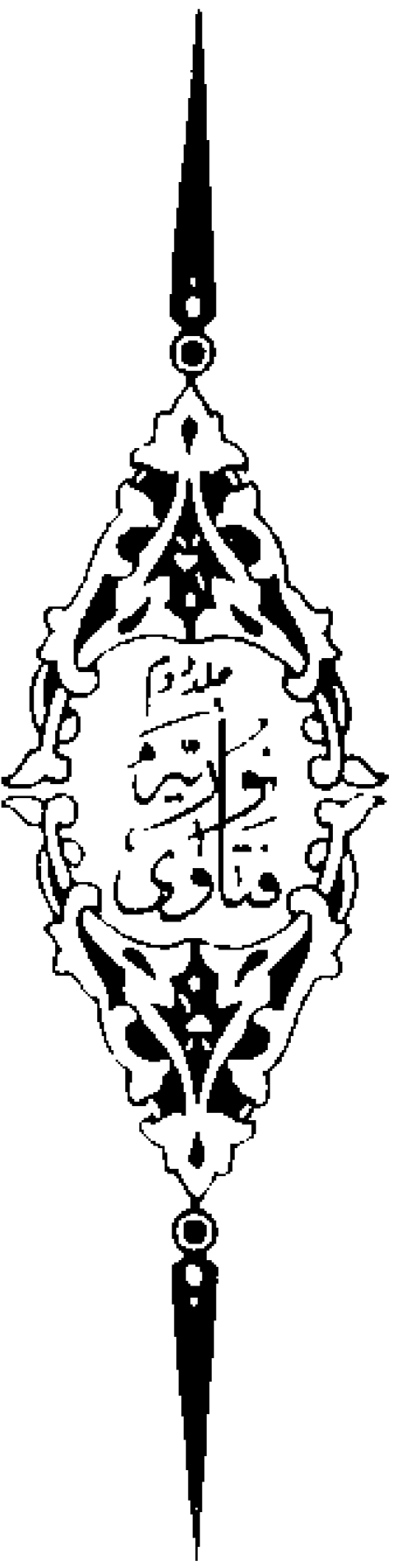
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۳۱	کیا معتکف جماعت کرا سکتا ہے؟-----	۲۸۴
۱۳۲	کیا معتکف ننگے منہ پیشاب کے لئے جاسکتا ہے؟-----	۲۸۴
۱۳۳	کیا معتکف کسی کے ساتھ مل کر روٹی کھا سکتا ہے؟-----	۲۸۴
۱۳۴	منت سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے-----	۲۸۶
۱۳۵	رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف سنت کفایہ ہے، ورنہ مستحب ہے-----	۲۸۶
۱۳۶	علاقہ بلغاریہ اور ڈنمارک میں اعتکاف رمضان کا حکم-----	۱۹۵
۱۳۷	اعتکاف مسنون میں روزہ شرط نہیں اور واجب میں شرط ہے-----	۱۹۵
	کتاب الحج	۲۸۷
۱۳۸	تعارف کتاب الحج-----	۲۹۸۵۲۸۹
۱۳۹	عورت محرم یا خاوند کے بغیر سفر حج پر نہیں جاسکتی-----	۲۹۹
۱۴۰	ضعیف العمر اور بیمار کسی کو حج بدل پر بھیج سکتے ہیں-----	۳۰۱
۱۴۱	بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جائے جس نے خود فریضہ حج ادا کیا ہو-----	۳۰۱
۱۴۲	حج کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز ہے-----	۳۰۲
۱۴۳	فوٹو کے بارے میں مفصل فتویٰ-----	۳۰۲
۱۴۴	کاروباری غرض سے مکہ مکرمہ جانے والے شخص پر لازم ہے کہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر جائے-----	۳۰۶
۱۴۵	طواف میں رکن یمانی کو بوسہ دینا جائز اور سنت ہے-----	۳۰۸
۱۴۶	متعدد طواف کرنے والے ہر طواف کے بعد طواف کی دو رکعتیں ادا	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کریں۔۔۔۔۔	۳۰۹
۱۴۷	متعدد طوافوں کے دوگانے جمع کرنے مکروہ ہیں، ہاں اگر وقت مکروہ	
	ہے تو جمع کرنا درست ہے۔۔۔۔۔	۳۰۹
۱۴۸	متمتع پر طواف قدوم نہیں۔۔۔۔۔	۳۰۹
۱۴۹	متمتع اگر قبل از عرفہ نفلی طواف کر کے سعی کرے تو طواف زیارت	
	کے ساتھ دوبارہ سعی واجب نہیں۔۔۔۔۔	۳۰۹
	کتاب النکاح	۳۱۱
۱۵۰	تعارف کتاب النکاح۔۔۔۔۔	۳۱۵ تا ۳۲۰
۱۵۱	باب الخطبہ۔۔۔۔۔	۳۲۱
۱۵۲	ایجاب و قبول کے سوا نکاح نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۳۲۲
۱۵۳	مستغنی ایجاب و قبول کے قائم مقام نہیں۔۔۔۔۔	۳۲۲
۱۵۴	نابالغہ کی مستغنی ہوئی بالغ ہونے کے بعد اس نے نکاح سے انکار کر دیا تو	
	کسی اور کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔	۳۲۷
۱۵۵	صرف رجسٹر میں اندراج سے نکاح نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۳۲۹
۱۵۶	مارپیٹ کر عورت سے نکاح کا انگوٹھا لگوانا حرام ہے۔۔۔۔۔	۳۳۰
۱۵۷	بناوٹی نکاح کو نکاح کہنا حرام ہے۔۔۔۔۔	۳۳۲
۱۵۸	عاقلہ بالغہ پر جبر جائز نہیں۔۔۔۔۔	۳۳۷
۱۵۹	فضولی کا نکاح باطل نہیں، اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۳۳۸
۱۶۰	نکاح فضولی کی اجازت قول و فعل دونوں سے ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۳۳۸-۹
۱۶۱	بالغہ اگر اپنے نکاح کا اذن دے یا خود عقد کرے تو لازم ہو جاتا	



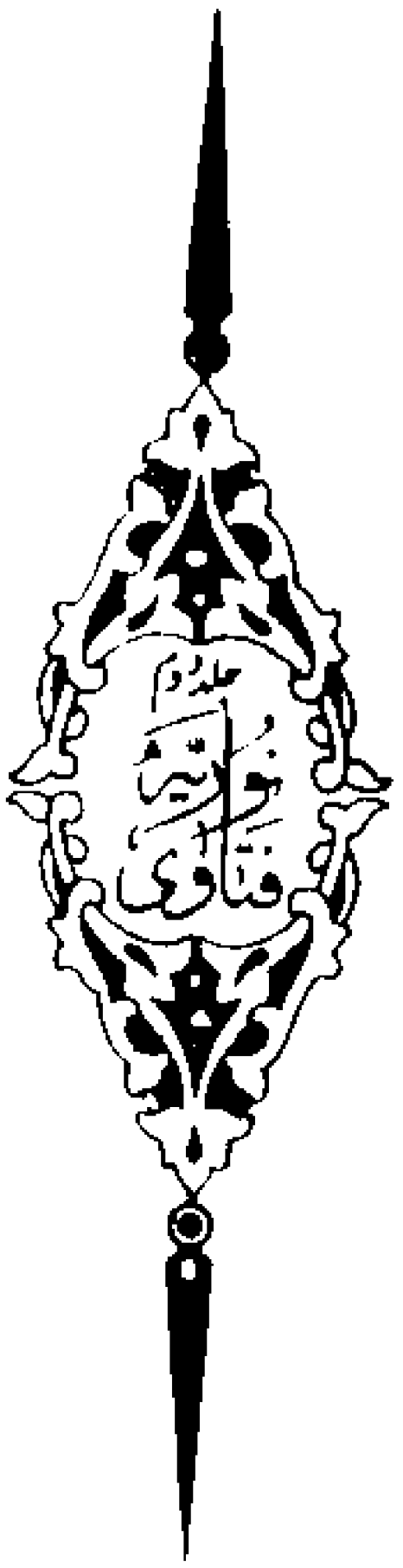
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۶۲	ہے۔۔۔۔۔ ایوٹی حکومت کے بعض عائلی قوانین کے بارے جمعیت علماء پاکستان کی	۳۳۹
۱۶۳	طرف سے سوالات۔۔۔۔۔ چار عورتوں سے نکاح بیک وقت جائز ہے۔۔۔۔۔	۳۴۲
۱۶۴	نکاح سے مقصود قضاء شہوت نہیں بلکہ افزائش نسل ہے۔۔۔۔۔	۳۴۳
۱۶۵	حضرت امام حسن نے دو صد سے زیادہ عورتوں سے شادی کی تھی۔۔۔۔۔	۳۴۴
۱۶۶	اگر خطرہ ہو کہ شب باشی، لباس، خوراک اور اخراجات میں انصاف نہ کر سکے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔۔۔۔۔	۳۴۴
۱۶۷	محبت وغیرہ امور غیر اختیار یہ میں بیویوں کے درمیان برابری ضروری نہیں۔۔۔۔۔	۳۴۵
۱۶۸	نکاح، وسعت رزق و غنا کا ذریعہ ہے۔۔۔۔۔	۳۴۵
۱۶۹	تعدد ازواج، مرد کا جائز حق ہے۔۔۔۔۔	۳۴۵
۱۷۰	دوسری شادی کی وجہ سے پہلی بیوی کو مطالبہ حق طلاق حاصل نہیں ہے۔۔۔۔۔	۳۴۶
۱۷۱	دوسری شادی کی وجہ سے عدالت اگر پہلی بیوی کے نکاح کو فسخ کرے تو فسخ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔	۳۴۶
۱۷۲	نکاح اول میں اگرچہ شرط تھی کہ دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا تب بھی دوسری عورت سے نکاح ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۳۴۶
۱۷۳	دوسری شادی کی وجہ سے پہلی عورت کو مقدمہ کا کوئی حق نہیں بلکہ اگر مقدمہ کرے تو خاوند اپنے طور پر تعزیر لگا سکتا ہے۔۔۔۔۔	۳۴۹



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۳۴۹	اگر کوئی عورت مندرجہ بالا مقدمہ کرے تو اخراجات مقدمہ شوہر کے ذمہ نہیں۔۔۔۔۔	۱۷۴
۳۵۳	ایسی لڑکی جس کے بارے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر چڑھاوا دیں گے، کی شادی یہاں ہو سکتی ہے ایسی منت لازم نہیں۔۔۔۔۔	۱۷۵
۳۵۵	باقاعدہ نکاح ہو چکا ہے تو کچھ عرصہ بعد ڈولی میں ڈالتے وقت دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔	۱۷۶
۳۵۶	گو نگے کو اشارہ سے یاد کھا کر سمجھا دیا جائے کہ تیرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کیا ہے، کیا تجھے قبول ہے اور وہ اشارہ کر دے یا لکھ دے کہ قبول ہے تو نکاح ہو گیا۔۔۔۔۔	۱۷۷
۳۵۶	گو نگا اگر باقاعدہ صحیح لکھ سکتا ہو تو اس کا لکھنا اشارے سے بہتر ہے۔۔۔۔۔	۱۷۸
۳۵۷	گو نگے کا اشارہ اور تحریر زبانی بیان کے حکم میں ہے تو اشارے سے اس کا نکاح اور طلاق معتبر ہے۔۔۔۔۔	۱۷۹
۳۵۸	خاوند، عورت کے درمیان مشورہ ہوا کہ یہاں نکاح کر کے تو مجھے کراچی میں چھوڑے گا لیکن بوقت نکاح کوئی شرط نہیں تو ایسا نکاح صحیح ہے۔۔۔۔۔	۱۸۰
۳۵۹	یہ نکاح، نکاح متعہ یا نکاح موقت نہیں۔۔۔۔۔	۱۸۱
۳۶۰	ہندہ نے زید سے بوقت نکاح چند شرطیں لگائیں اور طے پایا کہ اگر زید شرطیں پوری نہ کر سکا تو ہندہ ثبوت کے بعد علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۱۸۲
	دریں صورت ہندہ جب تک ثبوت مہیا نہ کرے یا مہیا کر کے علیحدگی	۱۸۳



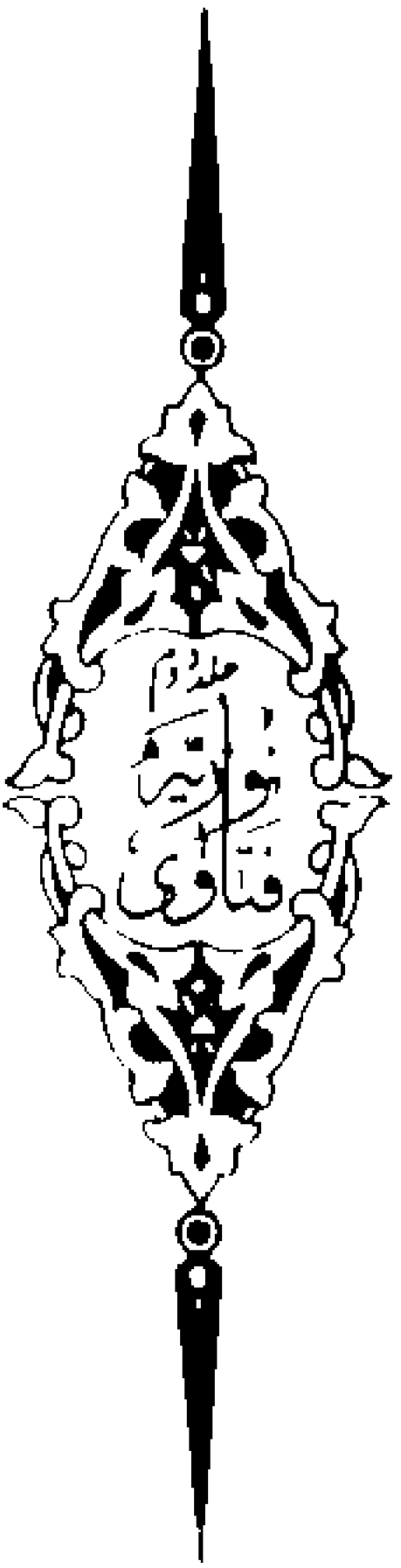
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	اختیار نہ کرے تو نکاح باقی رہے گا۔۔۔۔۔	۳۶۱
۱۸۴	ماہ ذی الحجہ میں شادی جائز ہے۔۔۔۔۔	۳۶۱
۱۸۵	شرط فاسدہ کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۴۰۳
۱۸۶	شیرینی کی تقسیم پر نکاح موقوف نہیں۔۔۔۔۔	۴۷۸
۱۸۷	کنواری حاملہ کا اس شخص کے ساتھ نکاح درست ہے، جس سے وہ	
۱۸۸	حاملہ ہوئی۔۔۔۔۔	۵۲۸
۱۸۹	جس سے حاملہ ہوئی، اس کے سوا دوسرے شخص سے بھی نکاح	
	درست ہے، مگر ایسی صورت میں وضع حمل تک ہم بستری نہیں کر	
	سکتا۔۔۔۔۔	۵۲۸
۱۹۰	رجسٹر نکاح اس پر فتنہ زمانے کی نئی ایجاد ہے۔۔۔۔۔	۶۹۰
	باب المہر	۳۶۳
۱۹۱	تعارف باب المہر۔۔۔۔۔	۳۶۵ تا ۳۶۹
۱۹۲	حق مہر کم از کم دس درہم ہے۔۔۔۔۔	۳۷۲
۱۹۳	لڑکی کے نکاح کے عوض روپیہ لینا حرام اور رشوت ہے اور اس کا	
	واپس کرنا لازم ہے۔۔۔۔۔	۳۷۳
۱۹۴	زرہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر تھی۔۔۔۔۔	۳۷۳
۱۹۵	عورت خلوت یا دخول کی صورت میں پورا اور نہ نصف حق مہر وصول	
	کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۳۷۶
۱۹۶	حق مہر کو حق مہر اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شرعی طور پر عورت اسے	
	وصول کرنے کا حق رکھتی ہے۔۔۔۔۔	۳۷۶



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۴۷۸	حق مہر کا ذکر شرط نکاح نہیں-----	۱۹۷
۳۷۷	باب الشغار	
۳۸۳ تا ۳۷۹	نقل سوال وجواب مولوی ثناء اللہ از بونگہ صالح-----	۱۹۸
۳۹۴ تا ۳۸۵	فتویٰ مذکور کا رد-----	۱۹۹
۳۹۲	نکاح شغار کی تعریف-----	۲۰۰
	دو عورتوں سے ہر ایک کا نکاح دوسری کا مہر بنایا جائے تو نکاح جائز ہے	۲۰۱
۳۹۳	اور مہر مثل واجب ہے-----	
	بٹے والے نکاح کے متعلق مولوی عبد الجبار بحری پوری بونگوی کا	۲۰۲
۳۹۶	فتویٰ-----	
۴۰۵ تا ۴۰۱	بٹے والے نکاح کے متعلق مولوی عبد الجبار کے فتوے کا رد-----	۲۰۳
	فریقین لڑکوں لڑکیوں کی نسبت تبادلہ تجویز کرتے ہیں اور وقت نکاح	۲۰۴
۴۰۷	مہر مقرر کرتے ہیں تو ایسا نکاح شرعاً جائز ہے-----	
	اگر ایجاب و قبول کے وقت لڑکیوں کے تبادلہ کا ذکر کیا جائے مگر ایک	۲۰۵
۴۰۹	کو دوسری کا مہر نہ بنایا جائے تو ایسا نکاح، نکاح شغار نہیں-----	
۴۱۱	باب المحرمات	
۴۱۴	خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے-----	۲۰۶
۴۱۵	موطوءہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز نہیں-----	۲۰۷
۴۱۶	بیوی کی ماں کسی حال میں حلال نہیں دخول ہو لیکن نہ ہوا-----	۲۰۸
۴۲۰	ماں باپ کی خالائوں سے نکاح حرام ہے-----	۲۰۹



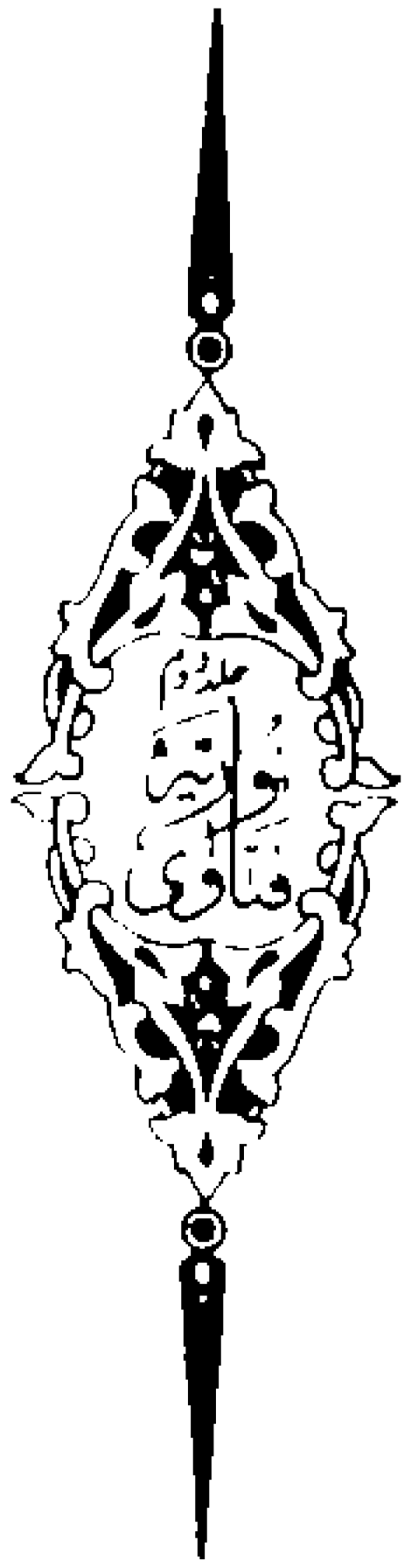
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۱۰	نانے کی دوسری بیوی سے لڑکی خالہ ہے اور اس سے نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۲۱
۲۱۱	دو آدمی ایک دوسرے کی بیوی سے زنا کریں تو اولاد الزنا کا آپس میں نکاح جائز ہے جب کہ کوئی اور مانع نہ ہو۔۔۔۔۔	۴۲۳
۲۱۲	ایک عورت کی اولاد کا اس کے زانی کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۲۷
۲۱۳	ایک عورت کی اولاد کا اپنی سوکن کی پہلے خاوند سے اولاد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۲۸
۲۱۴	محمد بن حنفیہ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اپنے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کیا۔۔۔۔۔	۴۲۸
۲۱۵	ایک عورت کی لڑکی کا اس کی سوکن کے بھائی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۱
۲۱۶	ایک عورت کی لڑکی جو پہلے خاوند سے ہو اور زوج ثانی کے گھر پرورش پائے اس کا نکاح زوج ثانی کے بھائی کے ساتھ جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۲
۲۱۷	ایک آدمی کی اولاد کا اس کی دوسری بیوی کی پہلے خاوند سے اولاد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۲
۲۱۸	ساس کی سوکن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۵
۲۱۹	عورت سے دخول نہ کیا ہو تو اس کی پوتی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۶
۲۲۰	اولاد کی ساس سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۷
۲۲۱	ماموں اپنے بھانجے کی بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۴۳۸
۲۲۲	بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۹



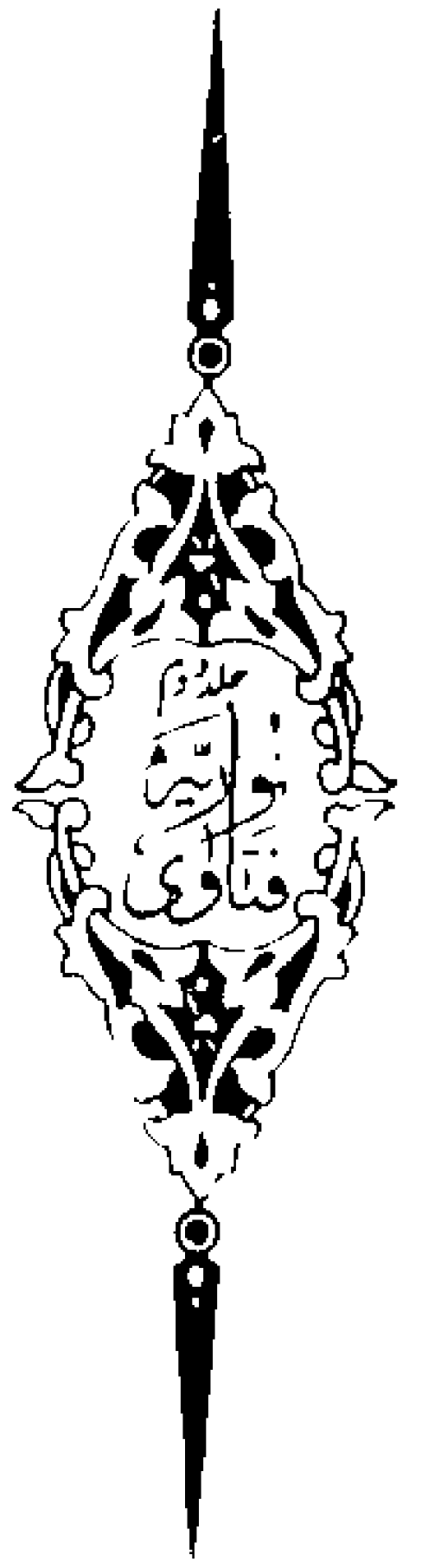
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۲۳	سوتیلی نانی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۹
۲۲۴	سوتیلی ماں کی پہلے خاوند سے لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۹
۲۲۵	بھتیجے کی بیوہ یا مطلقہ سے چچا نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۴۴۰
۲۲۶	والدہ کے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۴۵
۲۲۷	خالہ کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۴۶
۲۲۸	ماں کے نئے دیور سے لڑکی کی شادی جائز ہے۔۔۔۔۔	۷۰۸
جمع بین المحارم		
۲۲۹	ایسی دو جڑواں بہنیں جن کی پیٹھیں ملی ہوئی ہوں مگر نکاح کسی سے بھی جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۴۷
۲۳۰	دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۵۰
۲۳۱	مسلم زوجین کے درمیان تباہین دارین سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۴۵۲
۲۳۲	تباہین دارین حقیقتاً و حملاً ہر دو طرح ہو تو معتبر ہے۔۔۔۔۔	۴۵۲
۲۳۳	عدت گزرنے سے پہلے مطلقہ کی ہمشیرہ سے نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۵۶
۲۳۴	بعد از عدت مطلقہ کی بہن سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۵۷
۲۳۵	معتدہ کی بہن سے نکاح حملاً جمع بین الاختین ہے اور ناجائز ہے۔۔۔۔۔	۴۵۸
۲۳۶	بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔	۴۶۰
۲۳۷	پھوپھی اور بھتیجی خواہ رضاعی ہوں ایک شخص کے نکاح میں قطعاً جمع نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔۔	۴۶۱
۲۳۸	خالہ اور بھانجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام و باطل	



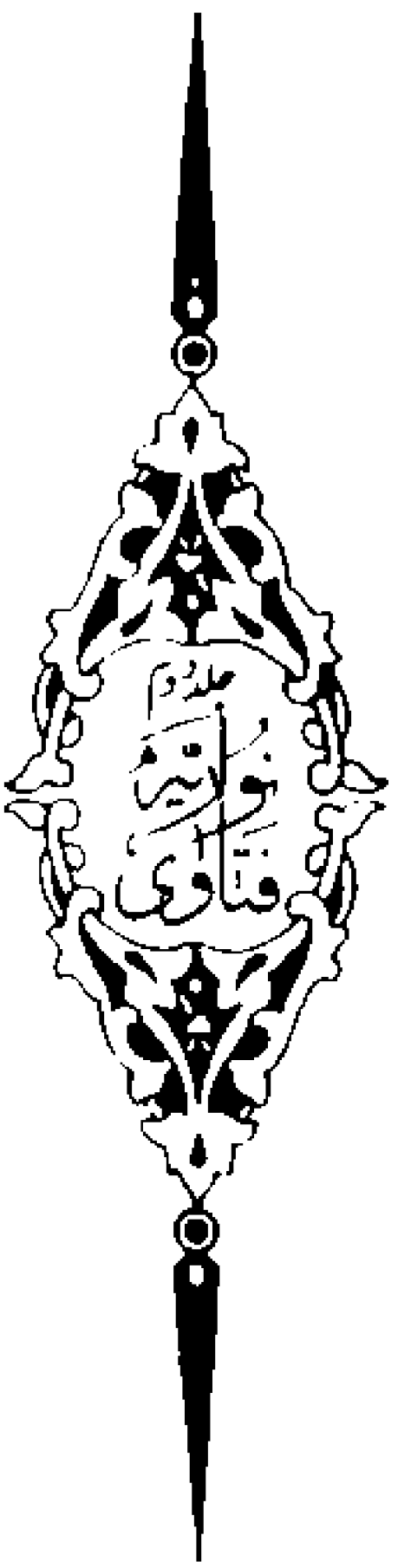
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	ہے۔۔۔۔۔	۴۶۳
۲۳۹	زید کے لئے اپنی عورت اور اس کی بھانجی کی لڑکی نکاح میں جمع کرنا	
	جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۶۴
۲۴۰	معتدہ کی بھانجی سے نکاح جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۶۶
۲۴۱	معتدہ کی ذوات محارم سے نکاح جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۶۶
۲۴۲	علتانی، اخیانی یا رضاعی خالہ بھانجی ایک شخص کے نکاح میں جمع	
	نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔۔	۴۶۷
	باب نکاح المحصنات	۴۷۱
۲۴۳	نکاح پر نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۴۷۴
۲۴۴	پہلا نکاح ثابت ہو تو دوسرے نکاح کے گواہ اس کو نقصان نہیں دے	
	سکتے۔۔۔۔۔	۴۷۸
۲۴۵	دیدہ و دانستہ نکاح پر نکاح کے گواہ بننے والے سخت ظالم اور مستحق	
	عذاب ہیں۔۔۔۔۔	۴۷۸
۲۴۶	خاوند کے عدم التفات کی وجہ سے بیوی اپنے والدین کے پاس آجائے	
	تو نکاح نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۴۷۹
۲۴۷	نکاح پر نکاح کا حکم جمع وضاحت۔۔۔۔۔	۴۸۱
۲۴۸	نکاح پر نکاح، حلال جانتے ہوئے پڑھایا تو ایمان سے خارج	
	ہوا۔۔۔۔۔	۴۸۱
۲۴۹	لا علمی میں نکاح پڑھانے کی غلطی ہوئی تو گناہ نہیں۔۔۔۔۔	۴۸۲
۲۵۰	کسی کا بیان کہ اس عورت کا خاوند مر چکا ہے، صحیح جان کر اس عورت کا	



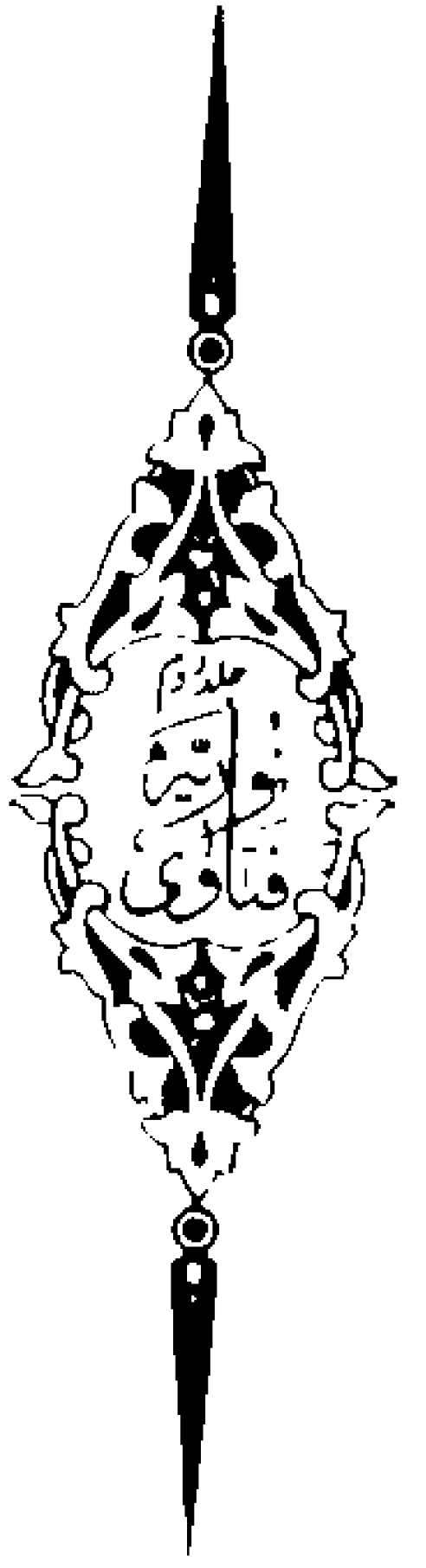
صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۴۸۳	نکاح پڑھانے والا گنہگار نہیں اگرچہ مخبر جھوٹا ہو۔۔۔۔۔	
۴۸۷	باب نکاح المعتدات	
۴۸۹	معتدہ کا زوج اول کے غیر سے نکاح فاسد ہے۔۔۔۔۔	۲۵۱
۴۹۳	عدت میں صراحۃً نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں۔۔۔۔۔	۲۵۲
۴۹۴	عورت مدخول بہا پر عدت لازم ہے۔۔۔۔۔	۲۵۳
	تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے تو وضع حمل کے بعد	۲۵۴
۴۹۴	نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	
	طلاق کے دو ماہ بعد ورثا سے استفسار کیا گیا کہ تین حیض آچکے ہیں یا	۲۵۵
۴۹۷	نہیں تو ان کے کہنے پر آگے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	
	مطلقہ حاملہ کا نکاح پڑھا گیا تو نکاح خواں اور گواہ وغیرہ جنہیں بھی حمل	۲۵۶
	کا علم ہے وہ سب گنہگار ہوئے اور اگر نکاح کو حلال جانیں تو خارج از اسلام	
۴۹۹	ہوئے۔۔۔۔۔	
	تین ماہ گزرنے سے حائضہ کی عدت تین حیضوں کی پوری نہیں	۲۵۷
۵۰۱	ہوتی۔۔۔۔۔	
۵۰۱	ایک حیض کے بعد معتدہ کو حمل ہوا تو عدت وضع حمل ہوگی۔۔۔۔۔	۲۵۸
۵۰۱	عدت بھی نکاح کے محرمات میں سے ہے۔۔۔۔۔	۲۵۹
۵۰۲	عدت کے دوران نکاح فاسد ہے جس کا فسخ ضروری ہے۔۔۔۔۔	۲۶۰
	مطلقہ مغالطہ زوج اول سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ کسی اور سے	۲۶۱
۵۰۴	نکاح صحیح سے دخول متحقق نہ ہو۔۔۔۔۔	
	اگر تین طلاقوں والی معتدہ حاملہ ہو جائے تو عدت وضع حمل	۲۶۲



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۶۳	معتدہ کا نکاح دیدہ دانستہ کرنے والے اور شرکاء مجلس سب گنہگار	۵۰۶
۲۶۴	غلط فہمی کی بنا پر نکاح خواں و گواہان یہ سمجھ کر کہ عدت پوری ہو چکی	۵۰۹
۲۶۵	زانی کا مرنیہ سے بھی نکاح جائز ہے اور بعد از نکاح مجامعت بھی جائز	۵۱۰
۲۶۶	بوقت طلاق حاملہ ہو یا تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے	۵۱۲
۲۶۷	اگر واقعی عدت پوری ہونے کے بعد حمل ہوا تو نکاح جائز	۵۱۵
۲۶۸	حمل زنا غیر ثابت النسب ہے	۵۱۶
۲۶۹	وقت نکاح حمل زنا کا علم ہو تب بھی نکاح درست ہے	۵۱۷
۲۷۰	اگر غیر زانی حلیٰ من الزنا سے نکاح کرے تو وضع حمل تک صحبت و	۵۱۷
۲۷۱	نکاح کے چھ ماہ یا زیادہ پر بچہ ہوا تو حلال اور چھ ماہ سے پہلے حرام	۵۲۳
۲۷۲	حمل زنا میں نکاح جائز ہے	۵۲۸
۲۷۳	حمل ثابت النسب ہو تو حاملہ کا نکاح وضع حمل تک جائز نہیں	۵۲۸-۹
۲۷۴	حاملہ معتدہ کا زوج اول کے سوا کسی اور سے نکاح نہیں ہو سکتا	۵۲۸
۲۷۵	بعد از وضع حمل حالت نفاس میں مرنیہ کا نکاح درست ہے	۵۲۹



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۷۶	جو حالت عدت میں دیدہ دانستہ نکاح کرنا حلال جانے کافر ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۷۰
۲۷۷	عدت کے اندر صراحتہ مطالبہ وعدہ نکاح ممنوع ہے۔۔۔۔۔	۶۷۰
۵۳۱	باب المصاہرہ	
۲۷۸	زانی پر مزنہ کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۳
۲۷۹	شہوت سے چھونے بوسہ دینے اور زنا کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۶
۲۸۰	زانی پر مزنہ کی ماں اور لڑکی حرام ہے۔۔۔۔۔	۵۳۶
۲۸۱	ملک یمین نکاح یابدکاری کی صورت میں وطی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۸
۲۸۲	لڑکا لڑکی کم از کم مراہق ہوں تو وطی سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔۔۔۔۔	۵۴۳
۲۸۳	زانی کے اصول و فروع کے لئے مزنہ کے اصول و فروع حلال ہیں۔۔۔۔۔	۵۴۵
۲۸۴	حرمت مصاہرت کے موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ ”حرمة المصاہرة ترفع المناکحة“۔۔۔۔۔	۵۷۶ تا ۵۵۱
۲۸۵	اگر قبل از نکاح منکوحہ کی حقیقی ماں کے ساتھ زنا کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوتا اور بعد از نکاح واقع ہو تو باطل ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۸۱
۲۸۶	ساس سے زنا کرنے کی صورت میں بطلان نکاح متارکہ یا قضائے قاضی پر موقوف نہیں اگر عورت مدخول بہانہ ہو تو فوراً کسی اور سے نکاح	

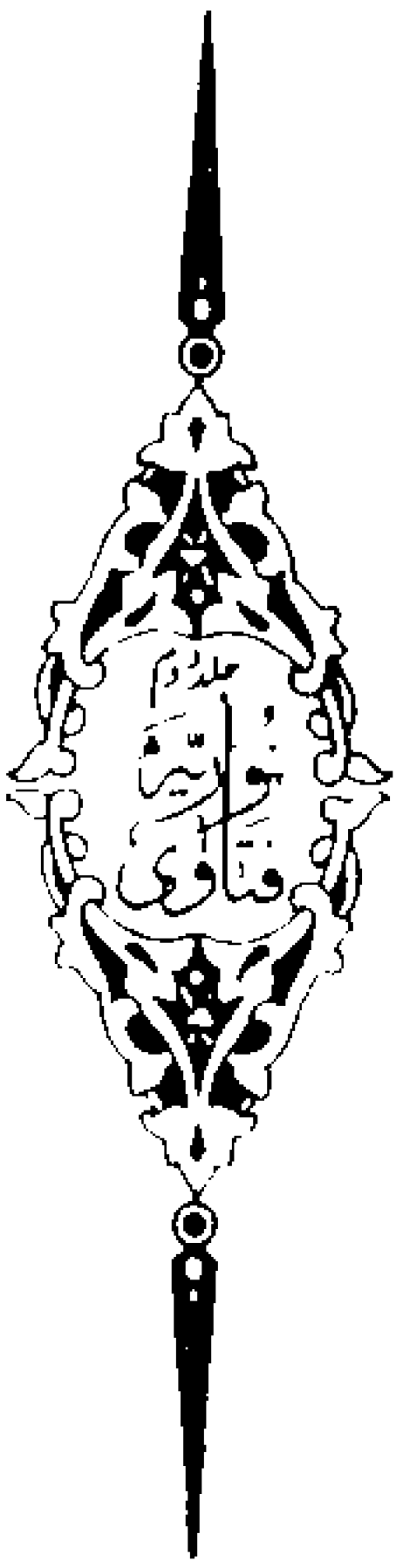


نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کر سکتی ہے ورنہ بعد از قضائے عدت -----	۵۸۱
۲۸۷	اگر عورت کے ساتھ خاوند کا باپ یا بیٹا جماع کرے یا خاوند اپنی بیوی کی ماں یا بیٹی کے ساتھ جماع کرے تو بلا طلاق ہمیشہ کے لئے فرقت واقع ہو جاتی ہے -----	۵۸۱
۲۸۸	ایک اشتباہ کا رد اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی توضیح -----	۵۸۲
۲۸۹	حرمت مصاہرت سے نکاح کے بطلان پر ایک مفصل فتویٰ (رضاع بعد از نکاح، مہر، عدت، طلاق الفار اور وراثت وغیرہا کے جزئیات کثیرہ سے استدلال) -----	۵۸۲
۲۹۰	حرمت مصاہرت سے نکاح بالکل نہیں رہتا، حتیٰ کہ بیوی غیر مدخول بیہا ہو تو اسی وقت اور سے نکاح کر سکتی ہے -----	۵۸۵
۲۹۱	ساس کے ساتھ زنا کرنے کی محض غلط تہمت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس سے نکاح باطل نہیں ہوگا -----	۵۸۹
۲۹۲	سالی سے بد فعلی بیوی کو حرام ابدی نہیں کرتی اگرچہ حمل ٹھہر جائے -----	۵۹۳
۲۹۳	اگر بھول کر اندھیرے میں سالی کو بیوی جان کر مجامعت کر لی تو سالی پر عدت لازم ہے اور عدت گزرنے تک بیوی سے پرہیز ضروری ہے -----	۵۹۳
۲۹۴	غیر شادی شدہ سالی سے بھول کر مجامعت کی صورت میں حمل ہو جائے تو بچہ اسی مجامعت کرنے والے کا ہو گا اور خرچہ کا ذمہ دار بھی یہی ہو گا -----	۵۹۳

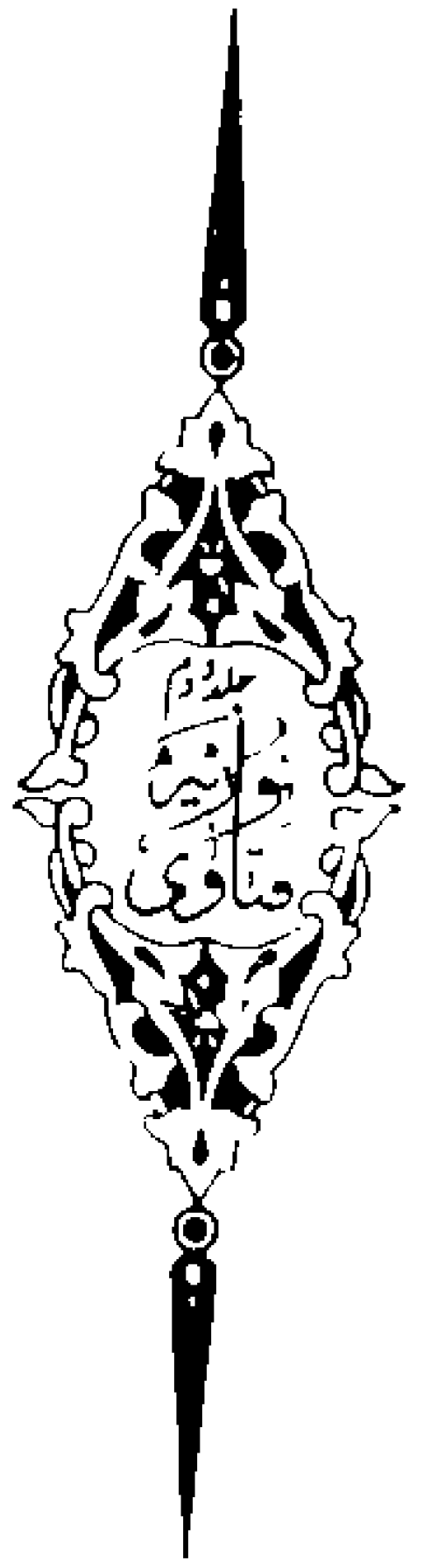
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۹۵	اگر سالی کے ساتھ دانستہ زنا کرے تو عدت لازم نہیں ہوتی اور بیوی سے پرہیز بھی نہیں اور حمل کی صورت میں بچہ بھی اس کا نہیں بنے گا اور پرورش اس کے ذمہ نہیں ہوگی۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۶	اگر یہ سالی جس سے زنا کا حمل ہوا، خاوند والی ہے یا خاوند کی عدت میں ہے تو بچہ خاوند کا ہوگا ورنہ ماں کا بنے گا۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۷	سالی سے زنا کی صورت میں حلال بیوی سے پرہیز نہیں مگر عدت کے اندازے سے مستحب ہے کہ پرہیز کرے۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۸	سزا دینا حکومت کا کام ہے۔۔۔۔۔	۵۹۴
۲۹۹	پنچائی طور پر ہر وہ جائز طریقہ جو ایسے فعل بد (زنا) سے باز رکھے، ضرور کرنا چاہئے۔۔۔۔۔	۵۹۴
۳۰۰	زید کی ایک بیوی کا پچھلے خاوند سے لڑکا اس کی دوسری بیوی کو اغوا کر لے تو زید کا نکاح برقرار ہے۔۔۔۔۔	۵۹۵
۳۰۱	زید کی بیوی کا دوسرے خاوند سے لڑکا، زید کا لڑکا نہیں ہے۔۔۔۔۔	۵۹۵
۳۰۲	عورت حرمت مصاہرت کی بنا پر حرام ہوئی اور خاوند نابالغ ہے جب تک بالغ ہو کر متارکہ نہ کرے تو کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔	۵۹۶
۳۰۳	اگر حاکم شرعاً حرمت مصاہرت کے ثبوت پر جدائی کا حکم کر دے تو عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۵۹۶
۳۰۴	شہوت سے بوس و کنار کا ثبوت دو گواہوں کی شہادت سے بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۰۵	اگر چشم دید گواہ نہ ہوں تو صرف عورت کے کہنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو سکتی اور نکاح فاسد نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۵۹۷



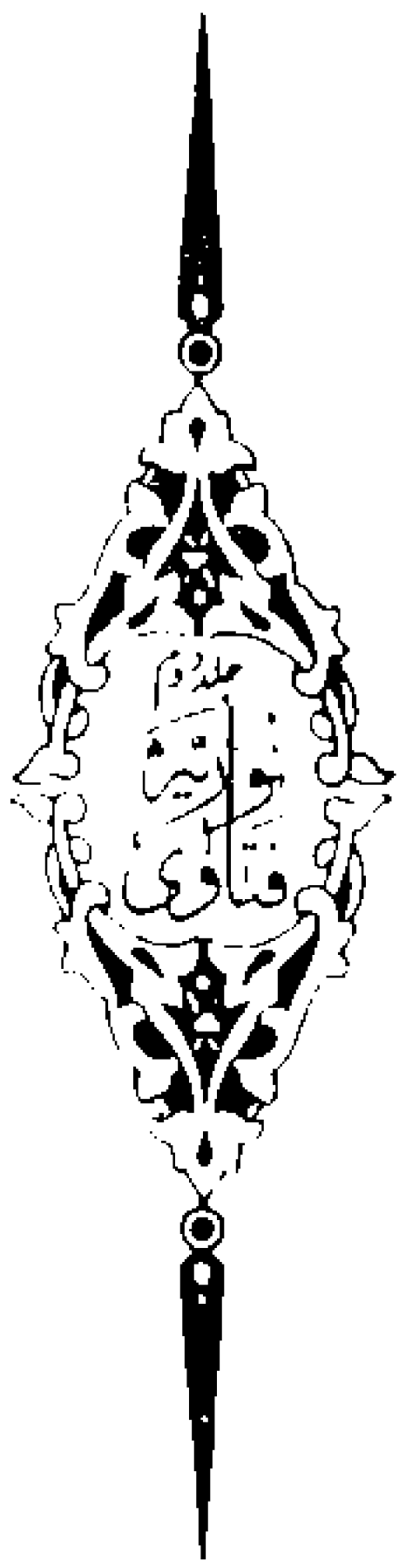
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۰۶	نابالغ کی عورت نے کہا کہ میرے ساتھ میرے سر نے بدکاری کی ہے اگر خاوند بالغ ہونے کے بعد تصدیق کر دے تو عورت حرام ہوگی ورنہ نہیں۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۰۷	اگر عورت حرمت مصاہرت کی بنا پر حرام ہو جائے تو خاوند پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۰۸	زید نے اپنے بیٹے بجر کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔۔۔۔۔	۵۹۸
۳۰۹	جو عورت اپنے خاوند پر بحرمت مصاہرت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے وہ عدت گزار کر اور سے نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۵۹۸
۳۱۰	ایک غیر مقلد کے غلط فتوے کا رد۔۔۔۔۔	۶۰۰
۳۱۱	داماد شہوت سے اپنی ساس کا پاؤں دبائے یا چھوئے تو داماد کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۰۲
۳۱۲	اگر داماد حلف اٹھائے کہ ساس کو شہوت سے مس نہیں کیا تو نکاح برقرار ہے۔۔۔۔۔	۶۰۳
	باب الرضاع	۶۰۵
۳۱۳	ثبوت رضاعت کا نصاب دو مرد عدل یا دو عورتیں اور ایک مرد عدول کی شہادت ہے۔۔۔۔۔	۶۰۷
۳۱۴	کئی عورتیں عدلات یا غیر عدل متعدد مردوں کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۶۰۷
۳۱۵	اگر وہ لڑکا جس کی رضاعت میں اختلاف ہے عدل عورتوں یا غیر عدل	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۴۰	مردہ عورت کا دودھ گواہ کے پیٹ کے اندر چلا جائے تو حکم حرمت ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۲۷
۳۴۱	عورت کا دودھ دوا جائے اور اس میں گائے بکری کا دودھ ملا یا جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا۔۔۔۔۔	۶۲۷
۳۴۲	لڑکا اپنے رضاعی ماں باپ کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔	۶۳۰
۳۴۳	رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۳۱
۳۴۴	جس عورت کا دودھ پلایا جائے اس کی تمام اولاد دودھ پینے والے کی بہن بھائی بن جاتی ہے۔۔۔۔۔	۶۳۱
۳۴۵	حکم رضاع کے لئے ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں آگے پیچھے سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۳۲
۳۴۶	دودھ قصداً پلایا جائے یا شغلاً حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۶۳۲
۳۴۷	رضاعی بھائی کی لڑکی بھتیجی ہے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۳۴
۳۴۸	وہ رشتے جو ولادت حرام کرتی ہے ان کو دودھ پینا بھی حرام کر دیتا ہے۔۔۔۔۔	۶۳۴
۳۴۹	دودھ پینے والے کے لئے دودھ پلانے والی کا خاوند باپ اور اولاد بہن بھائی بن جاتے ہیں۔۔۔۔۔	۶۳۴
۲۵۰	تحريم نکاح میں رضاع سابق و طاری دونوں برابر ہیں۔۔۔۔۔	۵۵۵
۲۵۱	ایک آدمی نے تین شیر خوار لڑکیوں سے نکاح کیا اور کسی عورت نے ان تینوں کو یکے بعد دیگرے دودھ پلایا تو پہلی دونوں نکاح سے جدا ہو گئیں اور تیسری بدستور بیوی ہے۔۔۔۔۔	۵۵۷



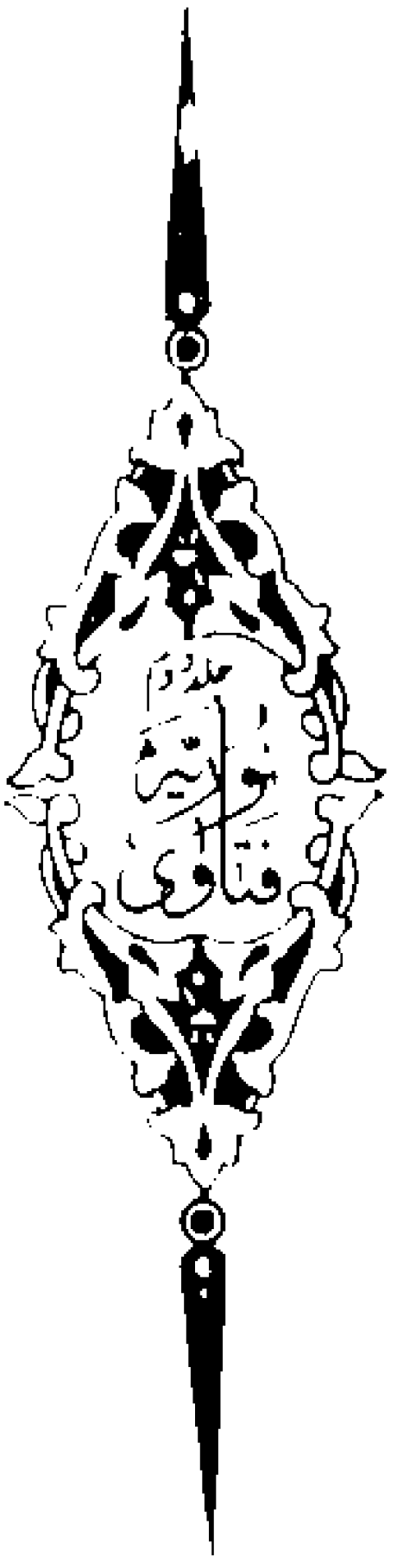
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۵۲	کسی شخص کی والدہ اس کی کم سن بیوی کو دودھ پلا دے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۷۲
۲۵۳	عورت کو اگر بغیر حمل کے دودھ اترے تو اس دودھ کے پینے والی بچی کے لئے اس عورت کا خاوند رضاعی باپ نہ بنے گا اور اس کا بھائی چچا نہ ہو گا۔۔۔۔۔	۶۳۵
	باب الکفو	۶۳۷
۲۵۴	غیر کفو کے ساتھ نکاح فتویٰ کی رو سے بالکل جائز نہیں۔۔۔۔۔	۶۴۰
۲۵۵	نابالغہ یتیم لڑکی کے ساتھ غیر قوم والوں نے جبراً نکاح کیا تو بعد البلوغ اپنے اختیار سے کسی ہم قوم کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۶۴۱
۲۵۶	اگر عورت کے ولی اس کی رضا کے ساتھ خود عقد نکاح کریں تو ہم کفو ہونا معلوم ہو یا نہ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۶۴۳
۲۵۷	اگر ماں بیوہ غیر کفو کے ساتھ نکاح کر چکی ہو تو دادی اپنی پوتی کی پرورش کی حق دار ہے۔۔۔۔۔	۶۴۴
۲۵۸	بالغہ کا نکاح اگر غیر کفو سے کیا گیا تو اگرچہ اس نے خلاف دل بظاہر رضا ظاہر کی فتویٰ کے لحاظ سے وہ نکاح ہوا ہی نہیں۔۔۔۔۔	۶۴۵
۲۵۹	غیر کفو میں اگر نابالغہ کا نکاح کیا گیا یا حق میں کسی ذہن کے ساتھ کیا گیا تو باپ دادے کے غیر کے لئے ایسا نکاح کرنا جائز نہیں۔۔۔۔۔	۶۴۸
۲۶۰	قریش و سادات کے رشتے ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔	۶۵۰
۲۶۱	غیر قوم کے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک فتوے کی نقل۔۔۔۔۔	۶۵۱



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۲۵۳	باب الولی	
۳۰۵	صغیرہ کا نکاح باپ دادا کرے تو بعد البلوغ کسی کی ولایت نہیں۔۔۔۔۔	۳۶۲
۵۹۷	نابالغ پر باپ کی ولایت نظریہ ہے، ضرر محض کا مختار نہیں۔۔۔۔۔	۳۶۳
۲۵۶	بالغہ باختیار خود بغیر رضائے ولی نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۳۶۴
۲۵۷	عاقلہ بالغہ کنواری یا بیوہ کی اجازت کے بغیر کسی ولی کو اس کا نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔۔۔۔۔	۳۶۵
۲۵۸	عورت کی ناپسندیدگی کی صورت میں اگر ولی نکاح کر دے تو خود مختار عورت پر لازم نہیں ہوگا۔۔۔۔۔	۳۶۶
۲۵۸	عورت بالغہ کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے والا باپ ظالم ہے۔۔۔۔۔	۳۶۷
۲۷۱	عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اس کی رضا کے نہیں، اگرچہ جبر کرنے والا باپ یا بادشاہ ہی ہو۔۔۔۔۔	۳۶۸
۲۷۲	صغیرہ یا مجنونہ کا نکاح ولی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔	۳۶۹
۲۷۸	بچوں کے ہوتے ہوئے ان کی مرضی کے خلاف ماں کا کیا ہوا نکاح معتبر نہیں۔۔۔۔۔	۳۷۰
۲۸۰	حمیت جاہلہ یا طمع وغیرہ کی وجہ سے باپ کا سوء اختیار ظاہر ہو تو اس کا عقد جائز نہیں۔۔۔۔۔	۳۷۱
۲۸۲	مزنیہ منکوحہ کی لڑکی پر زانی کا کوئی حق ولایت نہیں۔۔۔۔۔	۳۷۲
۲۸۳	حقیقی خاوند ہی مزنیہ منکوحہ کی اولاد کا باپ ہے۔۔۔۔۔	۳۷۳



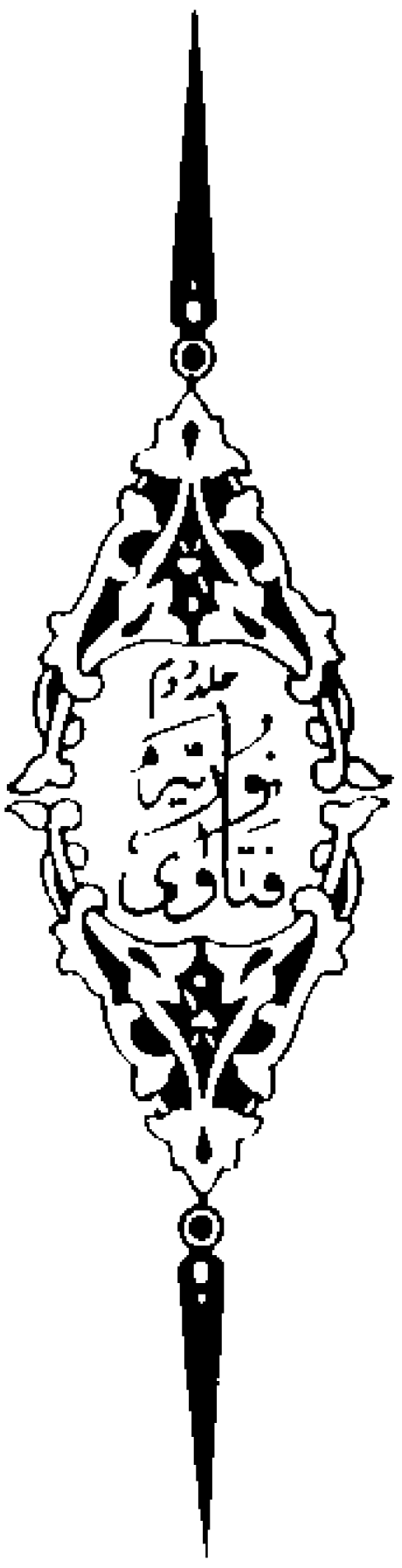
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۷۴	یوقت نکاح لڑکے اور لڑکی کے ولی شرعی چچوں کے سوا کوئی اقرب نہ ہو تو ان کا کیا ہو ان کا نکاح بلاشبہ صحیح ہے۔۔۔۔۔	۶۸۵
۳۷۵	ولی ابعدا کا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۶۸۷
۳۷۶	نابالغہ کا نکاح ہو جاتا ہے اور طلاق ہونے پر عدت پڑتی ہے۔۔۔۔۔	۶۸۹
۳۷۷	نابالغ لڑے لڑکی کا نکاح کیا گیا اور ایجاب و قبول ان کے باپوں نے کیا تو انہیں خیار البلوغ نہیں۔۔۔۔۔	۶۹۰
۳۷۸	نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر ہم کفو سے کیا گیا تو اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۶۹۱
۳۷۹	سکوت بحر کے حق میں ہی اذن ہے۔۔۔۔۔	۶۹۳
۳۸۰	عاقلہ بالغہ کو والدین نکاح میں مجبور نہیں کر سکتے البتہ بہتر یہی ہے کہ والدین کی وساطت سے غور کرے۔۔۔۔۔	۶۹۴
۳۸۱	عورت جسے اجازت نکاح دے ولی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۶۹۶
۳۸۲	جس پر ناراضگی ہو ولی نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔	۶۹۷
۳۸۳	ماں اگر باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر دے تو باپ کے رد کرنے سے نکاح مردود ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۹۳
۳۸۴	باپ کے ہوتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف کسی ولی کو اختیار نکاح نہیں۔۔۔۔۔	۶۹۴
۳۸۵	اگر باپ کہیں گیا ہو اور معلوم ہو کہ آنے والا ہے تو ولی ابعدا کا نکاح اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۶۹۷
۳۸۶	اگر باپ دیوانہ یا لاپتہ ہے کہ باوجود تلاش کے سراغ نہیں ملا (اور داوا بھی نہیں) تو چچا یا ولی اقرب ہے۔۔۔۔۔	۶۹۷



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۸۷	ولی کی غیوبت منقطعہ سے کیا مراد ہے۔۔۔۔۔	۷۰۷
۳۸۸	باپ کے ہوتے ہوئے بھائی کا نکاح موقوف ہے اور باپ کی ناراضگی	
	سے مردود ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۷۰۲
۳۸۹	نبالغہ کا بچہ نے کیا اور لڑکی نے جو ان ہوتے ہی انکار کر دیا تو نکاح	
	مردود ہو گیا۔۔۔۔۔	۷۰۲
۳۹۰	بالغہ نے نکاح کی اجازت دی یا نکاح کے بعد جائز رکھا تو نکاح صحیح	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۰۵
۳۹۱	اگر نبالغہ کا نکاح چچے نے کیا اور باپ نے اطلاع ملنے پر رد نہ کیا بلکہ	
	اجازت دے دی تو نکاح ہو گیا۔۔۔۔۔	۷۰۵
۳۹۲	نبالغہ کا نکاح باپ نے کیا تو لازم ہے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار	
	نہیں۔۔۔۔۔	۷۰۷
۳۹۳	نبالغہ لڑکی کے الفاظ کا نکاح میں کوئی لحاظ نہیں ولی کی اجازت و الفاظ کا	
	اعتبار ہے۔۔۔۔۔	۷۰۷
۳۹۴	ولی اقرب چچا ہو تو اگر وہ عاقل بالغ مسلمان دین دار ہے تو اس کی	
	اجازت کے بغیر نبالغہ کا نکاح مشکل ہے۔۔۔۔۔	۷۰۸
۳۹۵	تایا زاد بھائی ولی اقرب ہو تو ماں کا نکاح اس کے رد سے باطل ہو جاتا	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۱۰
۳۹۶	سوتیلے چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۱۱
۳۹۷	ایک ہی درجہ کے دو ولی جمع ہوں تو کسی ایک کی اجازت کافی	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۱۲



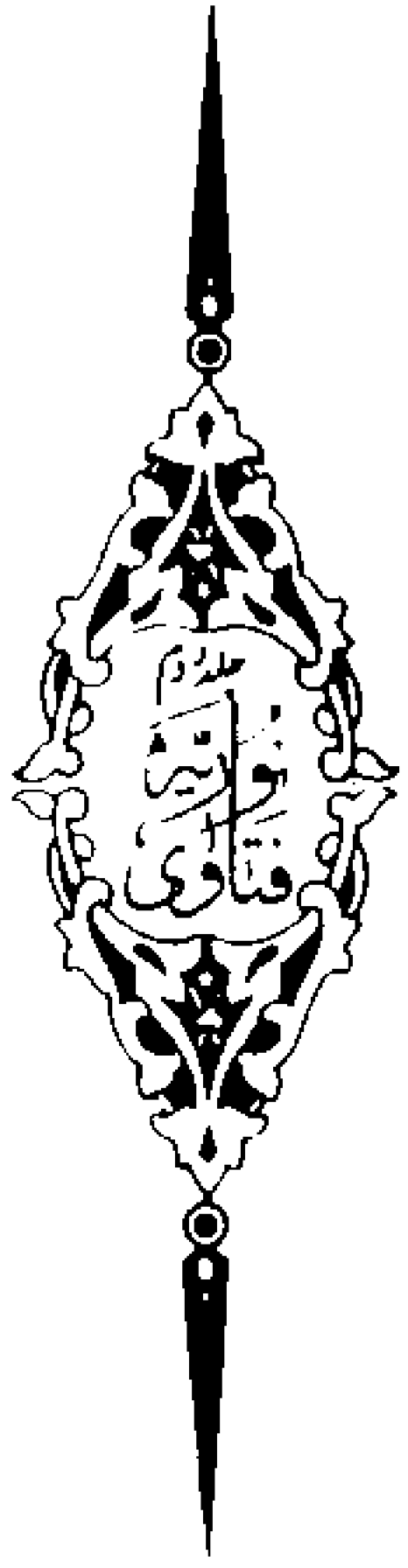
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۹۸	نابالغہ کا نکاح اس کی ماں نے کیا اور باپ نے اجازت نہ دی تو باپ کے فوت ہونے کے بعد بھائی نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۷۱۳
۳۹۹	بیوہ ماں کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب چچے کے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۷۱۴
۴۰۰	عصبہ بنفسہ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں بن سکتی۔۔۔۔۔	۷۱۶
۴۰۱	اگر عصبہ موجود نہ ہو تو ذوی الارحام میں سے کوئی صغیر یا صغیرہ کا نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۷۱۸
۴۰۲	نابالغہ کا نکاح ماں کر دے اور باپ سکوت کرے تو بعد از بلوغ لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۷۲۰
۴۰۳	اگر عصبہ نہ ہو تو ولایت ماں کے لئے ہے۔۔۔۔۔	۷۲۳
۴۰۴	نابالغہ کے اگر متعدد ولی ہوں تو نکاح کا اختیار ولی عصبہ کو ہے۔۔۔۔۔	۷۲۴
۴۰۵	نابالغ اگرچہ عاقل ہو طلاق نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔	۷۲۵
۴۰۶	بالغ ہونے کے بعد غیر باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت نے فوراً فسخ نہ کیا تو اختیار نہ رہا۔۔۔۔۔	۷۲۷
۴۰۷	کنواری لڑکی اگر بالغ ہونے کے فوراً بعد انکار نہ کرے تو اختیار بلوغ نہیں۔۔۔۔۔	۷۲۹
۴۰۸	نابالغ اولاد کا نکاح باپ یا دادا کرے تو فسخ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۷۲۹
۴۰۹	باپ یا دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نکاح کرے تو بعد از بلوغ فسخ کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۷۳۲



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
	مسائل طلاق	
۲۰۸	مجنون، مدہوش اور معتوہ وغیرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۴۱۰
۳۳۰	حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل ہے۔۔۔۔۔	۴۱۱
۳۴۶	طلاق کا اختیار صرف خاوند کو ہے۔۔۔۔۔	۴۱۲
	شرعی طلاق کے سبب انواع رافع نکاح ہیں کسی کو یہ حق حاصل نہیں	۴۱۳
۳۴۷	کہ ایک کے سوا سب کو ناقابل قبول قرار دے۔۔۔۔۔	
	طلاق کو مؤثر بنانے کے لئے عدالت سے ڈگری ضروری	۴۱۴
۳۴۷	نہیں۔۔۔۔۔	
۳۴۷	ہنسی، ٹھٹھہ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۴۱۵
۳۴۸	ایک نشست میں تین طلاقیں دے تو تین ہی شمار ہوں گی۔۔۔۔۔	۴۱۶
۳۸۷	اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ابغض الحلال ہے۔۔۔۔۔	۴۱۷
	جو عورت بلا وجہ زوج سے طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو	۴۱۸
۳۸۷	حرام ہے۔۔۔۔۔	
۴۶۰	حاملہ، غیر حاملہ، چھوٹی اور بوڑھی عورت کی عدت۔۔۔۔۔	۴۱۹
	حیض وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں مدت بلوغ پندرہ سال	۴۲۰
۴۷۴	ہے۔۔۔۔۔	
۴۹۱	غیر حاملہ کا خاوند فوت ہوا تو عدت چار ماہ دس دن ہے۔۔۔۔۔	۴۲۱
۴۹۵	خلع بھی طلاق ہی ہے۔۔۔۔۔	۴۲۲
۴۹۷	حیض والی کی اقل مدت دو ماہ ہے۔۔۔۔۔	۴۲۳
	عورت اپنے معاملے میں امین ہے اور امین کا قول شرعاً معتبر	۴۲۴



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	ہے۔۔۔۔۔	۵۲۱
۴۲۵	حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے۔۔۔۔۔	۵۲۱
۴۲۶	لڑکی نو سال سے پہلے اور لڑکا بارہ سال سے پہلے بالغ شمار نہیں ہو	
	سکتے۔۔۔۔۔	۵۴۳
۴۲۷	تفریق یا متارکۃ کے بعد عورت پر عدت شرعی ہوتی ہے۔۔۔۔۔	۵۴۷
۴۲۸	نکاح کے بعض احکام باقی رہنے کی وجہ سے عدت میں سابق نکاح قائم	
	متصور ہوگا۔۔۔۔۔	۵۵۷
۴۲۹	اگر فرقت عورت کی وجہ سے ہو تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۶۰
۴۳۰	اگر فرقت قبل از دخول و خلوت ہو تو عدت نہیں ورنہ لازم	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۶۲
۴۳۱	فرقت کی صورت میں وقت فرقت سے ہی عدت شروع ہو جاتی	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۶۲
۴۳۲	نکاح صحیح میں فرقت کے بعد عدت میں عورت پر حداد ہے۔۔۔۔۔	۵۶۳
۴۳۳	ہر ایسی جدائی جو زوج کی طرف سے واقع ہو یا زوجہ کی طرف سے بغیر	
	معصیت کے واقع ہو اس کی عدت میں نکاح فاسد والی معتدہ گھر سے نکل	
	سکتی ہے اور اس پر حداد (ترک زینت) نہیں ہے۔۔۔۔۔	۵۶۶
۴۳۴	عدت کے احکام حقیقۃً نکاح سابق کے ہی احکام ہیں۔۔۔۔۔	۵۶۶
۴۳۵	معتدہ طلاق بائن کی وطی مستلزم حد نہیں۔۔۔۔۔	۵۶۶
۴۳۶	عورت کی غلطی کی وجہ سے بیونت ہوئی تو اس کے لئے نفقہ	
	نہیں۔۔۔۔۔	۵۷۰
۴۳۷	عورت کے فعل سے بیونت واقع ہونے کی مختلف صورتیں۔۔۔۔۔	۵۷۰

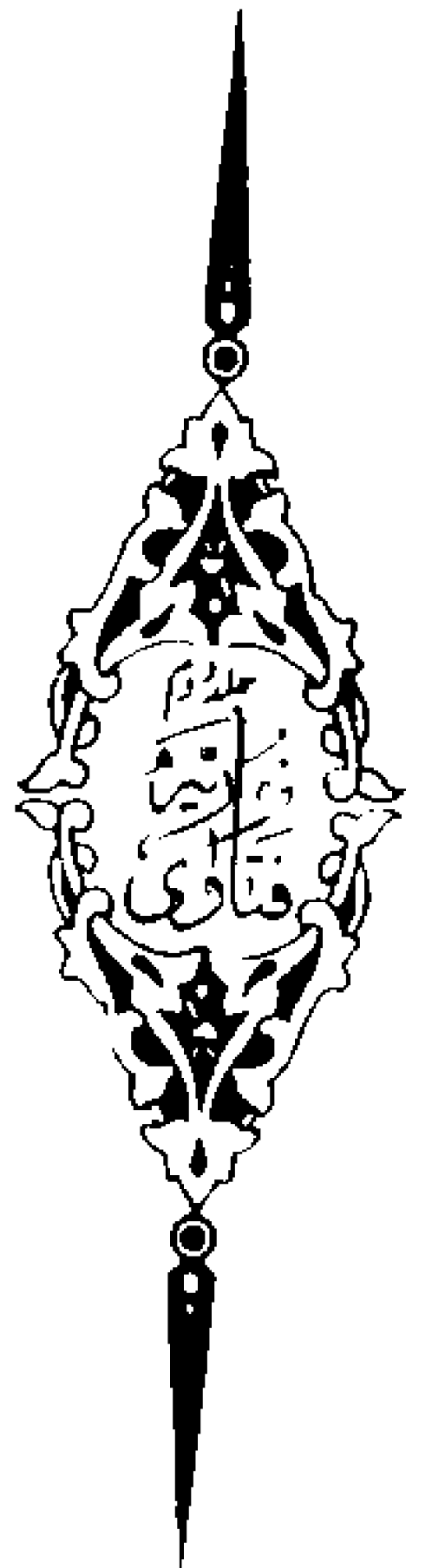


نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۳۸	حد بلوغ-----	۶۵۶
۴۳۹	لڑکا غیر بالغ طلاق نہیں دے سکتا-----	۷۰۷
	فوائد متفرقہ	
۴۴۰	بہتر یہ ہے کہ بینک میں رقم جمع کرنے والا لکھ دے کہ میں سود نہیں لیتا-----	۱۰۶
۴۴۱	عقیقہ میں بیل یا گائے کا حصہ جائز ہے-----	۱۱۲
۴۴۲	عقیقہ ساتویں روز افضل ہے، تمام عمر جائز ہے-----	۱۱۲
۴۴۳	رسول اکرم ﷺ نے اپنا عقیقہ فرمایا-----	۱۱۲
۴۴۴	بینک سے ملے ہوئے سود کا حکم-----	۱۱۳
۴۴۵	انگریز کے بینک سے سود لینا اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرنا جائز ہے-----	۱۱۷
۴۴۶	اونٹ کے نحر کا طریقہ-----	۱۲۸
۴۴۷	غیر منت عقیقہ کا گوشت عقیقہ کرنے والا کھا سکتا ہے-----	۱۳۰
۴۴۸	قربانی کے لئے مخصوص کیا گیا بکرہ عقیقہ نہ کیا جائے-----	۱۳۰
۴۴۹	بلغاریہ وغیرہ میں جن دنوں سورج کے غروب کے بعد جلدی طلوع ہو جاتا ہے ان دنوں میں نماز عشاء کا حکم-----	۱۷۹
۴۵۰	جس شخص کے دو ہاتھ کٹے ہوئے ہوں، اس کے وضو کے تین فرض ہیں-----	۱۷۹
۴۵۱	نماز کی محافظت کا یہ مطلب ہے کہ اوقات و شرائط و ارکان کی پابندی سے ادا کی جائے-----	۱۸۲



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۵۲	بلغاریہ وغیرہ علاقوں میں قربانی کا حکم-----	۱۹۵
۴۵۳	وقف لا بیری سے عاریۃ لی گئی کتاب اگر بلا تعدی گم ہوئی تو ضمانت	
	نہیں-----	۱۹۹
۴۵۴	گھڑاپ سے بے فعلی کرنے والے کی سزا اور گھڑاپ کا حکم-----	۲۱۰
۴۵۵	حرام دوا کا استعمال کن شرائط کے ساتھ مباح ہے-----	۲۳۵
۴۵۶	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ کیا	
	ساریۃ الجبل فرمایا جسے نہاوند میں صحابہ نے سن کر تعمیل کی-----	۲۶۲
۴۵۷	سنت کفایہ کی تعریف-----	۲۸۶
۴۵۸	کون سی منت لازم ہوتی ہے؟-----	۳۵۳
۴۵۹	نزاکت زبان نے عورتوں کی اکثریت کو گستاخ بنا رکھا ہے-----	۳۹۶
۴۶۰	صدق دل سے توبہ ہر گناہ اور کفر و شرک سے شرعاً مقبول	
	ہے-----	۴۹۹
۴۶۱	حرام کو حلال جاننا کفر ہے جب حرمت قطع ہو-----	۵۱۰
۴۶۲	حمل زنا کا شرعاً لحاظ نہیں-----	۵۲۰
۴۶۳	بلا وجہ شرعی مسلمان کو ذلیل کرنا حرام ہے-----	۵۲۰
۴۶۴	زانی مزنہ کی اولاد کا باپ نہیں جب کہ اس کا نکاح والا خاوند موجود	
	ہو-----	۵۳۸
۴۶۵	زوج کی مرض الموت میں اگر عورت کی طرف سے فرقت ہو تو وہ	
	وارث نہیں بن سکتی-----	۵۶۱
۴۶۶	اگر عورت اپنی مرض الموت میں مطاوعت وغیرہ افعال سے جدائی	
	کرے تو زوج وارث ہوگا-----	۵۶۱

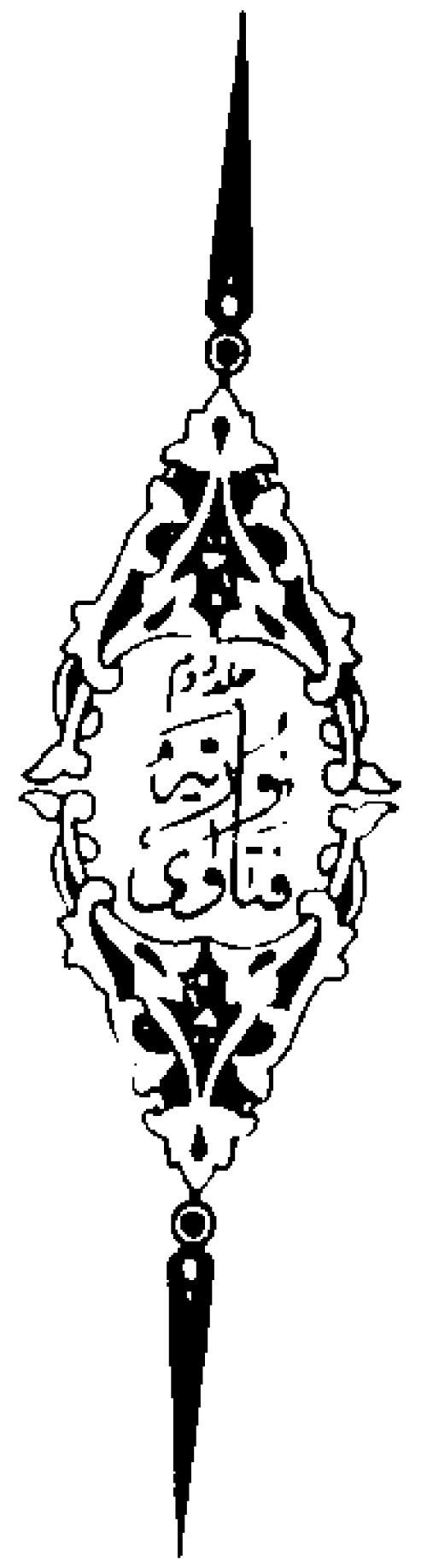
صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۵۶۱	طلاق رجعی کے بعد مطاوعت قیام نکاح میں مطاوعت کی مانند ہے۔۔۔۔۔	۴۶۷
۵۷۱	لڑکا اگر مریض باپ کی منکوحہ سے زنا کرے تو عورت اس کے باپ کی وارث نہیں ہوگی۔۔۔۔۔	۴۶۸
۵۷۱	باپ کے حکم سے اگر لڑکا زنا کرے تو وہ باپ فار کے حکم میں ہے۔۔۔۔۔	۴۶۹
۵۸۲	زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جاتا ہے جب کہ قاضی اسلام کے سامنے چار مرتبہ مجلس میں اقرار کرے۔۔۔۔۔	۴۷۰
۵۸۲	زانی اگر غیر قاضی کے پاس زنا کا اقرار کرے تو زنا موجب حد ثابت نہیں ہو سکتا اور حرمت مصاہرت ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔	۴۷۱
۶۰۲	یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ مدعی کے ذمہ گواہ ہوتے ہیں اور منکر پر قسم۔۔۔۔۔	۴۷۲
۶۶۱	ہندو مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۴۷۳
۶۶۱	آزاد کی بیع شرعاً بالکل باطل ہے۔۔۔۔۔	۴۷۴
اصول فقہ و حدیث و فتویٰ		
۱۸۴	کسی شے کی دلیل کا انتفاء اس کے منتهی ہونے کو لازم نہیں پکڑتا۔۔۔۔۔	۴۷۵
۱۸۵	بیان کے بعد عمل ضروری ہوتا ہے۔۔۔۔۔	۴۷۶
۱۸۵	بعض حدیثیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔۔۔۔۔	۴۷۷
۱۸۶	مجمل پر قبل از بیان عمل نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۴۷۸



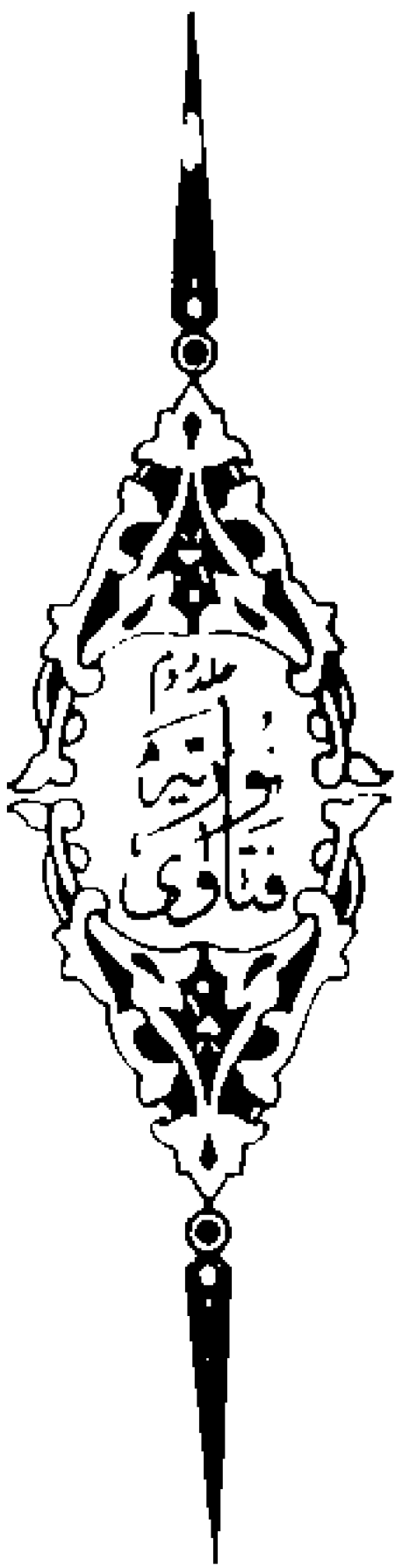
نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۷۹	خبر واحد کے ساتھ فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۱۸۷
۴۸۰	خلاف قیاس مورد کی خاص خبر پر قیاس جائز نہیں۔۔۔۔۔	۱۸۸
۴۸۱	کسی مسئلہ میں امام صاحب کا قول نہیں یا منصوص فی الحدیث کے	
۱۹۳	خلاف ہے تو منصوص فی الحدیث مذہب امام شمار ہوگا۔۔۔۔۔	
۴۸۲	جو چیز واقع نہیں ہوئی اس سے سوال کی ممانعت ہے۔۔۔۔۔	۱۹۸
۴۸۳	تحرری مفید غلبہ ظن ہے۔۔۔۔۔	۲۵۶
۴۸۴	غلبہ ظن کے ساتھ عمل واجب ہو جاتا ہے اور احکام میں یہ بمنزلہ	
۲۵۶	یقین ہے۔۔۔۔۔	
۴۸۵	خبر واحد وجہ قرائن قطعی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۲۵۸
۴۸۶	تحويل قبلہ کے بعد ایک صحابی کی خبر پر صحابہ نے دوران نماز رخ	
۲۵۸	تبدیل کر لیا۔۔۔۔۔	
۴۸۷	یہ خبر وجہ قرائن حکم قطعی کی ناسخ بن گئی۔۔۔۔۔	۲۵۸
۴۸۸	شریعت میں عرف و عادت کو معتبر سمجھا گیا ہے۔۔۔۔۔	۲۵۹
۴۸۹	خط کا اعتبار کب ہے اور کب نہیں؟۔۔۔۔۔	۲۶۰
۴۹۰	حکم کلی بعض جزئیات کے محدود زمانے تک نہ پائے جانے سے	
۲۶۱	مخصوص و مقید جزئیات مخصوصہ نہیں ہو جاتا۔۔۔۔۔	
۴۹۱	جو خبر بلا واسطہ راۃ موصول ہو وہ متواتر و مستفیض سے افادہ یقین میں	
۲۶۲	قطعاً کم نہیں۔۔۔۔۔	
۴۹۲	امر ہمیشہ لزوم اور وجوب کے لئے ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۳۸۸
۴۹۳	حنفی قاضی ضرورت کے وقت شافعی المذہب کو نائب بنائے۔۔۔۔۔	۳۸۹
۴۹۴	نصوص کے مقابلہ میں قیاس مجتہدین مضحمل ہے۔۔۔۔۔	۳۹۰



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۱۹۱	الاشباہ والنظائر کا شمار کتب فتاویٰ میں ہے۔۔۔۔۔	۵۲۲
۱۹۱	فتاویٰ عالمگیری اور خلاصۃ الفتاویٰ کا شمار فتاویٰ معتبرہ سے ہے۔۔۔۔۔	۵۲۳
	اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے علما کے اتفاق سے فتاویٰ عالمگیری مرتب	۵۲۴
۱۹۲	کرایا۔۔۔۔۔	
۵۷۰	کافی للحاکم معتمد کتاب ہے۔۔۔۔۔	۵۲۵
	کتب ظاہر الروایہ میں مبسوط پہلی کتاب ہے اور اسے اصل کہا جاتا	۵۲۶
۵۷۰	ہے۔۔۔۔۔	
۵۷۰	کتب ظاہر الروایہ میں جامع کبیر تیسری کتاب ہے۔۔۔۔۔	۵۲۷
	جامع صغیر، ظاہر الروایہ میں دوسری کتاب اور زیادات چوتھی	۵۲۸
۵۷۰	ہے۔۔۔۔۔	
	مبسوط سرخسی کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی فتویٰ دیا جاتا	۵۲۹
۵۷۰	ہے۔۔۔۔۔	
	قطعات تاریخ	
۷۷۱	مراسلات فقیہ اعظم۔۔۔۔۔ (قمریزدانی)	۵۳۰
۷۷۲	تاریخ طباعت فتاویٰ نوریہ۔۔۔۔۔ (سید شریف احمد شرافت نوشاہی)	۵۳۱
۷۷۳	فقیہ اعظم۔۔۔۔۔ (مولانا ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری)	۵۳۲
۷۷۶ تا ۷۷۴	اجمالی فہرست کتب و ابواب فتاویٰ نوریہ۔۔۔۔۔	۵۳۳



چند ممتاز اہل علم مستفتین



فتاویٰ نوریہ کی دیگر خصوصیات کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں اس میں معاشرے کے عام شعبہ ہائے زندگی سے متعلقہ حضرات نے استفتاءات کیے ہیں، وہیں بحر علوم و معارف کے شناوروں کی کثیر تعداد بھی اس کے مستفتین کی فہرست میں نظر آتی ہے اور یہی بات اسے دیگر معاصر فتاویٰ جات سے ممیز کرتی ہے اور اس کے ظاہری و باطنی حسن میں اضافہ کا باعث ہے۔۔۔۔۔

زیر نظر فتاویٰ نوریہ جلد دوم کے چند قابل ذکر علمی مقام کے حامل مستفتین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

- ۱ علامہ قاضی غلام محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جہلم، صفحہ ۱۰۳، ۸۰-۵۷۹، ۵۸۳
- ۲ مولانا عبدالکریم علیہ الرحمۃ، حجرہ شاہ مقیم، صفحہ ۱۲۳
- ۳ حضرت مولانا ابوالانعام مفتی محمد رمضان الحق النوری علیہ الرحمۃ، بانی دارالعلوم قادریہ حویلی لکھا، صفحہ ۱۳۷
- ۴ علامہ مفتی ابو الیسر محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ، سابق خطیب ٹیکسٹائل ملز بورہوالا

صفحہ ۲۱۷، ۶۷۵

۵ صاحبزادہ مولانا سید اختر حسین شاہ جماعتی علیہ الرحمۃ، علی پور سیداں

صفحہ ۲۳۷

۶ حضرت علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ، بصیر پور شریف، (آپ نے

سفر زیارت حج کے موقع پر مدینہ منورہ سے استفتاء بھیجا تھا) صفحہ ۲۷۱

۷ مناظر اہل سنت مولانا محمد سعید اسعد، فیصل آباد، صفحہ ۳۰۲

۸ علامہ رحمت علی مدنی علیہ الرحمۃ، مدینہ منورہ، صفحہ ۳۰۶

۹ استاذ العلماء مولانا منظور احمد مدظلہ، حال مہتمم دارالعلوم غوثیہ جنڈانوالا،

(خوشاب)، صفحہ ۳۳۸

۱۰ علامہ مفتی غلام معین الدین علیہ الرحمۃ، مدیر سواد اعظم لاہور، نائب ناظم جمعیت

علماء پاکستان، تلمیذ و خلیفہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ، صفحہ ۳۲۳

۱۱ خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری قصوری علیہ الرحمۃ، صفحہ ۲۵۰

۱۲ شیخ الحدیث علامہ ابوالبیان غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمۃ، اوکاڑہ، صفحہ ۲۸۳

۱۳ مولانا محمد منشاء تابش قصوری، مرید کے، صفحہ ۵۲۸، ۲۲۲

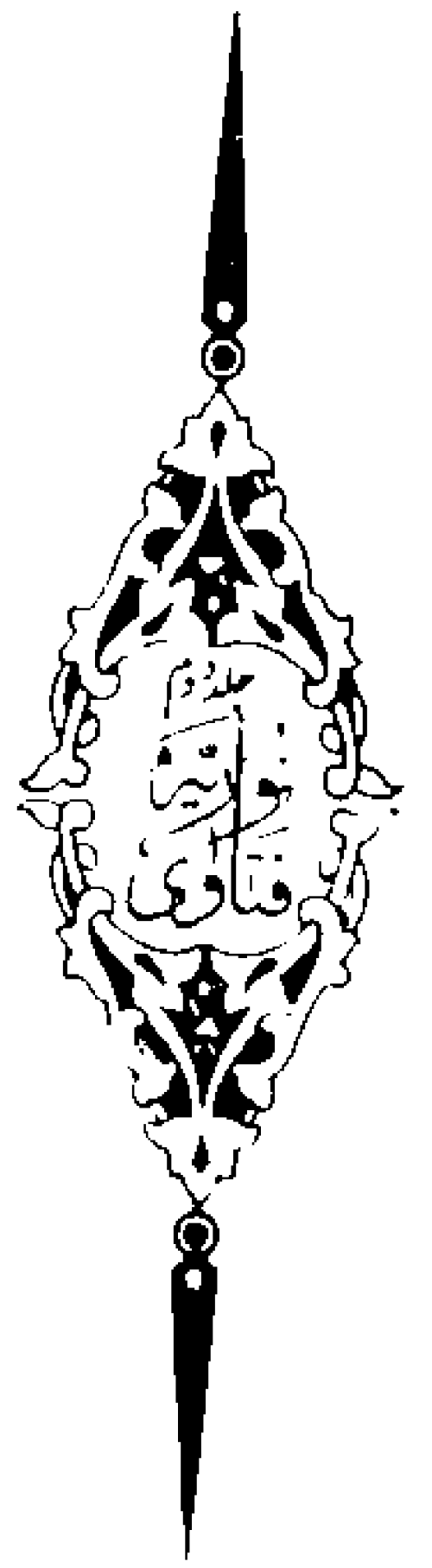
۱۴ حضرت مولانا مفتی نصیر الدین رکن پوری علیہ الرحمۃ، رکن پورہ، صفحہ ۶۲۱

۱۵ مناظر اسلام مولانا علامہ غلام مہر علی، منڈی چشتیاں، صفحہ ۶۵۰

۱۶ دفتر ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، صفحہ ۲۰۶

۱۷ دارالافتاء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی، صفحہ ۱۷۸

۱۸ دارالافتاء دارالعلوم نعیمیہ، کراچی، صفحہ ۱۹۶



فقیہ عظیم

قمر نہا باید کہ تا یک مہر حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قریضہ

علم و فضل کے پیکر رونا

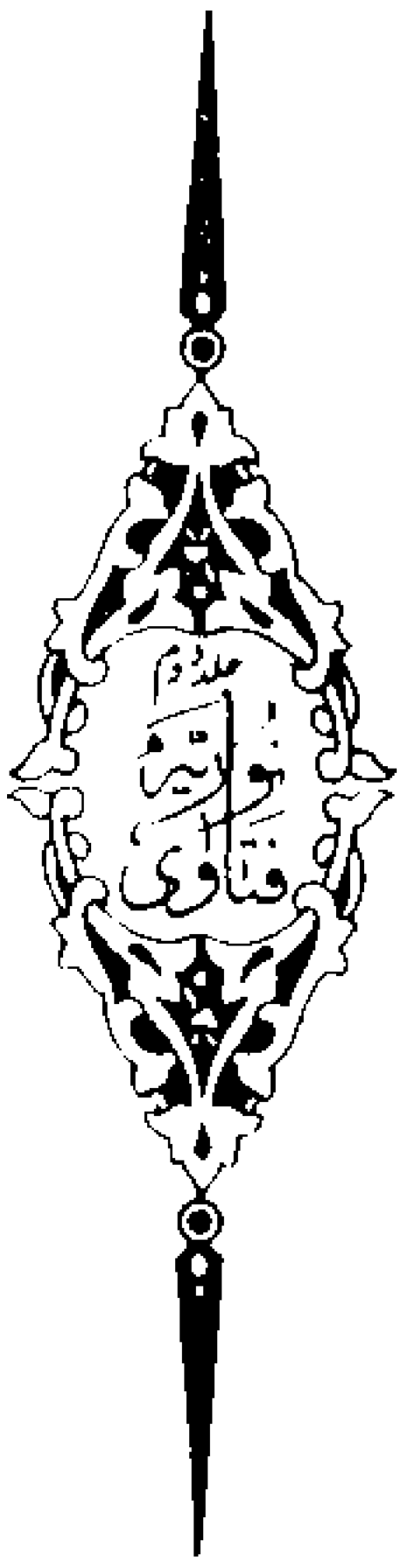
ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُر خلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں، جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ علم و فضل کے پیکر رونا ہونے کے باوجود ان کی تواضع اور ان کے انکسار نے انہیں اہل علم و نظر کی آنکھوں کا تار بنا دیا تھا۔

آپ کی دینی خدمات بے شمار ہیں، ان میں آپ کا قائم کردہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تالبدان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لئے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی۔

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے۔ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح ادراک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقہانہ دور رس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید و قدیم دونوں طبقات کو مطمئن کر دیا اور ہر ایک کے لوح قلب پر فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا، جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی۔ ہم صدق دل سے دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے دست مبارک سے لگائے ہوئے پودے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کو تالبدان سرسبز و شاداب رکھے اور اس دارالعلوم کو رشد و ہدایت کا مرکز بنائے تاکہ اس چشمہ شیریں سے تشنگان علم ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان خصوصاً صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور اپنے والد ماجد کے عدیم المثال محامد و محاسن کا صحیح وارث بنائے، ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی روشن کی ہوئی اس شمع کو روشن رکھیں، اپنے حسن عمل اور بلندی کردار سے اس کی تابانیوں میں اضافہ کرتے رہیں۔



افقہ العلماء

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی قدس سرہ العزیز

مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عصر حاضر کے محدث ہی نہیں بلکہ ایک صاحب طرز فقیہ اور عظیم المرتبت شیخ طریقت بھی تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، معانی اور کلام وغیرہ علوم آپ کی شخصیت میں مبداء فیاض کی عنایات سے جمع تھے۔۔۔۔۔ اگر دیگر علماء اند او اعلم العلماء یو۔۔۔۔۔ اگر دیگر علماء اند او افضل الفضلاء یو۔۔۔۔۔ لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگر علماء اند او افقہ الفقہاء یو۔۔۔۔۔ اگر دیگر علماء اصفیاء یو۔۔۔۔۔ اگر دیگر علماء مشائخ اند او شیخ المشائخ یو۔۔۔۔۔ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتوؤں کے اندر اجتہادی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو ”لا بد للمفتی ان یکون مجتہدا“ ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے، ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

جہاں حضرت کی حیات ظاہری میں ہزاروں علماء و فضلاء نے آپ کے چشمہ علم سے سیرابی حاصل کی، وہاں بے شمار لوگ روحانی طور پر بھی آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کا روحانی فیض جاری رہے گا۔

ہر گزنہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق



حضرت فقیہ اعظم

قدس سرہ العزیز

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

عمر باد کعبہ تنجانی مالہ حیات تازہ زم عشق پاک و انامی راز آید برین

(۱)

مجمع علم و عرفان، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، نسباً
ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ / رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمطابق
۱۰ / جون ۱۹۱۴ء کو تحصیل دیپال پور کے مضافات موضع سو جے کی میں ہوئی۔ ولادت سے قبل آپ
کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ
خواب اور بذریعہ مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں۔۔۔۔۔

آپ کے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابو النور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمۃ
(م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء) نے اپنی



نگرانی میں تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا۔ اسی اثناء میں آپ کو ایک ماسٹر صاحب کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا، لیکن آپ نے یہ کہہ کر پڑھنے سے انکار کر دیا کہ میں کسی داڑھی منڈانے والے (تارک سنت اور فاسق) استاد سے نہیں پڑھ سکتا۔ قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم اپنے والد مکرم اور جد امجد سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلب علم کے لئے سفر شروع کیا۔ آپ نے بڑی جاں فشانی سے کام لیتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جا کر متعدد علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاد العلماء حضرت مولانا فتح محمد حبیبوی محدث بہاول نگری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے دوران تعلیم محنت، لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی اس خداداد صلاحیت و لیاقت کے معترف تھے۔

آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

”اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو۔“

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ / شعبان ۱۳۵۲ھ بمطابق ۲۳ / نومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابو الخیر کنیت عطا فرمائی۔ بعد میں مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس اور مفتی اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا۔ جن کی تفصیل کے لئے احقر کی تصنیف ”سیدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتب کے آئینے میں“ کا مطالعہ کیا جائے۔ ان گونا گوں اور متنوع القاب میں سے ”فقیہ اعظم“ کا لقب زبان زد خاص و عام ہے۔ اب فقیہ اعظم کہا جائے تو اہل علم اس سے آپ ہی کی ذات گرامی مراد



لیتے ہیں۔ غازی کشمیر مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمہ اللہ نے بھی اپنے ایک گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔-----

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں ذاتی مطالعہ سے علوم درسیہ کے علاوہ متعدد علوم و فنون میں وہ مہارت حاصل کی کہ باید و شاید۔-----

(۲)

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے جگہ فاضل کا (بھارت) 'موضع واسو سالم' موضع سوہجہ کی وغیرہ مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاذ گرامی حضرت محدث بہاول نگری کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔ پھر ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پُر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا، جملہ علوم و فنون درس نظامیہ کی تدریس کا کام تنہا انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا، طلبہ کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورہ حدیث کا آغاز فرمایا۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شریک درس تھے۔-----

طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی، جس کے لئے یہ جاگیر دارانہ ماحول مناسب نہ تھا، اس لئے آپ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۵ء میں بھیر پور میں تشریف لے آئے، یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطہ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے، قذاقوں کا مسکن تھا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے یہ خطہ علم و عرفان کا گوارہ بن گیا۔-----

دارالعلوم کی تعمیر و تاسیس سے عروج و ارتقاء کے مرحلے طے کرنے میں آپ کو بڑے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا، مگر آپ نے صبر و استقامت سے ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپ نے اپنی شبانہ روز محنت، پیہم لگن اور جہد مسلسل سے اسے عظیم یونیورسٹی بنادیا۔ یہ مدرسہ آج ایک عظیم

الشان علمی مرکز کی حیثیت سے اپنا نام پیدا کر چکا ہے۔ مدرسہ کی اسی (۸۰) کمروں، متعدد برآمدوں اور درس گاہوں پر مشتمل دو منزلہ عمارت وسیع ہال کی صورت میں کتب خانہ اور خوب صورت مسجد قابل دید ہے۔۔۔۔۔

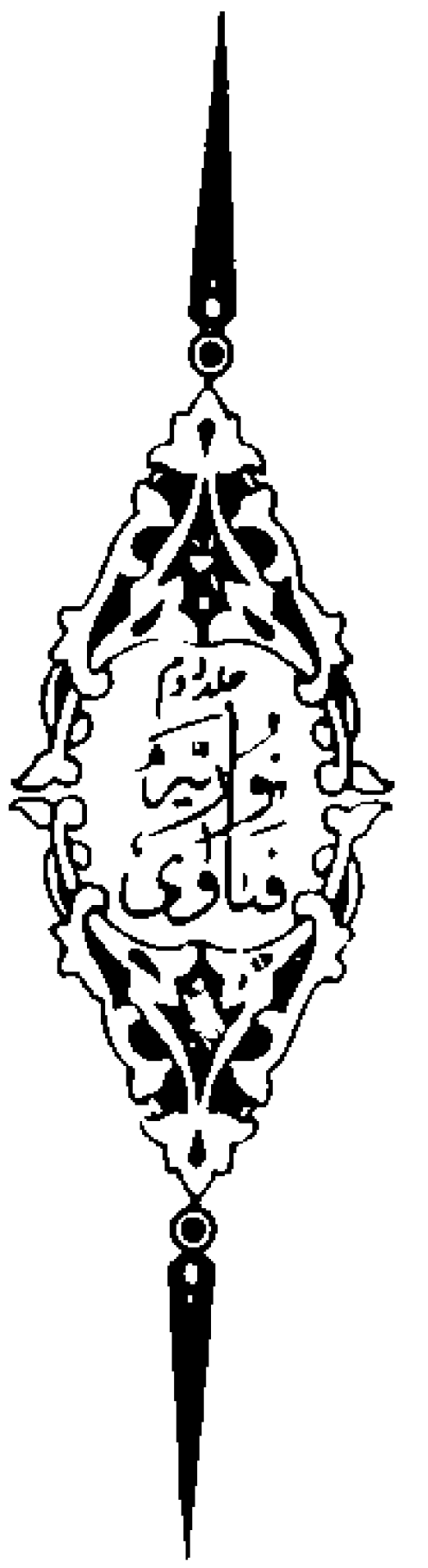
حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن و حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی، تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں بھی تصوف و حدیث کا درس جاری رکھتے، اسی وجہ سے آپ محدث عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی درس و تدریس کا کام رہا۔ آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا، آپ سے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، جو ملک کے گوشے گوشے بلکہ بیرون ملک بھی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔۔۔۔۔

(۳)

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشد کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس و تدریس کا شوق تھا، اس لئے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا ارشاد نہ ہو جائے، اس لئے آپ چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے، جو شریعت و طریقت کا جامع ہونے کے ساتھ ساتھ اس زبوں حالی کے دور میں اشاعت علم کی اہمیت و ضرورت سے غولی نگاہ ہو۔ غالباً ۱۹۴۱ء میں آپ حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (وفات ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اپنے والد گرامی اور حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات قدس سرہ العزیز کے مشورے سے صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ رہبر کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا:

”مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے۔۔۔۔۔“

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے عمر بھر اس وظیفے کو حرز جان بنائے رکھا۔ بیعت ہونے کے بعد سیدی فقیہ اعظم رمضان المبارک میں مراد آباد شریف حاضر ہوئے، یہاں



حضرت صدر الافاضل نے آپ کو سلوک و معرفت کی مختلف منزلیں طے کرائیں، اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت سے نوازا۔ اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے ۱۷ / رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ (۲۸ / ستمبر ۱۹۴۲ء، بروز پیر) کی تاریخ درج فرمائی۔۔۔۔۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم کو اپنے گرامی قدر اساتذہ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات قادری اور حضرت محدث بہاول نگری رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اعمال و وظائف اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔۔۔۔۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دام عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بد مذہب اپنی بد عقیدگی سے تاب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔۔۔۔۔

(۴)

”حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تنظیم و سیاست اور ہمت و استقامت میں یکتائے روزگار تھے، یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروج علوم دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لئے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا۔ آپ کے چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ کے مطالعہ سے آپ کی وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال اور جدت فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔“۔۔۔۔۔

(محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، نور الحبیب، بھیر پور، شمارہ رجب ۱۴۰۳ھ)

آپ کی ذات مرجع خلاق تھی، ملک اور بیرون ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ صلاحیت رکھتے تھے، چنانچہ آپ نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، انگریزی اور ہومیو پیتھی ادویات، جاں بہ لب مریضوں کے لئے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے اور ریل گاڑی و ہوائی جہاز میں نماز وغیرہ عہد حاضر کے نئے مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی زیر نظر جلد (دوم) میں بھی رویت ہلال، روزہ کی حالت میں انجکشن، بلغاریہ و ڈنمارک وغیرہ (جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے) اور بعض وہ علاقے جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے بعد جلد ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے، ایسے علاقوں میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین، حج کے لئے تصویر کا جواز اور ایو بی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمیٰ کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے عصر حاضر کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا کیا۔۔۔۔۔

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ (سابق جج وفاقی شرعی عدالت، مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی) نے ایک مرتبہ پچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوال نامہ پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ ایسے جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی تھی۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ان چند بزرگوں میں سے تھے، جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی۔ بقول حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ :

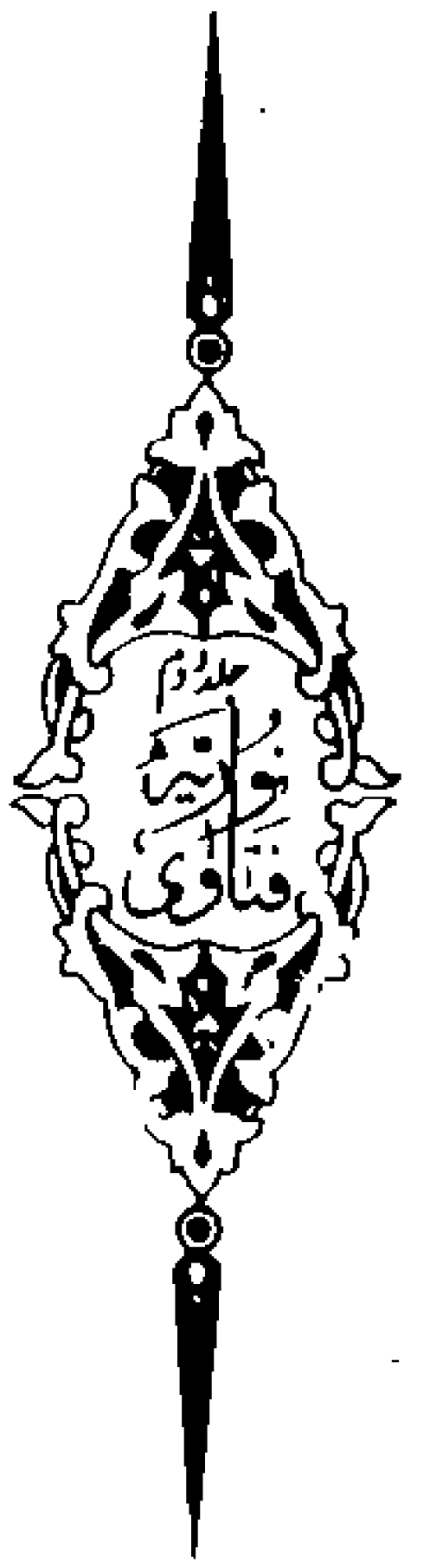
”بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے

تھے۔۔۔۔۔ (مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ / مئی ۱۹۸۳ء)

جواد مطلق نے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو جس فقہی بصیرت سے بہرہ ور فرمایا تھا،

اس کے بارے میں شارح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث کراچی رقم طراز ہیں :

”حضرت فقیہ اعظم اپنے وقت کے عظیم محدث اور فقیہ تھے، آپ مجتہدانہ



بصیرت کے حامل تھے، آپ کے مطالعہ کی وسعت بے پناہ تھی، جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے تو حوالوں کا انبار لگا دیتے تھے۔ فتاویٰ نوریہ میں دلائل کا سیلاب ہے۔ بہت سے ایسے مسائل جن کو آپ نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر دیکھا اور ان میں اپنی مجتہدانہ رائے کا اظہار فرمایا۔ ہو سکتا ہے بعض حضرات کو ان میں سے کسی چیز سے اختلاف ہو لیکن ایک وقت آئے گا کہ علماء آپ کے خیالات سے رہنمائی حاصل کریں گے۔-----

(مکتوب بنام راقم، محررہ ۱۹ / مئی ۱۹۸۴ء)

فتاویٰ نوریہ کی زیر نظر جلد کے اکثر و بیشتر فتووں میں بیسیوں مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، اس سلسلے میں متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں، اختصار کے پیش نظر چند شواہد ملاحظہ فرمائیں:

صفحہ ۵۵۳ تا صفحہ ۵۷۶ حرمت مصاہرت کے بارے میں ایک فتویٰ ہے، ۲۴

صفحات کے اس فتوے میں ۶۱ حوالہ جات دیے گئے ہیں۔-----

صفحہ ۱۱۵ تا صفحہ ۱۱۶ پر بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے عدم جواز پر صرف دو

صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی فتویٰ ہے، جس میں دس کتب کے حوالے اور انیس صحابہ کرام کے اسماء گرامی درج کیے ہیں، جن سے اس مسئلے کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔-----

صفحہ ۲۷۱ سے روایت ہلال سے متعلق ایک فتویٰ شروع ہوتا ہے، جو صرف تین

صفحات کا ہے، مگر اس میں ۳۴ کتب کے حوالے دیے گئے ہیں۔-----

اسی طرح صفحہ ۲۰۷ تا صفحہ ۲۰۹ پر نکاح کے بارے میں ایک فتویٰ ہے، اڑھائی

صفحات کے اس فتوے میں ۳۷ حوالہ جات دیے گئے ہیں۔-----

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ فرمائی۔ اسی طرح درس و تدریس اور ابامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے، للہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔-----

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے ایمانی فراست، علمی وسعت، تزکیہ نفس، تقویٰ و ورع اور دیانت و راست بازی وغیرہ جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ انہی



اوصاف کے پیش نظر ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا:

”حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب دور حاضر کے امام ابو حنیفہ ہیں۔۔۔۔۔“

(۵)

حضرت فقیہ اعظم فانی الرسول اور فانی حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درسِ حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوبِ پاک ﷺ کے جمالِ جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں۔ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اسی حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

”میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔ گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں۔ تعلیم بھی نہایت ضروری ہے کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضری رہے۔۔۔۔۔“ (مکتوب محررہ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

آپ کے دل میں حاضری مدینہ منورہ کی کتنی تڑپ تھی، اس کی جھلک آپ کی تحریروں میں جا بجا دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت کے مرید خاص حاجی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضری مدینہ منورہ میں حضرت کے ہم سفر رہے، وہ حاضری بارگاہ سرکار ﷺ میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:

”حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک پیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا تھا، مگر کیا کروں کہ یہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے۔ گو تذکرہ تو وہیں کار ہوتا ہے مگر ہوں تو دور و مبہور.....“

حاجی صاحب! اس گدائے بے نوا کی جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور



بغداد شریف کی حاضری کی منظوری بھی لے کر آئیں کہ وہاں سب کچھ ملتا ہے۔۔۔۔۔ (محررہ ۲۰ / اپریل ۱۹۸۰ء)

جب ظاہراً حاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی بے قراری، اضطرابی شکل اختیار کر جاتی۔ دیکھیے اپنے مرید چوہدری عبدالرزاق نوری مدنی کو ایک مکتوب میں وارفتگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں :

”حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین قادری مدظلہم سے نہایت نیازمندانہ سلام عرض کریں اور خاص الخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدینہ منورہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ چاچڑاں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے۔“

کوئی یار سنبھڑا گھل وے، دن بھتے گزرے
میرا جاوے نہ جو بن ڈھل وے، دن بھتے گزرے
مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح بلک بلک کر اور رو کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں۔ ضدی بچے کے مہربان ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں، ہمت کریں میں تو بالکل بے دست و پا ہوں، کچھ بھی نہیں کر سکتا، نہ بچہ ہوں کہ ضد پڑ جاؤں۔ ہاں کرم ہی کرم درکار ہے۔۔۔۔۔ (محررہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ / ۲۴ جون ۱۹۸۰ء)

اور پھر جب اذن حضوری مل جاتا تو آپ کی مسرت دیدنی ہوتی۔ حاجی رشید احمد نوری بھٹلی کو تحریر فرمایا :

”سترہ ستمبر کو بھیر پور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے۔ اس دن میری عید کا دن ہے۔۔۔۔۔ (مکتوب محررہ ۱۴ / اگست ۱۹۸۱ء)

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیش نظر یہ عرض کرتا کہ۔۔۔۔۔ ع

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے

تو آپ اسے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زباں ہو کر
جواب دیتے۔۔۔۔۔ع

ناشکر! یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹٹی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”کل ان شاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں، ولله الحمد و المنۃ“ آپ کی نصیحت بجا

کہ کمزور ہوں اور گرمی بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف

نہیں۔۔۔۔۔“ (محرمہ ۱۵ / جولائی ۱۹۷۹ء)

۱۹۶۰ء میں پہلی بار آپ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے، پھر مسلسل کرم ہوتا رہا۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری سے شرف یاب
ہوئے۔۔۔۔۔

۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء میں حاضری مدینہ منورہ کے لئے عراق اور شام کا راستہ اختیار فرمایا۔

بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بصرہ، کوفہ، دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں متعدد انبیاء کرام،
صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری دی۔۔۔۔۔

(۶)

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس
بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔۔۔۔۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق
بھی۔۔۔۔۔ ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔۔۔۔۔ ان گونا گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ
جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اگرچہ عملاً سیاست سے کنارہ
کش رہے، تاہم جب کبھی دین کی سر بلندی کے لئے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی
صف اول میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے مرشد گرامی حضرت صدر الافاضل قدس
سرہ العزیز اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے
کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔۔۔۔۔



۱۹۴۶ء میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا، نتیجتاً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی۔ جہاد کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔۔۔۔۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، آپ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں سانحہ ربوہ کے باعث جب دوبارہ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔۔۔۔۔

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء میں خواص و عوام کے پرزور اصرار پر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا، یہ وہ وقت تھا کہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جو کھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا، مگر اس مرد مجاہد نے نعرہ قلندرانہ بلند کیا۔۔۔۔۔ مخالفت کی آندھیاں اٹھیں، بدتمیزی کے جھکڑ چلے، دھمکیوں کے طوفان اٹھے مگر جرأت و استقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبات میں ذرا بھر لغزش نہ آئی۔ آپ کو الیکشن میں حصہ لینے اور کلمہ حق کہنے کی پاداش میں حکومت وقت نے کئی انتقامی منصوبے بنائے (جن کا دستاویزی ثبوت موجود ہے)، مگر آپ نے تمام سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔۔۔۔۔

ملک کے دیگر مقامات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں، دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کے نتیجے میں جبر و استبداد اور آمریت کا بت پاش پاش ہو گیا۔ نظام مصطفیٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر و عمل دیتا رہے گا۔ ۲۳ / مارچ ۱۹۷۴ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری دی۔ ساہیوال سنٹرل جیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء و علماء کو بخاری شریف کا درس بھی باقاعدگی سے دیتے رہے۔۔۔۔۔



۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہل سنت پاکستان کا سینئر نائب صدر مقرر کیا گیا، آخر عمر تک آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔۔۔۔۔

(۷)

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔۔۔۔۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔۔۔۔۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

”نماز پنج گانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور ادا و وظائف پورے کرتے رہیں۔۔۔۔۔“ (محرمہ ۲۱ / اگست ۱۹۷۲ء)

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری خطیب گوجرانوالا کے نام تحریر فرمایا:

”نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں، تہجد قضا نہ کیا کریں۔۔۔۔۔“ (محرمہ ۴ / جنوری ۱۹۷۲ء)

آپ نے عمر بھر شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا، جس کی جھلک جا بجا آپ کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اپنے ایک فرزند نسبتی مولانا حافظ محمد فیض الرحمن کوثر کے نام ایک مکتوب میں یہ نصیحت فرمائی:

”اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی الشریعہ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارج عالیہ مضمحل ہیں۔ خاتانی نے کیا خوب کہا ہے۔۔۔۔۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاتانی



کہ یک دم باخدا بودن یہ از ملک سلیمانی
حکیم سنائی نے بھی خوب سنائی ہے۔۔۔۔۔

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہمہ غم ہا فروتر از این است

(محررہ ۶ / رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ)

اسی طرح حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ اور مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری و مولانا ابو الحقائق محمد رمضان نوری رحمہما اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا:

”شریعت غراء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں۔ ہر قسم کی خیانت سے

پوری پرہیز رہے، خلوص و اخلاص و اتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب و لہو ہی تو

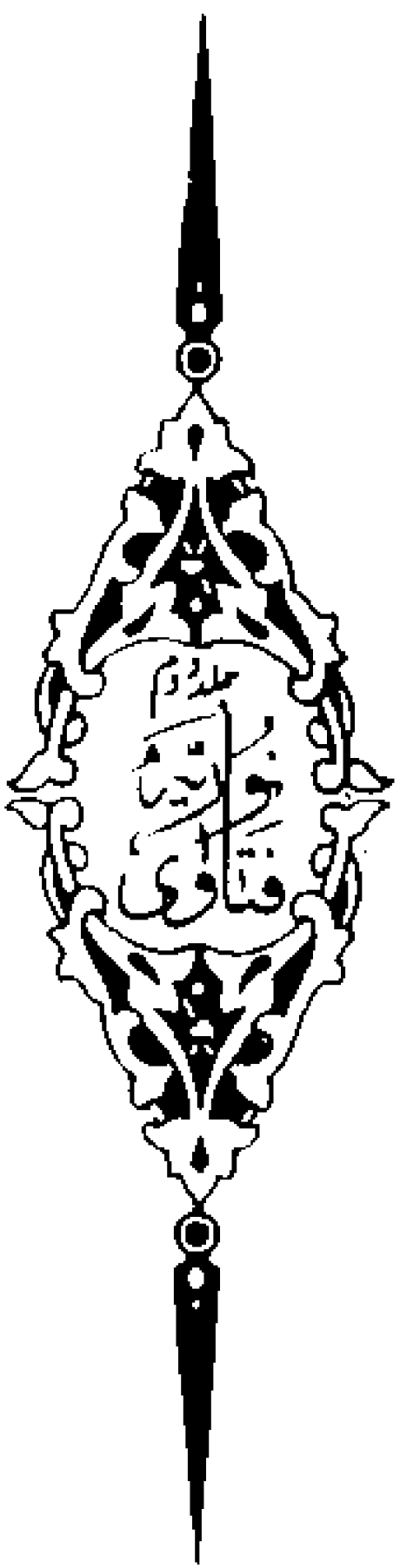
ہے۔۔۔۔۔ (محررہ مدینہ منورہ ۱۲۷۳ / مئی ۱۹۶۰ء)

حضرت فقیہ اعظم باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت، طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی۔۔۔۔۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است

با دوستان مروت با دشمنان مدارا

اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی، خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکساری، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ آپ نے ۱۹۷۱ء میں اپنی جوانی عالمہ فاضلہ صاحبزادی کی وفات اور پھر ۱۹۷۸ء میں جوانی عالمہ فاضلہ، محقق اور قابل ترین صاحبزادے مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ کے وصال پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔ جس طرح حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے موقع پر کتب احادیث میں حضور ﷺ کے طریق عمل کی منظر کشی کی گئی ہے، حضور ﷺ کے اس متبع سنت اور مظہر نے اپنے عمل سے وہی سماں پیدا کر دیا



کہ آنکھیں اشک بار تھیں اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے :

ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا

وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون----- (مشکوٰۃ باب البكاء علی المیت)

”آنکھیں اشک بار ہیں، دل غم گین ہیں، مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہتے جو

رضائے الہی کے خلاف ہو اور ہم اے ابراہیم! تیرے فراق سے بڑے رنجیدہ ہیں“-----

عاجزی و فروتنی آپ کے ماتھے کا جھومر اور استغناء و توکل آپ کی زینت تھے۔ آپ کسی امیر یا

وزیر کے دروازے پر نہ گئے، جہلِ زر اور طلبِ دنیا سے ہمیشہ پہلو تھی کی----- بس انہیں تکیہ تھا تو

اپنے کریم رؤف و رحیم ﷺ کی محبت پر تھا۔----- یہی ان کا اصل سرمایہ تھا۔ مریدین و معتقدین کے

لئے اسی دولت کے حصول کی دعا کیا کرتے، جیسا کہ حافظ محمد فیض الرحمن کوثر علیہ الرحمۃ کے نام تحریر

فرمایا :

”دنیا دار الحن اور جن المؤمن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور حب الحبيب ﷺ

سے دل آباد رکھے تو سب کچھ حاصل ہے۔ یرزقنا اللہ تعالیٰ“-----

(محرمہ ۳ / فروری ۱۹۸۱ء)

(۸)

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۵ / اپریل

۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے میو ہسپتال لاہور میں وصال فرمایا۔ وصال مبارک کی خبر

قیامت اثر کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے دو مرتبہ نشر کیا۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جان کاہ خبر شائع کی۔

ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بھیر پود شریف پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۱۶ / اپریل کو غسل

کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دارالعلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشتاقان دید

دیدار سے مشرف ہوتے رہے-----

آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی ۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء کی رپورٹ میں تحریر کیا :



”مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا

تھا“-----

نشان مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ

پڑھائی-----

مولانا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں :

جنازہ میں کم و بیش چالیس ہزار نامور علماء و مشائخ عظام اور اصفیاء و حفاظ کرام

شریک تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں-----

(ترجمان اولیٰس، مرید کے، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ)

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸ / اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط

اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی-----

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلافت

ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے

منعقد ہوتا ہے جس میں ممتاز علماء و مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں-----

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کے برادر گرامی حضرت خواجہ

غلام فخر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قطعہ تاریخ کہا :

بود اندر علوم کوہ وقار

آں ابو الخیر زبدۂ اخیار

در دیار علوم دیں سردار

تاج دارِ ولایت عرفاں

دلش از ذوق و شوق دیں سرشار

سینہ گنجینہ اش ز حبِ نبی

سال ہفتاد و دو ز عمر شمار

رحلتش غرۂ ز ماہ رجب

فخر آں بود چونکہ ”نور اللہ“

جلد چہارم	دوسرا ایڈیشن 'شرکت پر تنگ پر لیس' لاہور، ۱۹۹۸ء
جلد پنجم، ششم	(یہ دونوں جلدیں یکجا ہیں)
	پہلا ایڈیشن 'گنج شکر پر نثر' لاہور، ۱۹۹۰ء
جلد پنجم، ششم	دوسرا ایڈیشن 'گنج شکر پر نثر' لاہور، ۱۹۹۳ء
۲	رسالة الرمز (عربی) ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء (۱)
۳	انوار اتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکا دولہ، تصنیف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء
۴	تنویر فی الزوال، نور عدل فی الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء، مطبوعہ دین محمدی پریس، لاہور
۵	قضائے سنت فجر (۲)
۶	انار استمرار الکفار فی اضرار النار، ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء
۷	نور نعیمی، ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء (۳)
۸	نور القوانین، ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۳ء، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء
۹	عقود العساجد لعمار المساجد، ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء
۱۰	مسئلہ سایہ، ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء، مطبوعہ لاہور
۱۱	افادۃ النثر او کد الامر، ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء
۱۲	نعمائے محشش المعروف دیوان نور، ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء، مطبوعہ مقبول احمد



- ۱..... یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔
- ۲..... اس رسالہ کا سن تصنیف درج نہیں ہے، البتہ حضرت علیہ الرحمہ نے آخر میں جو دستخط ثبت فرمائے ہیں، ان سے واضح ہے کہ یہ ”فرید پور جاگیر“ کے زمانہ قیام (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۵ء) میں تحریر کیا گیا۔ یہ رسالہ فتاویٰ نور یہ جلد ۶، صفحہ ۷۸ تا ۳۹۰ شامل کر دیا گیا ہے
- ۳..... یہ رسالہ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں ”بہر وہیوں کا اصل روپ“ کے نام سے شائع ہوا۔



پریس لاہور (۴)

۱۳	حرمة المصاہرہ ترغ المناکھ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء
۱۴	مکبر الصوت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء، مطبوعہ اردو پریس لاہور (۵)
۱۵	ضمیمہ مکبر الصوت ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء، مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور
۱۶	تقبیل الایہامین عند ثانی الاذانین ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء (۶)
۱۷	حدیث الحبیب ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، مطبوعہ الملل پریس لاہور (۷)
۱۸	حرمت زانغ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور (۸)
۱۹	روزہ اور نیکہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء
۲۰	ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوة الکبریٰ ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، مطبوعہ ثار آرٹ



۴..... عربی، فارسی، اردو اور پنجابی منظوم کلام، جس کا اکثر و بیشتر حصہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ اور پنجابی کا کچھ حصہ مطبوعہ ہے، باقی غیر مطبوعہ ہے۔

۵..... اس کتاب کا تاریخی نام مکبر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن، معہ ضمیمہ خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام جمعیت اہل سنت قصور کی طرف سے شائع ہوا۔ اب یہ رسالہ (مع ضمیمہ) فتاویٰ نوریہ جلد ۱، صفحہ ۳۶۳ تا ۴۵۵ شامل کر دیا گیا ہے۔

۶..... یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ جلد ۱، صفحہ ۷۷ تا ۳۰۲ شامل ہے

۷..... اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ثار آرٹ پریس لاہور سے ۱۹۷۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن جسارت پریس لاہور سے ۱۹۷۳ء میں طبع ہو کر انجمن حزب الرحمن کی طرف سے شائع ہوا۔

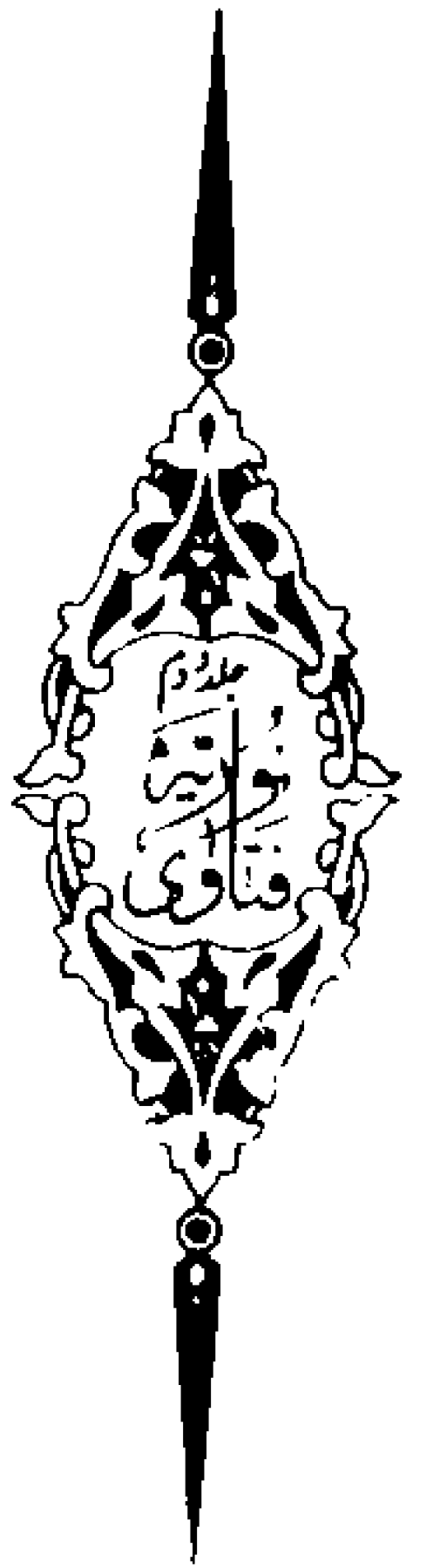
۸..... اس رسالہ کا تاریخی نام ”الجواب لا محل کباب الغراب“ ہے۔ یہ جمعیت عالیہ ہلامیہ (مؤتمر علماء پاکستان) کی طرف سے شائع کیا گیا۔ دوسری بار انجمن حزب الرحمن نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

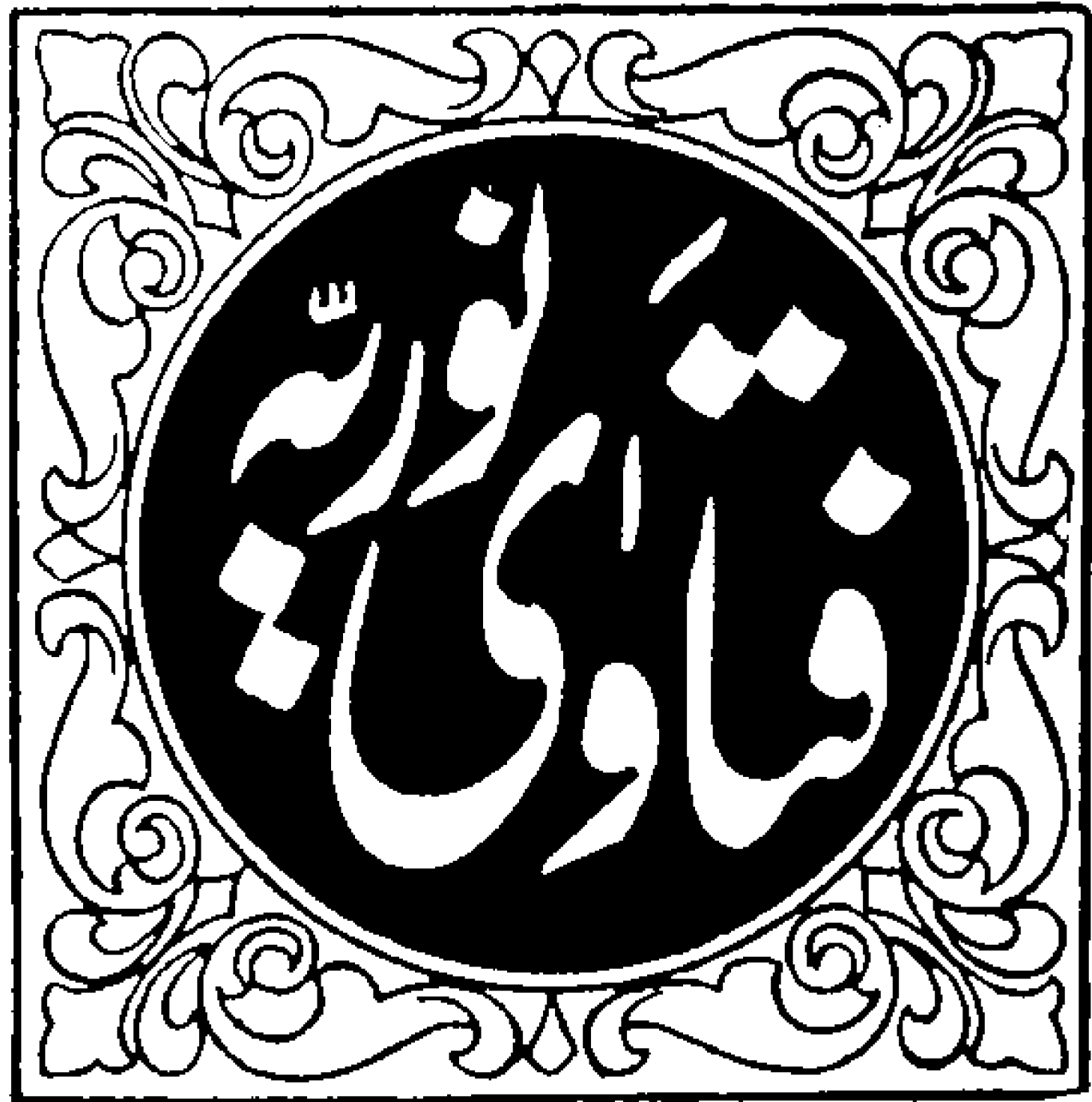


پریس لاہور، ۱۹۶۹ء (۹)

۲۱	الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء، ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء
۲۲	خطبات نوریہ (عربی) مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۳ء
۲۳	حواشی صحیح بخاری (عربی) غیر مطبوعہ
۲۴	حواشی صحیح مسلم (عربی) غیر مطبوعہ
۲۵	حواشی جامع ترمذی (عربی) غیر مطبوعہ
۲۶	فوائد ظہوریہ، حواشی شرح جامی (عربی) غیر مطبوعہ
۲۷	مکاتیب فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)
۲۸	مواعظ فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)

۹..... یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا، جو خطیب دار السلام جامع مسجد مدرسہ ملفٹ گنج کی طرف سے شائع ہوا۔





مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

(متفق عليه)

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرما لیتا ہے“

اسے دین کا ”فقیہ“ بنا دیتا ہے“

زکوٰۃ

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا
وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبة: ۱۰۳)

”اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس
سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے حق میں دعائے خیر
فرمادیا کیجئے“

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ
وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السَّوْءِ (ترمذی)
”یقیناً“ غضبِ الہی کے فرو کرنے اور بُری موت سے بچنے کا
ذریعہ صدقہ ہے“

تعارف کتاب الزکوٰۃ

ارکان اسلام میں سب سے اولیت تو شہادتِ توحید و رسالت کو ہے، اس ادائے شہادت کے بعد ایک مسلمان کے ذمہ جو عبادات ہیں، ان میں سب سے اہم نماز اور اس کے بعد زکوٰۃ ہے۔۔۔۔۔ زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا ذکر قرآن کریم میں تیس مقامات پر آتا ہے، جن میں اٹھائیس جگہ نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھا ذکر آیا ہے۔۔۔۔۔ نماز کی طرح زکوٰۃ کا آغاز بھی ابتدائے اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا، تب زکوٰۃ کا لفظ انفاق فی سبیل اللہ اور خیرات کے مترادف تھا۔۔۔۔۔ سورہ مزمل جو وحی کا ابتدائی سورہ ہے، اس میں بھی اس امر کی صراحت موجود ہے۔۔۔۔۔ ارشادِ ربانی ہے :

واقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و اقرضوا اللہ قرضاً حسناً

و ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند اللہ هو خیرا و اعظم

اجرا۔۔۔۔۔ (الزلزلہ: ۲۰)

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہا کرو اور جو کچھ تم اپنے لئے

آخرت میں بچو گے، اسے اللہ کے حضور بہتر اور زیادہ ثواب کی صورت میں پالو گے“۔۔۔۔۔

گویا اجمالی طور پر زکوٰۃ، آغاز اسلام میں شروع تھی، تاہم مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ۲ھ

میں باقاعدہ ایک نظام کی صورت میں فرض ہوئی، جس کی تکمیل بالترتیب فتح مکہ کے بعد ہوئی۔۔۔۔۔

احکام الہیہ سراسر حکمت پر مبنی ہیں، ان میں جہاں حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے، وہیں حقوق العباد کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے اور انہیں پورا کرنے اور ان کا لحاظ رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔۔۔۔۔ نماز، اللہ کے حقوق میں سے ہے، جب کہ زکوٰۃ میں بندوں کے حقوق کا پاس رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔۔۔۔۔

نظام زکوٰۃ کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم عمل میں آئے، سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن قائم رہے اور ملت اسلامیہ کے افراد میں باہمی ہمدردی، غم خواری، تعاون، خبر گیری اور محبت و مودت کا رشتہ قائم ہو۔۔۔۔۔

زکوٰۃ کے متعدد معانی ہیں، علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اصل الزکوٰۃ فی اللغة الطہارة و النماء و البرکة و المدح و
کله قد استعمل فی القرآن و الحدیث۔۔۔۔۔

(لسان العرب، جلد ۱۲، صفحہ ۳۵۸)

”لغوی اعتبار سے زکوٰۃ کا معنی پاکیزگی، بڑھنا، برکت اور مدح ہے، قرآن و حدیث

میں ان تمام معانی کا استعمال ہوا ہے۔۔۔۔۔“

زکوٰۃ ادا کرنے سے بقیہ مال پاکیزہ اور ستھرا ہو جاتا ہے اور اس سے طہارت نفسی حاصل ہوتی ہے، مال میں خیر و برکت اور روحانی طور پر بالیدگی اور نشو و نما بڑھ جاتی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والا سوسائٹی کی نظر میں قابل ستائش ٹھہرتا ہے اور ضرورت مند زکوٰۃ حاصل کرنے کے بعد اس کی مدح و تعریف کرتے ہیں۔۔۔۔۔

اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کا مفہوم یہ ہے کہ جس مال پر ایک سال گزر گیا ہو اس میں سے ایک معین حصہ کا، کسی مسلمان فقیر کو رضائے الہی کے لئے مالک بنا دینا، بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی نہ ہو۔۔۔۔۔

دیگر عبادات کی مانند اخلاص و للہیت زکوٰۃ کا رکن ہے۔۔۔۔۔ وجوب زکوٰۃ کے لئے یہ شرائط

ہیں:

۱ اسلام-----

۲ بلوغ-----

۳ عقل-----

۴ حریت-----

۵ مال بقدر نصاب موجود ہو-----

۶ نصاب کی قرض سے فراغت-----

۷ نصاب حاجات اصلیہ سے زائد ہو، یعنی اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے، علاج،

لباس اور رہائش کے اخراجات منہا کرنے کے بعد بچنے والی رقم اگر نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ لازم ہو
گی-----

۸ مال بڑھنے والا ہو، خواہ حقیقہ یا حملاً----- جیسے سونا، چاندی، روپے، مال تجارت

اور جنگل میں چرنے والے جانور-----

۹ سال گزرنا----- یعنی قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی-----

نصاب

رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کے لئے ایک نصاب مقرر فرمادیا ہے کہ اس نصاب سے کم مالیت

رکھنے والے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے :

سونا ساڑھے سات تولہ----- (۴۸. ۸۷ گرام)

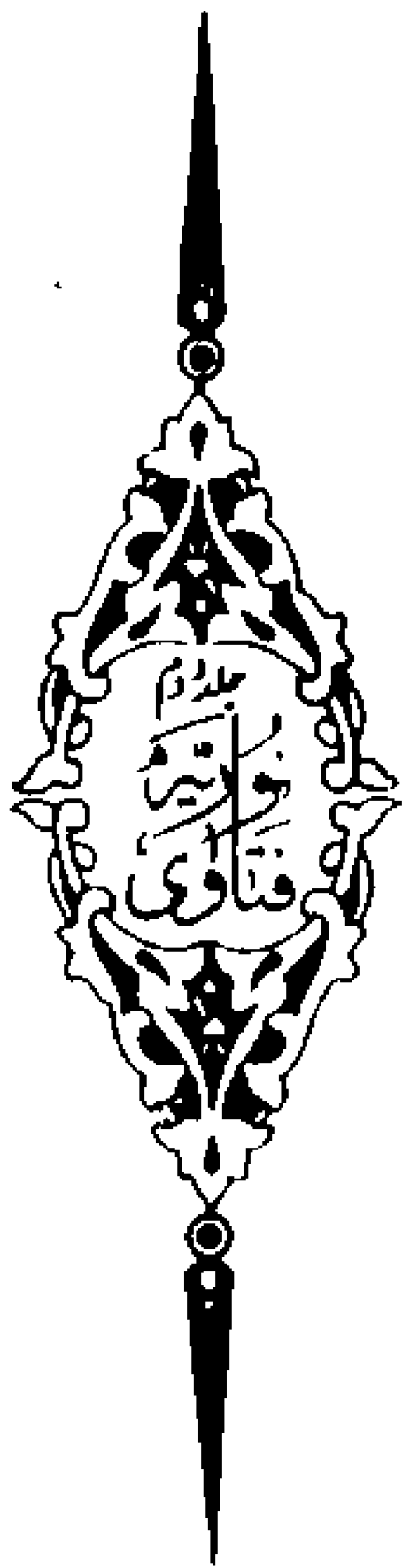
چاندی ساڑھے باون تولہ----- (۳۶. ۶۱۲ گرام)

نقدی روپیہ یا مال تجارت میں چاندی کی مالیت کا لحاظ رکھا جائے گا-----

آج (مؤرخہ ۵ / جون ۲۰۰۰ء) چاندی کا بھاؤ ایک سو روپے فی تولہ ہے، اس

حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت پانچ ہزار دو صد پچاس (۲۵۵۰ روپے) پاکستانی بنٹی

ہے، لہذا اگر شروع سال اور اختتام سال میں اتنی مالیت کا مالک ہو اگرچہ دوران سال کمی واقع ہو جائے وہ



صاحب نصاب قرار پائے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔۔۔۔۔

زرعی پیداوار کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس میں کوئی نصاب نہیں، زمین سے تھوڑی یا زیادہ جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو، اس میں سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے۔۔۔۔۔

شرح زکوٰۃ

مال، اللہ رب العزت کی عطا ہے۔۔۔۔۔ وہ جس قدر بھی اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دے، عین انصاف ہے۔۔۔۔۔ مگر یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہماری ضرورت اور مال کی جانب طبعی رغبت کے پیش نظر اپنے رسول کریم ﷺ کے ذریعے مال کا ایک قلیل حصہ راہ حق میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور بقیہ مال ہمارے لئے پاک اور حلال فرمادیا کہ اسے اپنی جائز ضروریات میں جیسے چاہیں، خرچ کریں۔۔۔۔۔

حضور ﷺ نے اس سلسلے میں نہایت حکیمانہ انداز میں پیداوار کی مختلف اقسام پر مختلف شرح زکوٰۃ متعین فرمائی۔۔۔۔۔ وہ اشیاء جن میں نشوونما اور ترقی کی صلاحیت نہیں، جیسے رہائشی مکان، لباس، زیر استعمال سامان، سواریاں اور قیمتی پتھر وغیرہ، ان پر کوئی زکوٰۃ مقرر نہیں کی گئی۔۔۔۔۔ وہ چیزیں جن میں نشوونما کی صلاحیت ہے اور کچھ عرصہ باقی رہنے والی ہیں، وہ پانچ ہیں:

- ۱..... معدنیات۔۔۔۔۔
- ۲..... زرعی پیداوار۔۔۔۔۔
- ۳..... سونا، چاندی (کرنسی)۔۔۔۔۔
- ۴..... مال تجارت۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔
- ۵..... جانور۔۔۔۔۔

پہلی قسم معدنیات یعنی سونا، چاندی، قدرتی گیس، تیل، نمک، کوئلہ، لوہا اور تانبہ وغیرہ کی کانیں۔۔۔۔۔ چونکہ یہ محض عطیہ الہی ہیں، لہذا ان میں سب سے زیادہ زکوٰۃ رکھی گئی ہے۔۔۔۔۔ یعنی حاصل شدہ ذخائر کا خمس (۲۰ فی صد)۔۔۔۔۔

زرعی پیداوار کی دو قسمیں ہیں۔۔۔۔۔ ایک وہ جو بارش کے قدرتی پانی سے نشوونما پائے، اس میں چونکہ مالک کو بلا خرچ پانی مہیا ہوتا ہے، لہذا اس میں پیداوار کا عشر (۱۰ فی صد) ادا کرنا ہوگا۔۔۔۔۔ جب کہ دوسری قسم کے فصل کی آب یاری کے لئے ٹیوب ویل یا رہٹ کے ذریعے پانی حاصل ہوتا ہے اور اس پر محنت اور خرچ اٹھتا ہے، لہذا اس میں نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں (۵ فی صد) حصہ مقرر فرمایا۔۔۔۔۔

سونا، چاندی، روپیہ پیسہ کے حصول، اس کی حفاظت اور اس کے ذریعے تجارت کے لئے سخت محنت اور جاں فشانی سے کام لینا پڑتا ہے، لہذا اس میں زمین کی دوسری قسم سے بھی نصف شرح زکوٰۃ مقرر فرمائی، یعنی چالیسواں حصہ (۵۰ فی صد)۔

سونے، چاندی کے زیر استعمال زیورات کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔۔۔۔۔ ہیرے، جواہرات زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں، الا یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں تو پھر دیگر اموال کی طرح ان کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے گی۔۔۔۔۔

مال تجارت میں دوکان کا تمام شاک، کارخانہ میں تیار مال اور خام مال شامل ہے۔۔۔۔۔ نیز ہر وہ چیز جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدی ہو، سامان تجارت میں داخل ہے۔۔۔۔۔ جانوروں کی افزائش نسل اور صلاحیت میں یکسانیت نہیں، اس لئے ان کی شرح زکوٰۃ بھی مختلف ہے۔۔۔۔۔ جو صرف ان جانوروں پر ادا کرنا لازم ہے، جو سال کا اکثر حصہ خود رو اور قدرتی گھاس کھا کر گزارہ کرتے ہوں۔۔۔۔۔ فقہی اصطلاح میں ان جانوروں کو سائمہ کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ سائمہ جانوروں کی سال گزرنے کے بعد شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے :

اونٹ

پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اور پانچ سے زائد اونٹوں پر شرح زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے :

شرح زکوٰۃ

نصاب

ایک بکری

پانچ سے نو تک

دو بکریاں

دس سے چودہ تک

تین بکریاں

پندرہ سے انیس تک

چار بکریاں

بیس سے چوبیس تک

ان تمام صورتوں میں اختیار ہے کہ بطور زکوٰۃ بکری دی جائے یا بکرا، مگر سال سے کم کا نہ

ہو۔۔۔۔۔

ایک بنت مخاض (پورے سال کی ایک مادہ اونٹنی)

بچیس سے پینتیس تک

ایک بنت لبون (پورے دو سال کی مادہ اونٹنی)

چھتیس سے پینتالیس تک

ایک حقہ (تین برس کی اونٹنی)

چھیالیس سے ساٹھ تک

ایک جذعہ (چار برس کی اونٹنی)

اکٹھ سے پچھتر تک

دو بنت لبون (پورے دو سال کی دو اونٹنیاں)

چھتر سے نوے تک

دو حقہ (تین سال کی دو اونٹنیاں)

اکانوے سے ایک سو بیس تک

اس کے بعد ۱۲۵ تک ہر پانچ کی تعداد پر ایک سال کی بکری کا اضافہ کر لیں مثلاً ۱۲۵ اونٹ

ہوں تو دو حقہ اور ایک بکری ۱۳۰ ہوں تو دو حقہ اور دو بکریاں۔ علیٰ هذا القیاس۔۔۔۔۔

گائے / بھینس

انتیس گائیں ہوں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اس سے زیادہ کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ایک تبع یا تبعہ (سال بھر کا بھڑا یا بھڑیا)

تیس سے انتالیس تک

ایک مسن یا مسنہ (دو برس کا بھڑا یا بھڑیا)

چالیس سے انسٹھ تک

دو تبع یا تبعہ (سال بھر کے دو بھڑے یا بھڑیاں)

ساٹھ سے انہتر تک

ایک تبع یا تبعہ اور ایک مسن (ایک سال بھر کا بھڑا

ستر سے اناسی تک

یا بھڑیا اور ایک دو سالہ بھڑا

دو مسن (دو سالوں کے دو بھڑے)

اسی سے نو اسی تک

خلاصہ یہ کہ ہر تیس میں ایک تبع یا تبعہ (ایک سال کا بھڑا یا بھڑیا) اور ہر چالیس میں ایک

مسن یا مسنہ (دو سالہ بھڑا یا بھڑیا)۔۔۔۔۔



بجری، بھیر اور دنبہ

انتالیس بجریوں تک زکوٰۃ نہیں ہے، اس سے زیادہ کی تفصیل درج ذیل ہے :

ایک بجری

چالیس سے ایک سو بیس تک

دو بجریاں

ایک سو اکیس سے دو سو تک

تین بجریاں

دو سو ایک سے تین سو ننانوے تک

چار بجریاں

چار سو سے چار سو ننانوے تک

ایک بجری کا اضافہ

پھر ہر سو بجریوں پر

بجریوں کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نردے یا مادہ، مگر یہ خیال رہے کہ سال سے کم نہ ہو۔۔۔۔۔

مصارف

اللہ رب العزت جل وعلا نے قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ بیان فرمادیے ہیں :

انما الصدقات للفقراء و المسکین و العملین علیہا و
المؤلفۃ قلوبہم و فی الرقاب و الغارمین و فی سبیل اللہ و ابن
السبیل فریضة من اللہ و اللہ علیم حکیم۔۔۔۔۔ (التوبہ: ۶۰)

۱۔ اموال زکوٰۃ صرف فقیروں اور مسکینوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر افراد اور ان

لوگوں کے لئے ہیں جن کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنا مقصود ہو اور (غلامی سے) گردنیں

آزاد کرانے میں اور مقروضوں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے۔۔۔۔۔ یہ

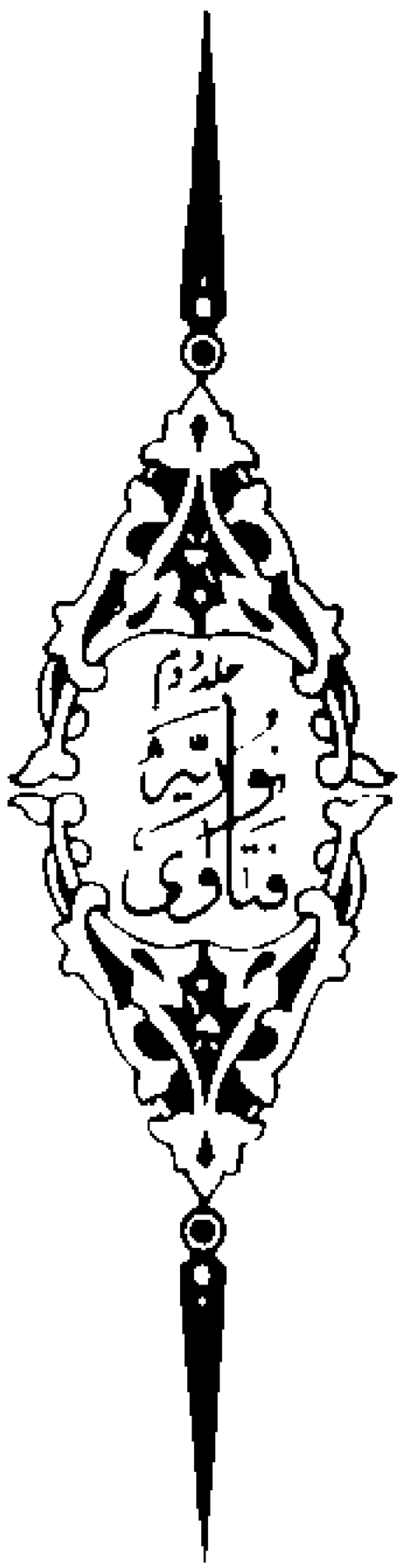
فرض ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مستحقین کا ذکر آیا ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱۔ فقیر۔۔۔۔۔ وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ کچھ ہو مگر اتنا کم کہ نصاب کو نہ

پہنچے۔۔۔۔۔ جب تک ایک وقت کا کھانا موجود ہو فقیر کے لئے سوال کی اجازت نہیں۔۔۔۔۔

۲۔ مسکین۔۔۔۔۔ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، حتیٰ کہ کھانے اور تن ڈھانپنے کے لئے



مانگنے پر مجبور ہو جائے ایسے شخص کے لئے شریعت سوال کی اجازت دیتی ہے۔۔۔۔۔

۳ عامل۔۔۔۔۔ جسے امام وقت نے زکوٰۃ و صدقات (عشر و غیرہ) کی تحصیل پر مقرر

کیا ہو، عامل کو بقدر کفایت زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔

۴ مؤلفۃ القلوب۔۔۔۔۔ لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے اور نو مسلم

افراد کی خاطر داری کے لئے زکوٰۃ دینا۔۔۔۔۔

جمہور علماء کے نزدیک اب یہ شق منسوخ ہو چکی ہے بلکہ عہد صدیقی میں ہی اس پر اجماع ہو

گیا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شوکت و سر بلندی اور غلبہ عطا فرمادیا تھا۔۔۔۔۔

۵ رقاب۔۔۔۔۔ مکاتب غلاموں کو زکوٰۃ دینا تاکہ وہ مال زکوٰۃ سے (بدل کتابت ادا

کر کے) غلامی سے آزاد ہو سکیں۔۔۔۔۔

انسداد غلامی کے لئے اسلام نے جو کوششیں کی ہیں، یہ شق بھی اسی کا حصہ ہے۔۔۔۔۔ آج

کل پوری دنیا خصوصاً پاکستان میں یہ مصرف مفقود ہے۔۔۔۔۔

۶ غارم۔۔۔۔۔ وہ مقروض جو قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسے ادائے

قرض کے لئے مال زکوٰۃ میں سے امداد دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ یہ قرض اس نے کسی برے کام یا فضول

خرچی کی بنا پر نہ لے رکھا ہو۔۔۔۔۔

۷ فی سبیل اللہ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے، بے سرو سامان

مجاہدین، نادار حجاج کرام اور دینی علم حاصل کرنے والے طلباء کرام مراد ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ وہ مدارس

دینیہ جن میں صحت عقیدہ کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم دی جائے اور ان میں مبلغین و محققین اور

علماء تیار کیے جاتے ہوں، ان مدارس کے طلباء فی سبیل اللہ میں داخل اور زیادہ مستحق ہیں۔۔۔۔۔

۸ ابن السبیل۔۔۔۔۔ وہ مسافر جس کی زاد راہ ختم ہو چکی ہو۔۔۔۔۔ اسے بقدر

ضرورت زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔

۹ زکوٰۃ درج بالا مصارف کے علاوہ کسی اور مد مثلاً تعمیر مسجد، تکفین و تجہیز میت وغیرہ

میں استعمال نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔

۱۰ ایسے شخص کو زکوٰۃ نہ دی جائے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ بے جا اسراف



اور گناہ کے کام میں خرچ کرے گا۔۔۔۔۔

☆ سادات کرام اور بنو ہاشم (حضرت علی، جعفر، عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولاد) کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔ حدیث پاک میں ہے :

ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس و انها لا تحل لمحمد ﷺ
و لا لآل محمد ﷺ۔۔۔۔۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم)

”یہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہیں اور یہ محمد ﷺ اور آپ کی آل کے لئے
جائز نہیں ہیں“۔۔۔۔۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام پر زکوٰۃ واجب نہیں کیوں کہ وہ جملہ آلائشوں سے پاک اور معصوم
ہوتے ہیں، ان کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ طیب و طاہر ہوتا ہے جب کہ دوسرے لوگ زکوٰۃ کے
ذریعے میل کچیل نکال کر بقیہ مال کو پاک صاف کرتے ہیں۔۔۔۔۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو در المختار
اور رد المختار کتاب الزکوٰۃ، جلد ۲، صفحہ ۲۵۶)

☆ اپنے اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا اور نانی وغیرہم اور اولاد جیسے بیٹا، بیٹی،
نواسہ اور نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔ اسی طرح بیوی خاوند کو اور خاوند بیوی کو زکوٰۃ
نہیں دے سکتا کہ ان کے مفادات مشترک ہیں۔۔۔۔۔

کتاب الزکوٰۃ کے پہلے حصہ میں سونا چاندی اور سامان تجارت وغیرہ اور ان کے مصارف کے
متعلق پندرہ فتوے ہیں جب کہ دوسرا حصہ باب العشر کے عنوان سے ہے، جس میں زرعی پیداوار کی
زکوٰۃ جسے شرعی اصطلاح میں عشر کہا جاتا ہے، کے مسائل ہیں۔۔۔۔۔ اس حصہ میں چھ استفتاءات
ہیں۔۔۔۔۔

مجموعی طور پر کتاب الزکوٰۃ میں اکیس (۲۱) استفتاءات شامل ہیں جن کے ضمن میں متعدد
مسائل و جزئیات آگئے ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



کتاب الزکوٰۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو وہ زبیر، مال مویشی، نقدی اور غلہ وغیرہ کس کس چیز پر سے ادا کرے، واضح طور پر تحریر فرمادیں۔

(السائل چاکر نمبر دارانہ لائل پورہ)



زکوٰۃ چاندی (۱۲ ۱/۲ تولہ) سونے (۱۲ ۱/۲ تولہ) کی ڈبیوں، برتنوں، زیورات وغیرہ پر، نوٹوں پر جب تک چلتے رہیں اور ایسے پیسے وغیرہ جن میں چاندی غالب نہیں (ورنہ چاندی ہیں کہ بند ہو جائیں تب بھی واجب ہوگی) زمین کی پیداوار گندم، دھان، چنے وغیرہ

پر، اونٹ کم از کم پانچ، گائے بھینس ملی جلی یا کیلی کیلی کم از کم تیس، بھیر بکری، دنبہ
ملے جلے یا کیلے کیلے کم از کم چالیس، جبکہ یہ مولشی پورا سال یا سال کا زیادہ حصہ باہر چکر
گزارہ کرتے ہوں اور مقصود ان سے دودھ، گھی بچے اور موٹے کرنا ہو تو ان پر اور تجارت کے
سامان پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی پوری تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے جو میں نہیں
لکھ سکتا بلکہ لکھا ہوا لاہور سے منگوا لیں یعنی کتاب بہار شریعت حصہ پنجم، مرکزی انجمن
حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ لاہور سے منگالیں، تقریباً دو اڑھائی روپے
خرچ آجائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

الاستفتاء

مکرم و محترم حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ مزاج شریف!

معلوم نہیں کہ آجکل حضرت کی صحت کا کیا حال ہے، مطلع فرمائیے، نیز دوستوں
کے بارے آپ کی تحقیق مطلوب ہے، امید ہے کہ ازراہ کرم فرمائی حسبہ مطلع
فرمائیں گے۔

۱۔ موجودہ نوٹ یا روپیہ کس قدر ہوں تو زکوٰۃ کا نصاب ہوگا؟

۲۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹا لیکن اگر تفریح طبع کے لئے ہو جب بھی یہی حکم ہوگا؟
اور بعض انجکشن تو ایسے بھی ہیں کہ جن کی وجہ سے بھوک پیاس نہیں لگتی اور نیز اگر رگ

میں انجکشن لگایا جائے جب بھی روزہ نہیں جائے گا؟ اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔ زکوٰۃ
والا مسئلہ جلد مطلوب ہے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔ والسلام
دعا کا طالب ناچیز غلام محمد خطیب جامع مسجد عید گاہ نیا محلہ جہلم، اکتوبر ۶۶ء



بملاحظہ عالیہ حضرت مولانا صاحب ید مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

مدت کے بعد گرامی نامہ باصرہ نوازہ ہوا، یاد آوری کا شکریہ! فقیر کا وہی سابقہ

مال بجال ہے مگر بفضلہ و کرمہ تعالیٰ امور متعلقہ انجام دے رہا ہوں۔

(۱) اس مسئلہ کی وہ تحقیق جس پر اہل السنۃ والجماعت کا عمل ہے، اعلیٰ حضرت
مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ "کفل الفقہیہ لفہم" میں ہے۔ میں
کیا اور میری تحقیق کیا! البتہ بعض تفقہات ہوا کرتے ہیں مگر وہ بھی سارے ایسے
نہیں کہ تحریر کئے جاسکیں ایسے ہی امور کے متعلق ہذا مہما یعلم ولا ینفی بہ کہ
کہتے ہیں۔

(۲) جب انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو تفریح وغیرہ کا تفرقہ بھی نہیں رہتا مثلاً نظر لے
المحبوب سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو ضرورت کے علاوہ تفریحاً نظر کرے تب بھی فساد نہیں

لے کہ نوٹ مال ہے جب تک چالور ہے اور چاندی یا سونے کے نصاب کی قیمت کے لحاظ سے نصاب جتنا

ہے اور یہی حکم موجودہ روپیہ غالبۃ الغش کا ہے ۱۲ منہ غفرہ ۳۳ جہادی الآخرے ۸۶ء

اور یونہی محبوب سے محبت غالب ہو کہ جب نظر کے سامنے ہو تو بھوک پیاس کا فور ہو جائے
تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس کا اصل حدیث صوم الوصال ہے جس میں ابیت
عند ربی اور اظل عند ربی ہے اس کی ایک تفسیر و تشریح کی بنیاد کافی الشرح
ایسے سوالات عموماً عمومی لوگ جو اکثر بے روزہ ہوتے ہیں محض اہل علم کے پریشان کرنے
کیلئے کہتے ہیں، آپ جیسے اہل علم فضلاء کا کام ہے کہ تحقیق شرعیہ سے ان کو مسکت
جواب دیں اور یونہی رگین انجکشن بھی مفسد نہیں کہ رگ بھی بخارق فطریہ اور طرق مصنوعیہ الے
الجوف سے نہیں والتفصیل فی الفتاویٰ التوریہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیب الاعظم و علیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

الاستفتاء

محترم و مکرم مولانا صاحب

السلام علیکم : طالب خیریت بخیریت ہے۔ آپ کا دستی نواز ش نامہ موصول ہوا جو اب
یاد آوری کے لئے نہ دل سے شکر گزار ہوں، ماہِ رجب کے زکوۃ کے متعلق چند ایک باتیں عرض
طلب ہیں ازراہِ کرم مطلع فرمائیں۔

ارگورنمنٹ کی طرف سے ملازمین کی تنخواہ میں سے کچھ رقم ہر ماہ رکھ لی جاتی ہے اور یہ قسم
ملازم سرکار اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اور نہ ہی اسے دی جاتی ہے جب تک کہ وہ ریٹائر
نہ ہو جائے، کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

۲۔ کچھ رقم بطور ضمانت بطور امانت مبیعادی بینک میں جمع کروانی پڑتی ہے، یہ رقم کفالت کے طور پر بینک میں رکھی جاتی ہے اور یہ رقم بھی ریٹائرمنٹ پر یا عہدہ میں ترقی ہونے پر واپس ملتی ہے، نیز اس رقم پر بینک سالانہ سود بھی ڈیرسھرو پیسہ سینکڑہ ادا کرتا ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ یہ رقم لازمی طور پر رکھنی پڑتی ہے اور کسی ایسے حساب میں نہیں رکھی جاکتی کہ جس پر سود نہ ملتا ہو، اس کے متعلق زکوٰۃ و سود کے متعلق واضح فرمائیں۔

۲۔ مثال کے طور پر گزشتہ ماہ رجب میں ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ تھا، اب وہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ پس انداز کرتا رہا، اب چودہ سو ہو گیا ہے، اب زکوٰۃ چودہ سو روپیہ یا ایک ہزار روپیہ۔

سائل: چوہدری عبدالحق سب سیکرٹری انجمنائے امداد باہمی منگمری



محبی جناب چوہدری صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

فقیر بخیریت، طالب خیریت احباب ہے، مرسلہ ملفوف ملا، جوابات حسب

ذیل ہیں :-

۱۔ وہ رقم جو مشاہرات ملازمین سے ہر ماہ حکومت رکھ لیا کرتی ہے اور ریٹائر ہونے سے پہلے قبضہ و استعمال میں نہیں آسکتی اس پر زکوٰۃ نہیں کہ وصول سے پہلے صرف اس کا استحقاق ہے اور حقیقتہً مال نہیں، بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰ میں ہے بل ہو مال حکمی



فی الذمۃ و ما فی الذمۃ لا یمکن قبضہ فلم یمکن ما لا مملوکا
رقبۃ و ید اذلا تجب الزکوٰۃ فیہ کمال الضمان ۔

۲۔ وہ رقم جو کفالت و ضمانت کے طور پر بینک میں جمع کروانی پڑتی ہے اور ریٹائرمنٹ
یا عہدہ میں ترقی سے پہلے نہیں مل سکتی تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں کہ وہ رہن کی طرح قابل انتفاع
نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹ میں ہے فان لم یتمکن من الاستفاء فلا
زکوٰۃ علیہ و ذلک مثل مال الضمان ۔ نیز اسی کے ص ۸۸ میں ہے ولا علی
الراہن اذا کان الرهن فی ید المرتهن ۔ باقی سود نہ لے اور نکمہ کر دے دے
کہ میں سود نہیں لیتا ۔ یہی بہتر ہے ۔

۳۔ جب ابتدائے سال زکوٰۃ میں ایک ہزار روپیہ ملا اور پس انداز کے طور پر جب سال
پورا ہوا تو چودہ سو سو چھپکا تو زکوٰۃ پورے چودہ سو کی ادا کرے، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ میں ہے
من کان لہ نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنس ضمہ
الی مالہ و زکاہ سواہ کان المستفاد من نمائ اولی و باہی وجہ
استفادہ ضمہ الخ

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ
و بارک وسلم ۔

صلوٰۃ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ ۱۶؎

الاستفتاء

مرسلہ جناب نور الحق صاحب ریٹائرڈ فون انسپکٹر محلہ کوٹ فتح جمال راوی وڈا وکارہ



منفع منگمری کے دو خطوں کے ضمن میں ایک مسئلہ دریافت کے قابل ہے :-
مجھے کچھ روپیہ فنڈ کا عرصہ ۵ سال ملازمت کے بعد ملا ہے جو میری تنخواہ سے ماہ بہ ماہ کٹتا رہا تھا، اب اس پر زکوٰۃ دینی ہے کس حساب سے یعنی کتنے عرصہ کی دی جاوے اس کٹاؤ کے روپیہ کے علاوہ چند مرتبہ میں صاحبِ نصاب ہوا تھا مگر بعض سالوں میں نہیں وہ روپیہ مجھے شدید ضرورت پر بھی نہیں مل سکتا تھا بلکہ شرط مٹنی کہ مستعفی ہونے کے بعد یا پیش جانے کے بعد اور یا وفات ہونے پر رشتہ داروں کو دئے جاسکتے ہیں میرے قبضہ میں صرف ابھی پیش کے بعد ہی آئے ہیں اور اگر کسی کو تاہی کے باعث ملازمت سے برطرف کر دیا جائے تو بھی اس کا مالک جمع کرنے والا ہی رہتا ہے اور جمع شدہ رقم واپس مل جاتی ہے۔

خداوندِ کریم جناب کے مدرسہ کو قائم رکھے، ترقی و برکت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ فی الحال میں نے ایک سال کی نوبت فوراً نکال دی ہے آئندہ اور جو حکم صادر ہوگا کیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔



امامِ ائمہ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہبِ مہذب میں اس کٹاؤ کے روپیہ پر زمانہ قبل از قبضہ کی زکوٰۃ ہے ہی نہیں کہ وجوب زکوٰۃ کے لئے آزاد عاقل بالغ مسلمان کا صرف استحقاق ملکِ نصاب یا کسی کے ذمہ اس کی ملکیت کا ثبوت و لزوم کافی نہیں کہ انقضائے سال وغیرہ شرائط کے پائے جانے پر زکوٰۃ فرض ہو جائے بلکہ نصاب کا ملکِ کامل و تمام شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ نصاب حقیقہ یا تقدیراً

نامی ہو، چنانچہ نہایت ہی معتمد و مستند کتب مذہبیہ میں ان شروط کا ذکر ہے حالانکہ یہ روپیہ قبل از قبضہ حقیقتہً نہ آپ کا مال تھا اور نہ ہی نصاب تھا کہ صرف استحقاق یا گورنمنٹ کی ذمہ داری مال نہیں بلکہ ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ پیش و غیرہ شروط کے پاسے جانے پر آپ کو مالک بنا دے اور قبضہ میں دے دے گو اس ذمہ داری کا نہایت ہی بھینگی کے سبب عرف آپ کو مالک یا جمع کرنے والا کہے اور اس روپیہ کو ملک قرار دے بلکہ قبل از قبضہ تو کوئی تعین ہی نہیں اور عرف شرع میں اس کو دین کہا جاتا ہے بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰ میں ہے بل هو مال حکمی فی الذمۃ و ما فی الذمۃ لا یمکن قبضہ فلم یکن مالاً مملوکار قبۃ و ید افلا تجب الزکوٰۃ فیہ کمال الضمان، بسوط ج ۲ ص ۱۹۵ میں ہے والذین لیس بمال علی الحقیقۃ حتی لو حلف صاحب ان لا مال له لا یجنت فی یمین وانما تم المالیۃ فیہ عند تعینہ بالقبض فلا یصیر نصاب الزکوٰۃ مالاً تثبت فیہ صفۃ المالیۃ نیز بدائع صنائع کے اسی صفحہ میں ہے ان الذین لیس بمال بل هو فعل واجب و هو فعل تملیک المال و تسلیم الی صاحب الدین الخ اور چونکہ یہ استحقاق و ذمہ داری و دین کسی مال کا معاوضہ نہیں بلکہ آزاد مسلمان کی خدماتِ ملازمانہ کا صلہ ہے تو حکماً بھی مالِ زکوٰۃ و نصاب نہیں بنے گا بلکہ شرعاً دین ضعیف ہی رہے گا جس پر نہ مانہ قبل از قبضہ کی زکوٰۃ نہیں بسوط ج ۲ ص ۱۹۵، فتاویٰ امام قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۸، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۳، بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰، تنویر الایصار، رد المحتار، رد المحتار، شامی ج ۲ ص ۴۹، مراقی الفلاح ص ۴۳ میں ہے والنظم من المبسوط و دین ضعیف و هو ما یكون بدلاً عما لیس بمال کالمہر و بدل الخلع والصلح عن دم العمد۔ نیز ان تمام کتب مذکورہ کے صفحات



مزبورہ میں ہے والنظم للامام قاضی خان وفي الدين الضعيف لا
تجب الزکوٰۃ ما لم يقبض مائة درهم ويجول المحول اور جب قبل از قبضہ
مال و نصاب ہی نہیں تو دوسری شرط یعنی ملک کا کامل و تمام ہونا خود بخود منتفی ہو گیا بلکہ اگر بالفرض
حقیقۃً مال و نصاب ہوتا تب بھی ملک کامل و تمام نہ ہوتا کہ کمال و تمام ملک قبضہً اصل و وکیل
کے سوا ہو ہی نہیں سکتا، بدائع صنائع ج ۲ ص ۹، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۳، عالمگیر ج ۱ ص ۸۸
تذویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵ میں ہے والنظم لان المراد بالتام
المملوک رقبة ویداً تو یہ دوسری وجہ انتفاء زکوٰۃ ہے اور یونہی تیسری شرط
نصاب کا حقیقۃً یا تقدیراً نامی ہونا بھی خود بخود منتفی ہو گیا بلکہ بالفرض حقیقی مال و نصاب ہوتا تب
بھی قبل از قبضہ نامی نہ ہوتا کہ نقدی کا نامی ہونا یوں ہے کہ اس کو تجارت سے بڑھائے
یا بڑھائے اور تجارت قبضہ سے پہلے ہو ہی نہیں سکتی۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۶، عینی علی
الکنز (مطبوعہ حیدری بیٹی) ص ۵۹، عالمگیر ج ۱ ص ۸۹، تذویر، در، شامی ج ۲ ص ۸ وغیرہ
میں ہے والنظم من الهندية او تقدیراً بان يتمكن من الاستثناء
بكون المال في يده او يد نائبه۔ ہدایہ، عنایہ ج ۲ ص ۱۲۲ میں ہے لانما
الا بالقدة على التصرف ومثله في الفتح ج ۲ ص ۱۱۳، نیز ہندیہ بحر الرائق
کے انہیں صفحات میں ہے والنظم منها فان لم يتمكن من الاستثناء
فلا زکوٰۃ عليه وذلك مثل مال الصمدار اور یہ روپیہ تو شدید ضرورت
پر بھی قبل از پیش وغیرہ نہیں مل سکتا تھا تو تصرف و تجارت کی صورت ہی نہ تھی تو یوں بھی زکوٰۃ
کا انتفاء ہوا بہر حال زمانہ ماضیہ کی زکوٰۃ اس روپیہ پر ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک
نہیں اور جب قبضہ ہوا تو مال زکوٰۃ و نصاب بنے گا تو اگر بوقت قبضہ اس روپیہ کے علاوہ
بھی آپ صاحب نصاب نقدی تھے تو اس نصاب کے ساتھ یہ روپیہ بوجہ بجانب
شرعیہ منضم ہو جائے گا اور جب اس کا سال زکوٰۃ پورا ہو تو علماً اس کا بھی پورا ہو گیا اور



زکوٰۃ حسب دستور فرض ہوگی اور اگر بوقت قبضہ کسی اور نصاب نقدی کے مالک نہ
تھے تو قبضہ کے وقت سے سال گزرنے پر زکوٰۃ لازم ہے کما فی علامۃ المعتبرات
من مسئلۃ الانقسام وذاظاھر جہدا اور ظاہر ہی ہے کہ آپ اس روپیہ
ٹپنے سے پہلے ہی صاحب نصاب نقدی تھے تو جب پہلے نصاب کا سال پورا ہوا تو اس کا
سال بھی مکمل پورا ہو گیا تو یہ زکوٰۃ جو آپ نے ایک سال کے لئے ادا کی اس کے لئے ادا ہو گئی
کہ زکوٰۃ پیشگی بھی جائز ہے کما فی المعتبرات۔ البتہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے
شاگردان گرامی شان امام ابو یوسف و امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک گذشتہ سالوں کی
زکوٰۃ بھی لازم ہے تو اس کا حساب یوں ہوگا کہ وہ کٹاؤ کاروپیہ پہلی مرتبہ جب نصاب
بنا تھا اس وقت سے سال پورا ہونے تک تازہ کٹاؤ ملا کر کل کا چالیسواں حصہ اس
پہلے سال کی زکوٰۃ الگ کر لیں پھر باقی ماندہ اور دوسرے سال کے تازہ کٹاؤ کل کا
چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دیں پھر یہ بقایا تیسرے سال کے تازہ کٹاؤ سمیت جتنا ہوگا
اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے یونہی ہر سال کے بقایا مع تازہ کٹاؤ کی زکوٰۃ نکالتے جائیں
یعنی ہر سال کے حصہ زکوٰۃ کا دوبارہ حساب نہیں ہوگا مثلاً ملازمت کے پہلے سال پورے
ہونے پر کٹاؤ اسی روپیہ $52\frac{1}{4}$ تولہ چاندی کا ہم قیمت ہونے کے سبب نصاب بنا
تو اس وقت سے سال زکوٰۃ کا ابتداء ہوا اور یہ زکوٰۃ کا پہلا اور ملازمت کا دوسرا
سال جب پورا ہوا تو تازہ کٹاؤ سمیت کل کٹاؤ کاروپیہ ایک سو ساٹھ بنا تو اس
کی زکوٰۃ چار روپے الگ کر لیں باقی ایک سو چھپتیس ملازمت کے تیسرے اور زکوٰۃ
کے دوسرے سال پورے ہونے پر مع تازہ کٹاؤ دو سو چھپتیس ہو گئے ان کا چالیسواں
حصہ زکوٰۃ نکال دیں و علیٰ ہذا القیاس۔



سہ ادر اگر مشاہرہ میں ترقی ہوتی تھی تو اس کے حساب سے کٹاؤ کی زیادتی کا حساب بھی ضروری ہے ۱۲ منہ مغز

اور جب تمام گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کار و پیہ اس مجموعہ کٹاؤ وصول کردہ سالگ کیا جائے تو یقیناً اس مجموعہ سے کم رہے گا تو ایک سال کی زکوٰۃ بھی اس مجموعہ کے چالیسویں حصہ سے کم آئے گی حالانکہ آپ نے چالیسواں حصہ ایک سال کی زکوٰۃ نکالی ہے تو ان تمام گزشتہ سالوں کی وصول تک کے لئے حصص زکوٰۃ کی میزان لگا کر اتنا روپیہ بطور زکوٰۃ ادا کریں کہ سابقہ ادا کردہ چالیسویں حصہ سمیت وہ میزان پوری ہو جائے، وذا واضح من الدر المختار وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام
مجدہ اتحد واحکم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصحابہ
وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر الراحیم محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بیچ ان مسائل کے :-

۱۔ زید نے تین لڑکے اور ایک لڑکی کا عقیقہ میں ایک (گائے یا بیل) دو سالہ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا، دو حصہ لڑکا اور ایک حصہ لڑکی سات حصص میں عقیقہ ہوا، کیا یہ عقیقہ درست ہے یا کہ نہیں؟

۲۔ عقیقہ کفنی عمر تک ادا ہو سکتا ہے؟

۳۔ عمر کے پاس ایک آدمی بغیر تنخواہ کے کام کرتا ہے اس کا نان و نفقہ کا انتظام عمر کے

ذمہ ہے، کیا عمر زکوٰۃ کا کچھ اس کو بھی تقسیم کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

۴۔ نہیدنے کچھ رقم برائے حفاظت بنک میں رکھ دی، اس کی نیت سود حاصل کرنا نہیں تھی، بنک سے رقم واپس کر لی اور ساتھ سود بھی ملا، کیا وہ سود کسی غریب محتاج کو دے سکتا ہے وہ خود استعمال کو منع سمجھتا ہے۔ جمع کرنے کے وقت بھی اس کی نیت تھی کہ یہ رقم سود غریب یا محتاجوں کو دے دے۔ قرآن حدیث سے جواب دیکر اللہ تعالیٰ و رسول مقبول سے ثواب دارین حاصل کریں۔ جزا خیر حاصل فرما دیں، اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے گا۔

احقر العباد سید عبد الحمید شاہ سبزواری چک نمبر ۲۵۵



۱۔ درست ہے کہ عقیقہ میں گائے یا بیل کا حصہ بھی جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۴ میں ہے و كذلك ان اراد بعضهم العقیقة من ولد ولد له من قبل کذا ذکر محمد علیہ الرحمة فی نوادر الضحایا۔

۲۔ افضل تو ولادت سے ساتویں روز ہے مگر عمر بھر ہو سکتا ہے، روایات میں آیا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنا عقیقہ کیا۔ یہ شکر نعمت ہے اور شکر نعمت عمر بھر میں ہو سکتا ہے، شرح شامل ملا علی قاری علیہ الرحمہ ج ۱ ص ۳۵ میں فتاویٰ فقال مروزی سے ہے انه صلی اللہ علیہ وسلم عقی عن نفسه بعد النسوة اور یونہی شرح شامل مناوی علیہ الرحمہ ج ۱ ص ۳۵ میں تہذیب نووی علیہ الرحمہ سے نقل فرمایا، نیز الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۶ میں شیخ امام بیدل الدین سیوطی علیہ الرحمہ اس



نقل کے بعد فرماتے ہیں فیجوز الک علی ان الذی فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار للشکر علی ایجاد اللہ ایاہ ورحمة للعالمین و تشریع لامته .

۳۔ ہاں اگر وہ آدمی عمر کا کام زکوٰۃ نہ دے تب بھی کرنا ہے تو عمر اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دے سکتا ہے یعنی خدمت کا عوض نہ سمجھے اس لئے کہ کسی کی خدمت کرنا جواز زکوٰۃ کے لئے مانع نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۷ میں ہے وکذا ما يدفع الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرہا بنیت الزکوٰۃ کذا فی معراج الدراية .

۴۔ ہاں وہ بنک سے ملا ہو سودی روپیہ خود استعمال نہ کرے بلکہ کسی غریب یا محتاج کو دے دے مگر یہ نہ سمجھے کہ صدقہ ہے اور ثواب ہو گا بلکہ اپنے سر سے اس بلا ٹالنے کے لئے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ رجب المرجب ۸۳ھ ۱۴۱۲ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس قبلہ و کعبہ الحجاج اباجی صاحب بزرگوار کاظم البیہ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ :- کے بعد نہایت عاجزانہ التجار کہ بندہ حضو کی خدمت اقدس میں خط نہ لکھنے کی خط سے معافی مانگتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بندہ جب

حضور کے حاضر ہوا تھا تو ایک مہینہ رخصت پر رہا اور حتمی ارادہ تھا کہ مری کے علاقہ میں نہیں رہو گا لیکن ان کے پے درپے خطوں نے جانے پر مجبور کر دیا۔ جب بھگواڑی پہنچا تو حالات دگرگوں بن گئے یعنی جس آدمی کو پیچھے نمازوں اور جمعہ کے لئے چھوڑ گیا تھا مسجد پر قبضہ جانے کی کوشش کر رہا تھا اور عوام کی اکثریت اس کے خلاف تھی۔ جب بندہ پہنچا تو اس نے مخالفت پہلو اختیار کیا اور بدر صاحب کا سخت مخالفت بن چکا تھا اور اس نے اپنی مکمل پارٹی بنالی ہے۔ بندہ کا پہلے اس کے خیال تھا کہ لاہور آجاؤں لیکن اب بھگواڑی رہنے کا ارادہ ہے اور اسے شکست دینے کا بھی ارادہ کر چکا ہوں بندہ کی فتنہ بندی کی بنیاد حضور کی دعائیں ہیں ورنہ معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔

باقی ایک مسئلہ میں بندہ کے ساتھ ان کی شدید جھڑپ ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ کھانی جائز ہے یا نہیں، اس نے کہا ہے کہ جائز ہے اور اس کے اتحادی باقی مولوی صاحبان اس کی تائید کرتے ہیں حوالہ دیتے ہیں قہستانی کا اور دوسری اور کتابیں ہیں۔ بندہ نے کہا مطلقاً نہیں جائز اور قہستانی کا اگر سچا حوالہ بھی ہو تو میں ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ یہ موضوع روایت کا جامع ہے بندہ کی تائید ایک دیوبندی مولوی نے کی، بہر کیف نزاع کافی حد تک پھیل چکا ہے اور بندہ بالکل مضبوط ہے، یہ پتہ نہیں کہ سچ پر ہوں یا باطل پر، دل کہتا ہے کہ حق پر ہوں بعدہ آداب السلام عرض۔ پتہ نہیں قبیلہ بندہ کی تمام زندگی میں مخالفت ہی مخالفت ہے اب تک اتفاق کا چہرہ نہیں دکھائی دیا، اگر اسی طرح رہا تو یہ کام چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ بعدہ بندہ کی طرف سے تمام اساتذہ کرام کی خدمت میں السلام علیکم قبول ہو۔

راقم الحروف صابر علی دُؤ

مولانا بدر صاحب و مولانا فلک شیر صاحبان سلام عقیدت پیش کرتے ہیں اور آقا تخریر میں غلطیاں بہت، پردہ پوشی فرمائیں، ہماری تخریر حضور کی خدمت میں حاضر

کرنے کے لائق تو نہیں لیکن اور کوئی وسیلہ نہیں۔ بندہ کی طرف سے صاحب زادہ
محمد محب اللہ اور چوپدری صاحب، خورد و کلاں کی خدمت میں نہایت عقیدت مندانہ
السلام علیکم قبول ہو۔



عزیز القدر غریزی مولانا صابر علی خاں صاحب ربہ تعالیٰ و نصرہ علی جمیع اعدائہ
علیکم السلام و رحمتہ و برکاتہ : بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ مدت کے بعد
تمہارا خط پہنچا، اچھا ہے وہیں دین کی خدمت کرو، اللہ تعالیٰ حق کو فتح عطا فرمائے۔
یہ مسئلہ صحیح ہے کہ بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے، ظاہر الروایہ فقہ
حنفی کی یہی ہے کسی ضعیف روایت سے حرام، حلال نہیں ہو سکتا، حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حضور کے فرمان کے برخلاف کس کی بات معتبر ہو سکتی ہے؟
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہت بڑی جماعت اس عنہوں کی حدیثیں حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جن میں یہ حضرات حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ، حضرت
امام حسین، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن
عبدالطلب، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت معاویہ
بن حیدرہ قشیری، حضرت ابورافع، حضرت ہرمز یاکیسان، حضرت بریدہ الہمی، حضرت ابویعلیٰ،
حضرت ابوعمیرہ رشید بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن علقمہ، حضرت عبدالرحمن
بن ابی عقیل، حضرت ام المؤمنین سدیقہ بنت الصدیق، حضرت ام المؤمنین ام سلمہ، حضرت
ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین داخل ہیں، اختصاراً صرف مسلم شریف



(مطبوعہ رشیدیہ دہلی) کتاب الزکوٰۃ ج ۱ ص ۳۵ سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے کہ حضور
 پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان هذه الصدقات انما هي
 او ساخر الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی کتب فقہ میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۲۵، فتاویٰ
 سراجیہ ص ۲۸، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۲، بدائع صنائع ج ۲ ص ۴۹، کنز الدقائق بحر الرائق
 ج ۲ ص ۲۴۶ وغیرہا کتب مذہبِ مہذب حنفیہ میں ہے والنظم من البحراى
 لا يجوز الدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لا تحل لنا الصدقة
 اور اس مسئلہ میں ائمہ مذاہبِ حقہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعین کا اتفاق و اجماع ہے میزان
 شعرائی ج ۲ ص ۱۴، رحمة الامة ج ۱ ص ۱۲۸ میں ہے والنظم من المیزان اتفق
 الائمة الاربعۃ على انه لا يجوز اخراج الزکوۃ لبنا مسجد او تکفین میت و
 اجمعوا على تحريم الصدقة المفروضة على بنی ہاشم الخ

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا

محمد وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

لہذا آپ آئمہ کے لئے بھی بالکل مضبوط رہیں کہ یقیناً سچ پر ہیں، مخالفت سے گھبرانا
 نہیں چاہئے، کام چھوڑنے سے مخالفت برگز نہیں چھوڑتی جو بھی نیا کام کر دے جسے کہ
 ہل چلا دے تو پھر بھی مخالفت ہو سکتی ہے جو دلوؤں کا قومی کام ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دعائیں
 پہنچتی رہیں گی، کیا دارالعلوم کے لئے بھی کچھ ہو سکتا ہے یا بوجہ مخالفت مشکل ہے؟ بد حسب
 اور فلک شیر صاحب سے سلام محبت، آپ نے غلطی کی ہے کہ اپنا پتہ نہیں لکھا لہذا بد حسب
 کی معرفت بھیج رہا ہوں۔

والسلام

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ شعبان معظم ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں :-

- ۱۔ زکوٰۃ لڑکی اور داماد کو جائز ہے ؟
 - ۲۔ بہن اور بھائی کو جائز ہے ؟
 - ۳۔ انگریز سے جو سود بنک کے ذریعہ سے وصول ہوا اس کا خرچ نیک کاموں میں جائز ہے ؟
 - ۴۔ قرضدار کو قرض بعوض زکوٰۃ معاف کیا جائے تو زکوٰۃ جائز ہے خواہ قرضدار پر کتنا قرض ہو ؟
 - ۵۔ اور زمین سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے کیا اس میں زکوٰۃ ہے ؟
- سائل : شہاد خاں صاحب ازبٹک ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ



- ۱۔ لڑکی کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اور داماد کو جبکہ مصرف زکوٰۃ ہو، جائز ہے ۔
- ۲۔ بہن اور بھائی مسکین و فقیر کو جائز ہے ۔
- ۳۔ انگریز سے جو سود بنک کے ذریعہ لیا وہ حقیقتہً سود نہیں بلکہ مالِ موزی نصیب غازی ہے اور جیسے غازی مالِ فہیت ہر نیک کام میں خرچ کر سکتا ہے ایسے ہی یہ روپیہ

انگریز سے لیا ہوا بھی خرچ کر سکتا ہے۔

۴۔ قرض دار کو قرض بعد از زکوٰۃ معاف کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے خواہ قرض کتنا ہی ہو مگر صرف اس قرض کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے جو معاف کیا دوسرے اموال کی نہیں۔

۵۔ اگر زمین خراجی نہ ہو، جیسی ہمارے ملک کی زمینیں ہیں تو اس زمین کے غلہ میں زکوٰۃ لازم ہوتی ہے بارانی اور مفت کے غلہ سے سوا حصہ زکوٰۃ ہے اور کنوئیں یا خریدے ہوئے پانی سے پیر کے تو بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

صدر الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مستند دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ

۲۱/۸

الاستفتاء

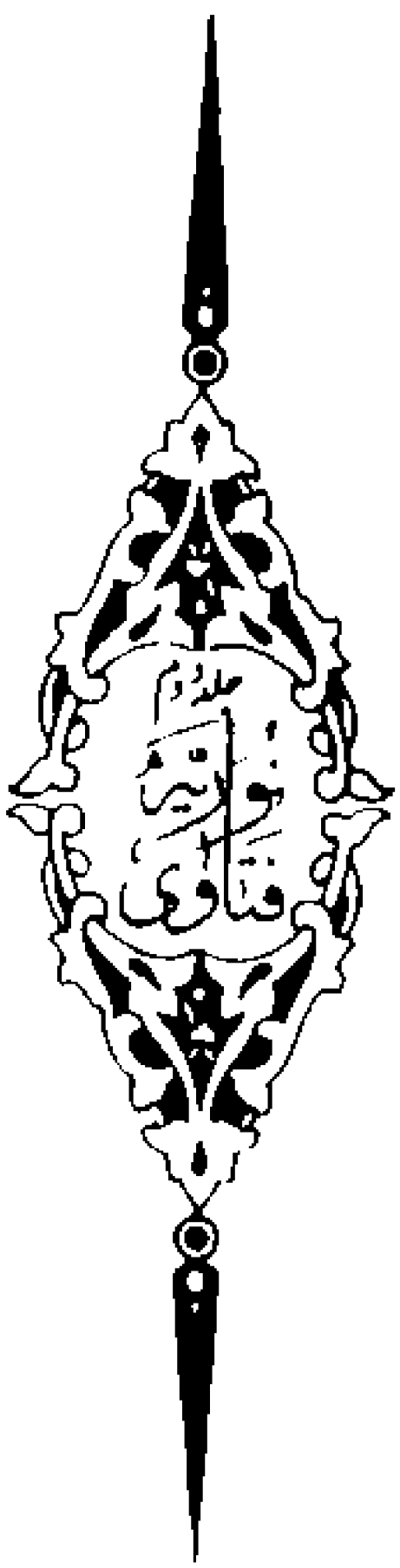
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین انہیں کہ زکوٰۃ کے مستحق کون

ہیں

ببینوا تو حبروا۔



حضرت مولیٰ تعالیٰ عزوجل کا فرمان والا شان ہے انما الصدقات
للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمولفۃ قلوبہم سحر وفی
اسرقاب والغرۃمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضنت من
اللہ واللہ علیم حکیم ہ پارہ دہم رکوع ۱۴ " زکوٰۃ تو انہی لوگوں کے لئے ہے
محتاج اور نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی
جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ مقررہ
کیا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم وحکمت والا ہے : یہ آٹھ قسم ہیں ان سے نمبر چہارم بہ اجماع
صحابہ کرام حکم حدیث شریف ساقط ہو گیا کہ جب مولیٰ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ شکوت عطا
فرمایا تو اس کی ضرورت نہ رہی کہ کچھ دے کہ ان کے دل بہلائے جائیں ، تیسرا اور پانچواں
نمبر ہمارے ملک میں موجود نہیں اور قرضداروں سے مراد وہ ہیں جو بغیر کسی گناہ کے
بتلائے قرض ہوئے اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کر دیں ، انہیں ادائے
قرض میں مال زکوٰۃ سے مدد دی جائے ، مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس مال
نہ ہو ، طالب علم اہل سنت والجماعۃ نمبر اول و دوم و مغتہم میں داخل ہیں اور زیادہ تر مستحق ہیں کہ اس
پر فتن دور میں دین متین کے جاننا زو حامی ہیں طالب علم شرعی کے استحقاق قومی کی اہمیت
تیسرے پارے کی اس آیت میں بھی نمایاں طور پر ثابت ہے جو اصحاب صفہ (نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طالب علموں کے حق میں نازل ہوئی ، ارشاد ہوتا ہے للفقراء
الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یتطیعون ضربا فی الارض



یحسبہم الجاہل اغنیار من التعفف الایۃ (پارہ سوم رکوع پنجم) یعنی
ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے ہیں زمین میں چل نہیں سکتے (کہ چل کر کسب
معاشر کر سکیں) نادان انہیں تو نگہ سمجھے (سوال سے) بچنے کے سبب :
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ علی
حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر الوبال خیر محمد نور اللہ مفتی القادری نورہ ربہ وقواہ علی کل غبی وغوی

۱۵ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ

الاستفتاء

باسم المجدید یفعل اللہ ما یرید، بگرامی قدر جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : بدیۃ سنت خیر الانام بعد خیریت جانین خدا

سے مطلوب، مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب دے کہ عند اللہ اجر حاصل کریں :-

۱۔ حضرت زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتول کے سوا دوسری بیویوں سے جو اولاد علی کرم اللہ

وجہ علی ہے وہ علوی سید کہلا سکتے ہیں یا نہیں ؟

ب۔ قطب شاہ بغدادی علوی کی اولاد (اولاد بنی ہاشم) فاطمی رشتوں سے آپس میں

رشتے ملتے کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

ت۔ ایک شخص کہتا ہے کہ علوی سید کہلا نا جرم ہے حالانکہ ارشاد الہی ہے ادعوہم

لأبائہم۔

ج۔ علوی سید کہلانے والا آدمی خود اعلان کرتا ہے کہ بجائی فاطمی سید تو خود مطلق سید



لکھتا ہے اور غیر فاطمی علوی سے مشتق ہوتے ہیں مگر دونوں حضرات پر صدقات و زکوٰۃ حرام ہیں بوجہ قرابت خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر وہ ایک اکیلا آدمی رٹ لگاتا ہے کہ جو علوی ہو کر سید کہلائے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہر سہ جزئیات کا جواب مدلل طور پر لکھیں، بدینہ و توجروا۔ جواب سے جلدی مستفید کریں۔

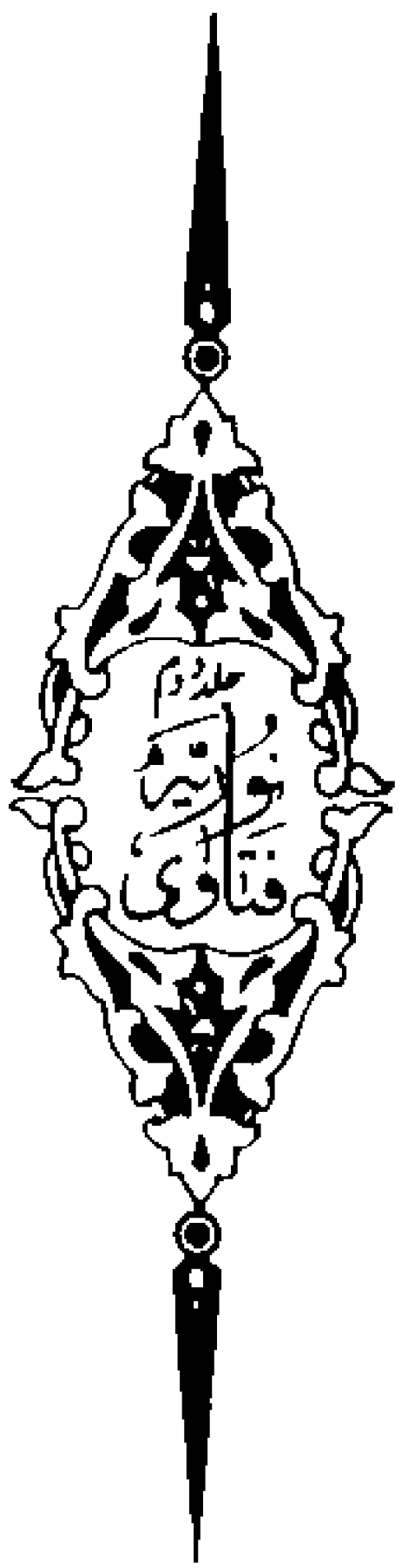
پتہ: حکیم مولوی محمد اعظم خطیب جامع مسجد مقام چکوارہ ڈاک خانہ خاص

ضلع میرپور آزاد کشمیر

جوابی لغت رسالہ خدمت ہے لہذا سر بانی فرما کر جلدی جواب دیوں۔



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :- سید کا لفظ لغت عرب کے لحاظ سے بڑا عام ہے حتیٰ کہ کافروں پر بھی بولا جاتا ہے، قرآن کریم میں عزیز مصر کو سید فرمایا گیا ہے الفبا سید ہالیدی الباب مگر آج کل پاکستان وغیرہ چند ممالک کی اصطلاح میں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کو کہا جاتا ہے جو حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی اولاد ہے۔ دستور العلماء ج ۲ ص ۱۹۳ میں ہے السید بفتح الاول والثانی المشدد الرئيس كما يقال سيد القوم ای رئیسہم ثم غلب فی من کان من اولاد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لہ عرب ممالک میں ان حضرات کو شریف کہا جاتا ہے بہر حال یہ ایک اصطلاحی چیز ہے اس اصطلاح کے لحاظ سے تو غیر فاطمی حضرات سید نہیں بن سکتے، ہاں اگر کوئی نئی اصطلاح بن گئی ہو یا بنائی جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اصطلاح جدید سے شرعاً مانعت نہیں آئی مگر موجودہ



اصطلاح کے لحاظ سے پرہیز ضروری ہے اگرچہ وہ علوی کی قید یا حیثیت سے سید کے جائیں مگر عوام الناس کے لئے ضرور دھوکا لگتا ہے جو ادعوہم لا بائہم کی خلاف ورزی کے حدود میں پہنچا سکتا ہے ہاں نرا علوی کہلائیں یا شاہ صاحب کہلائیں تو یہ ہو سکتا ہے مگر وہ بھی جبکہ تکبر کی نیت سے نہ ہو ورنہ کون نہیں جانتا کہ تکبر وغرور حرام ہیں اور جہنم میں پہنچانے والے ہیں، قطب شاہ صاحب بغدادی کی اولاد کہلانے والوں کے متعلق مجھے معلوم نہیں اگر وہ واقعی بنی ہاشم سے ہیں تو رشتے ملتے ہو سکتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری ہے فقر لیث بعضہم اکفای بعض اور زکوٰۃ بھی واقعی ان پر حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری ص ۹، میں ہے ولا یدفع الی بنی ہاشم وھم الی علی وال عباس وال جعفر وال عقیل وال الحارث بن عبدالمطلب کذا فی الھدایۃ اور اگر بنی ہاشم سے نہیں تو پھر یہ حکم بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صوۃ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمیٰ غفرلہ

الاستفتاء

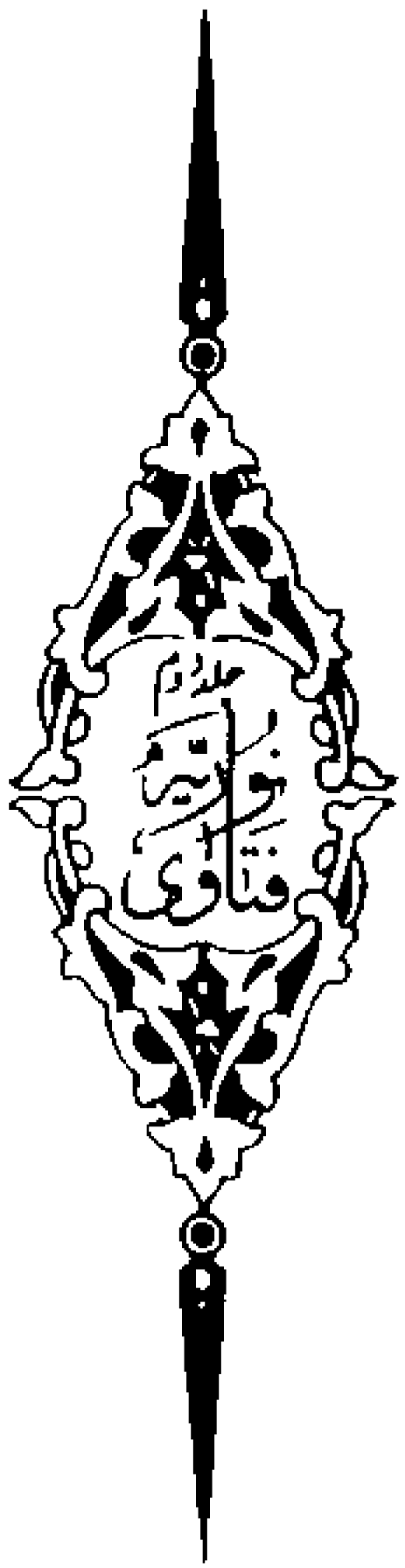
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس حج کے لئے نصف سے زائد روپیہ ہے اور باقی کمی ہے۔ مبینا و توجروا۔

السائل : نور محمد کپتن





اگر واقعی حج کو جا رہا ہے تو دینا جائز ہے قرآن کریم میں ہے فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں زکوٰۃ دینی جائز ہے اس میں طالب علم غازی حج کرنے والا جس کے پاس حسب ضرورت خرچ نہ ہو، سارے داخل ہیں، ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے شامی ج ۲ ص ۸۴ میں ہے قد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔



عزہ الغفر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

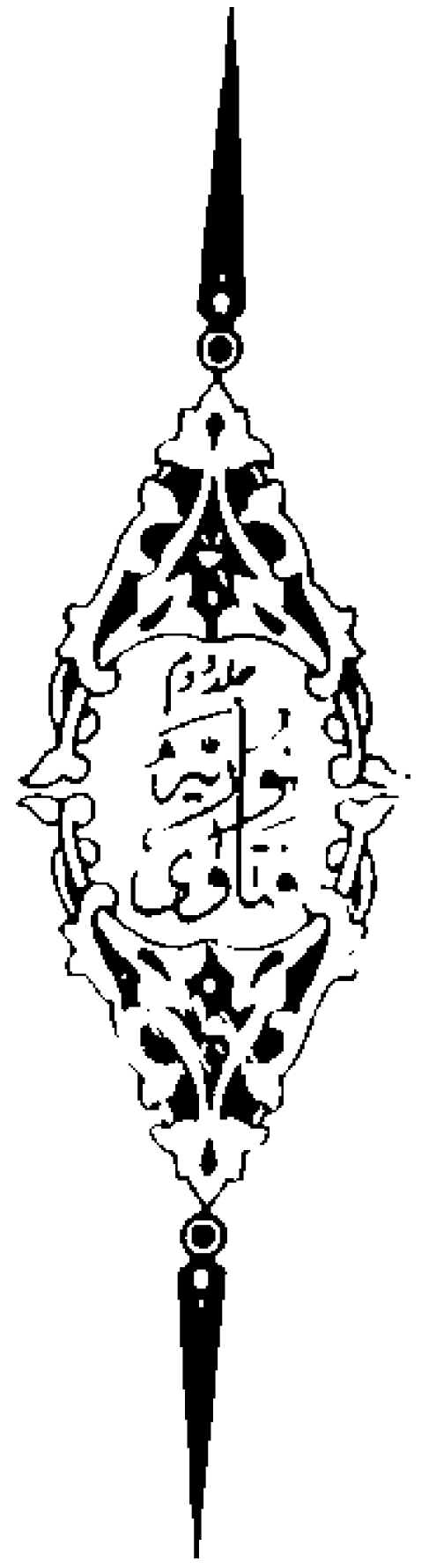
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ بھنگی اور شرابی کو مال زکوٰۃ کا دینا یا مال زکوٰۃ کا پیڑا کھانا لیکر دینا جائز ہے یا نہیں اس مسئلہ کو بحوالہ کسی کتاب مستند کا تحریر کریں۔

خیر اندیش قدیم عبدالکریم بعلم خود از حجرہ شاہ مقیم



ایسے شخص کو زکوٰۃ دینی لائق نہیں جس کے متعلق معلوم ہو کہ بے جا اور گناہ میں خرچ کرے گا۔ طحاوی علی المراقی ص ۳۵، فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۱۱ میں ہے والنظم من الطحطاوی لا ینبغی دفعها لمن علم انہ ینفقها فی سرف او معصیۃ بلکہ عموماً یہ لوگ بدعتی اور شریعت کے چور ہوتے ہیں، ایسے کو دینا منع ہے۔ تنویر الابصار متن در المختار میں ہے جو متون معتبرہ سے ہے ج ۲ ص ۹۲ مع الشرح والحاشیۃ لا یمحوز صرفہا لاهل البدع اقول وقد قررہا العلانی والشامی فی الغالی بلکہ قرآن کریم کا فرمان ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ تو ان لوگوں کی امداد کرنا گناہ ہوا۔ اور بجز الرائق میں ہے لانه اعانة علی الحرام اور یہ وجوہ مانع عین مال زکوٰۃ اور کپڑا وغیرہ اس کے معاوضہ میں دینے کو شامل ہیں وذا بین من ان ینین ووضح من ان یدھن وهو الموفق والہادی۔ وصلى الله على حبيب واله وصحبه وبارك وسلم الى يوم التنادی بل ابد الابادی۔



عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

سہ ہشتاب اکبرہ لکچر ۱۳۴۵ھ



الاستفتاء

بنام جناب حاجی محمد خلیل محمد جمیل صاحبان اطمینان شیم منگمری
آپ نے مسئلہ دریافت فرمایا ہے کہ آیا ایسے پرائمری سکول کے مدرس کو بطور
مشاہرہ رقم زکوٰۃ دینی جائز ہے جس میں امر اور غر بار کے لڑکے پڑھا کرتے ہیں تو جواب
یہ ہے کہ :



مال زکوٰۃ بطور تنخواہ دینے سے چونکہ معاوضہ بنے گا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اگر
زیادہ ضرورت دلائل ہو تو مطلع فرمائیں بفضلہ و کرم تعالیٰ لکھ کر بھیج دئے جائیں گے
مگر میرے خیال میں یہ ایک دلیل ہی کافی ہوگی اور کارڈ پر آیات و احادیث شریفہ کا لکھنا
بھی اچھا نہیں لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں، والسلام

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

الاستفتاء

ہائی سکول حجرہ جو کہ پہلے پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک اکمٹا تھا چند دن ہوئے گورنمنٹ کی طرف سے پرائمری سکول علیحدہ کر دیا گیا ہے جس کے حصہ میں بالکل عمارت نہیں ملی صرف بورڈنگ ہی ملا جس میں کمرہ صرف ایک ہی تھا چونکہ پرائمری سکول کے لئے کمرے کی ضرورت محسوس ہونے کی وجہ سے خیال کیا کہ آیا اس عمارت کے لئے پرائمری سکول کو زکوٰۃ فنڈ دے سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

مستفتی: محمد رمضان، نور حسن دوکانداران حجرہ شاہ مقیم



پرائمری سکول کی عمارت کیا مسجد کی عمارت میں بھی زکوٰۃ فنڈ نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور تمام کتب مذہبیہ میں مسطور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحاب وسلم۔

عزہ النعیر البرا الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بروز اتوار

الاستفتاء

مرشدی و مولائی و والدی قید و کعبہ الحاج حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ رحمہ اللہ ایضاً مدظلہم العالی
السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ : بعد از ادا کئے آداب نیاز مندانہ عرض سلام خیریت بنائیں
از درگاہ ایزدی نیک مطلوب المرام ایٹمہ :
۱۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق کے ملک کرنا شرط ہے مگر عموماً مدرسہ کی رسید کاٹ
دی جاتی ہے اور مدرسہ کے کھاتہ میں رقم جمع ہو جاتی ہے، اصل مستحق جو طلباء ہیں ان کے
ملک نہیں کی جاتی، اس کی کیا صورت ہے ؟
مفصل مسئلہ بمع حوالہ جات کتب سے مستفیض فرمائیں۔
۲۔ نحر کا سنت طریقہ کیسے ہے ؟

السائل

رشید احمد نوری از تونسہ بیراج



۱۔ واقعی زکوٰۃ میں تمہیک شرط ہے مگر آپ کو یہ کس لئے کہا کہ طلباء کے ملک نہیں کی جاتی
ہے، بفضلہ و کرمہ تعالیٰ دارالعلوم میں زکوٰۃ یا کوئی ایسی رقم آئے جس میں تمہیک شرط ہے
تو وہ مستحق طلباء کے ملک ضرور کی جاتی ہے اور طلباء اپنی رضا سے دارالعلوم کے ملک

کر دیتے ہیں پھر وہ رقم دارالعلوم کے کھاتہ میں جمع ہوتی ہے، اس چیز کی نہایت احتیاط کی جاتی ہے، ہمارے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسی صورت میں زکوٰۃ فقیر کے ملک کی جائے اور فقیر اپنی خوشی سے دیدے تو جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۴

ص ۳۷۷ اور شرح الاشباہ للمحموی ص ۶۱۳ میں ہے وكذلك في جميع ابواب البر التي لا يقع بها التملك كعمارة المساجد وبناء القنطر والسرباطات لا يجوز صرف الزكاة الى هذه الوجوه والحيلة له ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المساجد والقنطرة. اور شامی ج ۲ ص ۱۶ میں ہے وقد يقال ان ثواب التكفين (وغیره) يثبت للسزكى ايضا لان الدال على الخير كفاعله وان اختلف الشراب كتما وكيفا قلت واخرج السيوطي في الجامع الصغير لو مرت الصدقة على يدي مائة لكان لهم من الاجر مثل اجر المبتدي من غير ان ينقص من اجره شيء.

۲۔ نحر کا یہ طریقہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کیا جائے اور اگلا پاؤں باندھ دیا جائے اور نیزہ گردن کے اگلے حصے پر مار کر رگیں کاٹی جائیں، اس کا ذکر قرآن کریم سورۃ الحج شریف کی آیت والبدن جعلناہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف میں ہے۔ ترجمہ اور تفسیریں نکال کر دیکھ لیں اور احادیث شریفہ میں بھی اس کا ذکر ہے اور کتب فقہ میں بھی۔ آپ نے زکوٰۃ کا لفظ ذال سے لکھا ہے حالانکہ ذار سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه وبارك وسلم.

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ، ۱۴۰۱ھ لفقہ المبارکہ ۱۳۸۸ھ ۲۶



الاستفتاء

بگرامی خدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دارالافتاء دارالعلوم بصیر لوہ

حضرت والا، السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ، عرض آنکہ :

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ این مسئلہ کہ عقیقہ کے طور پر گائے قربانی کے حصص کے شمول کے علاوہ باقی سال بھر میں ذبح کردہ ناجائز بے یا نہیں؟ اگر گائے قربانی کے علاوہ دیگر ایام میں بطور عقیقہ پوری کی پوری ذبح کی جائے تو شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم صاحب نے قربانی کے شمول کے علاوہ گائے کا عقیقہ دیگر ایام میں کرنا ناجائز قرار دیا ہے، شرع شریف کی روشنی میں اس کا حل درکار ہے۔

۲۔ گائے کا عقیقہ ناجائز خیال کرتے ہوئے بکروں کا عقیقہ کیا جاوے اور بکرے

مخصوص قربانی کے لئے پال رکھے ہوں تو بکروں کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ صدقہ کے بکرے کا گوشت صدقہ دینے والا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

احقر شبیر احمد عفی عنہ چیچہ وطنی مکان ۱۸۱۳ بلاک ۱۲ ضلع مظفری ۶۴۶۲۶



حضرت مولانا صاحب وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ :-

۱۔ ہاں دیگر ایام میں بھی گائے کا عقیقہ جائز ہے، صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث کی

مرفوع و صحیح حدیث میں ہے اھریقوا عن دما (ترجمہ: بہاؤ (ذبح کرو) بچہ کی طرف سے کوئی خون (کسی جانور کا عقیقہ کرو)۔ یہ امر اہراق قید وقت سے مبرا ہے تو جمیع اوقات کو شامل ہوگا اور یونہی دما بھی مطلق ہے تو جنس قربانی کے جمیع حیوانات پر صادق آئے گا تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ گائے کا عقیقہ مطلقاً جائز ہے اور یہی جہو کا مذہب ہے۔ قسطلانی علی البخاری ج ۸ ص ۲۸۲ میں ہے والجمہود علی اجزاء الابل والبقرا ایضاً الحدیث عند الطبرانی عن انس مرفوعاً یعق عن من الابل والبقر والغنم (ترجمہ) جمہود کے نزدیک اور گائے بھی کفایت کرتے ہیں بسبب ایک حدیث کے جو طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عقیقہ کیا جاوے بچہ کا اونٹ اور گائے اور بکری سے اور یونہی فتح الباری شرح بخاری ج ۹ ص ۴۸۷ میں بھی ہے بزیادة وابی الشیخ بعد الطبرانی تعجب ہے کہ یہی اطلاق جواز تو قربانی کے دنوں میں جواز کی دلیل ہے مگر آپ کے عالم صاحب الٹے یہ فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں جائز نہیں یعنی اطلاق جواز کے قائل نہیں تو ان پر لازم ہے کہ خصوص جواز کی دلیل پیش کریں حالانکہ ایسی کوئی دلیل ہے ہی نہیں بلکہ مجھے تو تمام عالم میں ایسا کوئی عالم معلوم نہیں جو ایسی تخصیص کا قائل ہو شاید آپ کے عالم صاحب کیسے عالم ہیں!

۲۔ ایسے خیال سے بچہ ضروری ہے کہ یہ جمہود ائمہ و مشائخ اسلام کے خلاف ہے اور قربانی کے مخصوص بکرے چونکہ قربانی کے لئے ہی مخصوص ہیں تو عقیقہ میں ذبح نہ کئے جائیں۔

۳۔ عام عقیقہ کا گوشت عقیقہ کرنے والا کھا سکتا ہے ہاں اگر مذہب شرعی کی بنا پر عقیقہ کرے یا کوئی اور واجب و فرض صدقہ ادا کرتے ہوئے بکرا کرے تو ہرگز نہ کھائے بلکہ صرف فقراء و مساکین کو ہی کھلائے کہ یہ ان کا ہی حق ہے۔



واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وصلى الله تعالى على خير خلقنا
محمد وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔

مفتی الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انصاری غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی شریف ۱۳۸۴ھ

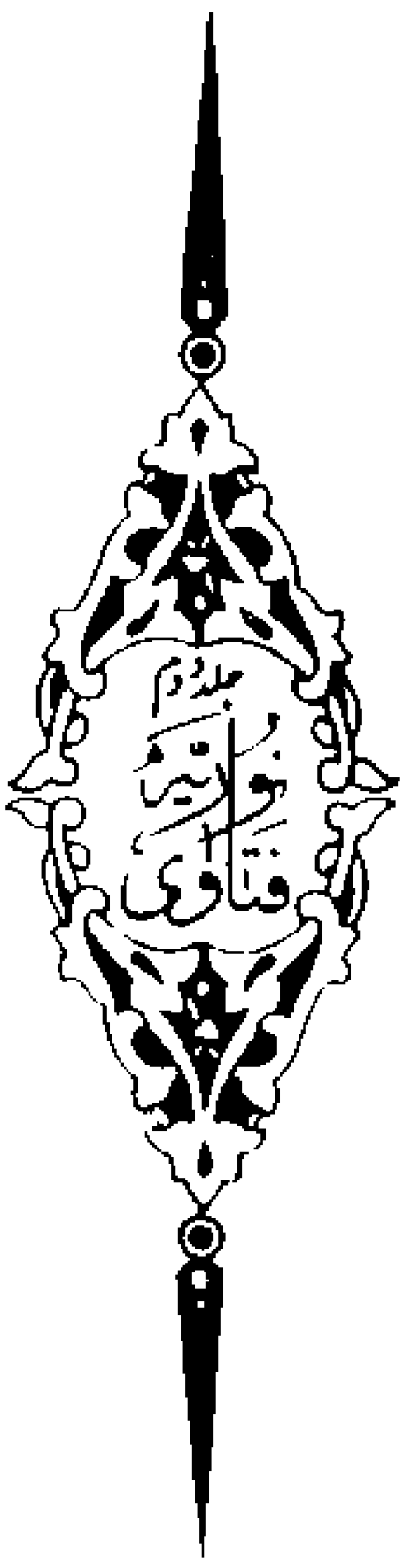
۲۹/۶



عشر

باب العشر

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع متین اندر اس مسئلہ کہ :

۱۔ چاہی زمین اور نہری زمین یعنی جس کو نہری پانی تمام سال ملتا رہتا ہے اور جس کو چاہی زمین کو اُن کا پانی ملتا رہے اور چھ ماہ کے بعد نہری بھی مل جائے اس کے عشر کے متعلق بتائیں ہمیں کتنا لگتا ہے؟ کیا جو فصل پک کر تیار ہو جائے اور اس کی بٹائی کی جائے خواہ نہری ہو یا چاہی ہو کیا اس کا بھی عشر کتنا دیا جاتا ہے یا کہ کچا فصل مثلاً چارہ جو بھینس کو چرایا جائے یا دیسے اس کی رقم نہ فروخت کر کے لی جائے ویسے ہی کچا فصل ہی ویسے بانٹ یا چارے کے موافق کھلایا وغیرہ جائے، کیا عشر دیا جائے گا یا نہیں؟

۲۔ عشر جس فصل یا فصل کی رقم کا دیا جائے اور اس رقم کی زکوٰۃ بھی نکالی جائے گی خواہ عشر والی رقم کو سال ہوا ہو یا کہ نہیں، عشر کی رقم کس طرح خرچ کرنی چاہئے اور کس

کس آدمی کو یا رشتہ داروں میں کس طرح دی جاتی ہے، کون کون سے رشتہ داروں کو جو کہ غریب ہوں یا عشر مسجد یا مسجد کی کسی جگہ یا کوئی ایسی جگہ یہاں نہ دیا جاتا ہو، اس سے مطلع فرمائیں بیسوا تو جروا۔
 سلطان حاجی محمد الدین محمد رمضان دوکانداران حجرہ شاہ مقیم ضلع منٹگری۔



چونکہ ہمارے یہاں نہری پانی قیمت سے ملتا ہے لہذا نہری اور چاہی کھیتی کا ایک ہی حکم ہے، گندم، جو، دھان وغیرہ ہر فصل کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ دینا پڑتا ہے، پکا فصل اٹھائے یا کچا ہی جانوروں کو چارے کی صورت میں کھلائے یا فروخت کر دے اور اگر مزارع کو بٹائی پر زمین دی ہوئی ہے تو زمیندار اپنے حصے کا اور مزارع اپنے حصے کا دس عشر میں قیمت بھی دی جاسکتی ہے مثلاً ایک من گندم دینی پڑی تو اس کی قیمت نہ خصال کے حساب سے نقدی وغیرہ کی صورت میں دے سکتا ہے، عشر اور زکوٰۃ دونوں کا ایک ہی حکم ہے، ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بیوی یا خاوند کو دینا جائز نہیں اور اسی طرح اولاد اور اولاد کی اولاد کو بھی نہیں، باقی غریب رشتے دار کو دے سکتا ہے بشرطیکہ اہل بیت کرام نہ ہوں کہ مال زکوٰۃ میل کچیل ہے اہل بیت کرام کے لائق نہیں اور مسجد پر بھی نہیں لگا سکتا۔

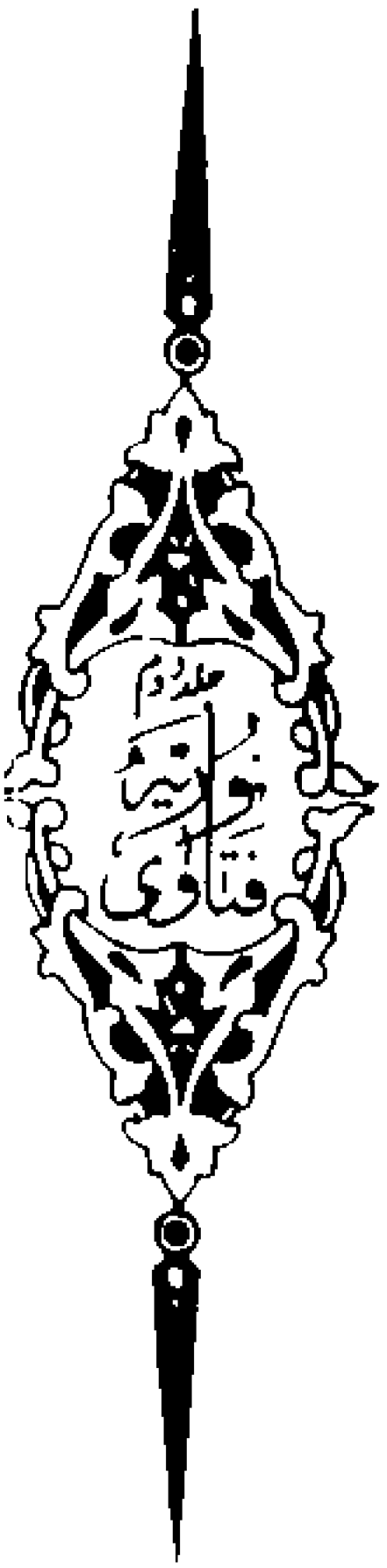
آپ کے سوال میں جس عبارت پر لکیر کھینچ دی ہے وہ سمجھ نہیں آتی لہذا اس کا جواب نہیں لکھ سکا، سوال ہمیشہ صاف صاف اور سادہ الفاظ میں ہونا چاہئے اور زیادہ

مسائل کا اکٹھا سوال بھی نہیں چاہئے کہ اتنی فرصت نہیں کہ ایک وقت میں سب کا جواب دیا جاسکے بدیں وجوہ آپ کے پہلے سوالوں کے جواب اب تک نہیں دے سکا ہوں آپ کا وہ کاغذ اور لفافہ بھی واپس کر رہا ہوں جس جس مسئلہ کی ضرورت ہو اکیلا اکیلا لکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وسلم۔

صلوٰۃ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۷ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ



الاستفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم ط محمد و نصلى على رسوله الكريم

مخدمت اقدس حضرت مولانا المعظم والمكرم دامت برکاتہم العالیہ

پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ کیا ارشاد ہے علمائے دین کثر ہم اللہ تعالیٰ و نصر ہم واید ہم وابد ہم کا اس مسئلہ میں کہ کیا زکوٰۃ ہے ایسی کھیتی کی جس کو کھاد و سہاگہ جیسی نہروں کا پانی دیا جاتا ہے اور اس پانی کی قیمت (آبیانہ) ادا کی جاتی ہے، مبینوا توجروا۔

السائل العبد محقق محمد مصنان نوری غفرلہ



ہاں نصف عشر لازم ہے کہ اس میں بھی کثرتِ مؤنہ ہے، علامہ علاؤ الدین علیہ الرحمہ نے درالمختار ج ۲ ص ۶۹ مع الشامی میں شوافع سے نقل کرتے ہوئے برقرار رکھا و فی کتب الشافعیۃ اوسقاه بمارا شترہ وقواعدنا لاتأباه پھر عرف عام سے یہ معاملہ ثابت و صحیح ہو چکا ہے تو حکم وہی ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ بروز جمعۃ المبارک

الاستفتاء

قبلہ و کعبہ دارین حضرت مولانا صاحب مولوی نور اللہ صاحب مدظلہ العالی بعد از آداب و تسلیمات خیریت و عافیت آن ذات ستودہ صفات از درگاہ مجیب الدعوات مرام نیک مطلوب المعروض اینکہ بندہ آنحضرت پر نور کا نہایت از تہ دل مشکور و ممنون ہے کہ عزیزم رشید احمد فرزندم آن ذات ستودہ صفات کے دائرہ بندگان میں داخل ہو کر نہایت متشرع اور نیک اطوار آنجناب سے مستفید و مستفیض ہو رہا ہے، آنحضرت کا پتہ مبارک

بھی تحریر کرو الیہ، انشاء اللہ بعد برداشتگی خرمین ہائے جناب کے درس اقدس میں حصہ عشر انشاء اللہ بھیجا جائے گا، نیز زندہ کے خاتمہ بالخیر کے لئے بھی اللہ میاں سے دعا فرمادیں۔

۲۔ چند ایک مسائل کا خدشہ بوجہ قلتِ فرصت کے رہتا تھا لہذا ان کے اجوبے ممنون و مشکور فرمادیں۔

مسئلہ نمبر ۱: سورہ متحنہ پارہ ۲۸ میں الآیۃ یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات ۱ یا یعنک الخ یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات الخ ہر دو آیت مبارکہ میں المؤمنات فاعل ہے جائ کا ہر دو فاعل مؤنث حقیقی ہونے کے فعل جاریہ کیسے مذکور استعمال ہوا ہے؟

مسئلہ نمبر ۲: جو اراضی مملوکہ اہل اسلام حکومت پاکستان ہیں، عشری ہیں یا خراجی؟
مسئلہ نمبر ۳: جو اراضی غیر مسلم اقوام فی الحال الاٹ منٹ حکومت نے مساجد بن کو کر دی ہیں وہ عشری ہیں یا خراجی؟ اگر عشری ہیں تو عشر مالکان عارضی پر ہے یا مزارعان پراور صاحب شارح در المختار معروف بالشامی نے تحریر فرمایا ہے کہ اراضی مملوکہ حکومت پر نہ عشر اور خراج مزارع پر ہے اور نہ حکومت پر۔

مسئلہ نمبر ۴: کیا عشر و زکوٰۃ فقیروں کے دربار پر لنگر ہیں جہاں امیر فقیر کو روٹی ملتی ہے اور فقیر خود متوفی ہیں، درست ہے دینا یا نہ، والسلام۔

العاض:۔ بند محمد حنیف معرفت شیخ محمد امین سو اگرچہ ہم منکیرہ خاص تحصیل بھکر ضلع میانوالی



۱۔ نحو کا قاعدہ ہے کہ حج ذکر سالم کے ماسواہر اسم ظاہر جمع کے لئے اسم ظاہر مؤنث

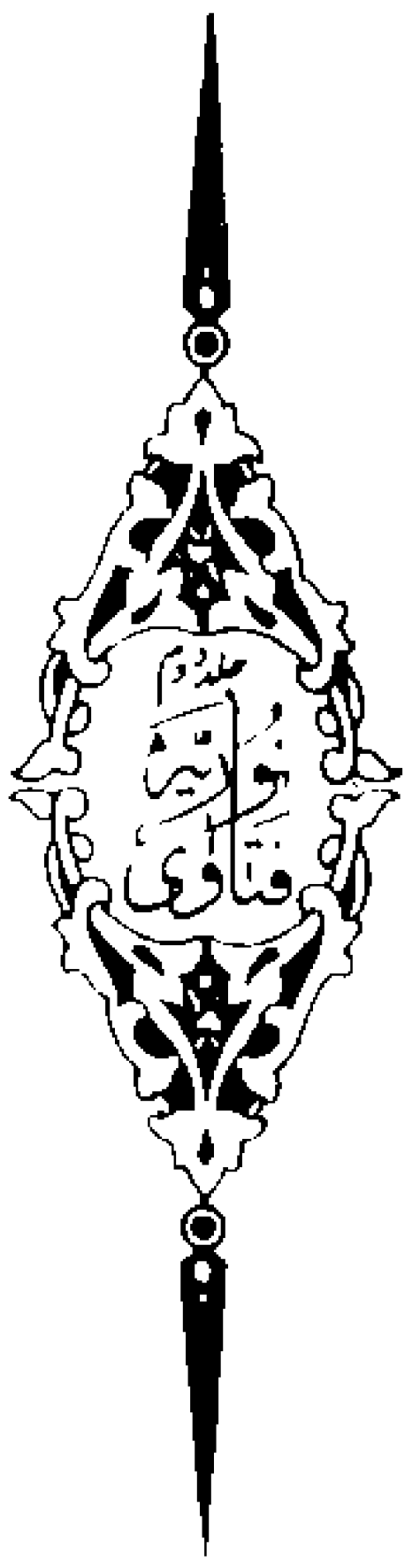
غیر حقیقی کا حکم ہے اس امر میں کہ تذکیر و تانیث فعل دونوں میں جائز ہیں، تذکیر اس لئے کہ وہ جمع ہے اور لفظ جمع مذکر ہے اور تانیث اس لئے کہ جماعت ہے اور لفظ جماعت مؤنث ہے اور یہ لحاظ نہیں کیا جاتا کہ مفرد حقیقتہً مذکر ہے تو جمع کے لئے فعل مذکر چاہئے یا مؤنث ہے تو فعل مؤنث چاہئے، کافیہ میں ہے وحکم ظاہر الجمع غیر المذکر السالم مطلقاً حکم ظاہر غیر حقیقی۔ شرح ملا جامی میں ہے مطلقاً ای سواہ کان واحده مؤنثاً نحو اذا جاءك المؤمنات او مذکراً نحو جاءت الرجال حکم ظاہر غیر المؤمنات الحقیقی فانت بالخیار ان شئت المحقت التاء به وان شئت ترکتها نحو جاءت الرجال وجاء الرجال۔ غایۃ التحقیق میں ہے مطلقاً ای سواہ کان واحده مؤنثاً حقیقیاً کالنسوة والمؤمنات او مذکراً حقیقیاً کالرجال و الجمال حکم ظاہر المؤمنات غیر الحقیقی فی جواز تذکیر الفعل و تانیثه نحو جاء الرجال وجاءت الرجال قال الله تعالى اذا جاءك المؤمنات وقال النسوة وقالت الاعراب وانما جاز فیہ الوجہان لانہما اول بالجماعۃ والجماعۃ مؤنث باعتبار اللفظ غیر مؤنث باعتبار المعنی فیجوز الوجہان عملاً بالاعتبارین۔ رضی اور تکریمہ عبد الغفور میں بالفاظ متقاربہ ہے وانما لم یعتبر التانیث الحقیقی الذی کان فی المفرد لان المجاز الطاریئ ازال حکم الحقیقی کما ازال التذکیر الحقیقی فی رجال۔

۲۔ ان ارضی سے غالباً وہ ارضی مراد ہیں جو مملکتِ پاکستان کے زمینداروں کی ملکیت ہیں تو ان کے متعلق یقینی طور پر یہ فیصلہ کرنا کہ اصل میں عسٹری ہیں یا خراجی بڑا مشکل ہے اس لئے کہ جب سلاطین اسلام نے پہلے پہل ہندوستان کے اس حصہ کو فتح کیا تھا تو یہ معلوم



نہیں ہو سکا کہ ان سلاطین نے کونسی صورت اختیار کی تھی صورتیں بکثرت ہیں بعض خراجی کی اور بعض عشری کی، پھر تغیر و تبدل مالکان سے بھی عشری و خراجی ہونے میں تغیر ہو سکتا ہے مبسوط ج ۳ ص ۳۷ میں ہے کل بلدة اسلم اهلها طوعا فهي ارض عشرية پھر فرمایا وکل بلدة افتتحها الامام عنوة وقسمها بين الغانمين فهي ارض عشرية لما بينا وكذلك المسلم اذا جعل داره بستانا او احيا ارضا ميتة فهي ارض عشرية الخ اور ج ۳ ص ۸۷ میں ہے وکل بلدة فتحها الامام عنوة وقهر اثم من بها على اهلها فهي ارض خراج اور ایہ ہی در المختار شامی، عالمگیری، بحر الرائق وغیرہا میں ہے اور جب یقینی طور پر بوجہ عدم واقفیت یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اصل میں عشری ہیں یا خراجی تو علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی ملکیت ایسی ارضی جن کے متعلق دلیل شرعی سے خراجی ہونا ثابت نہیں، حکماً عشری ہیں کہ آباد ارضی خراج یا عشر دونوں سے خالی نہیں ہو سکتیں اور مسلمانوں کے لائق عشر ہی ہے کہ اس میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۵۷۱، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۷۹، در المختار شامی ج ۳ ص ۳۵۱، مبسوط ج ۳ ص ۶، بدائع صنائع ج ۲ ص ۵۷۱ میں ہے والنظم لملك العلماء ان الاراضی لا تخلو عن مؤنة اما العشر واما الخراج والابتداء بالعشر في ارض المسلم اولى لان في العشر معنى العبادة وفي الخراج معنى الصغار مبسوط ج ۳ ص ۳، وغیرہ میں ہے والمسلم لا يبدا بالخراج حصيانه له عن معنى الصغار فكان عليه العشر، اور اگر اس سوال میں ایسی ارضی مراد ہیں جو کسی کی خاص ملکیت نہیں بلکہ براہ راست حکومت پاکستان کی ملوکہ ہیں تو وہ تحریر شامی والی صورت ہے اس کا حکم تیسرے نمبر کے جواب سے واضح ہے۔

۳۔ ارضی متروکہ غیر مسلم جو حکومت نے مہاجرین کو الاٹ کر دی ہیں، گو نام کے لحاظ سے عارضی ہیں مگر اکثر حقیقتہً مستقل ہو چکی ہیں اور مہاجرین باقاعدہ حقوق مالکانہ حاصل کر چکے ہیں



تو وہ عشری ہیں کہ خراجی ہونے کی دلیل نہیں۔ شامی ج ۳ ص ۳۵۲ اور ج ۳ ص ۳۵۳ ،
 بحر الرائق ج ۵ ص ۱۰۶ میں ہے ان الخراج ارتفع عن اراضی مصر لعودھا الی
 بیت المال نیز شامی ج ۳ ص ۳۵۱ میں ہے اذا قسم بین المسلمین غیر
 الغانمین فانه عشری لان الخراج لا یوظف علی المسلم ابتداء اور بعض
 اراضی متروکہ واقعی عارضی طور پر الاٹمنٹ میں اور مہاجرین کے ملک نہیں یا الاٹ کے لئے
 ٹینڈر کی صورت میں مسلم مزارعین کے زیر کاشت ہیں تو حسب القواعد وہ حکومت پاکستان
 کا ملک ہیں کہ بلا جہاد کے حاصل ہوتی ہیں، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۱ میں قول کنز و مسا
 اخذنا منهم بلا قتال یصرف فی مصالحنا الخ کی شرح میں ہے
 لان مال بیت المال فانه وصل للمسلمین بغیر قتال و
 هو معد لمصالح المسلمین مگر یہ اس اراضی ملوکہ حکومت رحس کے متعلق
 شامی نے ج ۳ ص ۳۵۳ میں لکھا ہے لا عشریۃ ولا خراجیۃ من
 الاراضی تسمی ارض المملکۃ و اراضی الحوز کے تحت داخل نہیں ہو سکتی
 کہ خود شامی بھی اسی صفحہ میں اس اراضی کی تشریح فرماتے ہیں وہ مامات اربابہ
 بلا وارث و ال لبیت المال او فتح عنوة و ابقی للمسلمین
 الی یوم القیامۃ یعنی اس کے مالک بلا وارث مر جائیں اور وہ زمین بیت المال
 کے لئے ہو جائے یا عنوة فتح ہو اور مسلمانوں کے لئے قیامت تک رکھی جائے اور
 ان زمینوں میں یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کے مالک صرف ڈر کے مارے بھاگ گئے
 تو عشری بنیں گی کہ بیت المال کے ملک میں آنے کے سبب خراج اٹھ گیا اور عشر اٹھنے

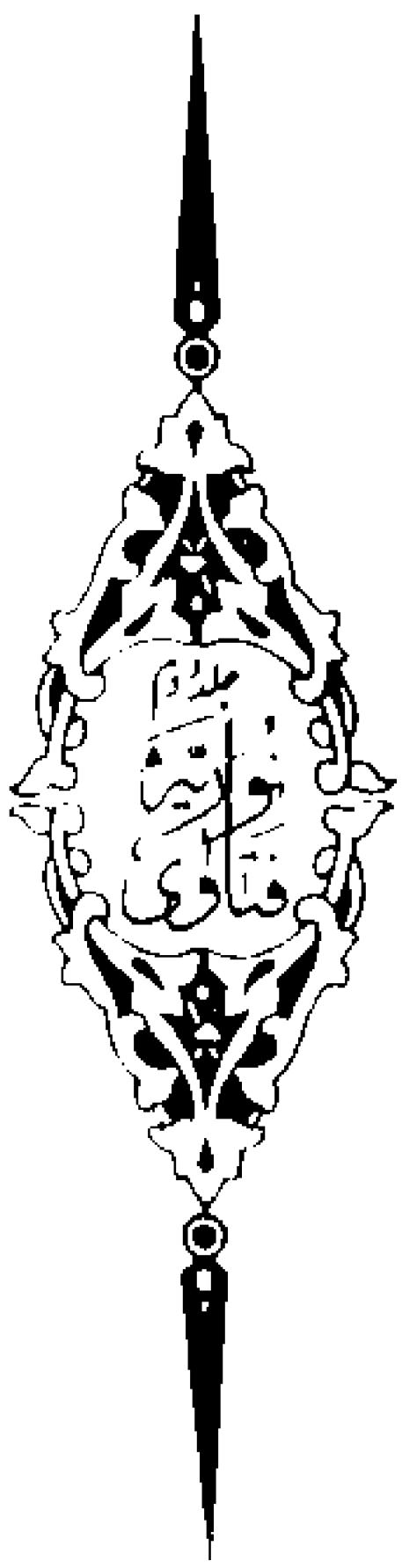


سہ اور اراضی متروکہ ہی بیت المال کے لئے بنی رہے گی ۱۲ منہ غفرلہ

للعہ مہاجرین بھی غیر الغانمین میں ۱۲ منہ غفرلہ



کی کوئی دلیل نہیں حالانکہ کتب معتبرہ مذہب سے سن چکے کہ آباد زمین عشر و خراج دونوں سے خالی نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض یہ اراضی متروکہ اس اراضی الحوز کے تحت آجائے جس کے متعلق شامی نے لا عشریۃ ولا خراجیۃ فرمایا ہے تو پھر بھی عشر دینا پڑے گا اس لئے کہ شامی اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ سے اسی صفحہ میں ناقل ہیں انہ یجوز للامام دفعہ للزراع باحد طریقین اما باقامتہم مقام الملاک فی الزراعۃ واعطاء الخراج واما باجارتہا لہم بعد الخراج فیکون الماخوذ فی حق الامام خراجا یعنی امام (سلطان اسلام) کے لئے جائز ہے کہ وہ اراضی کاشتکاروں کے سپرد کرے دو طریقوں سے کسی ایک سپرد کرے کاشتکاروں کو یا بغیر مسلم مالکوں کے قائم مقام کھیتی کرنے اور خراج کے دینے میں بنا دے۔

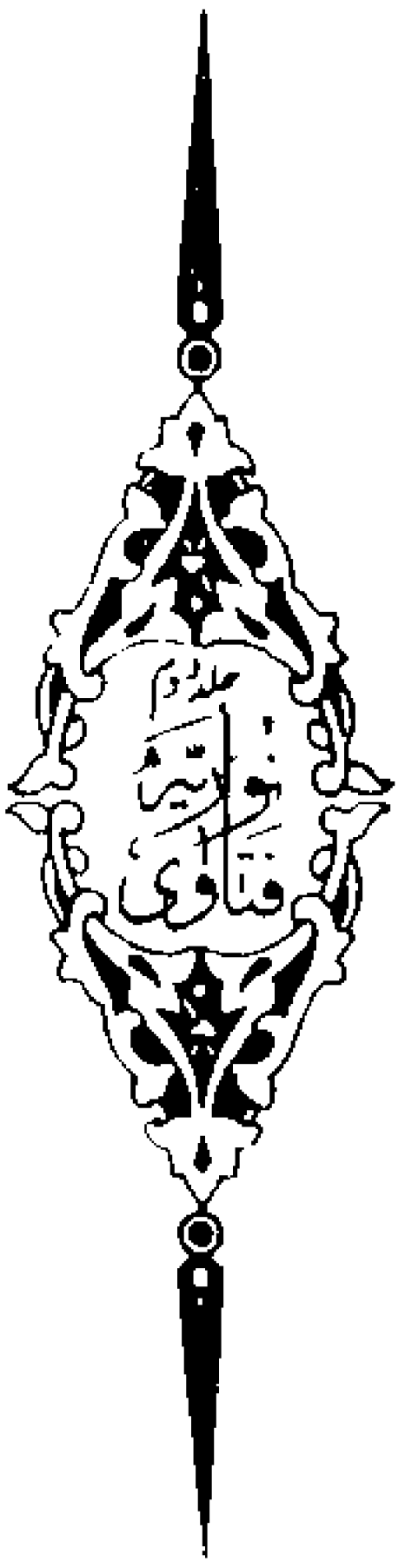


(۲) کاشتکاروں کو کرایہ پر دے جو خراج کے قدر پر ہو تو یہ وصول کردہ امام کے حق میں خراج ہو گا حالانکہ یہ حقیقت آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حکومت پاکستان اراضی مذکورہ کاشتکاروں کے سپرد ان دو طریقوں سے کسی ایک پر بھی نہیں کر رہی بلکہ چھ گنے لگان وصول کیا جاتا ہے جو بغیر مسلم تارکین کو مالک تصور کرتے ہوئے ان کے نام خزانے میں جمع کیا جاتا ہے جسے خراج کا حکم ہرگز نہیں دیا جاسکتا کہ خراج تو محض مصالح مسلمین اور غازیوں اور ان کے بال بچوں کے لئے مخصوص ہے کافی عامۃ المحتبرات اور یہ وصول کردہ خاص کفار کا حق قرار پا چکا ہے تو خراج کیسے ہو سکتا ہے اور جب خراج نہ بنا تو عشر ضرور لازم ہو گا کہ اوپر متعدد معتدہ کتب مذہب سے گزر چکا ہے کہ کوئی آباد زمین عشر یا خراج سے خالی نہیں ہو سکتی حالانکہ فقہائے کرام صراحتہً تاکید فرماتے ہیں کہ فرضیت عشر قرآن کریم اور حدیث شریف اور اجماع اور عقلی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے اور یہ کہ بلاشبہ وہ پھلوں

اور کھیتوں کی زکوٰۃ ہے اور یہ کہ وہ ایسی زمین میں بھی واجب ہو جاتا ہے جو خراجی نہ ہو اور یہ کہ وہ ایسی زمین میں بھی واجب ہو جاتا ہے جو نہ عشری ہو اور نہ خراجی جیسے جنگلات اور پہاڑ اور یہ کہ اس کے وجوب کا سبب وہ زمین ہے جس سے حقیقتاً پیداوار ہوا اور یہ کہ وہ بچے اور دیوانے اور مکاتب کی زمین میں بھی واجب ہو جاتا ہے اور یہ کہ اس میں زمین کا مالک ہونا شرط نہیں بلکہ پیداوار کا مالک ہونا شرط ہے تو اراضی موقوفہ میں بھی لازم ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد و اتوا حقہ یوم حصادہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ماسقت السماء ففیہ العشر و ماسقی بغرب او دالیت ففیہ نصف العشر عام ہیں اور عشر پیداوار میں لازم ہوتا ہے نہ زمین میں تو زمین کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، پیداوار کا مالک ہو تو عشر لازم ہوگا۔ شامی ج ۳ ص ۳۵۲، ۳۵۳ میں ہے لانہم قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتاب والسنت والجماع والمعقول و بانہ زکوٰۃ الثمار والزرع و بانہ یجب فی الارض الغیر الخراجیۃ و بانہ یجب فیما لیس بعشری و الخراجی کالمفاوز والجبال و بان سبب وجوب الارض النامیۃ بالخارج حقیقۃ و بانہ یجب فی ارض الصبی والمجنون والمکاتب لانہ مؤنۃ الارض و بان الملک غیر شرط فیہ بل الشرط ملک الخارج فیجب فی الارضی الموقوفۃ لعموم قوله تعالیٰ انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض وقوله تعالیٰ و اتوا حقہ یوم حصادہ وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماسقت السماء ففیہ العشر و ماسقی بغرب او دالیت ففیہ نصف العشر ولان العشر یجب فی الخارج لا فی الارض فکان ملک الارض



وعدم سوا کما فی البدائع، بلکہ ائمہ ثلاثہ حضرات امام مالک، امام احمد اور امام شافعی تو دلائل مذکورہ کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ خراجی زمین میں خراج کے ساتھ ساتھ عشر بھی لازم ہے کما فی فتح القدیر وغیرہا اور ہمارے نزدیک گو خراج کے ساتھ عشر لازم نہیں مگر خراج نہ ہو تو عشر ضرور لازم ہوگا کما مر۔ نیز شامی ج ۲ ص ۶۷ میں ہے ولا يلزم من سقوط الخراج الخ اور ج ۲ ص ۶۸ میں ہے وعلى فرض سقوط الخراج لا يسقط العشر الخ اور یہاں سے اراضی الحوزہ کا مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ ان کا عشری و خراجی نہ ہونا محض تعبیرات اصطلاحیہ کے لحاظ سے ہے ورنہ شامی ہی سے وہیں سن چکے کہ طریقہ میں کاشتکار خراج ادا کرتے ہیں اور ۲ میں کرایہ اراضی وصول کردہ امام کے حق میں خراج ہے اور کاشتکاروں کے حق میں گو کرایہ ہے مگر صاف تصریح فرمادی ہے کہ وہ ہر طرح کرایہ نہیں بلکہ وہ حق امام میں خراج ہے فرمایا علی انک علمت ان الماخوذ ليس اجرة من كل وجه بل هو في حق الامام خراج اور یہ بھی صرف اراضی الحوزہ کی پہلی شق مسامات ارباب بلا وارث وال لبیت المال والی اراضی کے متعلق ہی ہے یہ بحث اصل میں صاحب فتح القدیر سے اراضی مصر کے متعلق ہے جو اصل میں خراجی تھی اور اراضی شام کے متعلق بھی یہی کہا گیا ہے۔ والمختار میں ہے وقالوا اراضی الشام ومصر خراجیة وفي الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرة لاخراج الخ شامی نے ج ۳ ص ۳۵۲ میں فرمایا والحاصل الاتفاق على انها خراجیة وانما اختلف الخ نیز ج ۳ ص ۳۵۶ میں فرمایا لانه خراجی فی اصل الوضع اور ج ۲ ص ۶۷ میں فرمایا وفي حكم ذلك اراضی مصر والشام الخ اور دوسری شق او فتح عنوة الخ میں پیشکل ہے جبکہ مزارع اہل اسلام ہوں لہذا علمت ان الخراج لا یوظف علی المسلم ابتداء بہر حال



احوط و اسلم یہی ہے کہ ایسی اراضی اور اراضی متروکہ غیر مسلم مذکورہ سوال کی پسیدوار کا عشر بالاتزام ادا کیا جائے کہ اگر بالفرض عشر عند اللہ لازم نہ ہو تب بھی ادا میں گناہ نہیں بلکہ خیرات ہی ہے اور بحکم و ما تقدم من الا نفسکم من خیر تجدوه عند اللہ هو خیر و اعظم اجرا باعث اجر عظیم بنے گا اور اگر عند اللہ تعالیٰ لازم ہو اور ادا نہ کرے تو سخت گنہگار ہو گا حالانکہ حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً لازم ہے کما مر فلا تنس الاحتیاط۔

۴۔ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں زکوٰۃ کی تفسیر تملیک مخصوص ہے ہی کی ہے، ہندیہ کے لفظ ہیں اما تفسیر ہافہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی الخ تو اگر متولیان و ربانہ خود فقرا کے شرعی ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں تو حسب دستور شرع عشر و زکوٰۃ ان کو تملیک دے سکتا ہے اور وہ اپنے طور پر فقرا را اختیار سب کو کھلا سکتے ہیں لحديث ابی هريرة وغيرها. والمختار میں ہے وحيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد شامي نے فرمایا قلت واخرج السيوطي في الجامع الصغير لو مرت الصدقة على يدي مائة لكان لهم من الاجر مثل اجر المبتدي من غير ان ينقص من اجره شيء اقول ولا مفهوم للتكفين والتعمير وذا ظاهراً جداً۔ فتاویٰ ہندیہ ج ۴ ص ۴۴، شرح حموی للاشباہ ص ۶۱۳ میں ہے والنظم من الهندية وكذلك في جميع ابواب البر التي لا يقع بها التملك كعمارة المساجد وبناء القناتير والرباطات لا يجوز صرف الزکوٰۃ الى هذه الوجوه والحيلة له ان يتصدق بمقدار زکوٰۃ على فقير شرياً مره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه الخ اور یہ برگزہ برگزہ جائز نہیں کہ بلا مالک بنائے اس نیت سے سنگریں داخل کرے کہ سب فقرا را مراد



اغنیاء کھاتے پیتے رہیں کہ یہ صورت تملیک نہیں بلکہ اباحت ہے اور اباحت سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، درالمختار میں ہے خرج الاباحت، شامی نے فرمایا ہے فلا تکفی فیہا۔ ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ کسی معتمد کو اپنا نائب وکیل بنا کر عشر و زکوٰۃ سپرد کر دے کہ وہ حیلہ شرعیہ کے ساتھ سب کو کھلاتا رہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے وذا ظاہر جدا لاعتبار علیہ اصلا۔

اور یونہی مدارس اسلامیہ کے فقراء، متولیوں کے ملک کیا جائے کہ اپنے طور پر خرچ کریں یا ان کو یہ واضح کر کے دیا جائے کہ یہ عشر اور زکوٰۃ ہے کہ وہ صرف مستحقین زکوٰۃ پر خرچ کریں یا حیلہ شرعیہ سے ان طلباء پر بھی خرچ کریں جو مصرف زکوٰۃ نہیں جیسے سید وغیرہ، ہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ دربار و سنگم اور مدرسے والے اہل سنت و الجماعت دیندار ہوں اور بد مذہب نہ ہوں کہ تعاون علی البر والتقویٰ بنے اور تعاون علی الاثم والعدوان نہ بنے۔ تنویر الابصار میں ہے ولا يجوز صرفها لاهل البعہ اور یہ تو نہایت واضح ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا حکم من حیث المصروف ایک ہی ہے کما فی عامۃ المعتبرات۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم وصلى الله تعالى على حبيب وعلى اله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۶ھ بروز بدھ

الاستفتاء

مکرم معظم جناب مولانا داکٹر ظفر علی

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ : مزاج گرامی ! احوال آنکہ بندہ کا ذریعہ معاش زمینداری ہے۔ بندہ کی اراضی تین جگہ ہے۔ مقامی اراضی خود کاشت کرواتا ہوں اور دوسری جگہ کی اراضی ٹھیکہ پردی جاتی ہے اور رقم نقد وصول کی جاتی ہے۔ جو اراضی خود کاشت کرواتا ہوں اس میں ایک آدمی حصہ دار رکھتا ہوں جس کو $\frac{1}{10}$ دیا جاتا ہے۔ بندہ کا ایک بالغ لڑکا شادی شدہ ہے جس کے تمام واجبات بندہ نے بحیثیت سرپرست اپنے ذمے رکھے ہوئے ہیں، صدقہ فطر وغیرہ اور اس کا قیام و طعام علیحدہ ہے اس کو بطور حصہ $\frac{1}{10}$ برائے خرچ سالانہ دیتا ہوں فصل و ٹھیکہ کی رقم سے نقد فضل خریف و زیت سے کمیں کو نقد جنس دی جاتی ہے۔ حجام لوہار وغیرہ مذکورہ فصل کی کاشت نہری پانی سے کی جاتی ہے، معاملہ سرکاری فصل سے ادا کیا جاتا ہے جو رقم نقد ٹھیکہ کی وصول ہوتی ہے اور جو جنس گندم کپاس وغیرہ نقد قوم میں فروخت کی جاتی ہے اس میں سے $\frac{1}{10}$ کے حساب سے زکوٰۃ نکال دی جاتی ہے، زیورات سے بھی بروئے شریعت زکوٰۃ نکالی جاتی ہے البتہ اجناس خوردنی وغیرہ جو برائے خوراک رکھی جاتی ہے اس کو زکوٰۃ کا علم نہ ہونے کے باعث زکوٰۃ نہیں نکالی جاتی چونکہ تجارتی رو سے تو ٹھیک زکوٰۃ چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جاتی ہے لیکن زمینداری کے سلسلہ کے متعلق تذبذب میں ہوں کہ اس کی زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جاتی ہے تاکہ اسلامی دستور کے مطابق زکوٰۃ ادا کر کے سرخروئی حاصل کی جاسکے۔ مقامی چنڈ مولویوں سے دریافت کیا تو انہوں نے زبان جواب دیا جو مختلف تھا اس لئے تسلی نہ ہو سکی تو آنجناب بزرگوار کی طرف رجوع کیا۔ امید واثق ہے کہ آنجناب مفصل تسلی بخش جواب سے مشکور فرمائیں گے، مجلس حاضرین کو السلام مسنون قبول ہو۔



بچوں کو پیار، فقط والسلام۔
السائل حکیم عبدالستار معرفت حکیم اللہ صاحبان جنرل اسٹورنگو منڈی



وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

یہاں کی زمینیں حکماً عشری ہیں جن میں زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ جسے عشر کہا جاتا ہے، لازم ہے، اگر بارش یا دریائی پانی سے مفت فصل تیار ہو جائے تو اس میں پورا عشر لازم ہوتا ہے یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ اور اگر چاہی پانی سے کاشت کی جائے یا قیمہ پانی لیا جائے تو نصف لازم ہوتا ہے یعنی بیسواں حصہ کما فی الہندیۃ و تنویر الابصار و در المختار و رد المحتار۔ اور جو زمین نقد رقم وصول کر کے ٹھیکہ پر دی جاتی ہے تو وہ نقد رقم زمین کی پیداوار شمار ہوتی ہے لہذا اس سے بھی دوسری پیداوار غلہ وغیرہ کی طرح عشر دینا لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۶ میں ہے و لو اجر ارضا عشریۃ کان العشر علی الاجر عند ابی حنیفۃ اور جوار اضیٰ خود کاشت بمع حصہ دار ہے اس کی بھی تمام پیداوار میں عشر لازم ہے۔ آپ پر اور آپ کے حصہ دار پر اپنے حصہ کا۔ اسی صفحہ میں ہے و فی المزارعۃ علی قولہما العشر علیہما بالحصۃ اور اول میں کل پیداوار کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ حجام، لوہار وغیرہ کو جو دیا جاتا ہے یا بیج اور بیلوں پر خرچ کیا جاتا ہے اور دوسرے اخراجات سارے نکال کر عشر نہیں دیا جاتا بلکہ لازم یہ ہے کہ پوری پیداوار کا عشر اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیدے اور جو باقی بچا یہ سارے اخراجات اسی میں سے کرے۔ فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے ولا تحسب اجرۃ العمال ونفقۃ البقر وکری الا نہار واجرة الحافظ وغیر ذلک فیجب اخراج



الواجب من جميع ما اخرجت الارض عشرا او نصفها كذا في البحر
الرائق، باقی رہا نقد رقم سے زکوٰۃ نکالنا تو یہ الگ بات ہے۔ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ
جس کا نام عشر ہے وہ پیداوار میں سے صرف ایک مرتبہ نکالی جاتی ہے دوبارہ اسی
پیداوار میں لازم نہیں بلکہ نئی پیداوار میں لازم ہوتی ہے لہذا اٹھیکہ والی نقدی یا جنس
کیا سس گندم وغیرہ کی فروخت سے جو نقدی آتی ہے تو اس کی نقدی والی زکوٰۃ الگ
ہوگی کما فی عامۃ المعتبرات۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ
علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۲۳ ۵/۳

الاستفتاء

قبلہ وکعبہ علی القاب عالی جناب مکرمی و عظمی دامت ظہرکم
السلام علیکم : بعد سلام عاجزانہ کے مستدعی ہوں کہ آپ جنو کا اطلاق عامہ دستار
بندی آج موصول ہوا، انشاء اللہ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کی فزوی پوری کوشش
کرے گا۔ کمترین کو حسب ذیل مسئلہ دریافت طلب ہیں، امیدوار ہوں کہ آپ جنو خصوصی
توجہ فرما کر بواپسی مطلع فرما کر پرورش فرما دیں گے۔ کاروبار مارکیٹ (دوکانداری) یکم
جنوری سے شروع کر کے ۳۱ دسمبر کو ختم کرتے ہیں اور اسی طرح کل سرمایہ ہر سال ختم
ہونے پر ۳۱ دسمبر کو شمار کر لیا جاتا ہے یعنی ۳۱ دسمبر کو ہر سال وہ اس المال ہو گیا
جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی۔ دوسرے نمبر یہ زمین ہے، زمین کی کل پیداوار سالانہ

پر پختی۔ یکم جنوری سے ۳۱ دسمبر تک جو بھی حاصل ہوا اس پر بیسواں حصہ زکوٰۃ واجب الادا رہوئی، یہ دونوں مدت ہی آمدنی کی ہیں ان پر ہر سال تمام کے بعد زکوٰۃ واجب الادا رہے۔ اب دوران سال میں جو بھی آمدن زمین سے ہوئی ہے وہ تو مارکیٹ میں آتی رہتی ہے یعنی خرچ ہوتی رہتی ہے، اس کا مال خرید کر دوکان (مارکیٹ) میں لاتے رہتے ہیں اور فروخت کرتے رہتے ہیں اور اسی دوران سال میں جو رقم زمین پر خرچ ہوتی رہتی ہے مثلاً نوکروں کی تنخواہیں انجنوں کی مرمت وغیرہ بیج وغیرہ وہ ہر قسم کا خرچ دوکان (مارکیٹ) سے کرتے رہتے ہیں، حساب زمین کا آمد و خرچ کا بھی باقاعدہ رکھا جاتا ہے، اختتام سال یعنی ۳۱ دسمبر کو باقاعدہ شمار کر لیا جاتا ہے کہ سال تمام میں کس قدر آمد وصول ہوئی اور کس قدر خرچ ہوا اور باقی خالص آمدنی کس قدر ہوئی، اب اصل سرمایہ قابل زکوٰۃ تو وہی ہوا جو کہ دوکان (مارکیٹ) کا ۳۱ دسمبر کو شمار ہوا کیونکہ زمین کی آمدنی علیحدہ تو رکھی نہیں جاتی وہ بھی دوکان (مارکیٹ) میں ہی آکر شامل ہوتی رہتی ہے لیکن سرمایہ دوکان (مارکیٹ) پر اس المال پر شرح زکوٰۃ بحساب (چالیسواں حصہ ہے) جبکہ زمین کی آمدنی پر بیسواں حصہ واجب الادا رہے۔



خاکسار کے خیال ناقص میں اس کا حل اس طرح ہے کہ زمین کی کل آمدنی شمار کردہ میں سے خرچ جو کہ مارکیٹ (دوکان) سے زمین پر کیا جاتا ہے، وضع کر کے باقی خالص آمدنی سال تمام پر بیسواں حصہ زکوٰۃ کروں اور اسی طرح جس قدر رقم پر بیسواں حصہ زکوٰۃ ادا ہو وہ کل سرمایہ اس المال دوکان (مارکیٹ) سے وضع کر لیا جاوے اور جو باقی بچے اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دی جاوے، وضاحت کے لئے مثال عرضی ذیل ہے :-

آمدن زمین سال تمام از یکم جنوری تا ۳۱ دسمبر، خرچ زمین تمام سال، بقایا بچت، شرح زکوٰۃ
(فرضی رقم) ۱۰/- ۵۰/- ۵۰/- بیسواں حصہ

دست بستہ طہنجی ہوں کہ رائے عالیہ سے مطابق شرح مبین بوالہی سرفراز فرما کر
پرورش فرمائیں، فقط زیادہ آداب و نیانہ

خاک پا
یوسف علیہ رحمۃ



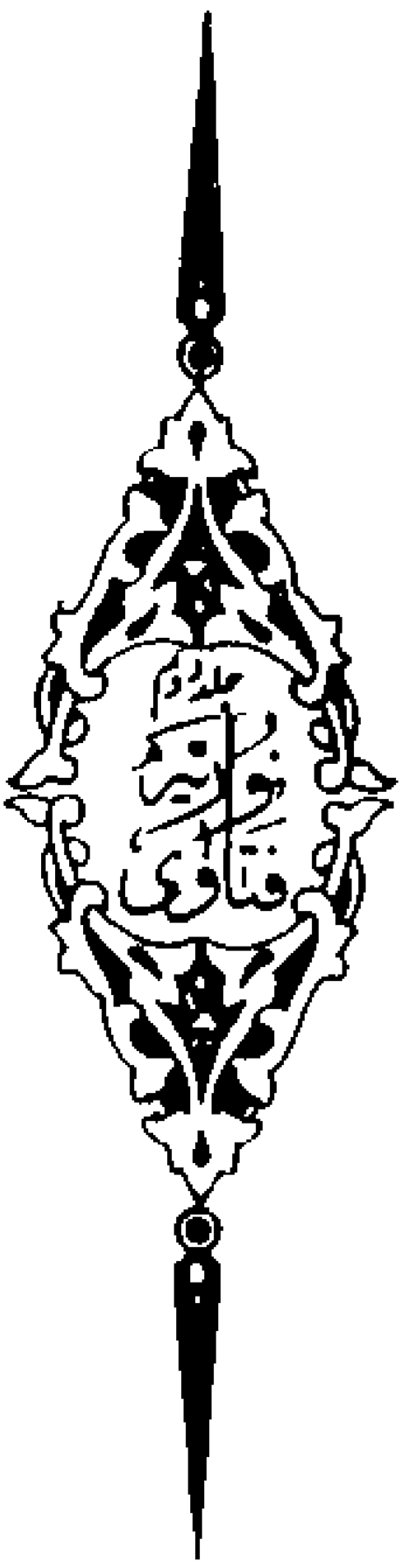
بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوة والسلام علی المہجوب الرحیم الکریم
وعلیکم السلام : مرسلہ طاء، ما شاء اللہ تعالیٰ سوال بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے
پہلے چار چیزیں ذہن نشین کر لیں تو جواب خود بخود واضح ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔
۱۔ زکوٰۃ روزہ حج عدت وغیرہ احکام شرع سب میں اسلامی اور خدائی بارہ ماہ
کا اعتبار ہے قرآن کریم میں یسئلونک عن الاہلۃ ط قل ہی مواقیت
للناس والحبج (پارہ دوم رکوع ہشتم آیت ۱۸۹) اور فرمایا ان عہدۃ
الشہور عند اللہ اثنا عشر شہرا فی کتاب اللہ یوم خلق
السموات والارض (پارہ دہم رکوع یازدہم آیت ۳۲، سورہ التوبہ) تو یکم
جنوری سے ۳۱ دسمبر تک سال شمار کرنا شریعت پاک کے خلاف ہوا اور اس میں
بڑا فرق پڑ جاتا ہے کیونکہ اسلامی ۳۳ سال کے انگریزی سال صرف ۳۲ بنتے ہیں
دیکھئے اس سال یکم شوال المکرم ۱۴۸۸ھ، ۲۲ دسمبر ۱۹۶۸ء کو آ رہی ہے حالانکہ ۱۳۵۰ھ
میں یکم شوال المکرم ۱۴۵۶ھ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۶ء کو تھی تو ان اسلامی تینتیس سالوں کے انگریزی
حساب کے سات دن کم تیس سال بنتے ہیں، دوسرے لفظوں میں تینتیس سال گزرنے



پرایک سال سات دن کا حساب زکوٰۃ واجب الادار مالک نصاب کے ذمہ بطورہ بقایارہ جاتا ہے لہذا آپ پر لازم ہے کہ اسلامی سال کا حساب شروع کر دیں اور گزشتہ انگریزی سالوں کے شرعی سال بنا کر کمی جو آپ کے ذمہ بقایا ہے پوری پوری ادا کر دیں۔

۲۔ زمین کی پیداوار میں سال کا اعتبار نہیں بلکہ پیدا ہونے پر عشر لازم ہو جاتا ہے ہر جنس کا عشر آمد کے ساتھ ہی ادا کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ہے یا ایہا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (پارہ سوم رکوع پنجم سورہ البقرہ آیت ۲۶۷) نیز ارشاد ہوا وانما حقہ یوم حصادہ (پارہ ہشتم رکوع چہارم، سورہ الانعام آیت ۱۴۱) ۳۔ خرید و مرستہ نجین تیل، بیج، نوکر وغیرہ کسی قسم کا کوئی خرچ پیداوار سے ہرگز شمار نہ کیا جائے، نصف عشر یعنی بیسواں حصہ اسی خرچ کے لحاظ سے ہے ورنہ عشر یعنی دسواں حصہ ہوتا، انہی آیتوں سے خرچ کا لحاظ نہ کرنا ثابت ہے اور مذہبِ مہذب کی مستند کتابوں میں مصرح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹۶ میں ہے ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الانہار واجرة المحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجت الارض عشرا ونصفا لهذا آئذہ کوئی خرچ وضع نہ کریں اور گزشتہ سالوں کی پیداوار سے وضع کردہ اخراجات کا حساب کر کے ان کا بیسواں حصہ عشر ضرور ادا کریں کہ برائی الذمہ ہو جائیں۔

۴۔ پیداوار کا بیسواں حصہ ادا کرنے کے بعد اگر جنس کو محفوظ رکھا جائے کہ مہنگائی کے وقت فروخت سے فائدہ حاصل کیا جائے تو سال گزرنے پر اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی ہاں اگر فروخت کر دے تو اس کی رقم مال تجارت کے ساتھ



شامل ہو جاتی ہے اور جب مال تجارت کا سال پورا ہو جائے تو اس مال کی زکوٰۃ کے ساتھ اس رقم پر (جو پیداوار کی فروخت سے حاصل ہوئی) بھی زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اگرچہ اس رقم کا سال پورا نہ ہوا ہو مثلاً دوکان کا سال رجب المرجب سے آئندہ رجب المرجب تک ہے اور فروخت جنس کی رقم ربیع الاول میں شامل ہوئی تو یوں نہیں کہ آئندہ رجب میں اس رقم کے علاوہ باقی مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اور اس کی زکوٰۃ دوسرے ربیع الاول میں فرض ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو مال فروخت جنس سے حاصل ہو کر مارکیٹ میں شامل ہو گیا تو مارکیٹ کے طور پر ہی اس کا حساب ہو گا یعنی اس کا بھی چالیسواں حصہ ہی زکوٰۃ ہو گی نہ کہ بیسواں، بیسواں تو پیداوار پر ہے جو پیداوار ہی سے نکالا جائے اور فروخت کر دیا تو قیمت سے نکالا جائے اور پھر وہی قیمت جو بیسویں حصہ نکالنے کے بعد بچی جب مارکیٹ میں مل گئی تو مارکیٹ کے مال کی طرح اس پر بھی چالیسواں حصہ لازم آئے گا لہذا آئندہ یوں حساب رکھیں اور گزشتہ سالوں کا حساب بھی صاف کریں یعنی ہر سال کی پیداوار کی آمدنی کا بیسواں حصہ تو آپ ادا کرتے رہے ہیں مگر بقایا انیس حصے جو مال تجارت کے ساتھ مارکیٹ میں رہے ان کا چالیسواں حصہ بھی آپ پر بطور زکوٰۃ واجب الادا بقایا ہے اس کو ادا کریں کہ برابرت ذمہ ہو مثلاً گزشتہ دس سالوں کی مجموعی آمدنی ادنیٰ بتیس ہزار روپیہ ہے جس میں سے بیسواں حصہ ایک ہزار روپیہ آپ نے ادا کر دیا تھا تو اب انیس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ چالیسویں حصہ کے حساب سے ہر سال کی ادا کریں یعنی پہلے سال کی زکوٰۃ چار ہزار پچتر روپیہ ادا کریں اور دوسرے سال کے لئے اٹھارہ ہزار پانچ صد پچیس روپیہ کی زکوٰۃ اس کا چالیسواں حصہ پھر تیسرے سال کے لئے باقی ماندہ روپوں کا چالیسواں حصہ ادا کریں اور یوں باقی سات سالوں کا حساب بھی بطور زکوٰۃ ادا کریں۔



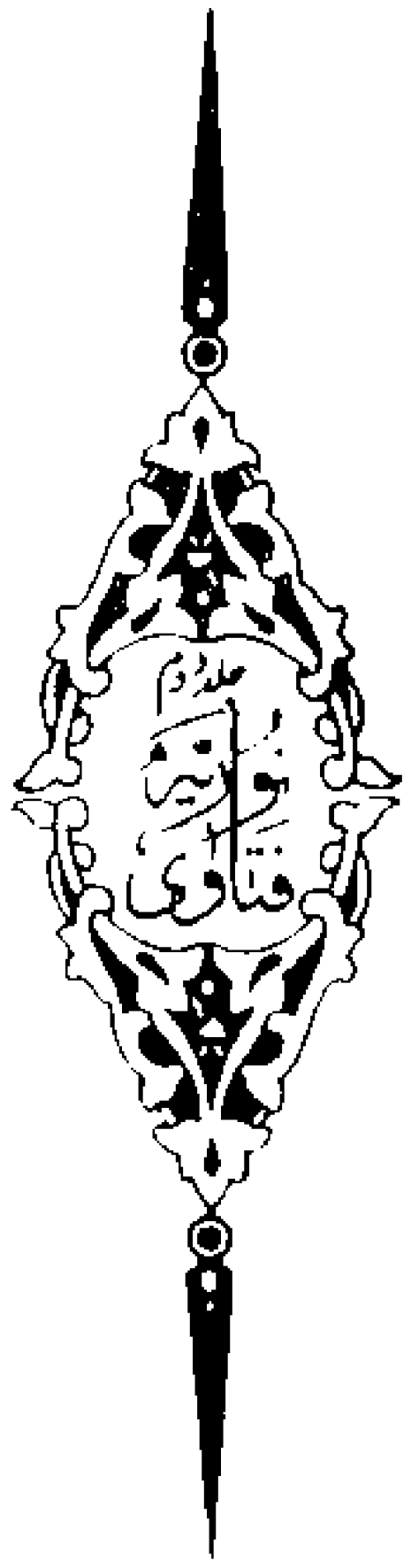
امید غالب ہے کہ بار بار پڑھنے سے آسانی سمجھ سکیں گے ورنہ اگر سمجھ لیں
کہ اب وقت ہے، قیامت میں حساب پورا کرنا مشکل ہو جائے گا۔ والسلام

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ

۱۲/۸

الاستفتاء



نمبر ۱:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس سلسلہ کے بارے میں کہ جنس سے جو عشر ادا کیا جاتا ہے وہ کل آمد کے اعتبار سے ادا کرنا واجب ہوتا ہے یا کہ خرچہ زمین مثلاً کھاد، بیانہ، ٹیوب ویل کے پانی کا خرچ اور فصل کا ٹھیکہ وغیرہ ادا کرنے کے بعد جو اصل آمد باقی رہے اس پر واجب ہوتا ہے تفصیل سے بیان فرمائیں۔

نمبر ۲:- ایک چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ مقروض آدمی پر واجب نہیں ہوتا لہذا جو زمیندار بینک سے سود پر ٹیوب ویل وصول کرتے ہیں یا ٹریکٹر خریدتے ہیں ان پر واجب نہیں کیا چوہدری صاحب کا یہ قول از روئے شریعت مسلم ہے یا نہیں؟ بصورتِ ادل بڑے سے بڑا تاجر بھی بینک کا مقروض ہوتا ہے پھر اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہئے۔

نمبر ۳: جو گائے بھینس ٹیکے سے نئے دودھ کرواتے ہیں، کیا یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

السائل: محمد امین الدین، چک ۴۱/ای بی (ضلع ساہیوال)

(۱) کل پیداوار کے لحاظ سے عشر واجب ہوتا ہے، ہدایہ، فتح القدیر، ج ۲، ص ۸، تنویر البصائر، در المختار شامی ج ۲ ص ۶۹ اور طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۱۴، کتاب الفقہ ج ۱ ص ۴۹۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۶ میں ہے جس سب کا حاصل بہار شریعت ج ۵ ص ۵۲ میں یہ ہے مسئلہ جس زمین میں عشر واجب ہوا اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارف زراعت کھل، بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔

(۲) چوہدری صاحب کے کہنے کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ فقہ کی مستند کتابوں میں صاف نحر یہ ہے کہ دین (قرض) کا اثر عشر پر نہیں پڑتا، قرض ہو یا نہ ہو، عشر، نصف عشر جو بھی واجب ہو، پورا ادا کرنا ضروری ہے، در المختار شامی ج ۲ ص ۷، طحاوی ج ۱ ص ۳۹۱، کتاب الفقہ ج ۱ ص ۴۷۵ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے جس کا حاصل بہار شریعت کی اردو عبارت ج ۵ ص ۱۴ میں یہ ہے ”عشر و خراج واجب ہونے کے لئے دین مانع نہیں یعنی اگرچہ مدیون ہو یہ چیزیں اس پر واجب ہو جائیں گی“

(۳) ہاں جائز ہے لعنوم نصوص القرآن الکریم والحديث العظیم وذا ظاہر لا یمحی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ على حبیبہ الاعظم
وعلى آله واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۹۶ھ

۲۴/۲۶

روزہ

marfat.com

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
(البقرة: ۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس
طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم متقی بن جاؤ“

الصِّيَامُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ
(صحیح بخاری، باب فضل الصوم)
”روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا“

تعارف کتاب الصیام

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے تیسرا اور اہم رکن (صوم) روزہ ہے۔ یہ ایک جامع عبادت ہے۔ دیگر عبادات میں ریا کا شائبہ ہے، مگر روزہ مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کی بارگاہ میں ایک خاموش نذرانہ ہے کہ انسان چاہے تو کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہونے دے روزہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بختہ یقین اور توحید کامل کا آئینہ دار ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت کے باوجود انسان تنہائی میں بھی مرغوبات نفس کے قریب نہیں پھٹکتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میرا خالق و مالک اور علیم و خبیر رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ روزہ چونکہ خاص عبادت ہے، اس لئے اس پر اجر بھی خصوصی ملتا ہے۔ رب کریم فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی به----- (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۳۶۳)

روزہ کے اصل شرعی، طبی، دینی اور دنیاوی کیا کیا فوائد ہیں، ان تمام کے احاطہ سے صرف نظر کرتے ہوئے قرآن حکیم کی بیان کردہ حکمت اور مقصد کو مد نظر رکھیں تو روزہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے ارشاد فرمایا:

لعلکم تتقون----- (البقرہ ۲: ۱۸۳)

”تاکہ تم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو“-----

تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اور خوف الہی کی بنا پر گناہوں سے جھجک محسوس کرتا ہے۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں ایک طرف وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے رکھ دیے ہیں جو دوسرے حیوانات میں پائے جاتے ہیں تو دوسری طرف اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی ودیعت فرما دیا جو ملاً اعلیٰ کی مقرب مخلوق فرشتوں کی صفت ہے۔ روزہ کی ریاضت و مشقت کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی بکھمی اور حیوانی قوت ماند پڑ جائے اور انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور روحانی اور ایمانی تقاضوں کی فرمانبرداری کا عادی ہو جائے۔۔۔۔۔

معلم انسانیت رسول اللہ ﷺ کو روزہ بہت مرغوب تھا آپ ﷺ نے سال کے مختلف ایام میں روزہ رکھ کر امت کو تعلیم دی کہ وہ گاہے بگاہے یہ ریاضت بجالاتے رہیں تاکہ قرب خداوندی کی منزل آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس سنت مصطفویٰ پر عمل پیرا ہو کر حلاوت ایمانی اور لذت روحانی سے سرشار ہوتے رہتے ہیں۔ مگر امت مصطفویٰ کے لئے اجتماعی طور پر ایک مہینہ کے روزے فرض قرار پائے اور اس کے لئے مہینہ بھی وہ منتخب کیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم کا نزول ہوا۔ رمضان المبارک میں دن کو روزے اور رات کو تراویح کی شکل میں اجتماعی طور پر عبادت کا ایک مربوط نظام وضع کیا گیا تاکہ روزے نماز اور تلاوت قرآن کے برکات اور انوار و تجلیات سے کیف و سرور اور نور علی نور کی کیفیات سے بہرہ یاب ہو جاسکے۔۔۔۔۔

رمضان المبارک، روزہ کی فضیلت

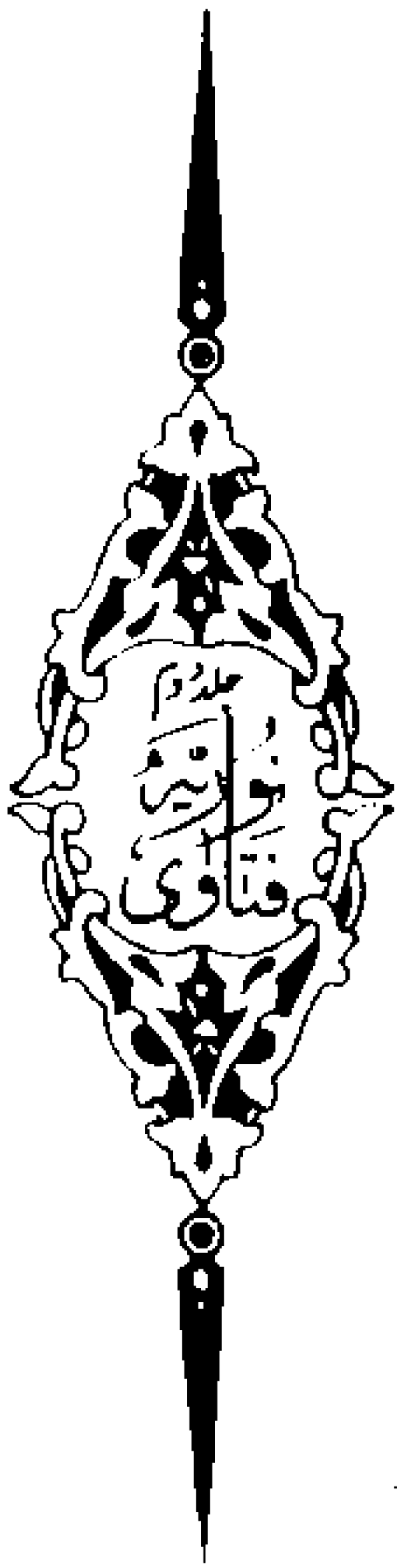
رمضان المبارک اور روزہ کی یہ فضیلت ہی کیا کم ہے کہ اس کے تفصیلی احکام قرآن کریم میں بیان ہوئے، مزید برآں رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ اس کی فضیلت پر شاہد ہیں۔ حصول برکت کے لئے ہم یہاں آپ ﷺ کا وہ خطبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے استقبال رمضان الکریم کی مناسبت سے شعبان المعظم کے آخری روز ارشاد فرمایا:

عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خطبنا

رسول اللہ ﷺ فی آخر یوم من شعبان فقال: یا ایہا الناس قد اظلمکم شهر عظیم، شهر مبارک، شهر فیہ لیلۃ خیر من الف شهر، جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلۃ تطوعاً، من تقرب فیہ بخصلة من الخیر کان کمن ادى فریضۃ فیما سواہ و من ادى فریضۃ فیہ کان کمن ادى سبعین فریضۃ فیما سواہ و هو شهر الصبر و الصبر ثوابہ الجنة و شهر المواساة و شهر یزاد فیہ رزق المؤمن، من فطر فیہ صائماً کان لہ مغفرة لذنوبہ و عتق رقبتہ من النار، و کان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شیئ، قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا نجد ما یفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ ﷺ یعطى اللہ هذا الثواب من فطر صائماً علی مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء، و من اشبع صائماً سقاه اللہ من حوضی شربة لا یظماً حتی یدخل الجنة، و هو شهر اولہ رحمة و اوسطہ مغفرہ و آخرہ عتق من النار و من خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ و اعتقه من النار۔۔۔۔۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم، حدیث: ۱۸۶۳)

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (نماز تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے مہینے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے مہینے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم



خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) روزہ افطار کرایا تو یہ عمل اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کمی کی جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا (تو غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا ایک کھجور یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو کھلا کر سیر کر دے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ جو آدمی اس مہینے میں اپنے خادم سے کام لینے میں تخفیف اور کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما کر اسے دوزخ سے رہائی اور آزادی عطا فرمادے گا۔-----

صیام کا معنی

صیام کا مادہ صوم ہے لغت میں صوم کا معنی ہے رکنا اور باز رہنا۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے

ہیں:

الصوم فی الاصل الامساك عن الفعل مطعما کان او

کلاما او مشیا۔----- (المفردات، جلد ۲، صفحہ ۲۹۹)

”روزہ دراصل نام ہے رکنے اور باز رہنے کا خواہ کھانے سے ہو کلام کرنے سے یا

چلنے سے۔-----

یہی وجہ ہے کہ نصف النہار کو صامت الشمس کہتے ہیں کیوں کہ اس وقت سورج سر پر آکر گویا ٹھہر جاتا ہے۔ خاموشی کو بھی صوم کہتے ہیں، قرآن کریم میں ہے :

انی نذرت للرحمن صوما----- (مریم ۱۹: ۲۶)
”میں نے رحمن کے لئے خاموشی کے روزہ کی نذر مانی ہوئی ہے“-----
اور آندھی رکنے کو کہا جاتا ہے----- ”صامت الريح“

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں :

”ازروئے لغت کسی چیز سے رکنے اور اسے چھوڑ دینے کو صوم کہتے ہیں اور روزہ دار کیوں کہ کھانے پینے اور عمل تزویج سے خود کو روک لیتا ہے، اس لئے اسے صائم کہا جاتا ہے“----- (لسان العرب، جلد ۱۲، صفحہ ۳۵۱)

شرعی اصطلاح میں صائم یا روزہ دار اسے کہتے ہیں جو بہ نیت عبادت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے آپ کو کھانے پینے اور عمل زوجیت سے باز رکھے، جیسا کہ علامہ نسفی لکھتے ہیں :
هو ترك الاكل و الشرب و الجماع من الصبح الى الغروب
بنیۃ من اہلہ----- (کنز الدقائق)

روزہ کی فرضیت

روزہ کا تصور کسی نہ کسی رنگ میں دنیا کی تقریباً ہر قوم اور مذہب میں پایا جاتا ہے۔ روزے کا حکم شریعت مصطفوی سے خاص نہیں بلکہ یہ پہلی شریعتوں میں بھی شامل عبادت رہا ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم----- (البقرہ ۲: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا جیسے تم سے پہلی امتوں پر فرض

کیا گیا“-----



ابتداءً اسلام میں صرف عاشورہ (دس محرم) کا روزہ فرض ہوا، پھر ایام بیض (جن دنوں کی راتیں چاند کی روشنی سے منور ہوتی ہیں، یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ) کے روزے مشروع ہوئے۔ پھر رمضان المبارک کے روزے مدینہ منورہ میں ہجرت سے ۱۸ ماہ اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان المعظم ۲ھ میں فرض ہوئے۔۔۔۔۔ (در المختار علی ہامش رد المختار، جلد ۲، صفحہ ۸۰)

شرائط

روزے کی صحت اور درستی کے لئے درج ذیل شرائط ہیں :

- ۱ مسلمان ہونا
 - ۲ عاقل ہونا
 - ۳ بالغ ہونا
 - ۴ نیت کرنا
 - ۵ عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا
- البتہ مریض اور مسافر کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ وہ بعد میں قضائی دے لے۔ ایسا دائمی مریض، جس کے بچنے کی امید نہ ہو یا بہت زیادہ بوڑھا ہو گیا ہو، ایسے مریض اور شیخ فانی کے لئے (ہر روزے کے عوض، صدقہ فطر کی مقدار یعنی دو کلو گرام گندم یا اس کی قیمت) فدیہ دینے کی اجازت ہے۔۔۔۔۔

روزے کی اقسام

روزہ سات اقسام کا ہے :

۱ فرض

(i)..... ماہ رمضان المبارک کے روزے

(ii)..... رمضان کے قضا روزے

(iii)..... کفارہ ظہار کے روزے

(iv)..... کفارہ قتل کے روزے

(v)..... کفارہ قسم کے روزے

(vi)..... احرام کی حالت میں شکار کرے تو اس کی جزا کے روزے

(vii)..... حالت احرام کوئی ایسا کام کرے جو احرام کے منافی ہو تو اس کے بدلے فدیے

کے روزے

(viii)..... حج کے موقع پر قربانی کی عدم استطاعت کی صورت میں دس روزے-----

(فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴)

۲ واجب

اس کی دو قسمیں ہیں :

(۱)..... معین (۲)..... غیر معین

واجب معین

وقت معین کی قید سے منت مانے، جیسے کہ شعبان یا محرم میں اتنے دن روزے رکھوں

گا-----

واجب غیر معین

منت مطلق ہو یعنی صرف اتنا کہے کہ روزہ رکھوں گا اور یہ معین نہ کرے کہ کن ایام

میں-----

۳ سنت

عاشورہ (دس محرم) اور نو محرم کے روزے-----

۴ مستحب

ایام بیض کے روزے، صوم داؤدی (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) نیز ہر وہ روزہ جس



کا ثبوت سنت سے ہو مستحب ہے، جیسے عرفہ (۹ / ذوالحجہ) کا روزہ، پیر کا روزہ، جمعرات کا روزہ، یکم تا ۹ / ذوالحجہ کے روزے یا شوال کے چھ روزے۔۔۔۔۔

۵ نفل

جن ایام میں روزہ رکھنا مکروہ نہیں، ان میں روزے رکھنا افضل ہے۔۔۔۔۔

۶ مکروہ تنزیہی

صرف دس محرم کا روزہ رکھنا (۹ / محرم کا بھی ساتھ رکھے) یا ہفتہ اتوار وغیرہ کوئی دن معین کرے، خاموشی کا روزہ، روزہ افطار کیے بغیر اگلے روزہ شروع کرے۔۔۔۔۔

۷ مکروہ تحریمی

عیدین اور ایام تشریق یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ، ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔۔۔۔۔

روزہ کے درجات

روزہ کے تین درجے ہیں :

(۱)..... عوام کا روزہ (۲)..... خواص کا روزہ (۳)..... اخص الخواص کا روزہ

۱ عوام کا روزہ

عوام کا روزہ تو صرف اتنا ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل تزویج سے باز رہے۔۔۔۔۔

۲ خواص کا روزہ

عوام کے روزے میں پائے جانے والے اوصاف کے ساتھ آنکھ، زبان، کان، ہاتھ، پاؤں اور باقی اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ اسے ہر اس چیز سے بچائے جسے دیکھنا مذموم اور مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس لعنه الله فمن تركها خوفا من الله آتاه الله عز و جل ايمانا يجد حلاوته في قلبه----- (احياء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۴۱)

”بری نظر“ شیطان کے زہر آکود تیروں میں سے ایک تیر ہے، سو جو شخص خوف الہی سے اسے چھوڑے (نظر حرام سے بچے) گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا، جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔-----

زبان کو جھوٹ، غیبت، گلہ، بکواس اور فحش گوئی سے محفوظ رکھے اور تلاوت قرآن، ذکر الہی، درود پاک اور دیگر اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ سرکارِ ابد قرار علیہ السلام کا فرمان ہے :

فلا يرفث و لا يجهل فان امرؤ قاتله او شاتمه فليقل اني صائم اني صائم----- (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴)

”جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو، وہ جماع کی باتیں نہ کرے اور نہ شور و شغب کرے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے جھگڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں، میں روزے دار ہوں۔-----

کان کو ہر ناجائز اور لغو کلام سننے سے بچائے، کسی مجلس میں غیبت ہو رہی ہو تو وہاں سے اٹھ جائے۔ حدیث شریف میں ہے :

المغتاب و المستمع شريكان في الاثم-----

(احياء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۴۲)

”غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔-----

اسی طرح ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء کو حرام کاری سے بچائے۔ حرام سے تو ویسے بھی بچنا ضروری ہے، روزہ رکھ کر حرام سے باز نہیں آئے گا تو ایسے روزے کا کیا فائدہ؟ حدیث پاک میں ہے :

کم من صائم ليس له من صومه الا الجوع و

العطش----- (احياء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۴۲)



”کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے

کچھ حاصل نہیں ہوتا۔۔۔۔۔

۳ اخص الخواص کا روزہ

درج بالا دونوں قسموں میں درج اوصاف کے علاوہ ان لوگوں کے روزے میں دل کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ دل کو دنیوی خیالات اور بری سوچوں سے پاک رکھے۔ ہر لمحہ یاد الہی میں مشغول رہے، ماسوی اللہ کا خیال نہ لائے۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ اس خیال کو بھی روزے کے منافی سمجھتے ہیں کہ دن کو یہ سوچیں کہ روزہ کس چیز سے افطار کروں گا۔۔۔۔۔

کتاب الصوم

فتاویٰ نوریہ کی ”کتاب الصوم“ تین ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں گیارہ فتوے ہیں جن میں سے ایک استفتاء ان علاقوں میں روزے کے اوقات سے متعلق ہے جن میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، دو فتوے ان علاقوں کے بارے میں ہیں جن میں غروب اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقفہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ تین فتوے روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے کے متعلق ہیں جن میں ایک مفصل رسالہ ہے جو ”روزہ اور ٹیکہ“ کے نام سے الگ شائع ہوا تھا۔ باقی فتوے سفر میں افطار، روزہ کی حالت میں قے اور روزہ کے کفارے سے متعلق ہیں۔۔۔۔۔

دوسرا باب رؤیۃ الهلال کے حوالے سے ہے، اس میں چھ فتوے ہیں جن میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا ایک رسالہ ”افادۃ النیشر او کد الامر“ بھی شامل ہے۔ اس رسالہ کے تعارفی کلمات کے ضمن میں مسئلہ رؤیت ہلال کی تشریح کردی گئی ہے۔۔۔۔۔

تیسرا باب اعتکاف کے بارے میں ہے جس میں صرف ایک فتویٰ ہے۔ مزید مسائل باب الاعتکاف کے تعارف میں پیش کئے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔

چند ضروری مسائل

نماز کی طرح روزہ بھی ہر مسلمان امیر و غریب پر فرض ہے اور اس کے مسائل کی عام



ضرورت پیش آتی رہتی ہے اس لئے کتب فقہ سے چند ضروری مسائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے :
۱۔ رمضان المبارک کے روزے کے لئے مستقل نیت ضروری ہے۔ روزہ (اور یونہی نماز) کے لئے فقط دلی ارادہ کافی ہے، سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہے، البتہ مستحب ہے کہ زبان سے نیت کرے۔۔۔۔۔

۲۔ سحری کھائی اور یہ خیال کیا کہ ابھی رات ہے اور فی الواقع صبح صادق طلوع ہو چکی تھی تو روزہ کی قضا لازم ہے اور (احترام رمضان میں) تمام دن روزہ دار کی طرح اکل و شرب وغیرہ سے باز رہے۔۔۔۔۔

۳۔ غروب آفتاب سمجھ کر افطار کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا ایسی صورت میں صرف قضا ہے، کفارہ نہیں ہے۔۔۔۔۔

۴۔ روزہ رکھ کر شرعی عذر (حیض و نفاس وغیرہ) کے بغیر توڑ دینا، سخت گناہ ہے، البتہ اس قدر شدید بیمار ہو جائے کہ روزہ نہ توڑنے سے جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں افطار کر لے اور صحت یاب ہونے پر قضا لازم ہے۔۔۔۔۔

مفسدات صوم

کلی کرتے وقت پانی حلق میں اتر گیا، ناک میں پانی ڈالتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، قصد امنہ بھر قے کی، منہ بھرتے آئی اور چنے کے برابر نکل لی، ناک یا کان میں دوا ڈالی، حقنہ کیا، دانتوں میں اٹکا ہوا کھانا نکل لیا، پان کھائے اگرچہ تھوک دے اور اس کا اثر حلق تک نہ جائے، حقنہ یا سگریٹ پینا، ان تمام صورتوں میں اگر روزہ یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔۔۔۔۔

دانتوں سے خون نکل آیا اور اسے نکل لیا، اگر خون غالب تھا تو روزہ ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔۔۔۔۔

منہ میں کچے رنگ کا دھاگہ رکھا، جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور اسے نکل لیا تو روزہ فاسد ہو گیا، قضا لازم ہے۔۔۔۔۔



کان میں تیل ڈالا، پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا، دوائی لگالی، جو دماغ یا معدہ تک پہنچ گئی یا پھر، کنکر یا گھاس وغیرہ کھالی یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ دار کی طرح رہا یا حلق میں بارش کی بوند یا اولہ چلا گیا، بہت سے آنسو یا پسینہ نکل گیا، ان تمام صورتوں میں روزہ کی قضا لازم ہے، کفارہ نہیں ہے۔۔۔۔۔

اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے روزہ میں عمد او یا غذا استعمال کرے یا عمد اجماعت کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا و کفارہ لازم ہوگا۔ اسی طرح حقہ یا سگریٹ کا عادی شخص تمباکو نوشی کرے تو قضا اور کفارہ لازم ہے۔۔۔۔۔

جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا

بھول کر کھانا پینا بشرطیکہ کھاتے ہوئے یاد آ جائے تو فوراً منہ سے اگل دے اور کلی کر

لے۔۔۔۔۔ بلا اختیار گرد و غبار، دھواں، مکھی، مچھر حلق میں چلا جائے، دوران غسل کان میں پانی داخل ہو جائے، خود بخود قے آجائے، اگرچہ منہ بھر کر ہو، آنکھ میں دوائی ڈالے، دانتوں میں چنے سے کم مقدار جو چیز رہ گئی، اسے نکل لیا، دن کو احتلام ہو جائے، بیوی کو بوسہ دے یا چھوئے مگر انزال نہ ہو، ان تمام صورتوں میں روزہ قائم رہتا ہے۔۔۔۔۔

شیشہ دیکھنے، سنگی لگوانے، تیل ملنے یا سرمہ لگانے سے، اگرچہ ان کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو، عطر یا پھول سونگھنے، اور مسواک کرنے سے تر ہو یا خشک اگلے پھر ہو یا پچھلے پھر، روزہ فاسد نہیں ہوتا۔۔۔۔۔

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس مسئلہ پر اسی کتاب الصوم میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا تفصیلی رسالہ ”روزہ اور ٹیکہ“ شامل ہے۔۔۔۔۔

روزہ کا کفارہ

ایک روزہ بطور قضا رکھے اور پھر (دوماہ) ساٹھ روزے لگاتار رکھے اگر ایک ناغہ بھی ہو گیا تو از



سر نو دوبارہ پے در پے روزے رکھے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔۔۔۔۔

متفرقات

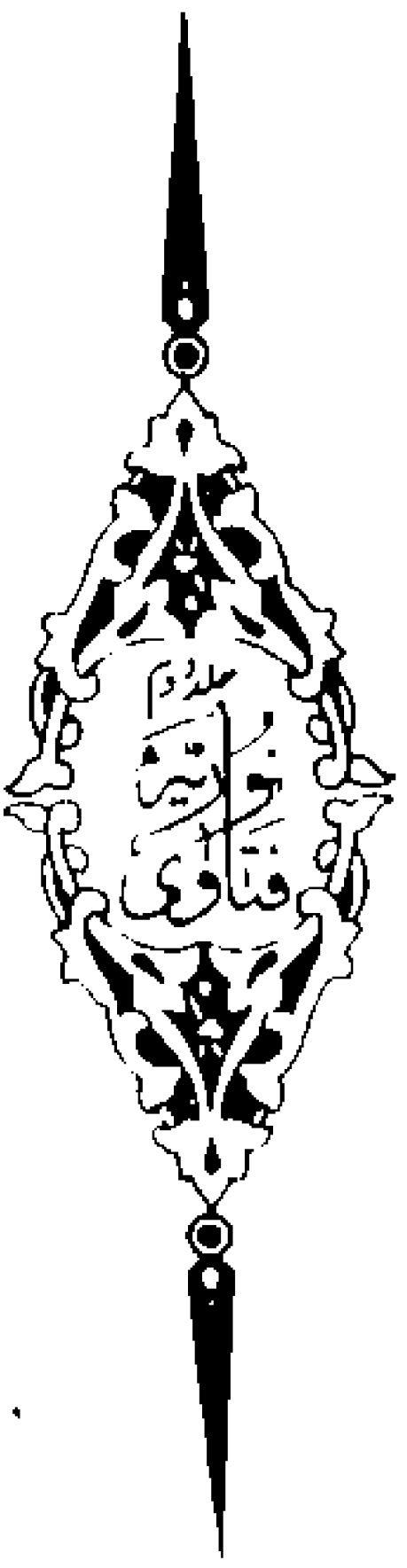
مسافر یا مریض کو افطار کی اجازت ہے، لیکن حتی الامکان روزہ رکھنا بہتر ہے۔۔۔۔۔
سفر سے مراد شرعی سفر ہے، یعنی اوسط رفتار سے تین دن سے کم مسافت نہ ہو۔ اس کا اندازہ ساڑھے ستاون (57.50) میل (92 کلو میٹر) ہے۔۔۔۔۔

جس مسافر نے طلوع فجر سے پہلے سفر شروع کیا، اس کے لئے روزہ ترک کرنا جائز ہے، لیکن جس نے بعد طلوع سفر شروع کیا، اسے اس دن کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔۔۔۔۔

عورت کے لئے حیض و نفاس کے ایام میں روزہ منع ہے، جتنے روزے رہ گئے ہوں، رمضان المبارک کے بعد پاکیزگی کی حالت میں ان کی قضائی دے، ہاں ان ایام میں نمازیں معاف ہیں۔۔۔۔۔
حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے سے اگر اپنی یا بچے کی جان کے ضرر کا اندیشہ ہو تو افطار جائز ہے۔۔۔۔۔

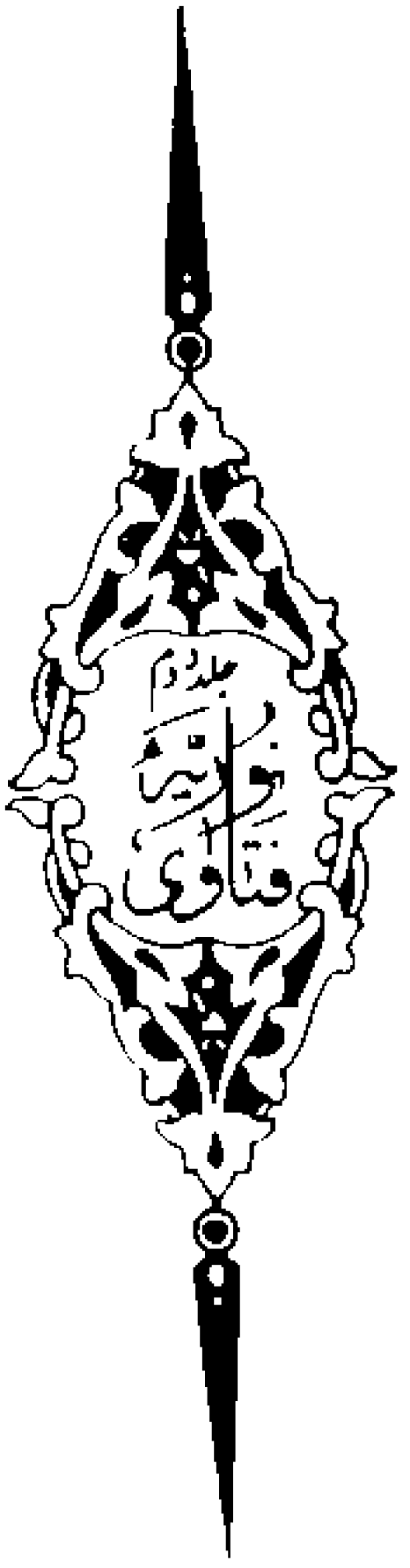
مجموعی طور پر کتاب الصوم میں اٹھارہ استفتاءات کے جوابات ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



کتاب الصیام

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ دنیا میں بعض ایسے علاقے بھی پائے گئے ہیں جہاں نظام شمسی کے تحت سال بھر میں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات رہتی ہے، احادیث کریمہ بلکہ نص قطعی سے یہ ثابت ہے کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے اور اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ چھ ماہ کا روزہ نہیں رکھا جاسکتا ہے تو کیا وہاں کے باشندوں پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں یا کہ نہیں، اگر فرض ہیں تو دنیا کا کون سا علاقہ ہے کہ جس کے دن کی مقدار مد نظر رکھی جائے گی؟

السائل: ڈاکٹر اظہر ملک میونسپل کمیٹی ۲ ڈسپنسری ملتان شہر

۲۱-۱۱-۶۸



بسم الله الرحمن الرحيم وصلى الله تعالى على الحبيب الكريم مع التسليم
ہاں روزے وہاں کے عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں لقولہ تعالیٰ من
شہد منکم الشهر (پ ۶)، کیونکہ شہود الشہر سے مراد انسان کا اس ماہ میں
مکلف ہونا ہے۔ احکام القرآن للامام ابی بکر الجصاص الحنفی علیہ الرحمہ ج ۱ ص ۲۱۶ میں
ہے ان المراد من الشہود کونہ فیہ من اهل التکلیف اور یونہی، ۲۱ میں
بھی ہے جیسے کہ وہ مرد و عورت جو نہایت پیرانہ سالی کے سبب ایسے کمزور ہو جائیں
جو کسی موسم میں بھی کبھی روزہ نہ رکھ سکیں یا ایسا مریض جس کے شفا یا ب ہونے کی امید
ٹوٹ چکی ہو اور ہوتا کمزور کہ کسی موسم میں بھی روزہ ادا نہیں کر سکتا تو ان پر روزہ
فرض ہو جاتا ہے کیونکہ روزے کے عوض اور بدل پر وہ قادر ہیں جس کا نام فدیہ ہے
جیسے وہ بے وضو جسے پانی نہ ملے تو اس پر بھی وضو فرض ہے کیونکہ وہ وضو کے
بدل پر قادر ہے جس کا نام تمیم ہے، قرآن کریم میں ہے وعلى الذين يطيقونه فدية
طعام مسکین (پ ۶)، بسوط امام بخاری ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے ان الصوم قد
لزم لشہود الشہر۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۲۸۸ میں ہے لا شک ان من سماع
ان الشیخ الفانی الذی لا یقدر علی الصوم یجزي عنہ الاطعام علم ان
سبب ذلك عجزه عجزاً مستمراً الى الموت الخ شامی ج ۲ ص ۱۶۳، مطاوی
علی بالدر ج ۱ ص ۲۶۵ وغیرہ میں ہے المريض اذا تحقق اليأس من الصلحة



فعليه الفدية لكل يوم من الممرض - میزان شرعی ج ۲ ص ۲۰، رحمة الامم ج ۱ ص ۱۳
میں ہے واللفظ منها واما المريض الذي لا يرجى برؤه والشيخ الكبير
فانه لا صوم عليهم ما بل تجب الفدية عند أبي حنيفة وهو الأصح
من مذهب الشافعي - البتة كتب شافعية میں ایسے علاقوں کے متعلق ہے کہ وہ
لوگ ایسے نزدیک ترین علاقہ کے لحاظ سے اوقاتِ سحری و افطاری مقرر کر لیں جہاں روزہ
رکھا جاسکتا ہے۔ شامی ج ۱ ص ۳۸، طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۵، میں ہے والنظم
له وكذا يقدر في الصوم ليلهم باقرب بلد يلهم ثم يمسون الى الغروب
باقرب بلد اليهم على ما قاله الزركشي وابن العمدار - والله تعالى
اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله واصحابه وبارك وسلم -

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۱۳/۱۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل پیش آمدہ کے
بارہ میں :-

۱۔ بلغاریہ یا ڈنمارک وغیرہ علاقوں میں سال کے اندر چند راتیں دو گھنٹے کی ہوتی ہیں
بلکہ بعض دنوں میں تو سورج کا طلوع شفق کے غروب سے قبل ہو جاتا ہے، ان جگہوں میں
نماز پنجگانہ کن کن اوقات میں قضا یا ادا پڑھنی ہوں گی خصوصاً عشاء و تراویح فجر کی نمازوں
کے اوقات کیسے متعین کئے جائیں گے؟

۲۔ ان علاقوں میں رمضان کے روزوں کے لئے وقت کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

۳۔ ان علاقوں میں ایام تشریق و قربانی کا تقرر کیسے ہو؟

۴۔ ان علاقوں میں عشرہ اخیرہ رمضان برائے اعتکاف کا تعین کیسے ہو؟

بینو اب السبط والتفصیل توجروا عند اللہ الکریم الجلیل۔

العارض : جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزیمینڈی راولپنڈی شہر



ایسے بلاد کے ایسے ایام سال بھر میں تقریباً چالیس ہوتے ہیں، شامی ج ۱ ص ۲۳۵ میں ہے فی اربعینۃ الصیف۔ ان میں عشرہ کے علاوہ سب نمازوں کے اوقات حسب معمول پائے جاتے ہیں۔ ان کو ان کے اپنے مقررہ اوقات میں ہی ادا کرنا لازم ہے لنصوص الكتاب والسنة اور نماز عشرہ کا وقت مفقود ہے، اس کے متعلق ہمارے امام الائمہ امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تلامذہ اشدہ سے کتب مذہب مہذب میں کچھ منقول نہیں بلکہ چوتھی صدی تک کے کسی عالم مشہور حنفی سے کوئی فتوے نظر نہیں آیا لہذا پانچویں صدی کے ائمہ کے سامنے جب یہ مسئلہ آیا تو مختلف فتوے دئے گئے چنانچہ حضرت شمس الائمہ عبدالعزیز احمد علوانی یا علوانی بخاری رحن کا

مع کتب السائل بالسبط بتقدیم السین علی البار والظاہر تقدیم البار علی السین ۱۲ ج ۱ ص ۱۲۸

وصال پانچویں صدی ہجری کے ۲۲۸ھ یا ۲۲۹ھ میں ہے کما فی الجواہر المصنیۃ ج ۱ ص ۳۱۸ والفوائد البہیۃ ص ۸۱، ۸۲ وایضاً فی الفوائد ذکر سنت اثنین وخمسين واربع مائة وعن الذهبی ست وخمسين واربع مائة کی خدمت میں حسبِ نقولِ مذہبیہ سب سے اول یہ سوال پیش کیا گیا تو آپ نے وجوبِ عشاء و ترکِ فتنے دیا، بعد ازاں یہ سوال شیخ کبیر سیف السنۃ سیف الدین بقالی کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے عدم وجوب کا فتوے دیا جب یہ جواب حضرت شمس الائمہ کو پہنچا تو آپ نے ایک سائل کو حضرت سیف بقالی کی خدمت میں بھیجا کہ جامع مسجد خوارزم میں عوام کی موجودگی میں شیخ بقالی کی خدمت میں یہ سوال کرے کہ جو شخص پانچ نمازوں میں سے ایک نماز ساقط کر دے اس کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا وہ کافر ہے؟ تو حضرت بقالی نے سمجھتے ہوئے کہ سوال میرے ہی فتوے پر ہے فوراً فرمایا جس شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں اس کے وضو کے فرائض کتنے ہیں؟ تو سائل نے کہاتین ہیں کیونکہ چوتھے فرض کا محل نہیں رہا تو حضرت بقالی نے فرمایا کہ اسی طرح پانچویں نماز اس لئے ساقط ہے کہ اس کا وقت نہیں پایا گیا جب یہ جواب علوانی کو ملا تو آپ نے پسند فرمایا اور اپنے فتوے سے رجوع کرتے ہوئے حضرت بقالی کی موافقت فرمائی کہ ایسے شخص پر نماز عشاء نہیں کما فی فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۷ و الکبیری ص ۲۲۸ و ۲۲۹ والصغیری ص ۱۲۹ والشامیہ ج ۳ ص ۳۲۱ و شرح الملا مسکین علی المکنز ص ۳۸۔

بعد ازاں برہان کبیر جن کو برہان الدین الکبیر والصدۃ الکبیر و برہان الائمہ بھی کہا جاتا

۱۔ ان کا سن وفات نہیں ملا مگر چونکہ سوال بعد ازاں پیش ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی پانچویں صدی کے عالم ہیں ۱۲ منہ غفرلہ
۲۔ کما فی فوائد البہیۃ (طبع کوہ نور دہلی) وغیرہا ۱۲ منہ غفرلہ

ہے جو حضرت شمس الائمہ حلوائی کے تلمیذ رشید شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل مخرسی کے تلمیذ رشید ہیں جن کا نام نامی عبدالعزیز بن عمر ہے، سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے وجوب کا فتوے دیا کما فی التبیین ج ۱ ص ۸۱ والشامیۃ ج ۱ ص ۳۳۶ والفتح ص ۱۹۷ والکن فیہ بدل البرہان البرہانی بیاء النسبة ولعل الکاتب غلط والصحیح البرہان کما فی التبیین وغیرہ مگر فنیۃ المستمل کبیری ص ۲۲۸ اور صغیری ص ۱۲۹ میں ہے کہ حضرت برہان الائمہ اور ان کے تلمیذ رشید ظہیر الدین مرغینانی نے عدم وجوب کا فتوے دیا ونصہ ورد فتویٰ فی زمن الصدر برہان الائمہ انا لا نجد وقت العشاء فی بلدتنا هل علینا صلوة فکتب لیس علیکم صلوة العشاء وبہ افقی ظہیر الدین مرغینانی۔

تو معلوم ہوا کہ برہان الائمہ سے نقل میں اختلاف ہے، تبیین وغیرہ میں وجوب کا قول نقل کیا اور کبیری و صغیری میں عدم وجوب منقول ہوا مگر قرین قیاس یہ ہے کہ صحیح یہی ہے کیونکہ حضرت حلبی کی نقل برہان کبیر کے استاذ شمس الائمہ حلوائی کے فتویٰ کے مطابق ہے اور یونہی برہان کبیر کے شاگرد ظہیر الدین مرغینانی کے فتوے کے مطابق ہے اور کبیری و صغیری کے مطابق مولانا عبدالحی صاحب نے الفوائد البہیہ ص ۳۲ کے مآشبہ میں زاہدی کی شرح قدوری سے بھی نقل فرمایا ہے تو جب برہان کبیر کے استاذ اور شاگرد دونوں عدم وجوب کے قائل ہیں اور برہان کبیر سے نقل مختلف ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ بھی عدم وجوب کے قائل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بہر حال فتح القدیر میں حضرت سیف الدین بقالی کے استدلال علی عدم الوجوب کا جواب دیتے ہوئے قول وجوب کو اختیار فرمایا حیث قال ولا یرتاب متأمل



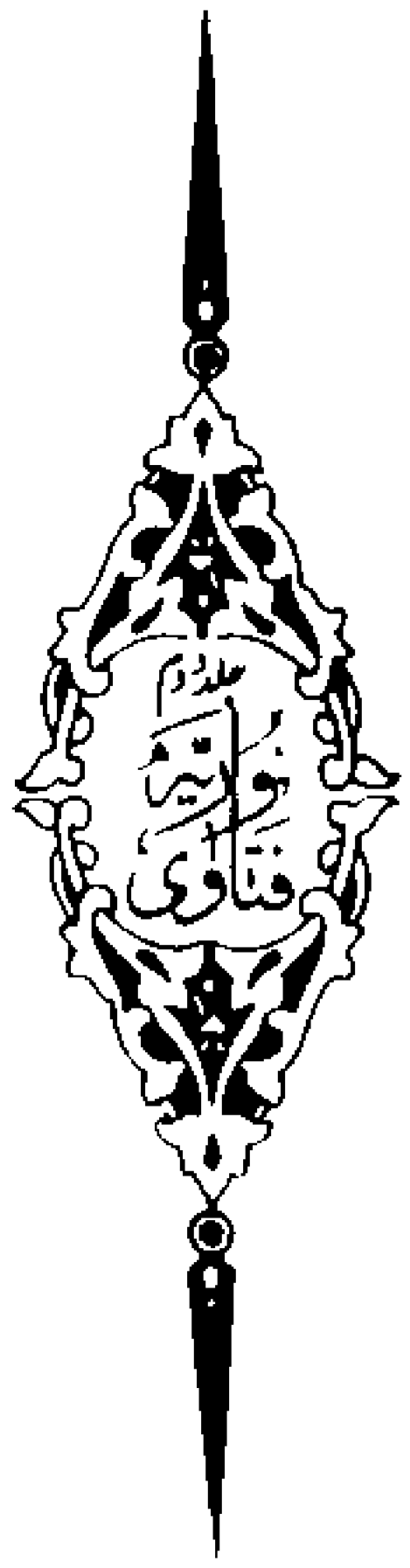
عمہ در المختار میں ہے وبہ افقی البقالی ووافقه الحلوائی والمرغینانی ۱۲ منہ غفرلہ

فی ثبوت الفرق بین عدم محل الفرض و بین سبب الجعل للذی جعل علامته علی الوجوب الخفی الثابت فی نفس الامر و جواز تعدد المعارف للشیء فانتهار الوقت انتفاء المعرف و انتفاء الدلیل علی شیء لا یستلزم انتفاءه لجواز دلیل اخر وقد وجد وهو ما تواطئت اخبار الاسرار من فرض الله تعالی الصلاة خمساً الخ

اس کا محل یہ کہ مقطوع الیدین والعلین پر فاقد الوقت کا قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ مقطوع الیدین کا محل فرض معدوم ہے وہ خلقی ہے اور فاقد الوقت کا سبب جو معدوم ہے وہ جعلی ہے اور یہ کہ شے کے معارف یعنی علامات و دلائل متعدد ہو سکتے ہیں تو وقت کا انتفاء دلیل کا انتفاء پہلے اور کسی شے کی دلیل کا منتفی ہونا اس شے کا انتفاء نہیں کیونکہ کوئی اور دلیل بھی ہو سکتی ہے جو سہل ہذا میں موجود ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ ہر ایک شخص پر پانچ نمازیں فرض ہیں اس میں کسی علاقے یا قطر کے رہنے والوں میں سے کسی کا استثناء نہیں اور حدیث دجال سے بھی ثابت ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں اور ایک سالہ دن میں اندازہ سے سے ہر ایک چوبیس گھنٹے میں پانچوں نمازیں واجب ہیں لہذا فاقد وقت عشر پر نماز عشر لازم ہے۔

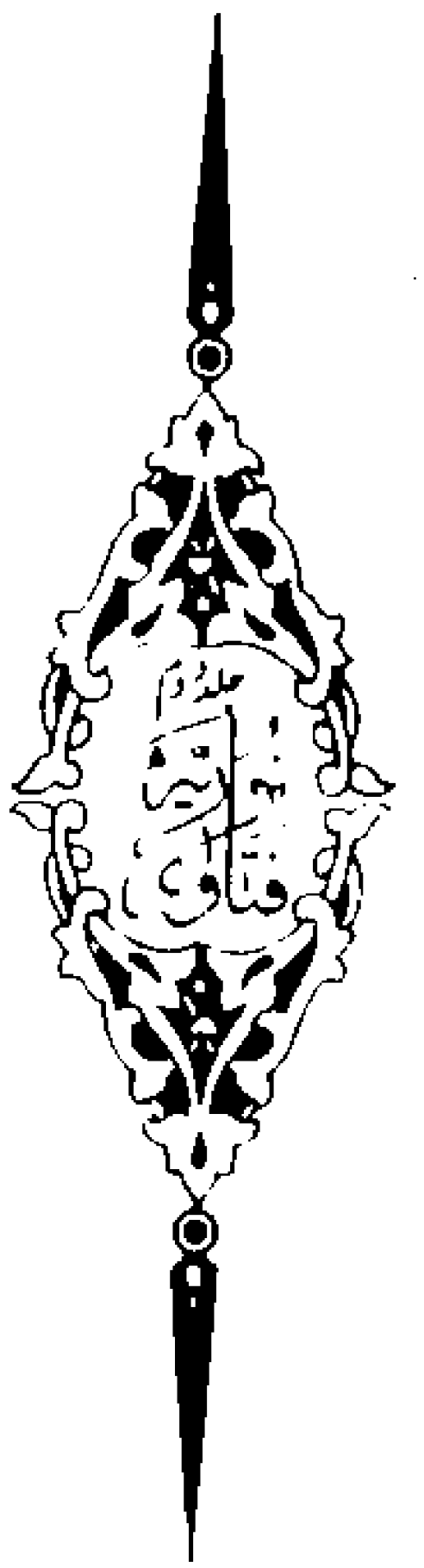
دلیل نمبر ۱ کا جواب یہ ہے کہ یہ سبب جعلی کسی کے جعل سے ہے و نہو کے محل خلقی کا خالق و جاعل ہی اس سبب جعلی کا بھی جاعل ہے وہ وہی ہے جس نے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ، اور یوں بھی کوئی فرق نہیں کہ محل غسل غسل کی ظرف مکان ہے اور وقت نماز نماز کی ظرف زمان ہے تو ظرف ظرف میں کیا فرق؟ وقد صرح بہ الاصولیون بان الوقت ظرف للصلاة و ذاملاً یخفی فانتهی الفارق و صرح الاستدلال۔

دلیل نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ واقعی یقیناً احادیث کثیرہ پانچ نمازیں ثابت ہیں مگر یہ امر بھی یقینی ہے کہ ان کے پانچ وقت بھی آیات و احادیث سے متعین و منقرہ ہیں قال



اللہ تعالیٰ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ تفسیر غازی ج ۱
ص ۲۹۳ میں ہے یعنی مکتوبہ موقتہ فی اوقات محدودة فلا يجوز
اخراجها عن اوقاتها علی ای حال۔ معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۹۳ میں ہے فرمنا
موقتا وقت اللہ علیہم وقد جار بیان اوقات الصلوة فی الحديث
ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۰ میں حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیان
للصلوة وقتا کو وقت الحج۔

قرآن کریم کی بکثرت آیات میں اقامت و محافظتِ صلوات کا حکم ہے اور اقامت و
محافظت کا معنی مفسرین کرام نے پابندی اوقات اور دیگر شرائط و ارکان سے ادا کرنا بیان
فرمایا ہے۔ غازی اور معالم ج ۱ ص ۲۶ میں ہے و النظم من المعالم قوله تعالى
ويقيمون الصلوة ای یدیمونها و يحافظون علیہا فی مواقیتہا الخ،
تفسیر ابن کثیر میں قتادہ سے ہے اقامة الصلوة المحافظة علی مواقیتہا الخ اور
یونہی مقاتل بن حیان سے بھی نقل فرمایا۔ نیز در المنثور ج ۱ ص ۲۷ میں بھی حضرت قتادہ سے
یہی منقول ہے۔ معالم اور غازی ج ۱ ص ۲۶ میں ہے و اقيموا الصلوة یعنی الصلوات
الخمس بمواقیتہا وحدودہا۔ نیز معالم و غازی ج ۱ ص ۲۰۶ میں بکلمات متقاربه
ہے قوله تعالى حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی ای و اظہروا
ودا و موا علی الصلوات المكتوبات بمواقیتہا الخ در المنثور ج ۱ ص ۲۹۳
میں ہے المحافظة علیہا المحافظة علی وقتہا، نیز ج ۱ ص ۲۹۶ میں حدیث
مرفوع عن ابی الدرداء میں ہے من حافظ علی لصلوات الخمس علی وضوئہن
ورکوعہن وسجودہن و مواقیتہن، نیز ج ۱ ص ۲۹۵ کی احادیث مرفوعہ
سے حضرت حنظلہ کی حدیث میں بعینہ یہی کلمات ہیں اور حضرت ام المؤمنین سہرا صدق و صفا
کی حدیث مرفوعہ میں ہے حافظ علی وضوئہا و مواقیتہا۔ حضرت انس کی حدیث



مرفوع میں ہے من صلی الصلوات لوقتہا اور یونہی حضرت کعب بن عجرم سے بھی یہی کلمات ہیں اور یہ حدیث ہے بھی قدسی نیز ج ۱ ص ۲۹۶ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث مرفوع قدسی میں ہے وعزتی وجلالی لا یصلیہا عبد لوقتہا الا ادخلتہ الجنة۔ تفسیر بن کثیر ج ۱ ص ۲۹۰ میں اسی آیت کے تحت ہے یا امرتعالی بالمحافظة علی الصلوات فی اوقانتہا وحفظ حدودہا وادانتہا فی اوقانتہا کما ثبت فی الصحیحین عن ابن مسعود قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل افضل قال الصلوة لوقتہا الحدیث تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۴۲ میں ہے واظبوا علی الصلوات المکتوبات فی اوقانتہن نیز حضرت مسروق تابعی سے بالاسنادین بحالمحافظة علیہا بالمحافظة علی وقتہا و فالحفاظ علیہا الصلوة لوقتہا۔ تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۱۵ میں ہے بالاداء لوقتہا۔ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۳۴ میں ہے بالاداء لوقتہا والمداومت علیہا بلکہ خود فتح القدیر شرح الہدایہ میں بھی یہی معنی ہے، ج ۱ ص ۱۹۱ میں ہے ومحافظة اداؤها فی اوقانتہا۔

ایسی آیات اور مفسرین کرام کے اقوال اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احصاء اس مختصر فتوے میں مشکل ہے، بطور نمونہ اسی پر اکتفا رہے اور یونہی احادیث کثیرہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ بھی متعذر، ان احادیث میں احادیث فعلیہ اور تقریریہ کی کثرت قولیہ سے نسبت بہت ہی زائد ہے والعاقبت تکفیل الاشارة، بلکہ پانچ نمازوں کے پانچ نام ہی بتا رہے ہیں کہ مخصوص باوقات ہیں اور نماز عشر کا نام تو صراحۃً قرآن کریم میں بھی ہے سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے من بعد صلوۃ الحشاء اور احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے بھی اس نماز کا یہ نام روز روشن کی طرح ثابت ہے جو آج تک برابر استعمال ہو رہا ہے۔



بہر پنج احادیث سے پانچ نمازیں ضرور ثابت ہیں مگر وہ پانچ ہیں کونسی نمازیں؟ وہ یقیناً ہی پانچ ہیں صلوٰۃ الفجر، صلوٰۃ الظهر، صلوٰۃ العصر، صلوٰۃ المغرب، صلوٰۃ العشاء، تو یہ کہنا کہ وقت معرفت و دلیل ہے، انتفاء دلیل سے انتفاء ثبوتی لازم نہیں آتا، شے کے لئے اور دلیل کا ہونا بھی جائز ہے جو یہاں موجود ہے (محض تعجب خیر ہے، وہ دلیل یقیناً یہی پانچ نمازیں ثابت کرتی ہے جن کے لئے یہ پانچ اوقات ظروفاً ہیں جن کی معرفت خصوصاً انہی اوقات سے ہوتی ہے کہ ان کے اسماء مضافہ الی الاوقات ہیں اور مضاف الی المعرفة مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے کما صرح بہ النحاة فی کتبہم اور یونہی لام تعریف بھی مفید تعریف ہے جو قرآن کریم میں ہماری نمازوں کی اقامت کے بیان میں اکیس آیات میں ہے مثلاً واقم الصلوٰۃ طرفی النهار وزلفا من اللیل اور والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰۃ وغیرہا من الایات اور یہ بھی فرمایا ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر اور اضافت معنویہ کے ساتھ مضاف الی ضمیر الخطاب ہے ولا تجہر بصلواتک اور مضاف الی ضمیر المؤمنین الغائبین جمعاً پار مرتبہ ہے مثلاً وهم علی صلوٰۃم یحافظون وغیرہا من الایات اور ایک بار مضاف الی یاء المتکلم ہے قل ان صلاتی ونسکی اور ایک مرتبہ الصلوٰۃ ہے حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوة الوسطی اور ایک مرتبہ صلوٰۃم ہے والذین هم علی صلاتهم یحافظون تو کیا سید الاسرار کی خمس صلوٰۃ ان آیات کثیرہ اور خود اسماء الصلوٰۃ سے معین و مقرر نہیں ہوئیں کہ اب بھی اس نکارت کو دلیل بنایا جائے اور آیات کی طرح احادیث کثیرہ میں بھی الصلوٰۃ اور الصلوٰۃ معرفہ بلام الحمد اور مضافاً الی المعارف نہایت ہی کثرت سے کتب صحاح وغیرہ میں موجود ہیں بلکہ خود محقق علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے اسی استدلال میں الخمس معرفہ باللام ذکر فرمایا ونصہ وقد وجد وهو ماتواطأت اخبار الاسرار من فرض الله تعالى الصلوٰۃ خمساً



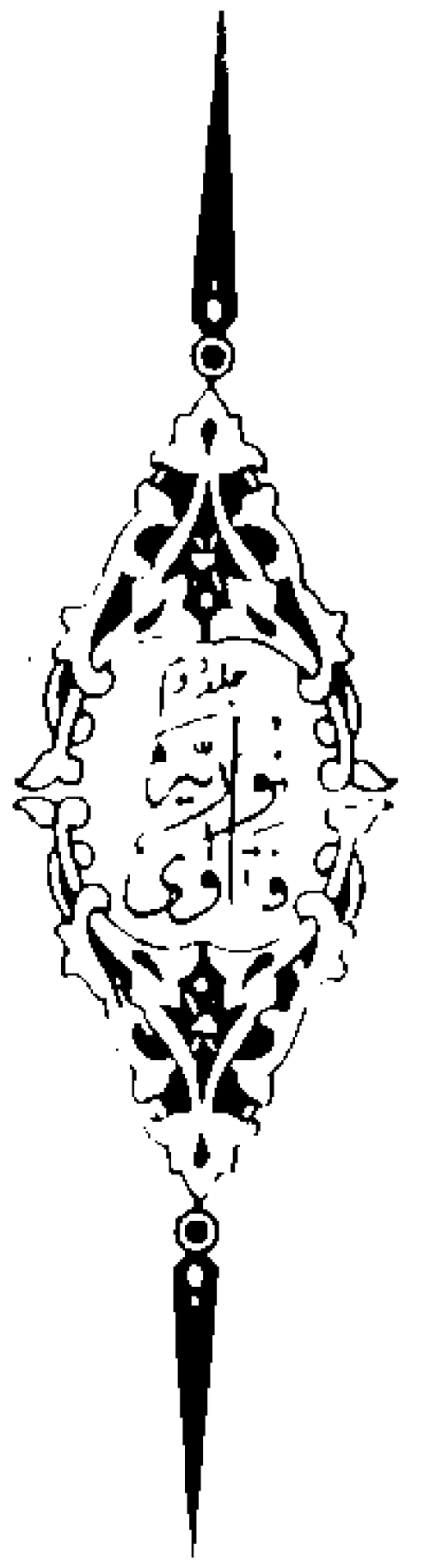
بعد ما مروا ولا بخمسين شراستقرا الامر على الخمس شرا
عاما فحصل الحق وحصل المطلوب اور پونہی حضرت محقق علیہ الرحمۃ
نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا جس میں خمس صلوات ہے وکذا قال صلی اللہ
علیہ وسلم خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد عالا نکہ یہ استدلال بھی
محض مسامحت پر مبنی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی میں ۸۰ اور مؤطا امام مالک ص ۴۳ پر حضرت عبادہ بن صامت
سے ہے، اس میں 'علی العباد' سے آگے ہے من جاز بہن لم یضیع منہن
شیئا جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وقت میں ادا نہ کرنے کو بھی اصنامت شامل ہے بلکہ
ابوداؤد میں ۶۴ میں یہی حدیث بایں کلمات مبارکہ ہے خمس صلوات افترضہن
اللہ عزوجل من احسن وضوئہن وصلاتہن لوقتہن اس میں وقت خاص
کی قید منصوص ہے والحادیث تفسر بعضها بعضا، قاعدہ مسلمہ ہے
فان محل الاستدلال پھر الصلوات الخمس معروف باللام بھی احادیث میں وارد ہے
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث متفق علیہ میں ہے فذلک مثل الصلوات
الخمس یمحو اللہ بہن الخطایا، اور انہی سے مسلم میں ہے الصلوات الخمس
والجمعة الی الجمعة الحدیث۔ پھر حدیث حضرت امامہ میں صلوا خمسکم
بھی ہے تو کیا ان احادیث سے خمس صلوات کی نکارت زائل نہیں ہوتی بلکہ تکبیر تعظیم کے
لئے بھی ہوتی ہے کما بنین فی محلہ تو یہاں بھی ظاہر ہے کہ تعظیم کے لئے ہے
یہ سب بطریق ارفاء العنان ہے ورنہ شب اسراء میں خمس صلوات کی فرضیت ہے بھی بطریق

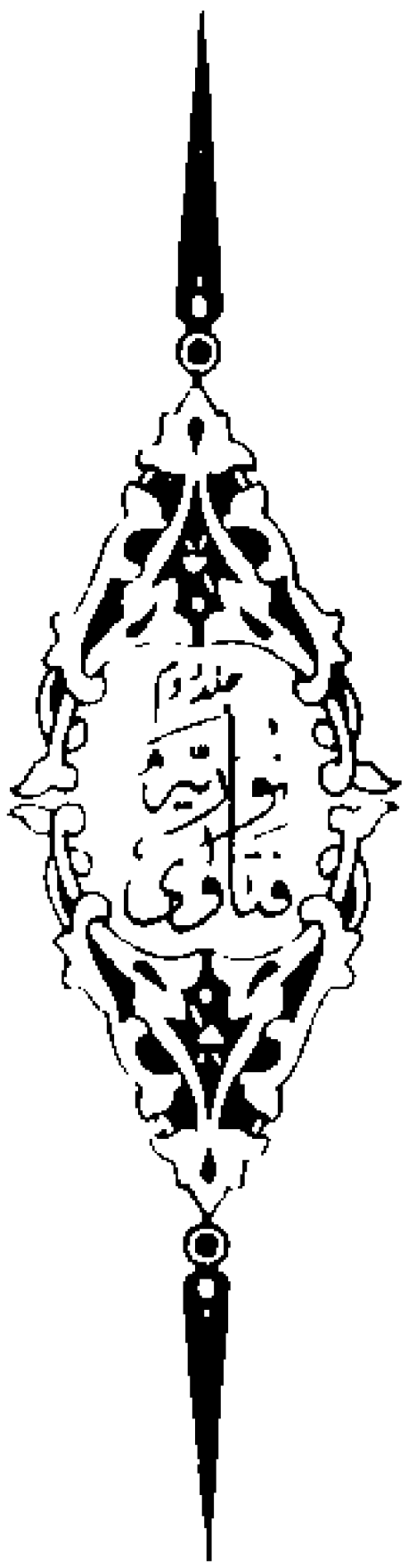


سہ هذا ان كان المراد من الخمس الخمس المبين وان كان المراد خمس الذي
مر فاما استقرا الامر الاعلى الخمس المبين المعين ولا عمل الا بعد البيان ۱۲ من خفله

اجمال ہی اور اجمال کا حکم یہ ہے کہ بیان مجمل سے قبل اس پر عمل نہیں ہو سکتا، حاشی ص ۷،
 اور ۸ میں ہے وحکمہ التوقف فیہ علی اعتقاد حقیۃ المراد بہ الی ان یاتیہ
 البیان۔ منار ثمن نور الانوار ص ۹۲ میں ہے وحکمہ اعتقاد الحقیۃ فیما هو
 المراد والتوقف فیہ الی ان تبین ببیان المجمل كالصلوة والزکوة
 والمختار میں ہے ولا یتخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ۔ شامی
 ج ۱ ص ۳۳۱ میں فرمایا وقولہ ولا یتخفی ان جواب سوال حاصلہ ان الصبح
 اذا کان اول الخمس وجوباً فکیف ترکہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 صبیحة الاسرار مع وجوبہ علیہ لیلًا و بیان الجواب انہ وان
 کان واجباً لا یجب الاداء قبل العلم بالکیفیۃ لان الخطاب بالمجمل
 قبل البیان یفید الابتداء بل اعتقاد الحقیۃ فی الحال وانما یجب
 العمل بعد البیان کما ذکرہ الاصولیون طحاوی ج ۱ ص ۳، ۱ میں ہے
 قوله فلذا ای لتوقف وجوب الاداء علی العلم۔ مواہب اللدنیہ اور اس
 کی شرح زرقانی ج ۱ ص ۲۸۶ میں ہے رفد کر الحدیث وفیہ رد علی من
 زعم ان بیان الاوقات انما وقع بعد الهجۃ والحق ان ذلك وقع
 قبلہا ببیان جبریل صبیحة المعراج و بعدہا ببیان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کما دللت علیہ الاحادیث۔ اور جب فرضیت خمس
 کا بیان بقیۃ الاوقات ہے تو وقت نہ پائے جانے کی صورت میں وجوب الاداء نہیں
 پایا جائے گا اور جب ادار نہ ہوئی تو قضا کیسی؟ رہی حدیث دجال تو وہ شرع جدید ہے
 اور خلاف قیاس ہے تو اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۴۱
 مرقاۃ علی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۵ میں ہے قال القاضی وغیرہ ہذا حکم
 مخصوص بذلک الیوم شرعاً لنا صاحب الشرع قالوا لولا



هذا الحديث وكلنا الى اجتهادنا لاقتصرنا فيه على الصلوات
الخمس عند الاوقات المعروفة في غيره من الايام كبرى ص ۲۳۰
میں ہے والقیاس علی ما فی حدیث الدجال غیر صحیح لانہ لا
مدخل للقیاس فی وضع الاسباب ولئن سلم فانہا ہو فیما لا یشکوت علی
خلاف القیاس والحديث ورد علی خلاف القیاس فقد نقل
الاکمل فی شرح المشارق عن القاضی عیاض انہ قال هذا حکم
مخصوص الخ نیز اسی میں ہے ولئن سلم القیاس فلا بد من المساواة
فلا مساواة فان فیما نحن فیہ لم یوجد زمان یقدر للعشاء فیہ
وقت خاص بہا والمفاد من الحديث انہ یقدر لكل صلوة وقت
خاص بہا الخ وقد نقلہ الشامی مقرر ابل مجیباً عما اورد علیہ
بانہ لیس من باب اللاحاق دلالة وبأن قوله ان ما نحن فیہ لم یوجد
زمان یقدر للعشاء فیہ وقت خاص ممنوع فاجاب الشامی ج ۱،
ص ۳۳۸ عن الاعتراضین وقال فی اخرا الجواب فاین اللاحاق
دلالة مع عدم المساواة فلو کان بطریق اللاحاق او القیاس
لجعلوا لها وقتاً خاصاً بہا تكون فیہ ادا روا نہما قدر وہ موجودا
لا یجاب فعلہا بعد الفجر اور اس میں مطاوی کے ادعائے الحاق دلالة کا
بھی جواب آگیا، رہا شامی کا یہ کہنا والاحسن فی الجواب عن المحقق الکمال
ابن الہمام انہ لم یذکر حدیث الدجال لیقیس علیہ مسئلتنا
اولیٰ حقہا بہ دلالة وانما ذکرہ دلیل علی افتراض الصلوات
الخمس وان لم یوجد السبب افتراضاً عاماً، لکل غیر مفید اور ہے مؤ
ہے لان الافتراض لا یشیت بخبر الواحد ولما من اثبات



الاورقات للصلوات ولان کون الوقت بعد الغروب الى انتهاء الشفق لصلوة المغرب وبعد طلوع الفجر الى طلوع قرن الشمس لصلوة الفجر قطعی لا یرتفع جز منهما بخبر الواحد حتی یقدر للعشاء خصوصاً اذا کان الخبر خاصاً بالمورد خلافت القیاس ولا یقاس علیه ولا یلحق به دلالة ایضاً کما قاله بل اقرب الشامی نفسه فکیف یفید ذکره فی مسئلتنا هذه وانظر الغنیة تخنک و تحبک عن ما قال المحقق علیه الرحمة۔

بہر حال یہ سئلہ وجوب العشاء والوترہ کا کتب متداولہ میں سے بالجزم فتح القدر میں ہے وقال الشامی وقد اقر ما ذکره المحقق تلمیذاہ العلامتان المحققان ابن امیر حاج والشیخ قاسم اقول ولما حصل الجواب عما ذکره المحقق حصل عن اقرارهما ایضاً اور یونہی محقق علیہ الرحمة کے اتباع میں ابن الشحنة کی تصحیح کا جواب بھی ہو گیا، پھر اس تصحیح کی بنا پر صاحب تنویر کا متن میں ذکرہ بالجزم کرنا اور اس کی شرح منہ الغفار میں یہ دعویٰ کہ مذہب ہے بالکل بے جا اور پادر ہو اسے، جب مبنی و ماخذ کا جواب ہو گیا تو سب کا جواب ہو گیا اور جب ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہی نہیں نہ صراحتہ اور نہ کنایتہ اور نہ ہی ان کی کسی عبارت سے استنباطاً، تو مذہب کیسے بنا؟ لہذا اور المختار میں اس کی تضعیف فرمائی حیث قال اختاره الکمال و تبعہ ابن الشحنة فی الغارہ فصححہ فزعہ المصنف انہ المذہب۔ شامی ج ۱ ص ۳۳۶ میں ہے بقولہ

عہ کما صرح بہ المصنف فی شرح منہ الغفار کما نقلہ الطحطاوی فی

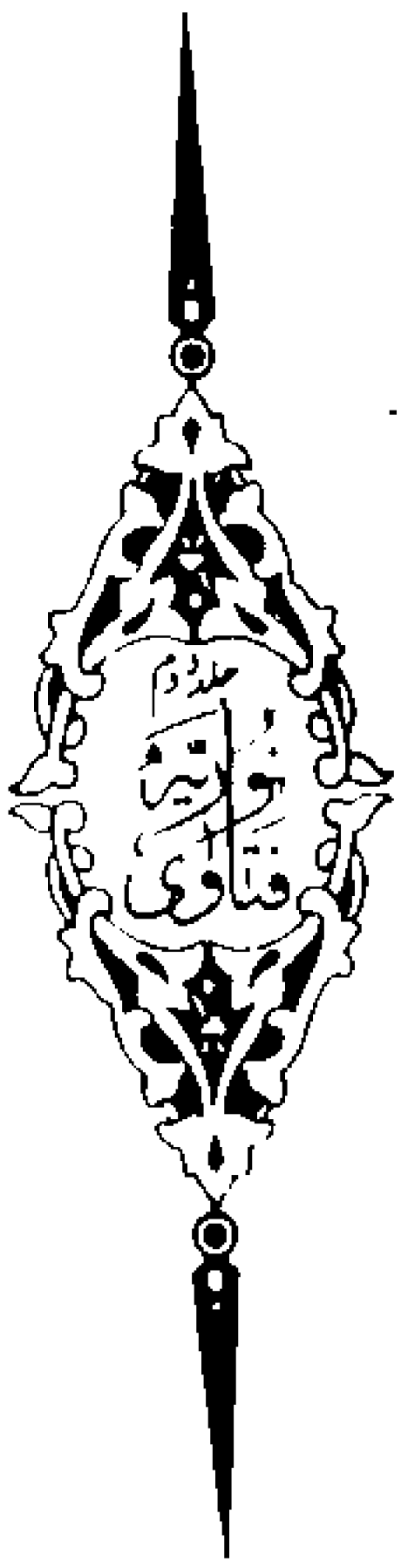
حاشیۃ المرقاۃ ۳ منہ غفرلہ

فزع المصنف الخ ای حیث جزم بـ وعبر عن مقابلہ بقیل
ولذا نسب فی الامداد الی الوهم طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۱۶۶ میں ہے فیہ
اشارۃ الی ضعفہ۔ نیز در المختار میں فرمایا قلت و لا یساعده حدیث الدجال
شامی ج ۸ ص ۳۳۸ میں ہے الضمیر (ای الغائب مفعول لا یساعده)
راجع الی ما ذکرہ الکمال۔ نیز تنویر الابصار گوئن ہے مگر ان متون مقبرہ سے
نہیں جو نقل مذہب کے لئے ہیں، فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۸۱۰ کے منہیہ میں ہے قدر ایت
التنویر یدخل روایات عن القنیۃ مع مصادمتها للمذہب
المنصوص علیہ فی کتب محمد کما بینت بعضہ فی کتابی
کفل الفقیہ الفاہم هذا۔

اور متعدد متون مقبرہ اور شرح معتدہ اور حواشی و فتاویٰ موثوق بہا میں عدم
وجوب عشر و وتر پر جزم و اعتماد ہے حضرت امام حافظ الملۃ والدرین ابوالبرکات
عبداللہ بن محمد نسفی کنز الدقائق ص ۱۱۹ اور حضرت محقق دین محمد بن فراموزی خسر
پنے شہرہ آفاق شاہکار غرر الاحکام متن اور اس کی شرح درر الاحکام ص ۵۲ اور حضرت

۱۱ شرح نور الایضاح للمصنف العلامة الشرنبلالی علیہ الرحمۃ ۲ منہ غفرلہ

۱۲ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۸۱۰ کے منہیہ میں کنز الدقائق کا شمار متون موضوعہ نقل المذہب میں فرمایا ۱۲ منہ غفرلہ
۱۳ یہ متن اور شرح نہایت ہی بلند پایہ ہیں، صاحب در المختار نے ان ہی سے اکثر مسائل اس اعتماد
سے لئے ہیں کہ خطبہ میں فرمایا و ما کان فی الدرر و الغرر لہ اعزہ الامام اندر ۳ منہ غفرلہ



شیخ علامہ ابراہیم بن محمد علی ملتقی البحر ص ۱۷، حضرت علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار وفائی شرنبلانی جو نہایت بلند پایہ محقق ہیں، اپنے مشہور متن نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح ص ۱۰۵ میں بکلمات متقاربه فرماتے ہیں وَالنَّظْمُ لِلْإِمَامِ النَّسْفِيِّ مِنْ لَحْدٍ يَجِدُ وَقْتَهُ سَهْلًا لَمْ يَجِبْ لَهُ حُجْبًا. حضرت امام اجل فخر الدین عثمان بن علی زلیعی کنز الدقائق کی معتمد شرح تبیین الحقائق ج ۱ ص ۸۱، حضرت علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی شرح کنز الدقائق رمز الحقائق ص ۱۱۹ اور علامہ ابراہیم علی فنیۃ المستملی کبیری ص ۲۲۸ اور صغیری ص ۱۲۹، ملا مسکین علی الكنز ص ۳۸ اور محیط سے جامع الرموز کے ص ۵۲ میں ہے وَالنَّظْمُ لِلْإِمَامِ النَّزِيلِيِّ مِنْ لَحْدٍ يَجِدُ وَقْتُ الْعِشَاءِ وَالْوُتْرَانِ كَانِ فِي بَلَدٍ يَطْلُعُ الْفَجْرُ فِيهِ كَمَا تَغْرِبُ الشَّمْسُ أَوْ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ لِعَدَمِ السَّبَبِ وَهُوَ الْوَقْتُ. حضرت علامہ ابوالاخلاص شرنبلانی غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر ص ۵۲، مفتی الخالق علی البحر میں حضرت علامہ شامی ص ۲۴ میں فرماتے ہیں وَالنَّظْمُ بِهَا



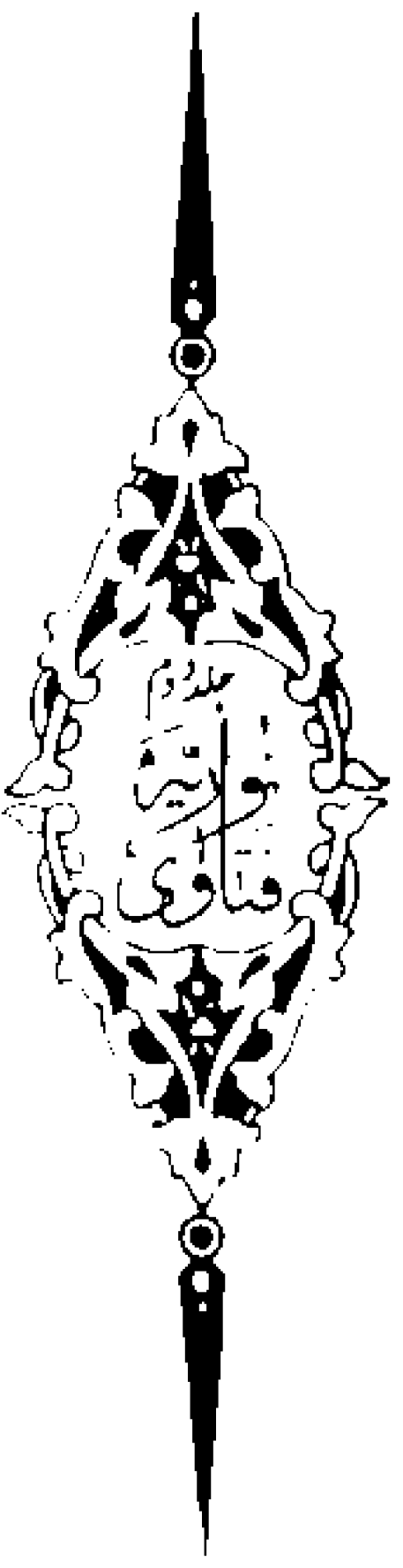
۱۵ یہ بھی نہایت عظیم الشان متن ہے، کشف الظنون ج ۲ ص ۸۱۴ میں ہے بلغ حصیته فی الاتفاق ووقع علی قبولہ بین المحنفیۃ الاتفاق. علامہ حضرت علی غنیہ مذکورہ میں اس کا شمار بھی متون موضوعہ نقل الذہب میں فرمایا ہے نیز فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح کے حصہ اول ص ۹ میں اس کو عالم متون معتبرہ مذہب میں شمار فرمایا اور حصہ چہارم ص ۴ میں فرمایا کہ بہ تصریح فاضل شامی متون معتبرہ فی المذہب سے ہے ۱۲ منہ غفرلہ

۱۶ علی حضرت علیہ الرحمۃ وعلیہ السلام رضویہ ج ۳ ص ۳۸۲ میں فرماتے ہیں "شارح کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب فیروز روشن تر، پیام حق علی لاطلاق سے مقدم اور ان کے مستند ہیں" نیز منیہ مذکورہ میں تبیین کا شمار شروع معتبرہ میں فرمایا ۱۲ منہ غفرلہ

۱۷ کشف الظنون ص ۸۸۶ میں فرماتے ہیں ان الشیخ ابوصمیم بن محمد الحلبي الف شرحا جامعاً کبیراً فی مجلد سہ غنیۃ المستملی فاقبل علیہ الناس وتلقاه الفضلاء بالقبول (الحی ان قال) ثم اختصر تسهیلًا للطالبین۔ علامہ حضرت نے بھی اسی منیہ میں شروع معتبرہ میں فرمایا ۱۲ منہ غفرلہ

۱۸ ان رد حواشی ہ تھا علامہ حضرت نے اسی منیہ میں حواشی معتبرہ میں فرمایا ۱۲ منہ غفرلہ

اقول رده (ای اختیار وجوب العشاء والوتر) العلامة المحلی شراح
المنية ووافق العلامة الباقر فی شرحه علی الملتقی والشرنبلانی
فی امداد الفتاح وحواشیه علی الدر والعلامة نوح افندی فی حاشیه
الدر وکذا اخ المؤلف (ای صاحب البحر) فی نهره وتبعهم الشيخ
علاؤ الدین الحصکفی فی شرحه علی التنویر۔ الدر المختار ص ۴۵۰ الدر المنتقى شرح
الملتقى ج ۱ ص ۱۷۱ میں حضرت علامہ شیخ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں والنظم من الدر
وبه جزم فی الكنز والدر والملتقى وبه اثنى البقالی ووافق الحلوانی
والمريغینانی ورجح الشرنبلانی والمحلی ووسعانی المقال ومنعاً
ما ذکره الکمال قلت ولا یساعده حدیث الدجال (الی ان قال) لانت
المفقود فی العلامة لا الزمان واما فیها راى فی مسئلتنا فقد فقد الامران
حضرت علامہ زین الدین ابن انجم الاشباہ والنظائر ص ۵۹۶، مشارع وفضلاء دولت
عالمگیر یہ فتاویٰ عالمگیر ج ۱ ص ۱۵، حضرت امام طاہر بن احمد بخاری خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۶
میں فرماتے ہیں والنظم من الخلاصة فلو كان في بلدة اذا غربت الشمس
طلع الفجر لا يجب عليهم صلوة العشاء كتر الدقائق وغيره متون موضوعه لنقل



۱۰ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۸۲ میں فرمایا "در مختار بحر علم کی وہ در مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق
مغارب ارض میں فتاویٰ مذہب حنفی کا گویا داس کی تحقیقات عالیہ و تحقیقات عالیہ پر ہو گیا الخ ۱۲ منہ غفرلہ
۱۱ یہ بظاہر متن ہے مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا فما مرتبت الافی الفتاویٰ
لہذا اس کا شمار فتاویٰ کے ساتھ ہوا ۱۲ منہ غفرلہ

۱۲ منہ غفرلہ میں ان دونوں کا شمار فتاویٰ کے معتبرہ میں فرمایا ۱۲

منہ غفرلہ

المذہب میں عدم وجوب عشاء و وتر پر جزم بتاتا ہے کہ مذہب یہی ہے کہ گوائمہ مذہب سے یہ مسئلہ صراحتہ منقول نہیں مگر اصول مذہبیہ میں وقت کا سبب اور شرط اور ظرف بیان کرنا بتاتا ہے کہ یہی مذہب ہے کیونکہ سبب کے سوا مسبب نہیں اور شرط نہ ہو تو مشروط نہیں اور ظرف کے بغیر مظروف نہیں، اور یونہی شروح و حواشی معتبرہ میں اس کا ذکر و تحلیل بھی یہی پتہ دیتا ہے اور یونہی اشباہ میں بھی صرف اسی پر اقتصار اور فتاویٰ ہندیہ (جو علیل القدر فضلاء العصر کے اتفاق و اطباق سے صحیح و معتد مسائل پر بامروانتظام خصوصی حضرت غازی ابوالمظفر عالمگیر اور نگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم لکھا گیا) کا صرف عدم وجوب بھی بالجزم ذکر کرنا اور حضرت امام طاہر بن احمد کا خلاصۃ الفتاویٰ میں اپنی دو مطول کتابوں سے صرف عدم وجوب کی تلخیص و تخلص بھی اس کے مذہب و معتد ہونے کی بین دلیل ہیں خصوصاً امام طاہر کا وقت العشاء کے بیان پر فائے تفریحیہ سے متفرع بنانا اس کی اوجھیت کی دلیل ہے اور جن معتمدات میں فار نہیں مقصد وہاں بھی یہی ہے کہ سبب میں مسئلہ عشاء کے ذیل میں ہی مذکور ہے تو واضح ہوا کہ جیسے حج کے شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو حج لازم نہیں اور زکوٰۃ کی کوئی شرط مفقود ہو تو زکوٰۃ لازم نہیں اور روزہ کا بھی یہی حکم ہے تو نماز بھی دوسرے ارکان اسلام کی طرح شرط نہ پائی جانے کی صورت میں واجب نہیں ہوگی اور یونہی وقت نماز کے لئے سبب اور ظرف بھی ہے کما مر، تو سبب کے سوا مسبب نہیں اور ظرف کے سوا مظروف نہیں اور یہیں یہ طاقت نہیں کہ اپنے طور جعلی



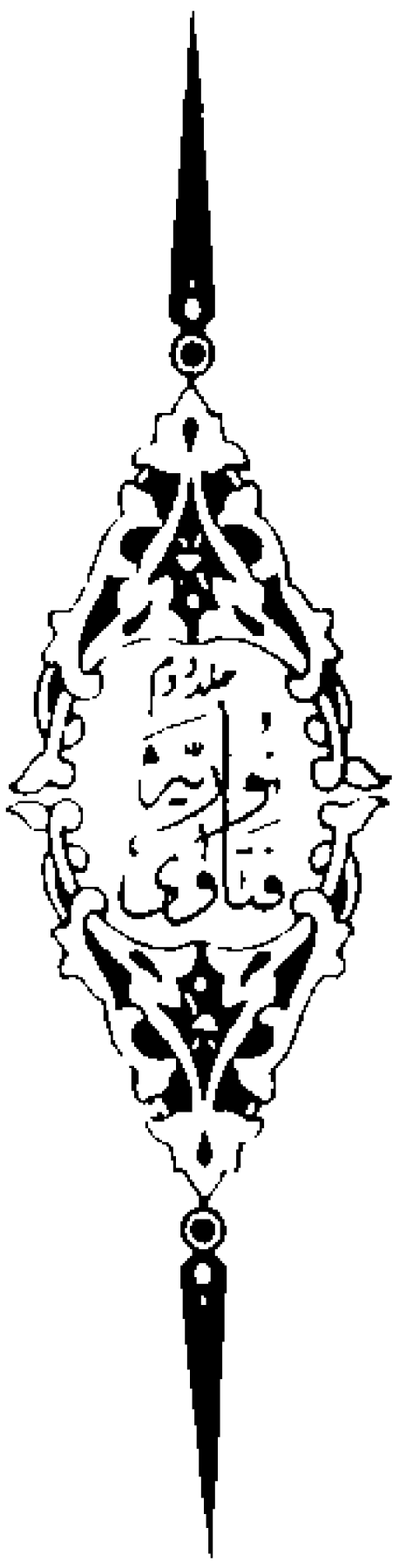
مع کشف الظنون ج ۱ ص ۷۱۸ میں ہے و هو کتاب مشہور معتد فی مجلد ذکر فی اولیات

کتب فی ہذا الفن خزائنہ الواقعات و کتاب النصاب الخ ۱۲

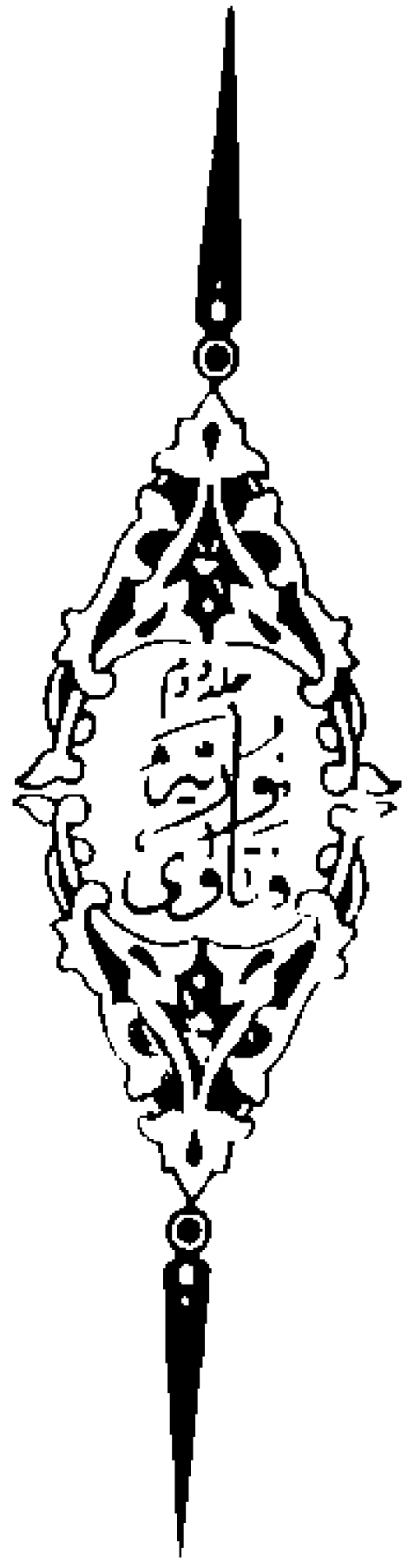
للعہ قال المصنف فی خطبۃ الخلاصۃ تکتبت فی ہذا الفن نسختین اولہما تسمی خزائن الواقعات والثانیۃ کتاب لنصاب فسألنی بعد ذلک بعض اخوانی ان اکتب نسخۃ قصیری مکن ضبطها الخ غفرلہ

مشرط اور سبب وظرف بنا لیں لہذا ہمیں ادا کی وسعت ہی نہیں وقد قال اللہ تعالیٰ
لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا وکذا ما فی معناه من الآیات والاحادیث۔
تو اس شمس کی طرح واضح ہو کہ ان علاقوں کے ایسے دنوں میں نمازِ عشر ووتر کا ادا
فرض و لازم نہیں اور جب ادا نہیں تو قضا بھی نہیں و ذا ظہر من ان یظهر
واقر من ان ینکر واما قول الشافعی و یتأید القول بالوجوب بانہ
قال بہ امام مجتہد و هو الامام الشافعی فمما یتعجب منه فان
ہذہ المسألة ظهرت فی المتأخرین من اصحابہم کما ظہر فی المتأخرین
منافقہ قال الامام السیوطی منہم فی الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۰
وقد سئل متأخرو اصحابنا عن بلاد یطعم فیہا الفجر عقب
ما تغرب الشمس ولو کان قول الامام لہما قال ہذا ثم قال فاجاب
البرہان الفزازی بوجوب العشاء علیہم ویقضونہا وافتی معاصروہ
بانہا لا تجب علیہم لعدم سبب الوجوب فی حقہم و هو الوقت فلو کان
قول الامام لہما افتی جمہور معاصریہ بعدم الوجوب وایضا لو
کان قول الامام لا شہر فی متقدمی شائخنا ایضا بل لو وجد قول
الصاحبین من ائمتنا ایضا وذا ظاہر من عاداتہم الکریمۃ
فنقل الحلیۃ عن السمطولی عنہ ان صح لکان مبنیہ علی ان
بعض القائلین بالوجوب قالوا ہذا نص فیقدم علی القیاس اے
القول بعدم الوجوب قیاس والقول بالوجوب منصوص والمنصوص
فی الحدیث مذهب الامام وان لم یقل بہ بل وان کان قال بالخلاف

سہ کما فی الحاوی ۱۲ منہ غفرلہ۔



وهذا كما قال الماوردي من الشافعية في كون الصلوة الوسطى
صلوة العصر هذا مذهب الشافعي رحمة الله تعالى لصحة الأحاديث
فيه قال وإنما نص على أنها الصبح لأنه لم يبلغ الأحاديث الصحيحة
في العصر ومذهب اتباع الحديث كما في النووي على مسلم ج ١ ص ٢٢٦
فكما جعل الماوردي العصر مذهب الإمام وكان الشافعي قد نص
على أنها الصبح لصحة الأحاديث فكذا جعل المتولي هذا قوله
وان لم يكن قال به ولكن هذا غلط فان الحديث نص في أيام الدجال
لا في هذا بل هذا أيضا قياس على أيام الدجال فكيف يقال
هذا نص يقدم على القياس وكيف يقال بناء على هذا ان هذا قول الإمام
فكيف يتأيد القول بالوجوب هذا وقد بقي الخبايا في زوايا الكلام
ولكن الاختصار اولى بالمهرام.



(۲) کا جواب یہ ہے کہ ان علاقوں میں دوسرے علاقوں کی طرح روزے کا وقت تبیین
فجر سے فجر تک متعین ہے مگر جب کھانے پینے کا وقت ہی نہیں ملتا اور مسلسل اکل و
شرب سے پرہیز سبب ہلاک ہے وذا مما لا يشك فيه وقد قال الشافعي
في ج ١ ص ٣٣٩ ولا يمكن ان يقال بوجوب موالاة الصور عليه
لأنه يؤدي الى الهلاك أو شرعا وه لوگ مریض کے حکم میں ہیں کہ خوف ہلاک بھی مرض
کی طرح مبیح افطار ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ١ ص ٢٠٤ بیان اعذار مہیجہ میں ہے ومنہا
العطش والجوع كذلك اذا خيف منهما الهلاك۔ والمختار تقریر شامی تسلیم
تفصیلاً ج ٢ ص ١٥٨ میں ہے والنظم من الدر وخوف هلاك او نقصان
عقل ولو بعطش او جوع شديد۔ پھر اس کے بکثرت جزئیات جلیبہ معتبرات
مذہبیہ میں گونج رہے ہیں وقد قال الله تعالى ولا تلتقوا بايديكم الى

التہلکۃ۔ اور تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۸۹ میں ہے فمن کان منکم مریضاً وکذا من کان فی معنہ تو ان لوگوں پر حسب دستور عدد من ایام اخر لازم ہے یعنی اور دنوں میں گنتی کے مطابق قضائی دیں لہذا جن سالوں میں رمضان المبارک کلاً یا بعضاً ایسے موسم میں آئے کہ کھانے پینے کا وقت ہی نہ ملے تو اس حساب سے ان سالوں کے باقی ان ایام میں قضائی دیں جن میں باقاعدہ کھاپی سکیں۔

(۳) کا جواب یہ ہے کہ ان علاقوں میں ایام تشریق و قربانی بھی دوسرے علاقوں کی طرح متقرر ہیں وذا ممالا یخفی علی عاقل فضلا عن فاضل۔

(۴) کا جواب یہ ہے کہ ان علاقوں میں عشرہ اخیرہ رمضان برائے اعتکاف بھی متعین ہے اور ان مخصوص ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں اگر عشرہ اخیرہ رمضان ہو تو مسئلہ ظاہر ہے مگر جب ان ایام میں سارا رمضان پاک یا عشرہ اخیرہ آئے تو پھر بھی کوئی خفا نہیں کیونکہ اعتکاف سنوں کے لئے روزہ شرط نہیں بلکہ صرف اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے کما شفع کذا لہ فائق وغیرہا تو اعتکاف ہو سکتا ہے اور روزہ کی حسب دستور قضاء بعد میں ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ ۲۸

سہ البتہ جن ایام میں نماز عشا کا وقت ہی نہیں ملتا تو ان میں کبیر بعد العشا بھی ماقط ہوگی ۱۲ منہ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں :-

- ۱۔ جن ممالک میں بعض نمازوں کے اوقات سرے سے آتے ہی نہیں ہاں ان نمازوں کا کیا ہوگا؟ اگر ادا کی جائیں گی تو بہ نیت ادا یا بہ نیت قضاء۔
- ۲۔ جب انسان چاند پر پہنچنے لگیں گے تو نمازوں کا کیا ہوگا؟
- ۳۔ ان صوفیوں میں روزوں کا نظام کیا ہوگا؟
- ۴۔ مدارس میں مدرسین اور طلبہ کو دارالعلوم کی لائبریری سے کتب پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں، اگر کوئی کتاب بلا تعدی گم ہو جائے تو اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

امید ہے کہ فقہ حنفی کے حوالہ جات سے جواب عنایت کیا جائے گا۔

عبد المجید بمعرفت دارالعلوم نعیمیہ شمس الرحمن کوٹلے۔ ۲۱/۴/۲۰۱۲

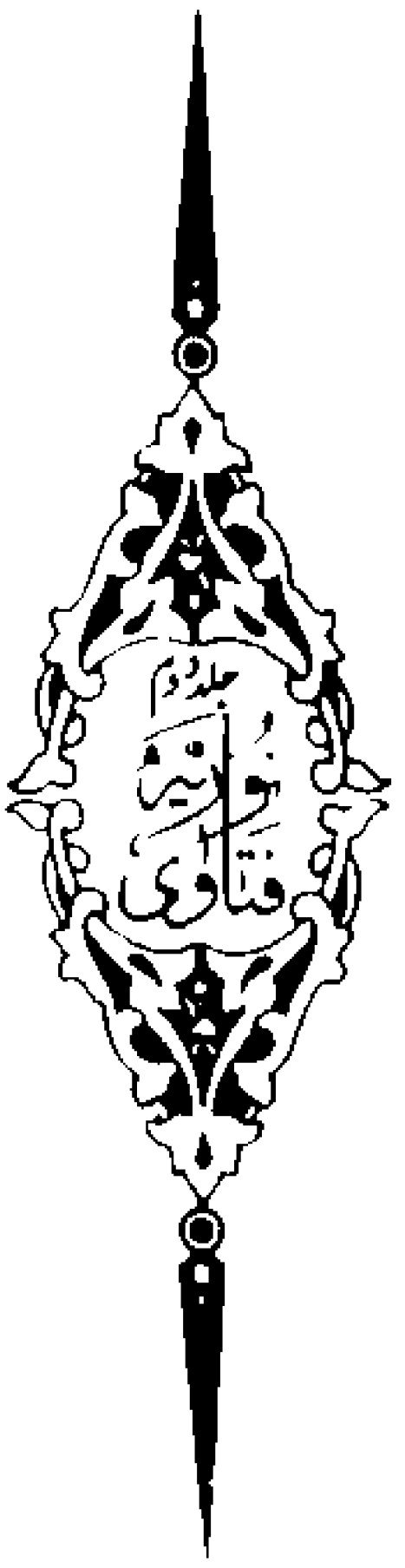
لیاقت آباد، کراچی

فون نمبر: ۳۰۳۱۲۲



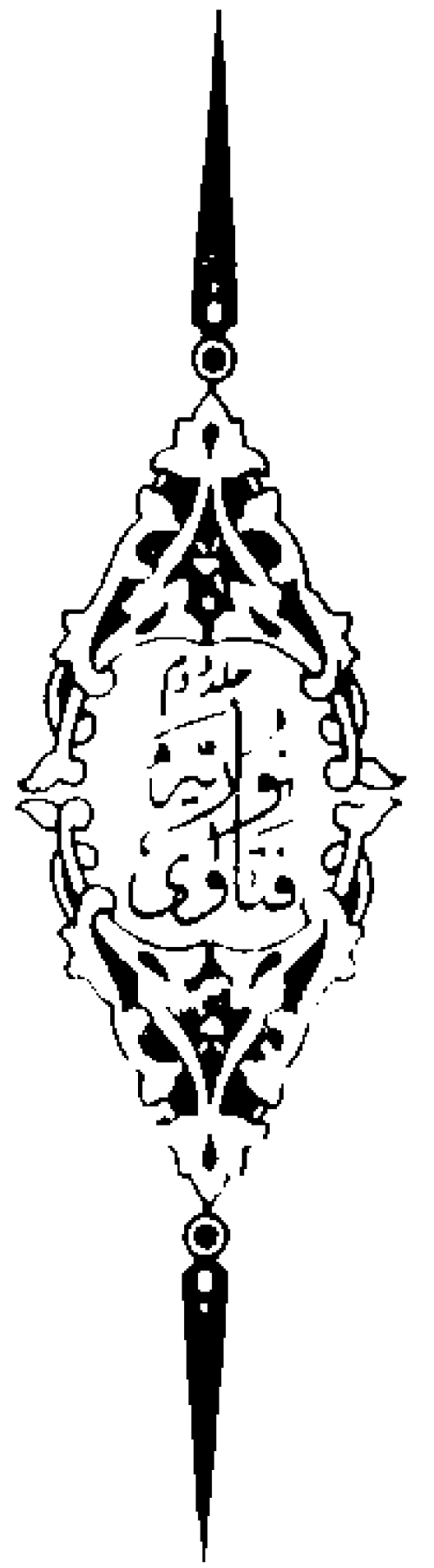
(۱) ان ممالک میں جن بعض نمازوں کے اوقات بعض ممالک میں سرے سے آتے ہی نہیں وہ نمازیں فرض ہی نہیں کیونکہ اصول حنفیہ میں یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ نماز کے

لئے وقت ظرف اور شرط اور سبب ہے کما فی اصول السرخسی والمناوی الحسائی
وغیرہا من المعتبرات حالانکہ سبب کے بغیر سبب نہیں اور شرط نہ ہو تو شرط
نہیں اور ظرف نہ ہو تو مظهر کہاں پایا جائے تو ایسی نماز ادا کرنے کی طاقت و وسعت
ہی نہیں وقد قال اللہ تعالیٰ لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا وما
فی معناه من الآیات المنیفة والاحادیث الشریفۃ جیسے جس شخص
کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں تک کٹے ہوں تو اس پر ان کا
غسل غسل اور وضو میں فرض نہیں، کنز الدقائق، عزرا الاحکام، ملتقى البحر، نور الابصار
میں ہے حالانکہ یہ متون معتبرہ ناقلة المذہب ہیں والنظم من الكنز من لم یجد
وقتیہما لم یجبا اور تبیین الحقائق اور رمز الحقائق من شروح الكنز، درر المحکام شرح
غرر اور در المختار شرح تنویر الابصار اور درر المنتقى شرح الملتقى اور مراقی الفلاح علی نور الابصار
غنیۃ المستملی، کبیری اور صغیری جو غنیہ کی شروح معتبرہ سے ہیں، ان سبب شروح میں بکلمات
متعارفہ ہے والنظم للامام الزیلعی من لم یجد وقت العشاء والوتر
بان کان فی بلد یطلع الفجر فیہ کما تغرب الشمس او قبل ان
یغیب الشفق لم یجبا علیہ لعدم السبب۔ نیز ملا مسکین علی الكنز اور محیط
سے جامع الرموز میں بھی یوں ہی ہے اور غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ الدر منحة الخالق
علی البحر الرائق میں ہے (اور یہ دونوں حواشی معتبرہ سے ہیں) والنظم للعلامة الشافعی
اقول ردہ (ای وجوب العشاء والوتر) العلامة الحلبی شارح المنیة
ووافقة العلامة الباقانی فی شرحہ علی الملتقى والشرینبلاوی
فی امداد الفتاح وحواشیہ علی الدرر والعلامة نوح افندی فی
حاشیۃ الدرر وکذا اخ المؤلف فی نہرہ وتبعہ الشیخ علاؤ الدین
الحصکفی فی شرحہ علی التنویر الخ



فتاویٰ عالمگیر اور خلاصۃ الفتاویٰ (جو نہایت ہی معتبر فتاویٰ ہیں) میں ہے
والنظم للعلامة الطاهر فلو كانوا في بلدة اذا غربت الشمس
طلع الفجر لا يجب عليهم صلوة العشاء۔ اور الاشباہ والنظائر قسم رابع
میں بھی اسی طرح ہے، اور جب ادارہ لازم نہیں تو قضاء بھی لازم نہیں، منار میں ہے
القضاء يجب بما يجب به الاداء۔ نور الايضاح میں ہے سبب
القضاء هو سبب الاداء والتفصيل في الفتاویٰ النورية، اور بعض
فقہاء جو وجوب کے قائل ہیں وہ نیت قضاء کے قائل ہیں اور بعض ان کے کہتے ہیں
لا ینوی القضاء۔

(۲، ۳) کے جواب یہ ہیں کہ جب پہنچیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسائل ضرور حل ہو جائیں
گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ
یجعل لکم فرقانا، اور فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً
اور سنن دارمی طبع المدینۃ المنورہ ج ۱ ص ۴۷ میں بالاسناد ہے ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا سنت
فنقال ینظر فیہ العابدون من المؤمنین۔ بلکہ جو چیز واقع نہ ہو اس
سے سوال کی مانعت آئی ہے، دارمی کے اسی صفحہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا قول
ہے لا تسئل عما لم یکن فانی سمعت عمر بن الخطاب النخعی
صفحہ چھپا لیس کی حدیث مرفوعہ مسند میں ہے لا تعجلوا بالبلیۃ قبل نزولها
فانکم ان لا تعجلوها قبل نزولها لا ینفک المسلمون وفیہم
اذا ہی نزلت من اذا قال وفق وسدد وانکم ان تعجلوها تختلف
بکم الا هو ارفتاخذوا حکذا و حکذا و اشار بین یدیه وعن
یسینہ وعن شمالہ۔ یعنی کسی حادثے کے اترنے سے پہلے جلدی نہ کرو کیونکہ



اگر اتنے سے پہلے جلدی نہ کرو گے تو جب وہ حادثہ پیش آئے گا تو مسلمانوں میں کوئی ایسا مل جائے گا جسے حق بتانے کی توفیق دی جائے گی اور حق پر قائم کیا جائے گا اور اگر جلدی کرو گے تو تم میں اختلاف پڑ جائے گا لہذا جواب لکھنے کی گنجائش نہیں ورنہ بعض خادمانِ دین بفضلہ تعالیٰ جواب دے سکتے ہیں۔

۴۔ کا جواب یہ ہے کہ اگر بلا تعدی گم ہو جائے تو ضمانت نہیں پڑتی، فتاویٰ ہندیہ ج ۳ ص ۷۸ میں ہے والعاریۃ امانۃ ان ہلکت من غیر تعد لہ یضمنہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر البر الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ ۳۰/۴

الاستفتاء

مستی اللہ جو ایسا ولد جاگن حلفیہ بیان کرتا ہے کہ میرے لڑکے دریا میں رات کو نماز تراویح ادا کی مگر رات کے پچھلے حصہ سے زور سے قے آنی شروع ہو گئی اور کثرت سے آئی تو لڑکا مذکور بہت کمزور ہو گیا اور کہنے لگا آج روزہ کی طاقت نہیں لہذا اس صبح صادق سے پہلے ہی روزہ نہ رکھنے کی نیت کر لی اور کہا کہ قضائی دے لوں گا، اس

کا شرعی حکم کیا ہے۔
سائل : اللہ جو ایسا از موضع باقر کے مہار

نشان انگوٹھ



اگر سوال واقعی صحیح اور درست ہے تو لڑکے مذکور نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ شرع شریف کی رخصت پر عمل کیا، قرآن کریم میں صاف طور پر بیمار کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت آگئی ہے جبکہ روزہ سے اسے ضرر ہوتا ہو کہ صحت ہونے پر قضائی دے لے، دوسرے پارہ رکوع ساتویں میں ہے فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر (ترجمہ) پس جو شخص بیمار ہو یا سفر میں تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے؛ تو اس لڑکے کو کوئی تکلیف نہ دی جائے کہ اس کا گناہ نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلما تم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب
والہ وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۶۰ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ زید بعمر نو جوان تندرست روزہ دار بوقت گیارہ بجے دن کے پانچ چار میل کے فاصلہ پر ضروری جانا چاہتا ہے تو اس کے بغیر پوچھے کے چند عرفی مولوی یعنی قاضی جو کہ علم فتویٰ سے واقف ہی نہ تھے بلکہ عربی اور فارسی کی زبان سے ہی ناواقف تھے انہوں نے کہا کہ روزہ چھوڑ کر چلا جا، زید مذکور نے انکار کیا مگر انہوں نے بہت اصرار کیا، آخر زید نے روزہ چھوڑ دیا اور چلا گیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عند الشرح روزہ چھوڑنے اور چھڑانے والوں پر کیا حکم عائد ہوتا ہے مفصل بیان فرمادیں، بینواتوجروا۔

السائل: محمد نظام الدین طالب علم مدرسہ مصباح العلوم ہیرا سنگھ

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ بروز بدھ



ائمہ اربعہ عظام اور جمہور ائمہ کرام کے مذاہب مبارکہ میں چار پانچ میل کا سفر مرض صوم قطعاً نہیں بلکہ اڑتالیس میل سے کم کسی امام جمہوری کے نزدیک نہیں کما بین فی الاسفار الدینیۃ بلکہ اگر بالفرض یہ سفر مرض ہوتا بھی تب بھی اس دن کا روزہ اس پر لازم ہوتا کہ مسافر صبح صادق کے وقت اپنے شہر کے حدود میں ہو تو صوم لازم ہو جاتا

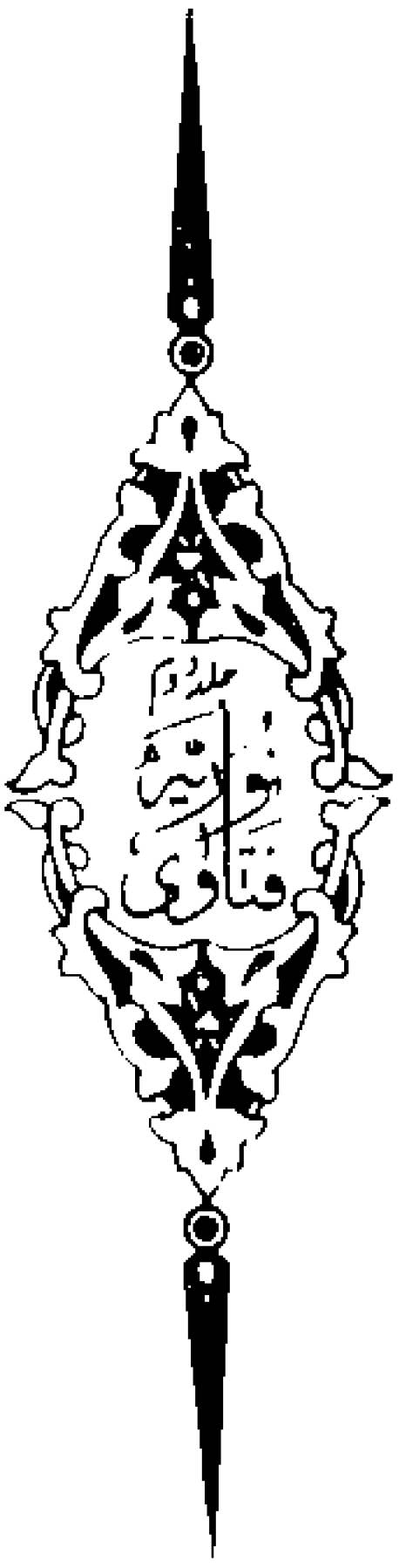
ہے وذا مبین متوننا و بشر و حوا و حواشی و فتاویٰ بلکہ بفرض غلط
 اگر اس دن افطار کی رخصت ہوتی بھی تب بھی یہ افطار زیر بحث ناجائز و حرام ہی ہوتا کہ زید
 بوقت افطار سفر میں نہیں بلکہ ارادۂ سفر کر رہا ہے لہذا صورت مذکورہ میں قضاء و کفارہ
 لازم ہے اگرچہ سفر شرعی ہوتا کہ مقیم افطار کے بعد سفر اختیاری یا مجبوری
 کرے تب بھی کفارہ لازم رہتا ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول ص ۲۵، فتاویٰ عالمگیر
 ج ۱ ص ۱۰۶، شامی ج ۲ ص ۱۶۸ میں ہے و النظم للشامی لو اکل المقيم ثم
 سافر او سوفربہ مکرہا لا تسقط الکفارة۔ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵،
 راقی الفلاح ص ۴۰ میں ہے و النظم من الخلاصة المقيم اذا نوى
 السفر ثم افطر يجب الکفارة۔ بحر الرائق میں ہے او افطر بعد اکراه
 على السفر قبل ان يخرج ثم عفى عنه اور ایسے ہی اگر سفر شروع کر دے
 پھر راستہ میں یاد آئے کہ گھر میں کوئی چیز رہ گئی ہے تو لینے کے لئے واپس آئے
 اور افطار کر دے تب بھی کفارہ لازم ہوتا ہے، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵، بحر الرائق
 ج ۲ ص ۲۸۳، فتاویٰ عالمگیر ج ۱ ص ۱۰۶، راقی الفلاح تحریر الطحاوی علی المراقی تقریراً ص ۱۰، میں
 ہے و النظم من البحر و فی فتاویٰ قاضی خان المسافر اذا تذكر
 شيئا قد نسيه في منزله فدخل فافطر ثم خرج قال عليه الکفارة
 الى اخره۔ دور کیوں جائیں قرآن کریم کی سنیں علی سفر فرمایا نہ کہ اراد سفر کہ ارادہ
 ہی رخصت ہو جاتی تو ثمرات صوم الصیام الی اللیل کے لزومی حکم کی تعمیل نہایت
 ضروری رہی جس کی خلاف ورزی زید نے لوگوں کے رد و علانیہ عمدتاً محض جاہل ملاؤں
 کے دھوکے سے کی حالانکہ ضروریات دین میں ایسے مذموم و مسموع نہیں تو کفارہ کے
 علاوہ وہ تعزیر شدید کا مستحق بھی ہے جو حکومت کا کام ہے کہ رمضان المبارک کی بلا غدر
 علانیہ بے حرمتی کرنے والا سزا دے موت کا مستحق ہے۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷، در المختار



رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱، مخطاوی علی المراقی ص ۱۰۴ میں ہے والنظر من البحر وفي الفتاوی البزازیة من اكل نهرا في رمضان عيانا عمدا شهرة يقتل لانت دليل الاستحلال اور منصب حلیل اقتار بلكه قضاء اكرهه پر تسلط جاتے ہوئے مثلوا فاضلوا کا مصداق بننے والے خود سر قلاؤں کے لئے یہ سزا النسب و اوكد و احق ہے، حکومت کا فرض ہے کہ جرأت سے کام لیتے ہوئے ایسے مفتی مفتیوں اور مفتون قاضیوں کے منہ میں لگام دے کما صرح به الائمة الكرام قاطبة۔
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتحدوا بحكم وصلى الله تعالى على حبيب وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ



الاستفتاء

مکرمی جناب حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب السلام علیکم؛ مزاج گرامی
آج ایک مسئلہ کی پیچیدگی آپ کی خدمت میں پہنچ لاتی ہے امید ہے کہ آپ مدد فرمائی
گے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درمیان اس چیز کے کہ اگر انسان کو سفر درپیش ہو
اور وہ روزہ رکھے تو گناہ ہے یا نہیں؟ ریڈیو پر اعتبار کرنا چاہیے یا نہ؟ رمضان کے
چاند کے متعلق جو خبر ریڈیو پر نشر کی جاتی ہے آیا وہ مستند ہے یا نہیں؟



جواب عنایت فرماویں والسلام۔
(سائل) خادم اصغر علی زہرہ گربخام کچا کھوہ



وعلیکم السلام :

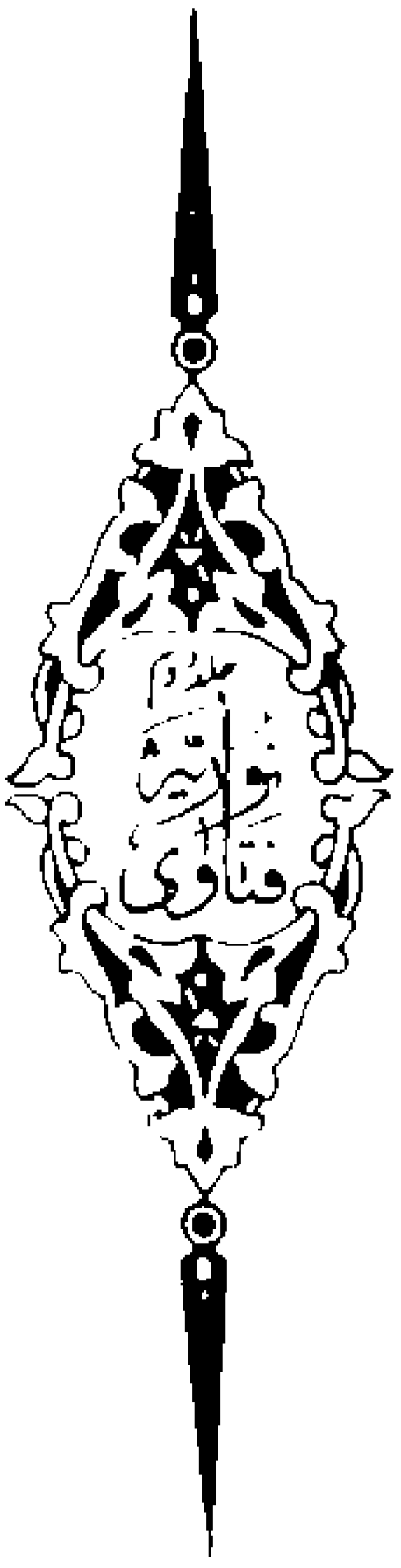
۱۔ سفر کی حالت میں افطارِ صوم کی اجازت ہے اور جب روزہ ضرر نہ دے تو رکھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل و بہتر ہے قرآن کریم میں ہے وان تصوموا خیر لکم عند الاحناف حسب التحقيق یہ خطاب عام ہے اور احادیث کثیرہ شہیرہ سے بھی روزہ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے اور وہ بعض احادیث جن سے عدم جواز مستفاد ہوتا ہے عند التحقيق وہ اس حال پر محمول ہیں کہ روزہ سے مسافر کو سخت تکلیف ہوتی ہو، ہدایہ میں ہے و ان کان مسافرا لا یستتبر بالصوم افضل (الی ان قال) و مارواه محمول علی حالت الجہد اور ایسے ہی اگر روزہ مجاہد کو فرض جہاد سے روکے تو ممنوع ہوگا، احکام القرآن میں ہے و ذلك لان الجهاد كان فرضا عليهم ولم یکن فخل الصوم فی السفر فرضا فلم یکن جائزا لهم ترك الفرض لاحل الفضل۔

بہر حال جب مسافر کو بوجہ سفر روزہ سخت تکلیف کا باعث بنے اور اسلامی جنگ میں کافروں کے مقابلے میں بے طاقتی کا سبب بنے تو خاص کر ایسے عارضوں میں گناہ ہے ورنہ گناہ نہیں بلکہ خالص ثواب اور رکھنا ہی بہتر و افضل ہے کہ اصل یہی ہے۔
۲۔ اگر حکومت اسلامیہ کی طرف سے باقاعدہ شرعی طور پر چاند کا ثبوت حاصل کر کے

اعلان کیا جاتا ہو تو اعلان ریڈیو بھی دوسرے اعلانوں کی طرح معتبر اور مستند ہے
ماہ رمضان المبارک کا چاند ہو یا عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا، شہادت اور ہے اور اعلان
اور ہے، ہم ریڈیو کی خبر کو شہادت نہیں کہتے اور نہ ہی کوئی عاقل اسے شہادت قرار دیتا
ہے بلکہ یہ اعلان کا بنیاد طریقہ ہے حالانکہ ہر زمانہ میں اعلان کے ہر نئے طریقہ کو جائز ہی
مانا گیا ہے، صرف زبانی اعلان نقارہ بجانے اور پھر توپ چلانے سے اعلان ہونے
رہے ہیں اور ان پر بلا انکار عمل ہوتا رہا ہے حالانکہ زبانی اعلان سے نقارہ کا اعلان
دور تک پہنچتا ہے اور توپ کی آواز اور زیادہ دور تک پہنچتی ہے حالانکہ علماء فرماتے
ہیں جو بھی یہ اعلان سنے خواہ غائب اور دور ہو اس پر عمل واجب ہے۔ منحة الخائفین
بے کضرر المدافع فی زماننا و الظاهر وجوب العمل بہا
علی من سمعہا ممن کان غائباً عن المصر کاہل القری و نحوہا۔ فتاویٰ
مالگیری میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا بہر حال
خبر ریڈیو بھی ایک شاہی اعلان ہے جو توپ اور نقارہ سے زیادہ واضح اور عیاں ہے
اور توپ کی آواز سے بھی زیادہ دور تک پہنچتا ہے، پھر ہماری حکومت نے رویت ہلال
کمیٹی مقرر کی ہوئی ہے جو شہادتیں لے کر چاند کا حکم لگاتی ہے اور ریڈیو پر اعلان کیا
جاتا ہے تو حسب القواعد اس صورت میں یہ اعلان معتبر اور مستند ہے، اس کے ناجائز
ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں، کئی سالوں سے ہمارے تفصیلی فتوے شائع ہو چکے ہیں
جس میں آیات و احادیث و کتب مذہبیہ سے جواز آفتاب کی طرح واضح و بیدار کیا ہے
جو بفضلہ تعالیٰ آج تک لا جواب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ و آلہ و صحبہ وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ ۶ رمضان شریف ۱۳۷۶ھ



الاستفتاء

مخدومی و محترمی حضرت علامہ مولانا صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ:

۱۔ ایک شخص نے چند ماہ رمضان المبارک کے یکم تا تیس عمدہ روزے نہیں رکھے، باوجودیکہ عاقل و بالغ تھا اور چند ماہ مبارک میں کچھ روزے رکھے اور کچھ نہیں رکھے اور یہ سب کچھ عمدہ ہوا اور بعض میں یوں بھی ہوا کہ روزہ کی نیت کر لینے کے بعد دن میں اس کو توڑ دیا، اب فرمائیے کہ کس صورت میں کفارہ ہوگا اور کس میں نہیں؟ سو جس صورت میں کفارہ لازم نہ آتا ہو اس روزے کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

۲۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے جبکہ وہ بحالت بخار طایفہ طہ تھا، لڑنے جھگڑنے کے وقت ایسی حالت میں جبکہ واقعی مغلوب العقل تھا ایک مرتبہ لفظ طلاق کہا پھر دوسری مرتبہ کہا جا اب تیرا میرا کوئی واسطہ نہیں رہا، جو سامان لینا ہے لے لے اور چلی جا، مگر ان سب الفاظ کے کہتے وقت اس کو کوئی ہوش اور کوئی تمیز نفع و نقصان میں نہ تھی، چند لمحے بعد معافی ہی اس کو ہوش آگیا مگر یہ اس کو یاد ضرور ہے کہ اس قسم کے الفاظ میرے منہ سے نکلے ہیں، جب ہوش آیا تو فوراً اچھٹایا اور اپنے الفاظ واپس لئے، بیوی کو راضی کیا حالانکہ کوئی دوسرا درمیان میں سمجھانے والا نہیں آیا تھا اور کچھ وقفہ بھی نہیں گزرا تھا۔

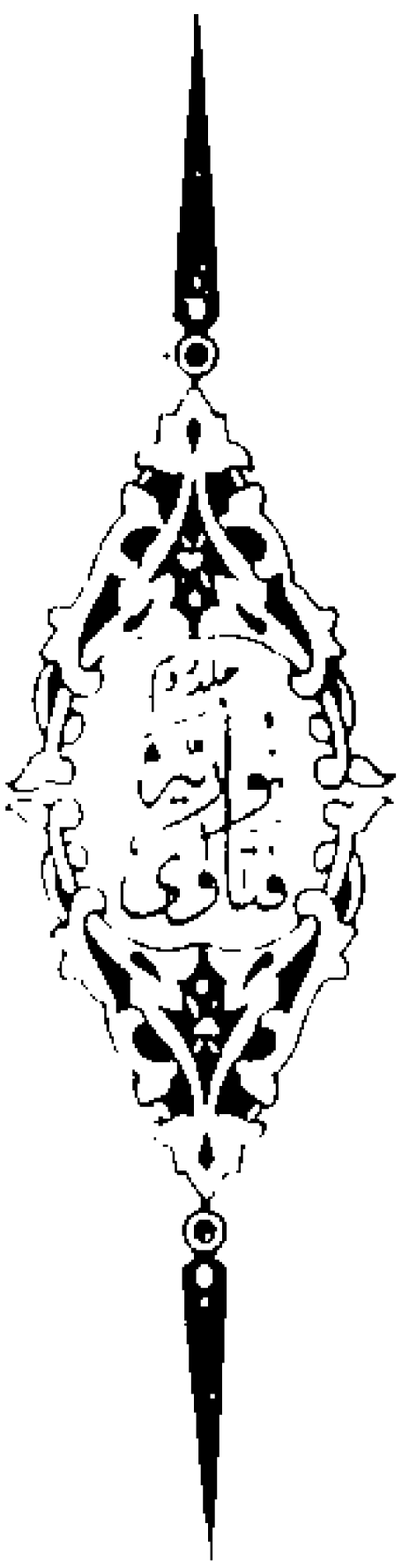
یہ ہے دوسرے سوال کی صورت!

بیوا تو جبروا۔





۱۔ جن دنوں کے روزے عمدہ نہیں رکھے یا رکھے مگر رات میں نیت نہ کی بلکہ نصف النہار سے پہلے نیت کرنے کے بعد توڑ دئے یا رات سے نیت کر کے رکھا مگر شرعی مسافر بننے کے بعد توڑ دیا یا توڑنے کے بعد اگر ہاں مسافر بنایا گیا یا قے ہوئی اور بعد ازاں قصد اکھاپی لیا یا نسیانہ کھایا پیا اور پھر قصد اکھاپی لیا تو ان سب صورتوں میں کفارہ لازم نہیں البتہ قضا ضروری ہے اور اگر رات کی نیت سے رکھا ہو یا روزہ توڑا اور عوارض مذکورہ یا ان کے مماثل سے کوئی عارضہ بھی پیش نہ آیا تو ایسی صورت میں کفارہ لازم ہے ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۴ میں ہے ومن لم یمنو فی رمضان کلہ لا صوم ما ولا فطرا فعليه قضاؤه نیز اسی میں ہے ومن اصابہ غیرنا وللصوم فاکل لا کفارة علیہ۔ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۰۵ میں ہے واذا اصابہ غیرنا وللصوم شہ نوری قبل الزوال شراکل فلا کفارة علیہ کذا فی الکشف الکبیر والصحیح اذا افطر ثم مرض مرضا لا یستطیع معہ الصوم تسقط الکفارة عندنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان وهو الاصح فکذا فی الظہیریۃ فالاصل عندنا انہ اذا صار فی اخر النہار علی صفتہ لو کان علیہا فی اول الیوم یباح له الفطر تسقط عنہ الکفارة کذا فی فتاویٰ قاضی خان نیز ہی صفحہ میں اس سے پہلے ہے لو اکل او شرب او جامع فاسیا و ظن ان ذلک فطرہ فاکل متعمدا لا کفارة علیہ الی اخرہ نیز ہندیہ ص ۱۰۶ میں ہے لو سافر نہ ہاں لا یباح له الفطر فی ذلک الیوم

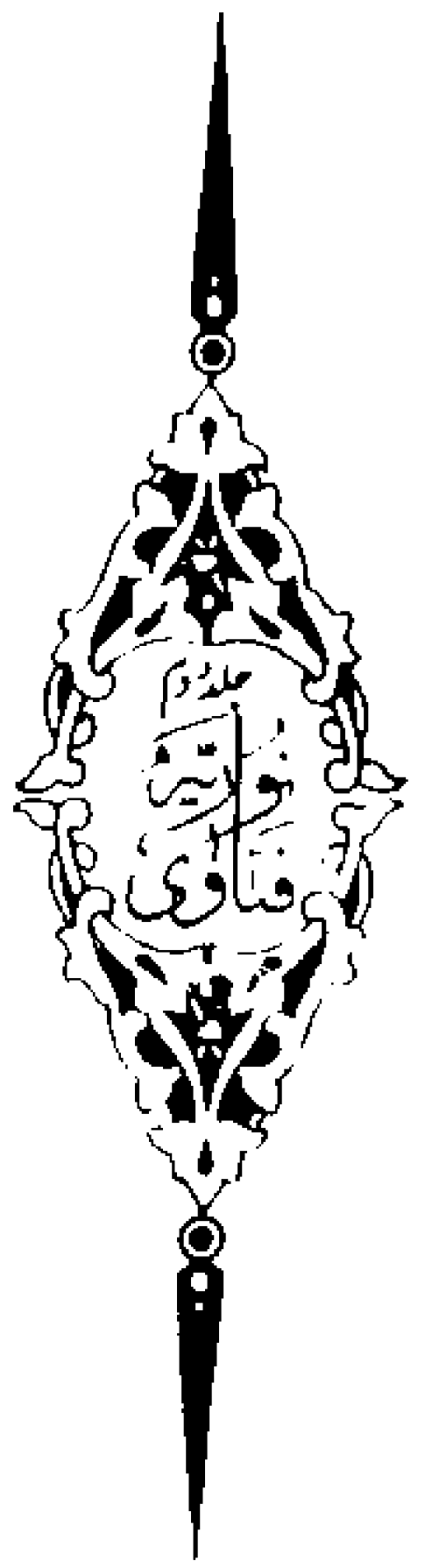


وان افطر لا کفارة علیہ۔ والختار، طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸، شامی ص ۱۵۰ میں ہے
والنظم من الدر انما یکفر ان نوى لیلًا ولم یکن مکرها ولم یطراً
مسقط الخ

باقی مسئلہ تداخل کفارات جس کے متعلق پہلے استفتاء میں سوال تھا تو اس کے
متعلق عطر تحقیق یہ ہے کہ اگر ایک رمضان کے روزے فاسد کئے ہیں تو جبکہ پہلے
یا پہلوں کا کفارہ ادا کرنے کے بعد توڑا ہے تو تداخل نہیں ہوگا اور سب فاسد شدہ
کے فساد کے بعد کفارہ دیتا ہے تو تداخل ہو جائے گا اور اگر دو یا چند ماہوں کے روزے
ہیں اور بعض کا کفارہ ادا کرنے کے بعد دوسرا توڑا تو دوسرے کا کفارہ نہیں ہوا ہاں اگر
سب فاسد شدہ کے فساد کے بعد کفارہ دیتا ہے تو اگر فساد بالجماع ہے تو تداخل
نہیں ہوگا ورنہ ہو جائے گا۔ درالختار اور شامی ج ۲ ص ۱۵۱ اور طحاوی کے اسی صفحہ
میں ہے والنظم من الدر ولو تکرر فطرہ ولم یکفر الاول یکفی

واحدة ولو فی رمضان عند محمد وعلیہ الاعتقاد بزازیو
مجتبیٰ وغیرہما واختار بعضہم للفتویٰ ان الفطر یغیر الجماع تداخل
والا لانتهی ویظهر من ہذہ بعد التامل ما قلت ظہور ابینا۔

۲۔ اس صورت میں کوئی ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی کیونکہ مجنون و معتوہ و مدہوش
وغیرہ میں یہ شرط نہیں کہ اس کو کوئی بات یاد ہی نہ رہے اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ بعد میں
ہوش نہ آئے اور نہ چھپتے اور یونہی سمجھانے والے کا آنا یا کچھ وقفہ ہونا بھی شرط نہیں
شامی ج ۲ ص ۵۸ میں ہے والذی یظہر لی ان کلام من المدہوش و
الغضبان لا یلزم فیہ ان یکون بحیث لا یعلم ما یقول بل یکتفی فیہ
بغلبة الہذیان الخ نیز اسی میں ہے ان بعض المجانین یعرف ما یقول
ویریدہ ویذکر ما یشہد الجاہل بہ بانہ عاقل شر یظہر



منہ فی مجلسہ ما ینافیہ فاذا کان المجنون حقیقتہ قد یعرف
ما یقول ویقصدہ فغیرہ بالاولی الخ اور یہ تو روزِ روشن سے بھی
روشن ہے کہ یہ جواب اسی صورت کا ہے، اگر واقع میں وہ شخص ایسا نہیں تھا تو طلاق ضرور
واقع ہو گئی اور واقع بھی بائن ہو گئی۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم وعلى اله وصحبہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ سفر مظفر، ۱۳۸۸ھ

الاستفتاء

مکرمی و محترمی مولوی صاحب

السلام علیکم، عرض یہ ہے :

ایک لڑکا جس کی عمر ۱۹ سال ہے اس نے ایک بھینس سے روزہ سے زنا کیا
ہے، اس قسم کے ناجائز کام کرنے کے بارے میں بھی کئی آدمی اس لڑکے مذکور کے بارے
میں پہلے بھی الزام لگاتے ہیں، اس دفعہ دو آدمی جنہوں نے دیکھا ہے رو برو پنچاست
شہادت دیتے ہیں لہذا آپ بروئے شرعی حکم اپنا فیصلہ فرمادیں کہ بھینس اور لڑکے
کو شرع محمدی کیا فیصلہ فرماتی ہے۔

عرضے : ممبران پنچاست موضع مہروک کلاں تحصیل دیپالپور



علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ :

اگر یہ فعل بد و قابل اعتبار، دیندار مردوں کی شہادت یا اس شہسوار سالہ لڑکے کے اقرار سے ثابت ہو جائے اور وہ لڑکا ہو بھی عاقل و دانا تو روزے کا کفارہ پڑے گا یعنی بعد رمضان لگاتار پورے دو ماہ روزے رکھے اور قضائی کار و نہ لگ رکھے اور اگر اتنے روزے نہ رکھ سکے تو قضائی کا ایک روزہ رکھے اور ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ باقی اس مہینے کے متعلق یہ چاہئے کہ اس کی منصفانہ قیمت اس لڑکے سے وصول کی جائے اور اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے اور کوئی کھانے وغیرہ کا نفع نہ اٹھایا جائے اور اس لڑکے کو قانون کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کچھ زد و کوب کریں کہ آئندہ ایسے برے فعل کے نزدیک نہ جائے۔
(در المختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و
الواصحاب وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بزرگ جمعہ ۱۴۳۸ھ

الاستفتاء

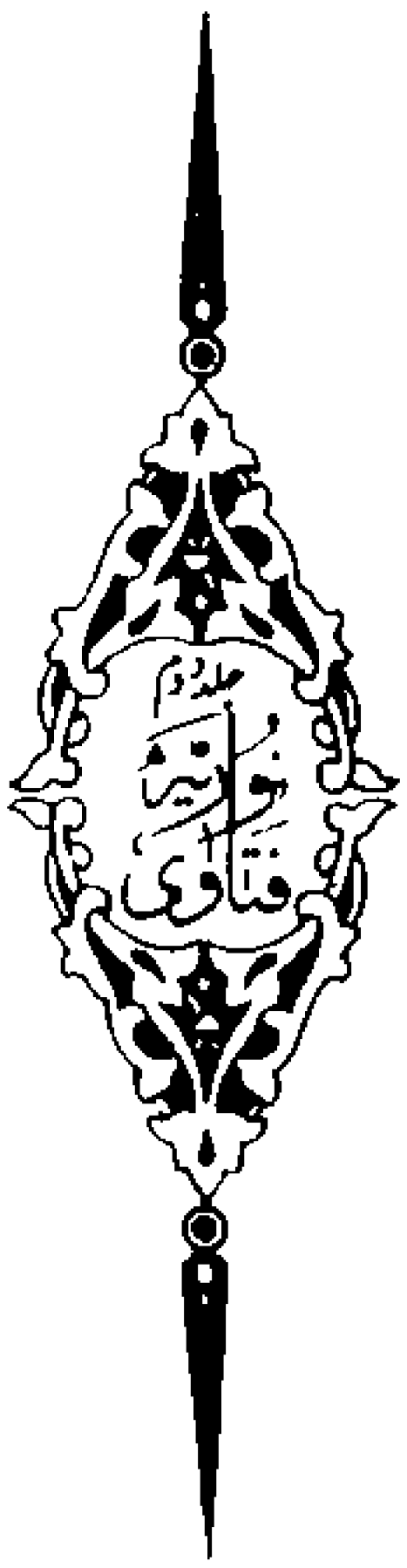
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار شخص ٹیکہ چھپک یا بخار یا بیضہ وغیرہ کا بحالت روزہ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ ٹیکہ کرانے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں، اگر ہوگا تو صرف قضا لازم ہوگی یا قضا و کفارہ بردو، براہین قاطعہ و دلائل سطح سے مسئلہ کو واضح فرمایا جائے، بینوا تو جرو۔

استفتی بندہ غلام رسول غفرلہ از حویلی لکھا ۱۰ رمضان المبارک



۱۔ اگر مریض ہے اور غروب شمس کا انتظار کرے تو ہلاک جان یا فساد عضو یا زیادتی مرض یا درازی کا علامت صادقہ یا تجربہ صحیح یا طبیب و ڈاکٹر مسلمان غیر ظاہر الفسق کی خبر سے گمان غالب ہو جائے تو ٹیکہ کرا سکتا ہے کہ یہ عذر افطار ہیں اور ایسے ہی اگر تندرست کو ظن غالب ہو جائے کہ فوری ٹیکہ نہ کرائے تو بیمار ہو جائے گا، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ اسفار مذہب مہذب میں مصرح ہے والنظم من الہندیۃ ج ۱ ص ۱۰۶ المریض اذا خاف علی نفسه التلف او ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادۃ العلة وامتدادہ فکذلک عندنا وعلیہ القضاء اذا افطر کذا فی المحيط الخ اگر کوئی خطر نہ ہو اور عدم افطار بھی ثابت ہو جائے تو روا، ورنہ نہیں۔

۲۔ اگر بدن کے کسی منفذ و مسک سے بذریعہ ٹیکہ جوف یا دماغ میں دوائی پہنچ جاتی



ہے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر مسامات سے برائیت کرتی ہے تو نہیں اگر چہ
 ذائقہ یا اندرون چوٹ و دماغ میں اثر پایا جائے، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، غنایہ ج ۲ ص
 ۲۶۶، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۲، شامی ج ۱ ص ۱۳۴ میں ہے والمفطر
 انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على ان من اغتسل في ماء
 فوجد برده في باطنه انه لا يفطر وبعناہ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۳ والہندیہ
 ج ۱ ص ۱۰۲ وراقی الفلاح شرح نور الایضاح وحاشیۃ الطحاوی علی المراقی ص ۳۹۸ اور
 بحر و ہندیہ، شامی، حاشیہ طحاوی کے انہی صفحات میں ہے والنظم للمطعم طحاوی
 والداخل من المسام لا ینافی ای الصوم بحر و شامی و ہندیہ میں ہے
 والنظم منها لو اقطر شیئا من الدوار فی عین لا یفسد صوم
 عندنا وان وجد طعمہ فی حلق و اذا بزق فرأى اثر الکحل
 ولونه فی بزاقہ عامۃ المشائخ علی انہ لا یفسد صوم کذا فی
 الذخیرۃ وهو الاصح ہکذا فی التبییین اور چونکہ وصول من المنفذ او
 المسام تشریح البدن اور طب کا مسئلہ ہے لہذا اس کا محل ماہرین اطباء و ڈاکٹروں کے
 حوالہ کیا جاتا ہے اور بنائے اختلاف علماء ہے کہ جس صاحب نے وصول من المنفذ
 سمجھا مفسد فرمایا اور جس نے وصول من المسام خیال کیا مفسد قرار دیا اس کی نظیر فقہی ہمارے
 ائمہ کرام کا اختلاف واصل الی المٹانہ کے مفسد اور غیر مفسد ہونے میں ہے کہ عندا مانا الاعظم
 مفسد نہیں کہ خوف و مٹانہ کے درمیان مسام ہیں اور منفذ نہیں اور امام ابو یوسف کے
 نزدیک مفسد ہے کہ منفذ ہے وقول محمد مضطرب علیہم الرحمة فتح القدیر
 ج ۲ ص ۲۶۷، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، راقی الفلاح ص ۳۹۹، شامی ج ۲ ص ۱۳۷ میں ہے
 والنظم للشامی والاختلاف مبني علی انہ هل بین المٹانہ
 والجوف منفذ اولاً کفایہ ج ۲ ص ۲۶۷، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹ میں ہے
 والنظم من البحر قال فی الہدایۃ وهذا لیس من باب الفقہ لانه



متعلق بالطب، حاشیہ طحاوی میں ہے بقولہ کذا تقولہ الاطباء، انما اسندہ الیہم لان هذا المقام یرجع الیہم فی لکونہ من علم التشریح۔

۳۔ اگر مفید ہونا ثابت ہو جائے تو صرف قضا لازم ہوگی کہ اس صورت میں ٹیکہ اس جائغہ و آئمہ کی تکثیر ہوگا جس میں دوائی جوت یا دماغ میں پہنچ گئی ہو اور اس میں صرف قضا لازم ہوتی ہے چنانچہ کنز الدقائق، بحر الرائق، در المختار، رد المختار، عالمگیر، نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحاوی علی المراقی وغیرہ امتون و تشریح حواشی و فتاویٰ مذہب مہذب حنفیہ میں مصرع و مہترج ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحب و حزبہ قدر حسنہ و جمالہ و کمالہ و نوالہ و حبہ و بارک و سلم

عنوا النفعیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ / ۱۹۵۱ء

۳۰۰ دھم جو جوت تک پہنچ چکا ہو ۱۴۰۰ھ وہ دھم جہام الدماغ تک پہنچ چکا ہو ۱۲

روزہ اور ٹیکہ

رسالہ روزہ و سیکہ

الاستفتاء

انجکشن روزہ کی حالت میں لگوانے کے متعلق یہاں طرہ مچا ہوا ہے، اگرہم حضرات کو کہہ م
فراویں تو مختصر مگر جامع طور پر استدلالات سے مبرہن فتویٰ صادر فرما دیں تو باعث تسکین ہوگا۔
السائل: حضرت مولانا مفتی ابوالیسر محمد اسماعیل صاحب خطیب جامع مسجد شکیستان ملتان پورہ یوالہ
(ایک خط کے ضمن میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي يرید بنا اليسر ولا يريد بنا العسر والصلوة
والسلام على حبيب محمد الذي بعث بالتيسير والتبشير
وعلى اله واصحابه اولى التبصير غير تعسير وتنفير۔



ہر ایک ٹیکہ مفسد روزہ نہیں کہ اشیائے مستعملہ میں سے صرف اکل و شرب اور

جماع ہی سے روزہ ٹوٹ سکتا ہے کیونکہ ان کے استعمال سے رکن روزہ (الامساك عن الاكل والشرب والجماع) فوت ہو جاتا ہے حالانکہ ہر چیز اپنے رکن کے فوت ہو جانے سے فوت ہو جاتی ہے۔ بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۰ میں قرآن کریم سے یہ رکن روزہ ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں وعلى هذا الاصل يبتنى بيان ما يفسد الصوم وينقصه لان انتقاض الشيء عند فوات ركنه امر ضروري وذلك بالاكل والشرب والجماع اور چونکہ کوئی ٹیکہ جماع نہیں تو لامحالہ اگر مفسد ہو تو اکل و شرب کا فرد بن کر ہی مفسد ہو گا حالانکہ کوئی عام ٹیکہ یقیناً اکل و شرب بھی نہیں تو مفسد بھی نہیں، ٹیکہ کا حقیقی اکل و شرب (صورت کاملہ اور معنی کے لحاظ سے) نہ ہونا تو روز روشن سے بھی روشن ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک اکل و شرب ایصال ما يقصد به التغذي او التداوى الى الجوف عن الفحرد منه کے راستہ پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس سے کھانا یا پینا یا دوا کرنا مقصود ہو) ہے (بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۸، شامی ج ۲ ص ۱۲۸) اور چونکہ ٹیکہ میں منہ والا اصلی راستہ استعمال نہیں ہوتا بلکہ سوئی کے مصنوعی راستہ سے ایصال ہوتا ہے اور وہ بھی پیٹ تک نہیں بلکہ جسم کے کسی بالائی یا زیریں حصہ میں، تو واضح ہوا کہ ٹیکہ حقیقی اکل و



۱۲ منہ غفرلہ یہ ارکان نظر بہ استخوان ہے ۱۲ منہ غفرلہ

۱۲ کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا ۱۲

للعنه قال الله تعالى فالن باشر وهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر ثم امر تعالى بالامساك عن هذه الاشياء في النهار بقوله عز وجل ثم اتموا الصيام الى الليل فدل ان ركن الصوم ما قلنا الخ بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۰ ومثله في الفتوحات المكية ج ۱ ص ۲۰۸ واحكام القرآن لابي بكر الجماع ج ۱ ص ۲۲۲

۱۲ منہ غفرلہ

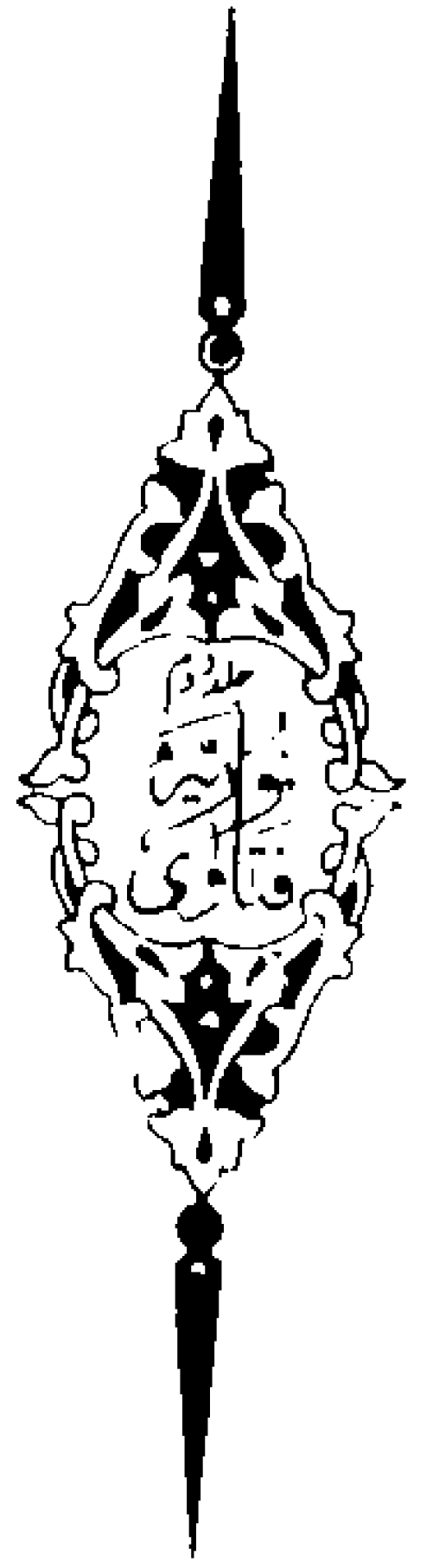


شراب قطعاً نہیں اور یونہی صرف صورت بھی اکل و شرب نہیں کہ اکل و شرب کی صورت ہے 'الاستلاح' (المجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۷۱، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۶، شامی ج ۲ ص ۱۴۸، بحر الدائق ج ۲ ص ۲۷۴ وغیرہ) یعنی منہ سے کسی چیز کو پیٹ تک پہنچانا (نگلنا) اور ایک تفسیر صورت اکل و شرب کی یہ بھی ہے الادخال بصنعہ (چیز کو اپنے فعل سے پیٹ میں داخل کرنا) فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۴ مستند لا بقول الامام قاضی خان و الصحیح هو الفساد لانه موصل الى الجوف بفعله اور عنایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۲۶۰ میں ہے ایصال الشیء الى باطنہ تو عام طیکہ جو جسم کے بالائی یا زیریں حصوں میں کیا جاتا ہے اس میں یہ صورت اکل و شرب دونوں طرح ہی نہیں پائی جاتی کہ سوئی پیٹ سے بہت دور دوائی ڈالتی ہے اور یونہی ایسا طیکہ معنی بھی اکل و شرب نہیں کہ اکل و شرب کا معنی ہے وصول مافیہ صلاح البدن الى الجوف (پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس میں بدن کا فائدہ ہو) (ہدایہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۶، مجمع الانہر ج ۱ ص ۳۲۱، شامی ج ۲ ص ۱۴۸) تو عام طیکوں میں یہ معنی بھی قطعاً نہیں پایا جاتا کہ وہ وصل الى الجوف نہیں ہوتے لہذا ایسے طیکے حقیقت یا صورت یا معنی کسی لحاظ سے بھی مفسد صوم نہیں البتہ اگر کوئی طیکہ 'جوف' میں کیا جائے یعنی سوئی جوف تک پہنچا کر دوائی جوف میں ڈالی جائے تو ایسا طیکہ ضرور مفسد صوم ہوگا، اس صورت میں گو حقیقت یا صورت اکل و شرب نہیں مگر معنی (وصول مافیہ صلاح البدن الى الجوف) ضرور پایا جاتا ہے اور یونہی جوف تک پہنچنے والے کسی اصلی راستے (حلق، کان، ناک، مبرز، مبال المرأة) کے اندرونی حصہ میں یا دماغ میں حسب دستور سوئی کے خود ساختہ راستے سے دوائی پہنچانا بھی مفسد ہے کیونکہ دماغ اور اصلی راستوں کے

صہ یعنی صورت کاملہ نہیں ہاں اگر خود کرے یا اپنے اختیار سے کرے تو صورت ناقصہ پائی جائیگی ۱۲ منہ غفرلہ

صہ کہ طیکہ ہوتا ہی یوں ہے خود ساختہ راستے سے ہاں کبھی سوئی کے بجائے نشتر ہوتی ہے ۱۲ منہ غفرلہ

اندرونی حصے بھی جوف ہی کے حکم میں ہیں اس لئے کہ ان راستوں کے خلاف، خلاف پریٹ سے ملے ہوئے ہیں اور دماغ و جوف کے مابین بھی چونکہ قدرتی راستہ ہے تو جو چیز دماغ میں پہنچے وہ جوف میں پہنچ جاتی ہے لہذا دماغ اور اصلی راستوں کے اندرونی حصے جوف کے کونوں کی طرح ہیں، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۹، طحاوی علی الدج ص ۴۵۳، طحاوی علی المراقی ص ۴۰۶، شامی ج ۲ ص ۱۴۰ میں ہے والنظم له والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف المعدة منفذاً اصلياً فصار وصل الى جوف الرأس يصل الى جوف البطن بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۳ میں ہے وكذا اذا وصل الى الدماغ لانه له منفذ الى الجوف فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف اقول ولما كان وجود المنفذ الاصلی بین الجوف والدماغ يجعل الدماغ بمنزلة زاوية من زوايا الجوف فكون المنفذ الاصلی كذا اولی فهذا، لہذا کان یا تاک میں تیل وغیرہ ڈالنے اور حقنہ کرنے یا عورت کے اگلے راستے میں دوائی وغیرہ ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کما



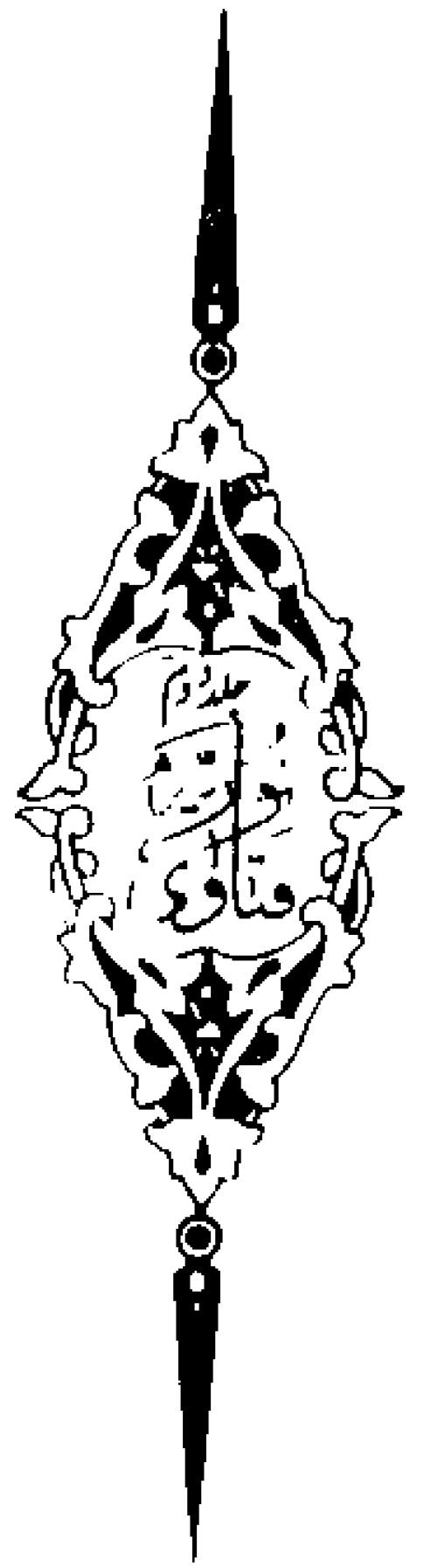
۵ لہذا فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۴ میں تعریف صوم میں فرمایا وعن ادخال شیء بطناً لحکم الباطن یعنی جسم کے کسما کیسے اندرونی حصے میں جس کو اس خاص باطن (معدہ) کا حکم ہو اس میں کسی چیز کے داخل کرنے سے بچنا تو یہ تکلیف ہے اور پھر وصف دھم الباطن ظاہر کر رہے ہیں کہ دماغ اور قدرتی راستوں کے اندرونی حصے کا اندرون حکم معدہ میں ہے اور نور الابضاح اور مراقی الفلاح میں ہے بطناً من الغم أو النف أو من جراحة فی الباطن تسمى الجائفة أو ادخله فی ماله حکم الباطن وهو الدماغ کدوار الامة۔ اور طحاوی علی المراقی میں یہ زیادہ کیا ادخله فی دبره أو اقطره فی احبيله أو اذنه، ص ۳۸۲۔ اقول ذکر لا قطار فی الاحلیل اتی علی قول ابی یوسف علیہ الرحمة علی وجه کمال لا یخفى علی الفطن اللقن ۱۲ من غفر له

صرح به فی الكتب المعتمدة الكثيرة مثلاً باریہ ج ۱ ص ۲۰۰ کنز الدقائق ص ۷۰، قدوری ص ۵۲، وقایہ مع الشرح ص ۳۱۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ میں ہے و
النظم من الهندیة ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذن دهن
افطر ولا كفارة علیه نیز فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے والنظم منها وفي الاقطار
فی اقبال النساء یفسد بلا خلاف وهو الصحيح هكذا فی الظهیریة
بہر حال صرف ایسا ٹیکہ ہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مفسد
صوم ہے اور کوئی اور ٹیکہ مفسد صوم نہیں اور اس تفصیل کا نہایت ہی واضح جزئیہ بفضلہ
و کرمہ تعالیٰ کتب کثیرہ فقہیہ میں موجود ہے۔ قدوری ص ۵۲، الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۰۴،
کنز الدقائق ص ۷۰، یعنی علی الکنز ص ۷۰، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۹، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۰،
وقایہ شرح الوقایہ ج ۱ ص ۳۱۱، ہدایہ، عنایہ، کفایہ ج ۲ ص ۲۶۶، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۰،
تنویر الابصار، در المختار، تحریر المختار للشامی ج ۲ ص ۱۴۰، طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۵۳،
نور الایضاح، مراقی الفلاح حاشیہ طحاوی ص ۴۰۶، ملتقى البحر ج ۱ ص ۲۴۱، درج ۱
ص ۲۰۳، بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۳، فتاویٰ سراجیہ ص ۲۹، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۳،
فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، مبسوط امام بخاری ج ۳ ص ۶۸ وغیرہا میں بالفاظ متقارہ ہے
والنظم من الکنز داوی جائفة او امة بدواء وصل الدواء
الی جوف او دماغ افطر یعنی جائفة یا آمة میں کوئی دوائی ڈالی اور وہ جوف
یا دماغ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو گیا۔

جائفة اس زخم کا نام ہے جو جوف تک گرا ہوا اور آمة اس زخم کا نام ہے جو
دماغ تک ہو کما صرح بہ فی کثیر الکتب المذكورة وغیرہا تو جائفة

مبسوط وغیرہ میں ہے الجائفة اسم لجراحة وصلت الى الجوف والامة اسم لجراحة وصلت الى الدماغ وغیرہ

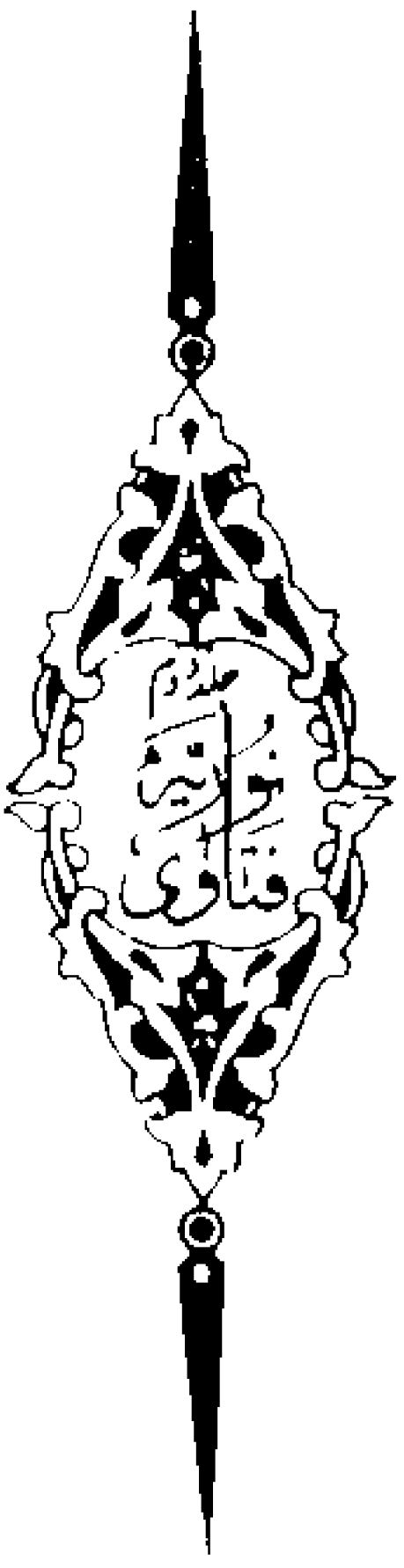
اور آمد جوف و دماغ تک اصلی اور پیدائشی راستے نہیں بلکہ عارضی ہیں جو کبھی قدرتی طور پر پھوٹے وغیرہ سے بن جاتے ہیں اور کبھی مصنوعی اور ان میں سے دوائی جب جوف یا دماغ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ یہ اس جزئیہ مذکورہ کا صاف اور صریح مفاد ہے اور یہی صورت ہوتی ہے ان ٹیکوں میں جو جوف یا دماغ میں کئے جائیں کہ موٹی سے عارضی اور مصنوعی راستہ بن جاتا ہے اور اس میں سے دوائی جوف و دماغ تک پہنچ جاتی ہے، پھر اس جزئیہ سے باعتبار المفہوم الاعتباری فی الضایع معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے زخم سے دوائی جوف و دماغ میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور یہ صرف مفہوم ہی نہیں بلکہ مشائخ کرام نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے کہ ایسے زخموں میں دوائی ڈالنے کی صورت میں اعتبار وصول الی الجوف والدماغ کا ہی ہے یعنی اگر ایسے زخموں سے دوائی جوف و دماغ میں یقیناً پہنچ جائے یا غالب گمان ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا تبیین الحقائق، بحر الرائق، عینی علی الکنز، فتح القدیر، نہایہ، کفایہ، جوہرہ نیرہ، سراجیہ، طحاوی علی الدرہ، مبسوط، شامی کے انہی صفحات میں بالفاظ متعارف ہے والنظم له فالمعتبر بحقیقة الوصول حتی لو علم وصول الیابس افسدا وعدم



۱۴ احکام القرآن ص ۲۲۵ میں ہے موارکان وصولہ من مجری الطعام والشراب ومن مخارق البدن التي هي خلقة في بنية الانسان او من غيرها لان المعنى في الجميع وصولها الى الجوف واستقراره فيه الخ بدائع ص ۹۳ میں ہے وما وصل الى الجوف او الى الدماغ من المخارق الاصلية (الی ان قال) وما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ عن غير المخارق الاصلية بان داوی الجائفة او الامة الخ کفایہ علی السلیة ج ۲ ص ۲۶۶ میں ہے وما وصل الى الجوف او الى الدماغ عن غير المخارق المعتادة مخوان یصل من جراحة الخ ۱۲ منه غفلة

وصول الطری لریفسد۔ اور یونہی حاشیۃ الدرر ج ۱ ص ۲۰۳ میں بھی ہے
اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ظن غالب یقین کے حکم میں ہے کما صرح بلہ فی الشای
وغیرہ۔

بہر حال روز روشن کی طرح اس جزئیہ سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ایسے
عام ٹیکے جن میں دوائی جوف و دماغ تک بذریعہ سوئی نہیں جاتی بلکہ سوئی رستی ہی جوف
سے بالائی یا زیریں حصوں میں ہے، روزہ فاسد نہیں کرتے کما مر اولاً ایضاً
کہ اس صورت میں تو جوف و دماغ تک عارضی راستہ بنتا ہی نہیں تو دوائی پہنچنے
کا کوئی احتمال ہی نہیں حالانکہ عارضی راستہ اگر جوف و دماغ تک بھی ہو تو تب بھی
دوائی کے جوف و دماغ میں پہنچنے سے ہی روزہ فاسد ہوتا ہے فاتضح الحق و
حصص۔



نیز ان تصریحات جلیہ سے جو اول فتویٰ سے یہاں تک مذکور ہوئیں نہایت
ہی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جوف یا باطن سے جو عبارات ائمہ کرام
میں مذکور ہے، مراد اندرونِ معدہ ہے اور یہ نہیں کہ جسم کا ہر اندرونِ حصہ مراد ہو
اگرچہ معدہ سے دور ہی ہو جیسا کہ آج کل کے بعض لوگوں کا زعم ہے اور اسی زعم کی
بنیاد پر وہ بچلے دعویٰ کر بیٹھے کہ ہر ٹیکہ مفسد ہے، وہ کہتے ہیں کہ سوئی جسم میں داخل کر کے
ہی دوائی ڈالی جاتی ہے اور داخل جسم کا نام جوف یا باطن ہے لہذا روزہ فاسد ہو جاتا
ہے۔ ان کا یہ زعم بالکل غلط ہے۔ اگر جوف و باطن سے مراد یہ ہو تو جائفہ و آمنی تخصیص
بالکل بے معنی ہو جاتی ہے کیونکہ ہر زخم ہی جسم میں ہوتا ہے، کوئی زیادہ گہرا اور کوئی کم،
نیز جائفہ اور آمنہ میں دوائی ڈالنے کی صورت میں وصول الی الجوف و الدماغ کی قید
بھی بالکل مہمل ہو جاتی ہے کہ جب ہر اندرونِ حصہ جوف بنا تو جو دوائی بھی کسی زخم میں
ڈالی جائے وہ اندرونِ جسم میں ضرور داخل ہو جاتی ہے تو عدم وصول کا کوئی احتمال

ہی نہیں رہتا نیز جب جوف کا معنی اندرونِ جسم کر لیا حالانکہ دماغ بھی اندرونِ جسم ہوتا ہے تو ہر زخم ہی جائزہ ہوتا تو امانۃ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر شامی اور طحاوی سے تصریح بھی گزرتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ جوف سے مراد معدہ ہے نیز اول فتویٰ میں گزرتا ہے کہ کنو و زہ ہے ہی اکل و شرب و جماع سے بچنا جو قرآن کریم سے ہی ثابت ہے تو یہ مدعی صاحب ہی فرمائیں کہ اکل و شرب میں ماکول و مشروب جسم کے کس حصے میں پہنچائے جاتے ہیں معدہ میں یا معدہ سے باہر گوشت میں؟ اور جب ٹیکہ جماع کے ماتحت ہے ہی نہیں تو اگر مفسد ہو تو اکل و شرب بن کر ہی مفسد بنے گا تو اس کے لئے بھی جوف وہی ہونا چاہئے جو اکل و شرب کے لئے ہوتا ہے اول جیسے اکل و شرب حقیقی ہو یا صوری یا معنوی سب اسی وقت مفسد بنتے ہیں جب کہ معدہ میں وارد ہوں یا معدہ کے اصلی راستہ میں یا دماغ میں تو ٹیکہ بھی اکل و شرب کا فرد بن کر اسی جگہ وارد ہو کر مفسد ہو سکتا ہے نہ کہ دور رہ کر ہر چند یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اس جوف سے مراد معدہ ہی ہے اور جسم کا ہر اندرون حصہ من اللحم وغیرہ مراد نہیں مگر پھر بھی مزید وضاحت کے لئے وہ جنہ نبیہ صریحہ ذکر کیا جاتا ہے جو نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحاوی علی المراقی ص ۲۹۹، مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۴۵، خلاصۃ الفوائد ج ۱ ص ۲۵۳، جوہرہ نیوہ ج ۱ ص ۱۷۴، فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۰۰، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۹، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۳، در المختار، شامی ج ۲ ص ۱۳۷، طحاوی علی الدہ ج ۱ ص ۴۵۲، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۵ میں بالفاظ متقارر ہے کہ اصل و مرو کی پیشاب کی نالی سے مشابہ میں کوئی چیز (تیل وغیرہ) داخل



کی جائے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس اختلاف کی بنا پر اس پر ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مثانہ اور جوف کے درمیان منفذ (رہ استہ) نہیں ہے تو جو چیز مثانہ میں داخل کی گئی وہ جوف میں داخل نہ ہوئی لہذا مفسد روزہ نہیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک ر استہ ہے تو مثانہ میں چیز کا داخل ہونا جوف میں داخل ہونا بن گیا۔ شامی کے لفظ یہ ہیں والاختلاف مبنی علی انہ ہل بین المثنان والجوف منفذ اولاً نیز فرماتے ہیں ان العلة من الجانبين الوصول الى الجوف وعدمه تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ اختلاف بڑی صاف دلیل ہے کہ ان حضرات کی نظر میں خود مثانہ جوف نہیں حالانکہ مثانہ ہے ہی اندرون جسم میں اور اس کی گہرائی عام ٹیکوں سے کئی گنا زائد ہے تو معلوم ہوا کہ وہ جوف یا باطن مبنی اندرون جسم نہیں ورنہ مثانہ ضرور جوف بنتا اور یہ بھی واضح ہوا کہ ہمارے سب ائمہ کرام کے نزدیک بالاتفاق وہ چیز جو جسم کی گہرائی میں داخل کی جائے، مفسد نہیں بن سکتی جب تک کہ اس گہرائی سے جوف یا دماغ

۲۶۷ ہدایہ میں ہے وقول محمد علیہ الرحمۃ مضطرب فیہ۔ غایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے وانما توقف محمد لانه شك في وجود المنفذ من الاحليل الى الجوف در المختار میں ہے وان وصل الى المثنان على المذهب۔ شامی ج ۱ ص ۱۳ میں ہے قوله على المذهب ای قول ابی حنیفہ و محمد معنی الاظهر، زیلعی ج ۱ ص ۳۳۰ میں ہے و محمد توقف فیہ وقیل هو مع ابی یوسف والاظهر انه مع ابی حنیفہ علیہم الرحمۃ ۱۲ ۵۵ طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لانه ليس بين المثنان والجوف منفذ ووصول البول من المعدة الى المثنان الخ ۱۲ منہ غفرلہ

تک اصل راستہ نہ ہو، پھر یہ عام ٹیکے دجو مشانہ سے کئی گنا کم گہرائی تک ہی ہوتے ہیں اور وہ بھی مصنوعی راستہ سے) کس طرح مفسد بن سکتے ہیں جبکہ مشانہ میں بیرون جسم سے اصلی راستہ کے ذریعہ تیل وغیرہ کا پہنچنا مفسد نہیں کیونکہ مشانہ و معدہ کے درمیان مسامات کے علاوہ قدرتی راستہ نہیں ہاں حقیقتہ یوں ہوتا تو بالاتفاق مفسد ہے۔

فائدہ

اصلی اور مصنوعی راستوں کا فطری فرق تو واضح ہے ہی مگر شرعاً بھی حسب تصریحات ائمہ کرام کافی فرق ہے، وہ یہ کہ اصلی راستہ کے صرف اندر ہی چیز کا بالا استقرار پہنچ جانا مفسد ہے کیونکہ یہ حکماً جوف تک پہنچنا ہی ہے مگر مصنوعی راستہ میں یوں نہیں بلکہ جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہو جائے کہ چیز خود جوف یا دماغ تک پہنچ گئی ہے اس وقت تک روزہ فاسد نہیں ہوتا کما تبین من مسئلۃ الجائفة و الامۃ وغیرہا بلکہ کئی جلیل القدر اہل تحقیق مشائخ عظام تو فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف و امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک مصنوعی راستہ سے چیز کا جسم میں داخل کرنا مفسد ہے ہی نہیں اگرچہ جوف میں بھی پہنچ جائے۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۵، عینی علی الکفر ص ۴۰، مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۲۱، مبسوط امام شری ج ۳ ص ۶۸ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من المبسوط فہما (ای صاحبان) یعتبران الوصول الى الباطن من مسلك هو خلقه في البدن لان المفسد للصوم ما یعدم به الامساك المامور به وانما یؤمر بالامساك لاجل الصوم مسلك هو خلقه دون الجراحة العارضة الخ نیز احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۳ میں ہے واختلفوا فيما وصل الى الجوف من جراحة جائفة او امة فقال ابو حنیفۃ والشافعی علیہ القضاہ وقال ابو یوسف ومحمد لا قضاہ علیہ وهو قول الحسن بن صالح ثواس قول کی بنا پر کوئی بھی ٹیکہ مفسد نہیں اگرچہ سوئی جوف



یادماغ میں داخل کر کے کیا جائے چہ جائیکہ سوئی جوف یادماغ سے ہو ہی دور، اور ہی مشائخ
یہ فرماتے ہیں کہ صاحبین کے نزدیک چونکہ مصنوعی راستہ سے جوف میں داخل ہونا مشکوک
رہتا ہے اور یقین نہیں ہوتا لہذا مفسد نہیں، بدائع ج ۲ ص ۹۳، ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۰ فتح القدر
ج ۲ ص ۲۶۴، ہندیہ ج ۱ ص ۱۰۶ میں بالفاظ متقارہ ہے والنظم من البدائع و
عندہما لا یفسدہما اعتبارا بالمخارق الاصلیۃ لان الوصول الى
الجوف من المخارق الاصلیۃ متیقن بہ ومن غیرہا مشکوک فیہ
فلا یحکم بالفساد مع الشک۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوف یادماغ میں
داخل ہو جانے کا یقین ہو جائے تو مفسد ہے۔ بہر حال اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے
کہ چیز جب تک مصنوعی راستہ میں رہے اور جوف و دماغ تک پہنچے مفسد نہیں تو
ٹیکہ میں بھی یونہی ہو گا ہاں اصلی اور مصنوعی راستوں کے فرق سے ہی ثابت ہو رہا ہے
کہ جوف سے مراد معدہ ہے اور ہر اندرونی حصہ مراد نہیں رہا بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ
بعض ٹیکے طاقتور ہوتے ہیں کہ باوجودیکہ بالائی جسم یا زیریں میں کئے جاتے ہیں مگر ان کا
اثر مسامات کے ذریعہ سارے جسم میں پہنچ جاتا ہے لہذا جوف و دماغ میں بھی پہنچ جاتا
ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ شبہ بھی بالکل لغو اور غلط ہے۔ فقہائے کرام نے
صاف صاف تصریح فرمادی ہے کہ منافذ و مسالک (جوف تک راستوں) سے
داخل ہونے والی چیز ہی روزہ فاسد کرتی ہے اور مسامات سے داخل ہونا روزہ کے
منافی نہیں ہے۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۴ میں ہے المفطر الداخل من المنافذ
کالمدخل والمخرج لا من المسام۔ شامی ج ۲ ص ۳۴۱ میں نہر الفائق سے ہے
المفطر انما هو الداخل من المنافذ۔ ہندیہ عن شرح المجمع ص ۱۰۴، طحاوی
علی الدر ج ۱ ص ۴۵۰، طحاوی علی المراقی ص ۳۹۸، ہدایہ، نعتا یہ ج ۱ ص ۲۵۴، مجمع الانہر ج ۱
ص ۲۴۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۲، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۳ میں ہے والنظم



للامم الزیلعی علیہ الرحمۃ والداخل من المسام لا من المسالك
لا ینافیہ۔ بیسوط ج ۳ ص ۶۷ میں ہے وان وصل عین الکحل الی باطنہ
فذلك من قبل المسام لا من قبل المسالك الخ اور مسئلہ ثانیہ وغیرہ
بھی اس کی روشن دلیل ہے کما لا یخفی علی من لہ فہم ما لهذا فقہائے کرام
تصریح فرماتے ہیں کہ آنکھوں میں سرمہ یا دوائی ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اگرچہ سرمہ
کا اثر یا رنگت حلق یا نفقہ میں پائی جائے اور نہانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ
پیاس اتنے جلے اور مٹھنڈک محسوس ہو کہ سرمہ یا غسل کے پانی کا اثر مسامات سے داخل ہوتا
ہے تو مفسد روزہ نہیں تو ثابت ہوا کہ ٹیکہ بھی یونہی غیر مفسد ہے پھر وہ ٹیکہ جو اندرونِ جوف
میں کیا جائے تو گو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے مگر ہرگز نہ کفارہ لازم نہیں اس
لئے کہ کفارہ صرف افطارِ کامل (اپنے منہ سے پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچانا جو غذا و دوا
کے طور پر مقصود ہوتی ہو) پر ہی لازم ہوتا ہے۔ شامی ج ۲ ص ۱۴۸، بدائع صانع ج ۲ ص ۹۷
۹۸ میں ہے والنظم من البدائع واما وجوب الکفارة فیتعلق بافساد
مخصوص وهو الافطار الکامل بوجود الاکل والشرب (الی ان قال) و
نعنی بصورة الاکل والشرب ومعناهما ایصال ما یقصد بہ بالتغذی
اوالتداوی الی جوف من الفم لان بہ یحصل قضاء شهوة البطن علی
سبیل الکمال۔ ہدایہ ج ۱ ص ۹۷ میں ہے واما الکفارة فتقتصر الی کمال
الجنایۃ لانہا تندری بالشبهات کالحدود۔

اور یونہی فتح القدیر، عنایہ ج ۲ ص ۲۵۷ میں ہے بلکہ ان تمام کتب کثیرہ فقہیہ میں
(جن سے مسئلہ جائزہ اور آراء لکھا جا چکا ہے) ہے کہ کان یا ناک میں نیل وغیرہ کے ڈالنے
اور حقنہ کرنے سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے اور کفارہ نہیں اور اس مسئلہ جائزہ سے
پہلے اس کی عبارت بھی فتاویٰ عالمگیری سے گزر چکی ہے حالانکہ کان ناک وغیرہ اصلی راستے



ہیں تو ان میں دوائی وغیرہ ڈالنے سے کفارہ لازم نہیں آتا تو ٹیکہ میں کیسے لازم آئے
 کہ اس کا راستہ تو ہے ہی مصنوعی، بلکہ بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، نور الایضاح، مراقی الفلاح،
 حاشیۃ الطحاوی ص ۲۰۶ میں ہے کہ وجور یعنی دوائی حلق میں اندھینا، روزہ فاسد
 کر دیتا ہے مگر کفارہ نہیں کہ اس میں کھانے کی صورت نہیں پائی گئی والنظم من البحد
 واما الوجور فی الغم فانہ یفسد صومہ لانہ وصل الی خوف البدن
 ما هو مصلح للبدن فکان اکلامعنی لکن لا تلزم الکفارة لانعدام
 الاکل صورة۔ اور مبسوط ج ۳ ص ۶۷ میں ہے واما السعوط والوجور یفطرہ
 لوصلہ الی احد الجوفین اما الدماغ او الجوف والفطر ہما یدخل
 ولا کفارة علیہ لان معنی الجنایۃ لا یتنبہ فان اقتضار الشہوۃ لا
 یحصل بہ تو واضح ہوا کہ ایسے ٹیکہ میں کفارہ ہرگز نہیں اور عام ٹیکے جو مفسدِ صوم نہیں
 ان میں کوئی حرج نہیں مگر ایسے سخت ٹیکے جن کے لگانے سے بخار یا کسی اور عارضہ کا خطرہ
 ہو اور اندیشہ ہو کہ اس کے ازالہ کے لئے شاید فوری دوائی ایسی استعمال کرنی پڑے جو
 مفطرِ روزہ ہو تو ایسی خاص صورت میں نہیں چاہئے اور مکر وہ ہو سکتا ہے جیسا کہ فقہاء
 کرام نے قبلہ (بوسہ) اور حجامت (سنگھی لگوانے) میں فرمایا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱
 ص ۱۰۲ میں ہے ولا بأس بالحجامة ان امن علی نفسہ الضعف اما
 اذا خاف فانه یکرہ وینبی لہ ان یؤخر الی وقت الغروب و ذکر
 شیخ الاسلام شرط الکراہۃ ضعف یحتاج فیہ الی النظر والقصہ
 نظیر الحجامة هكذا فی المحيط ولا بأس بالقبلة اذا امن علی نفسہ
 من الجماع والانتزال ویکرہ ان لم یأمن والمس فی جمیع ذلك كالقبلة
 کذا فی التبین۔

بفضلہ وکرہ تعالیٰ اس دشمن کی طرح واضح و نمایاں ہو گیا کہ عام ٹیکے مفسدِ صوم نہیں



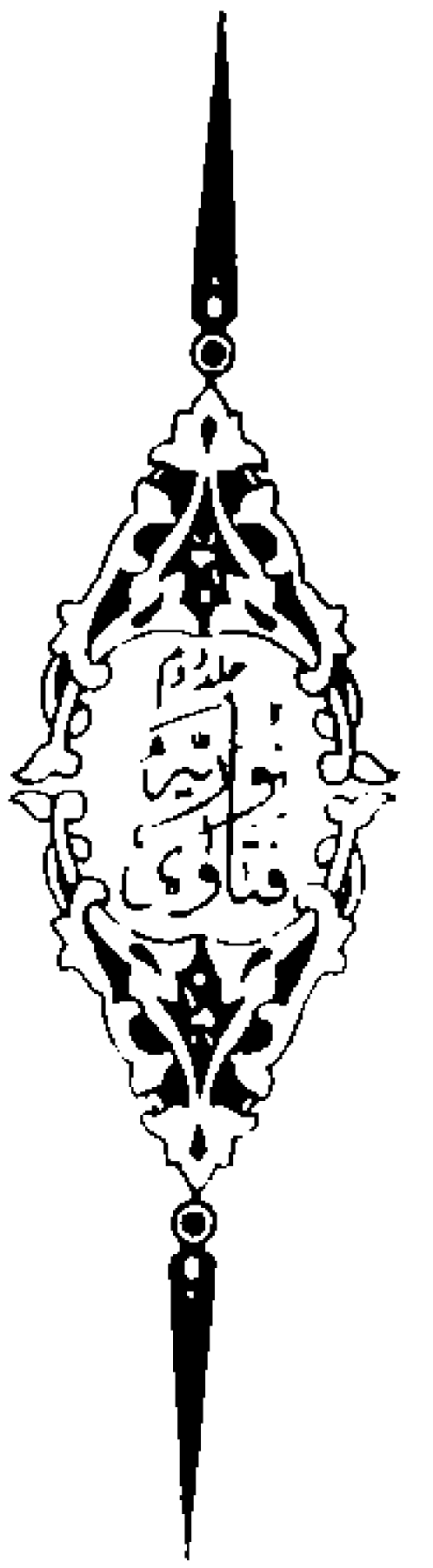
تعجب ہے کہ بعض علم یاقین آسان صاحبان جو کتب فقہیہ کا مطالعہ غور سے کرتے نہیں اور یونہی حکم فساد بلکہ لزوم کفارہ بھی لگا دیتے ہیں تو کتنے ہی ایسے سادہ لوح بندگانِ خدا ہیں کہ ایسے فتوے سن کر ضرورتِ ٹیکہ کے وقت صرف ٹیکہ لگوانے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے اور کئی وہ ہیں جو واقعی مجبوروں میں جنہیں صالح اور پارہ سادہ کہتے ہیں کہ اگر ٹیکہ نہ کیا جائے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر سے صحت ہوگی تو وہ بیچارے ایسے فتوے سن کر روزہ نہ ترک کر دیتے ہیں اور بركاتِ خصوص وقت سے محروم رہ جاتے ہیں، ایسوں کی محرومی کا وبال بھی ایسے مفتیوں کے سر پہ ہے جن کے بالتحقیق فتووں سے وہ بیچارے محروم ہو رہے ہیں۔

۱۳۸۲ھ

(نوٹ) یہاں تک یہ فتوے مولانا الحاج ابوالیسر صاحب کے جواب ہیں ۲۵ رمضان المبارک ۲۰۲۳ء کو لکھا گیا پھر کچھ عرصہ بعد مولانا الحاج ابوالرضا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ غوثیہ حویلی لکھا کے سامنے کچھ شبہات پیش کئے گئے تو درج ذیل تنبیہ کا اضافہ کیا گیا۔

ضروری تنبیہ

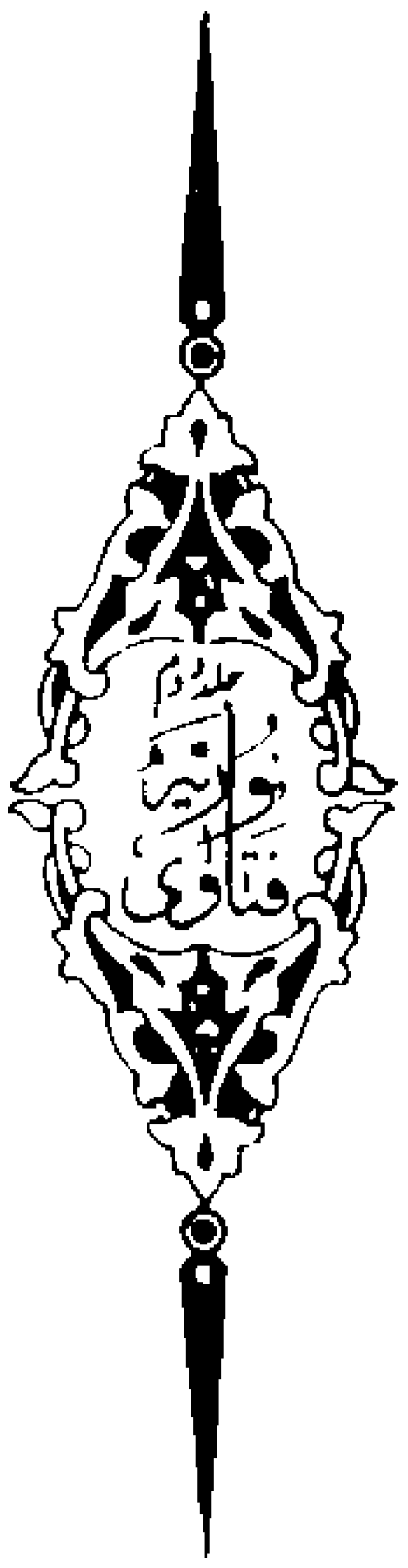
بعض حضرات کہتے ہیں کہ ٹیکہ سے دوائی گوشت میں پہنچ کر خون سے مل کر جسم کے تمام حصوں میں پہنچ جاتی ہے تو لامحالہ معدہ میں بھی پہنچ جاتی ہے اور جس طرح معدہ کی ظاہری سطح پر رگیں ہوتی ہیں یونہی باطن میں بھی رگیں ہوتی ہیں تو ان رگوں کے ذریعہ باطن میں بھی دوائی پہنچ جاتی ہے اور وریڈی ٹیکہ میں تو یہ بات اور واضح ہے لہذا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تو یہ کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ جب خون خود ہی معدہ کے اندر نہیں پہنچتا تو اس کے اندر ملی ہوئی دوائی کیسے پہنچے گی؟ اور یہ کہنا کہ باطن میں رگیں ہیں، مفید نہیں کیونکہ یہ رگیں معدہ میں نہیں بلکہ معدہ کی اندرونی سطح میں ہوتی ہیں اور معدہ میں کھلتی بھی نہیں کہ خون براہِ راست معدہ میں گرے جیسے حوض میں نالی کے ذریعہ پانی گرتا ہے بلکہ دوائی



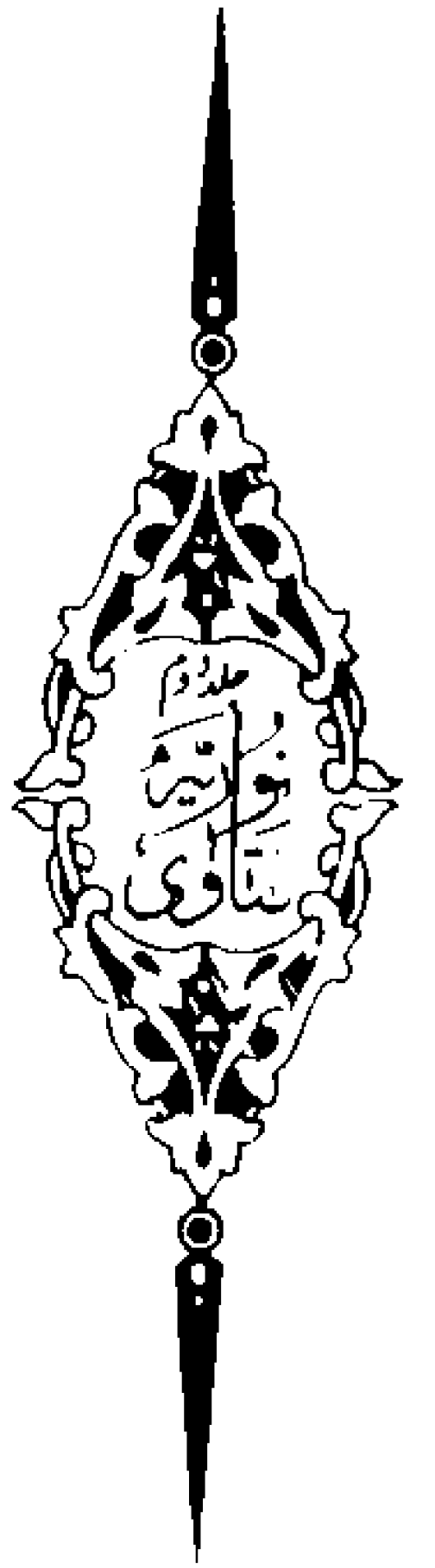
کا اثر صرف مسامات کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے حالانکہ مسامات سے پہنچی ہوئی چیز کا مفسد نہ ہونا آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہو چکا ہے۔

جائزہ اور آمہ میں ڈالی ہوئی دوائی بھی گوشت سے مل کر خون سے مل جاتی ہے مگر پھر بھی مفسد نہیں مگر جبکہ معرہ یا دماغ میں خود دوائی پہنچے حالانکہ ٹیکہ کا سواخ جائزہ اور آمہ کی طرح معرہ اور دماغ تک نہیں پہنچتا تو اس کا مفسد نہ ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لئے کسی دوا یا غذا کا جوفِ معرہ یا جوفِ دماغ میں پہنچنا لازمی نہیں بلکہ چند باتیں اور بھی ضروری ہیں : اولاً دوا یا غذا کا عین جوفِ میں پہنچ جانا، دوم اصلاحِ بدن مقصود ہونا، سوم اختیار اور ایجا دِ فعل کا پایا جانا بھی باعثِ فساد ہے۔ پھر کہا ہے کہ جب اصلاحِ بدن بھی مقصود ہوا اور ایجا دِ فعل بھی تو روزہ بالاتفاق ٹوٹ جانا چاہئے، پھر اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ شک اور عدم یقین وصول الی الجوف کی صورت میں اصلاحِ بدن اور ایجا دِ فعل دو شرطوں کا وجود مفسد کو ترجیح دینے کی وجہ سے روزہ (ٹیکہ سے) ٹوٹ جائے گا۔ یہ دعویٰ بھی بالکل غیر صحیح ہے کیونکہ قصدِ اصلاحِ بدن اور ایجا دِ فعل صرف اسی وقت ہی مفسد ہو سکتے ہیں، جب کوئی چیز جوفِ معرہ میں پہنچے ورنہ نہیں۔ اگر صرف قصدِ اصلاحِ بدن اور ایجا دِ فعل ہی مفسد ہوتے تو تیل کی مالش اور غسلِ مرہم پٹی وغیرہ صدمہ افعال جو اصلاحِ بدن کے قصد سے کئے جاتے ہیں سب کے سب روزہ فاسد کر دیتے تو معلوم ہوا کہ قصدِ ایجا دِ و اصلاح کا مفسد ہونا صرف وصول الی الجوف ہی کی صورت میں ہے ورنہ نہیں چنانچہ تحریرِ سابق سے یہ بھی واضح و نمایاں ہے اور لطف یہ کہ مدعی صاحب کلام اپنے کلام کا پہلا حصہ صراحتہً کئی وجوہ سے یہی ثابت کرتا ہے کمالاً بخفی۔

بعض عوام یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ ٹیکے ایسے بھی ہیں جو بھوک اور پیاس کی تسکین کرتے ہیں لہذا روزہ میں کوئی ٹیکہ بھی جائز نہیں تو ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے اگر بھوک

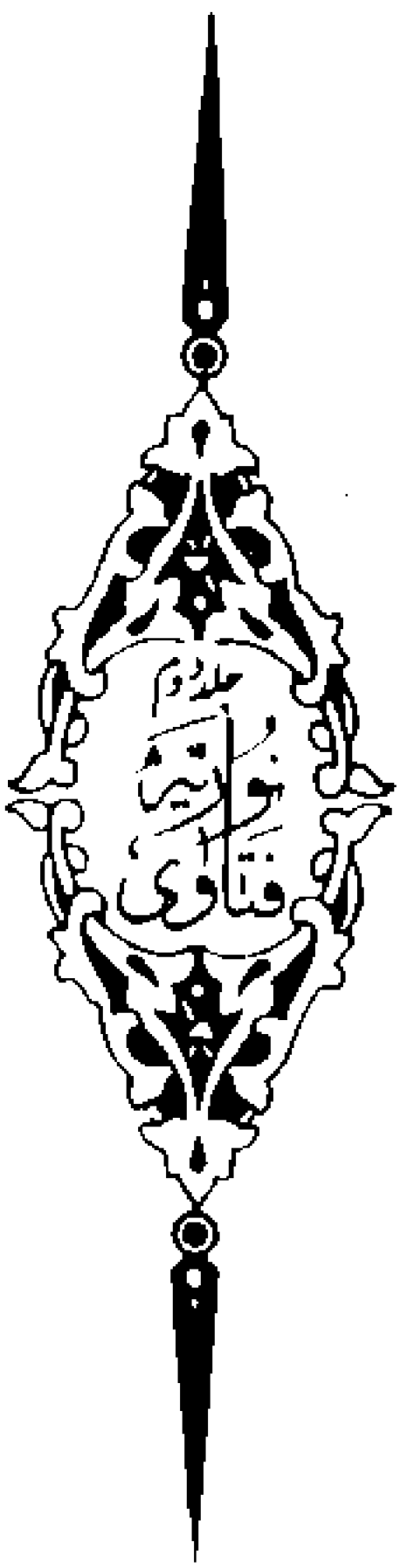


اور پیاس کی تسکین کے باعث ٹیکہ ناجائز ہوتا تو صرف وہی ٹیکہ ناجائز ہوتا جو تسکین کرتا ہو نہ کہ ہر ٹیکہ ناجائز ہو جاتا اور یونہی اگر تسکین کے سبب ناجائز ہوتا تو سحری کے وقت بھی ناجائز ہوتا کہ اس سے بھی دن کو تسکین ہو سکتی ہے تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ٹیکہ جائز نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ٹیکے کراتے کون ہیں عموماً بیمار روزہ دار جو روزہ رکھتے ہیں اور بیمار ہی کے لئے لگواتے ہیں اور یوں نہیں کہ تندرست اور طاقتور روزہ دار بھوک اور پیاس دور کرنے کے لئے ٹیکے لگوائیں ایسا آج تک دیکھا سنا بھی نہیں اور نہ ہی سرد موسم یا سرد مقام پر اس کی ضرورت ہوتی ہے، قابل برداشت بھوک پیاس کی لذت اور اشتیاق تو عموماً ہر ایک روزہ دار کو ہوتا ہے تو ایسا ٹیکہ بلا ضرورت لگواتا ہی کیوں ہے؟ اور اگر کوئی بدقسمت اس ذوق و چاشنی سے سراسر محروم ہو تو پھر ٹیکہ ہی کیا، ایسے سرے سے روزہ ہی نہیں رکھتے حتیٰ کہ اس موسم سرما میں بھی کئی ایسے بد بخت ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟ کیا ان کی وجہ سے بیمار روزہ دار کو ہر ایک ٹیکہ ناجائز بنایا جائے، یہ سراسر انصاف سے دور ہے نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی صحیح الاعتقاد پیر عمر یا مریض و کمزور سچے دل سے روزہ کی سعادت حاصل کرنا چاہے مگر بوجہ ضعف بھوک یا پیاس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا البتہ اگر کوئی ایسا ٹیکہ جو تسکین کرے، لگوائے یا کسی سرد مقام کوہ مریخی چلا جائے یا ٹرخا یا خس کی ٹٹی کا انتظام کرے یا برفانی پانی سے غسل یا تہ کپڑے میں لپٹ جائے تو روزہ پورا کر سکتا ہو تو کیا ایسے معذور اشخاص کے لئے یہ چیزیں بوجہ عذر جائز ہیں یا نہیں تو جہاں تک میری دانست کا تعلق ہے جہاں میں کوئی بھی ایسا عقلمند نہیں جسے دین اسلام سے قدرے واقفیت ہو اور کہے کہ کوہ مری کا سفر یا افغانستان جانا کسی دنیاوی جائز کام کے لئے ناجائز ہے چہ جائیکہ ادائیگی فرض کے لئے جائے اور یونہی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی معمر یا مریض مریض خانے یا خس کی ٹٹی میں آرام نہیں کر سکتا یا کوئی تندرست

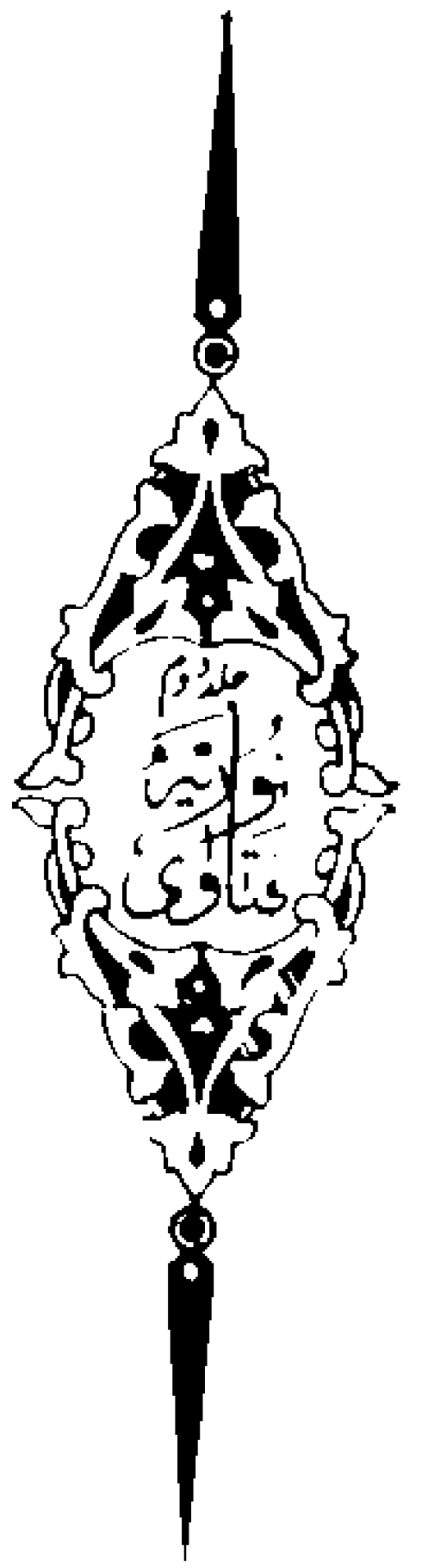


اور جو ان ٹھنڈے پانی سے غسل یا نہ کپڑا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ معذور، اور جب آگے ام و
اسائنش کی غرض سے یہ چیزیں جائز ہیں تو دینی فریضہ پورا کرنے کے لئے کیوں ناجائز
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں معذوروں کے لئے عون علی العبادۃ ہیں یعنی روزہ
کی عبادت پوری کرنے میں مدد دیتی ہیں تو ان کا کرنا عبادت میں داخل ہوگا اور جائز
ہوگا۔ شامی ج ۲ ص ۱۵۶ میں روزے دار کے غسل وغیرہ کے متعلق ہے لان هذه
الاشیاء ہا عون علی العبادۃ۔

بہر حال ان اشیاء کا عون علی العبادۃ ہونا تو ظاہری آنکھوں سے روزہ روشن
کی طرح واضح ہے حالانکہ عون علی العبادۃ ایسی بہترین چیز اور مطلوب شرعی ہے کہ
اللہ رب العالمین ارحم الراحمین اپنے لطف و کرم سے اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے
کہ ایک دوسرے کے لئے نیک کاموں میں عون علی العبادۃ مہیا کریں جس کا عربی
نام تعاون (ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے) ارشاد فرمایا وتعاونوا علی البر
والتقویٰ (پک ۵۶) (ترجمہ) اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔
جب نیک کاموں کے انجام دینے میں دوسروں کی مدد لازم ہے تو اپنی کیوں ناجائز ہوگی
لہذا سنن البوداؤد ج ۱ ص ۳۲۳ کی حدیث پاک سے ثابت ہے کہ خود حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے پیاس یا گرمی کے سبب اپنے سراقہ میں پر پانی بہایا اور شامی ج ۲ ص ۱۵۶
میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزہ میں کپڑا نہ کر کے اپنے اوپر لپیٹ
لیا کرتے تھے اور تمام فقہائے کرام نے روزہ دار کے لئے غسل جائز قرار دیا بلکہ یہاں تک
ہے کہ روزہ دار غسل کرنے سے اپنے اندر ٹھنڈک محسوس کرے تب بھی روزہ فاسد
نہیں ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ میں ہے من اغتسل فی ماء وجد بدہ فی
باطنہ لا یفطرہ۔ اور ذرا غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ دار کا سر
کا کھانا پینا بھی اس عون علی العبادۃ کے لئے مطلوب ہے، دیکھئے صحیح حدیث شریف



میں ہے استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار وبالقیلولة علی قیام اللیل (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۲۹)۔ اس حدیث پاک میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے پر عون (مدد) حاصل کرو اور دوپہر کے قیلولہ سے رات کے نوافل پر اس سحری کے کھانے پینے سے دن بھر روزہ دار بھوک اور پیاس کی شدت سے بچ کر روزہ پورا کر لیتا ہے تو معلوم ہوا کہ بھوک اور پیاس کی شدت کا ہونا روزہ کے لئے لازم نہیں اور اس کی تسکین ایسے طریقے سے جسے شرع اطہر نے حرام نہیں کیا حرام نہیں بلکہ جائز و مطلوب شرعی ہے خود اللہ رب العالمین اپنی رحمت و کرم سے روزہ ادا کرنے والوں سے روزہ کے بیان میں ہی فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (پ ع) (ترجمہ) اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا، تو واضح ہوا کہ بندوں کا بھوک اور پیاس کی شدت سے جان بلب ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس نے ہماری آسانی کے لئے افطاری اور سحری کے کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرمائی، ہمارے آرام و آسائش کے لئے ٹھنڈے پانی سے غسل یا تھکیرے سے ٹھنڈک حاصل کرنا حرام نہیں فرمایا، کسی سرد مقام یا سایہ میں سونا منع نہیں فرمایا اور اپنے کمرے سے سرد موسم کے روزوں کو بھی قبول فرماتا ہے تو آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ غسل وغیرہ ایسی چیزیں جو روزہ دار کے لئے شریعت میں حرام نہیں، اگر ان چیزوں کو شدت بھوک یا شدت پیاس دور کرنے کے لئے معذور استعمال کرے تو بلاشبہ جائز ہیں، ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو ٹیکہ بچا پکے کیا قصو کہ وہ اگرچہ چوبِ معدہ اور دماغ میں بھی نہ کیا جائے تب بھی محض اس لئے کہ بھوک پیاس کی تسکین کرتا ہے معذوروں کے لئے بھی جائز نہ ہو بلکہ کوئی ٹیکہ بھی روزہ دار کے لئے اگرچہ صرف مرض دور کرنے کے لئے ہو جائز نہ ہو سکے، ایسا کہنا



صریح ظلم ہے بلکہ بعض لوگوں کے لئے تعاون علی الاثم یعنی گناہ کرنے میں مدد دینا ہے کہ ایسی باتیں سن کر ایسے لوگ جو کمزور ایمان والے ہیں باوجودیکہ روزہ رکھ سکتے ہیں مگر چونکہ انہیں معمولی مرض کے لئے ٹیکہ لگوانا ہے لہذا روزہ نہیں رکھتے حالانکہ اللہ رب العالمین نے تعاون علی الاثم کو حرام کیا ہے، دیکھو پیر ۵۔

انتباہ

ٹیکہ، مرہم، مالش وغیرہ جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ان کا استعمال تب ہی جائز ہے جبکہ حرام نہ ہوں ورنہ استعمال حلال نہیں مگر جبکہ عاذق طبیب یا ماہر ڈاکٹر جو مسلمان، متذوق، پابندِ شرع متین اور غذائے کس ہوں اپنے پختہ علم اور صحیح تجربہ کی بنا پر فیصلہ دیں کہ اگر یہ دوائی استعمال نہ کی گئی تو مریض جانبر نہیں ہو سکتا تو صرف ایسی صورت میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اجازت ہے اور یہی حکم ان تمام دواؤں کا ہے جو بغیر روزہ بھی استعمال کئے جاتے ہیں، اس کا لحاظ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد بن محبوب المعلى و علی الہ وصحبہ و اولی الصلوٰۃ والسلام۔

صدر الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ ۱۲/۲۹

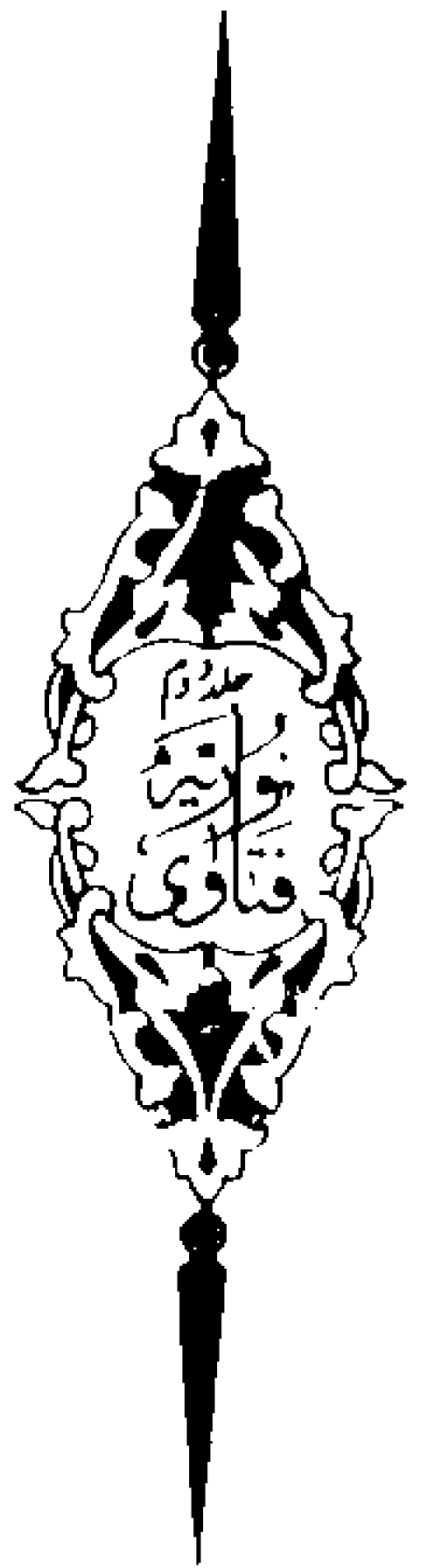
الاستفتاء

فاضل اجل عالم بے بدل مجمع مکارم اخلاق حسنہ برادر مولوی صاحب السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ، طالب خیریت بخیریت! آپ کا رسالہ روزہ و ٹیکہ کے عنوان سے میری نظر سے گزرا اس میں سے چند باتیں بطور تفہیم و استفسار دریافت

کرتا ہوں، تکلیف فرما کر اگر تحریر فرمائیں تو لطف سے بعید نہ ہوگا، نیز یہ بھی خیال نہ فرمائیں کہ کوئی ذاتی معاملہ ہے بلکہ دین کا معاملہ ہے اس لئے پورے طور پر اطمینان ہو جانے کے بعد کہ ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو پھر انشاء اللہ العزیز ہم سب بھی اس چیز کے قائل ہو سکتے ہیں کہ ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بصورت ثانی یہ دینی معاملہ ہونے کی صورت میں آپ سے بھی مکمل توقع ہے کہ اگر ٹوٹ جائے کے وجوہات قویہ مل جائیں تو بھی ہمارے اعانت فرما کر مشکور فرمائیں گے کسی چیز کے افہام و تفہیم میں رسالہ بازی ٹھیک نہیں ہوتی اس لئے مکتوب ہذا تحریر کر رہا ہوں، امید ہے کہ آپ جواب باصواب سے مستفید و مستفیض فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے۔

سوال نمبر ۱ : آپ نے کلیہ مقرر فرمایا ہے کہ اکل و شرب و جماع تینوں چیزیں روزہ کو توڑنے والی ہیں اور کوئی چیز نہیں حالانکہ کتب فقہ میں بہت سے جزئیات موجود ہیں جو آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے کہ اکل و شرب ہے مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نسیان کے علاوہ بھی دوسرے جزئیات پائے جاتے ہیں اور یہ جزئیات بھی موجود ہیں کہ اکل و شرب نہ ہوں تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس پر جزئیات اگر طلب فرمائیں گے تو ضرور تحریر کروں گا اگرچہ لغمان را حکمت آموختن والا معاملہ ہوگا مگر تعمیل ارشاد ضرور ہوگی۔ اسی طرح جماع کے علاوہ بھی اگر خواہشات نفسانیہ کو روزہ سے دارہ پورا کر لیتا ہے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، بالتفصیل تحریر فرمائیں اس کا کیا حل ہے۔

۲۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ خوف سے مراد معدہ ہے ہم نے اپنے طور پر قائل ہیں، صراح، منجد، غیاث اللغات، منتخب اللغات وغیرہ کتابیں دیکھی ہیں، خوف کا معنی معدہ نظر نہیں آیا، آپ کے پاس اگر کسی لغت کی کتاب کا حوالہ موجود ہو تو تحریر فرمائیں۔ ثانیاً اگر خوف کا معنی معدہ لیا جائے تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو معدہ میں نہیں پہنچتی مگر وہ روزہ کو توڑ دیتی ہیں غالباً کچھ اشیاء ایسی بھی مل جائیں گی جو معدہ میں پہنچ جائیں مگر روزہ



نہ توڑیں ایسے جزئیات بھی کتب فقہ میں موجود ہیں۔

۳۔ آپ نے عبارت نقل فرمائی ہے جس میں خوف البدن تحریر فرمایا ہے اور بعض عبارات میں خوف الرأس بھی تحریر فرمایا ہے۔ کیا ان عبارات میں بھی خوف سے مراد معدہ ہے، اگر نہیں تو پھر خوف سے مراد معنی یہاں کیا لئے جائیں گے۔ اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ خط تحریر کیا گیا ہے، نیز آپ کے پاس کتب فقہ کے ذخائر موجود ہیں جس طرح کہ مکبر الصوت کے حوالہ جات سے نیز 'روزہ و ٹیکہ' کے رسالہ سے صاف واضح ہے اس لئے آپ بالتفصیل تحریر فرما کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔ میرے ان چند الفاظ کے متعلق آپ جو وضاحت طلب فرمائیں گے یا اور بھی آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے میں جواب دیتا رہوں گا، آپ بھی جواب باصواب سے مستفیض فرماتے رہیں، باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔ سب پرسانِ حال کو السلام علیکم، نیز اگر دور سالے آپ ارسال فرمائیں تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔

سید اختر حسین جماعتی از علی پور سیداں

ڈاک خانہ خاص براستہ قلعہ سوکھارام ضلع سیالکوٹ ۸۳۶۲



مخدومی و مخدوم زادہ حضرت قبلہ شاہ زادہ صاحب زید مجدہم
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج سامی ! حضرت کا کرم نامہ باعث اعتراف و
اعزاز بنا، بڑا کرم فرمایا کہ یاد فرمایا اور یہ تو حضرت کا محض حسن ظن ہے کہ فاضل وغیرہ القاب

لکھے ہیں، میں کیا اور میری قابلیت کیا اور یہ حقیقت واقعہ ہے کہ یہ دینی معاملہ ہے اس میں مند و عناد محض فساد و فساد ہے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ٹیکہ مفسد ہے تو انکار کے کیا معنی؟

حضرت نے بالتفصیل لکھنے کا ارشاد فرمایا ہے، مجھے بفضلہ تعالیٰ اس سے انکار نہیں مگر ان ایام میں مصروفیت بہت زیادہ ہے، دورہ حدیث شریف کے علاوہ بعض اسباق اور امور دارالعلوم میں انہماک وغیرہ عوائق ہیں اور پھر یہ خیال آ رہا ہے کہ حضرت نے فقیر کا رسالہ ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا دورے کے حساب الحکم حاضر ہیں، ذرا توجہ سے مطالعہ فرمائیں تو میرا خیال ہے کہ سوالات کے جوابات خود بخود سامنے آجائیں گے جو ف سے مراد کے متعلق بڑی تفصیل ہے اور یہ نہیں لکھا کہ معبد لغوی معنی ہے کہ قاموس وغیرہ سے نہ ملنا خلاف ثابت کرے۔

نیز حضرت نے بار بار تحریر فرمایا ہے کہ فقیر جو استفسار کرے اس کا جواب عطا فرمائیں گے، یہ کرم ہے اور ردِ کرم چونکہ نامناسب ہے لہذا معروض کہ حضرت ہماری مستعملہ اشیاء میں سے وہ کونسی چیزیں ہیں کہ نسیان کے علاوہ بھی ان کا اکل و شرب روزہ فاسد نہیں کرتا جیسے حضرت نے تحریر فرمایا ہے۔ رہے یہ جزئیات کہ اکل و شرب نہ ہوں تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے شاید ان کا تذکرہ کیوں فرمایا وہ تو حضرت کی نقل 'اکل و شرب و جماع تینوں روزہ کو توڑنے والی ہیں' سے ہی ظاہر ہیں اور یونہی جماع کے علاوہ خواہشاتِ نفسانیہ کے وہ فرد جو اکل و شرب کے تحت داخل ہیں مفسد ہیں اور وہ بھی مفسد ہیں جو جماع نہیں مگر جماع کے حکم میں ہیں تو حضرت نے خواہشاتِ نفسانیہ پورے کر کے نہ کو کلیہ کی طرح شاید کس خیال سے مفسد تحریر فرمایا جبکہ مفسد افراد کا افساد اور بانی کا عدم افساد واضح ہے۔

بہر حال رسالے حاضر ہیں، میرا طریقہ بھی رسالہ بازی نہیں اور نہ ہی کسی سے

پسند ہے، پھر آپ تو ما شاء اللہ ساداتِ کرام سے ہیں، آپ سے تو اتنا کہتے ہوئے
بھی خوف طاری ہوتا ہے۔ امید ہے کہ ان چند معروضات کو اپنے اخلاقِ عظیمہ کی
بنا پر نیک محل پر ہی محمول فرمائیں گے، لفافہ کی تکلیف نہ فرمائی جائے، یہاں بھی کافی
ملتے ہیں۔ والسلام مع الاکرام

ہاں ایک نہایت ضروری معاملہ درپیش ہے جو ہے شرعاً خیر، اگر دضہ عالمیہ
میں دعا کے لئے سفارش فرمادیں تو کرم بہ کرم ہوگا۔ والسلام

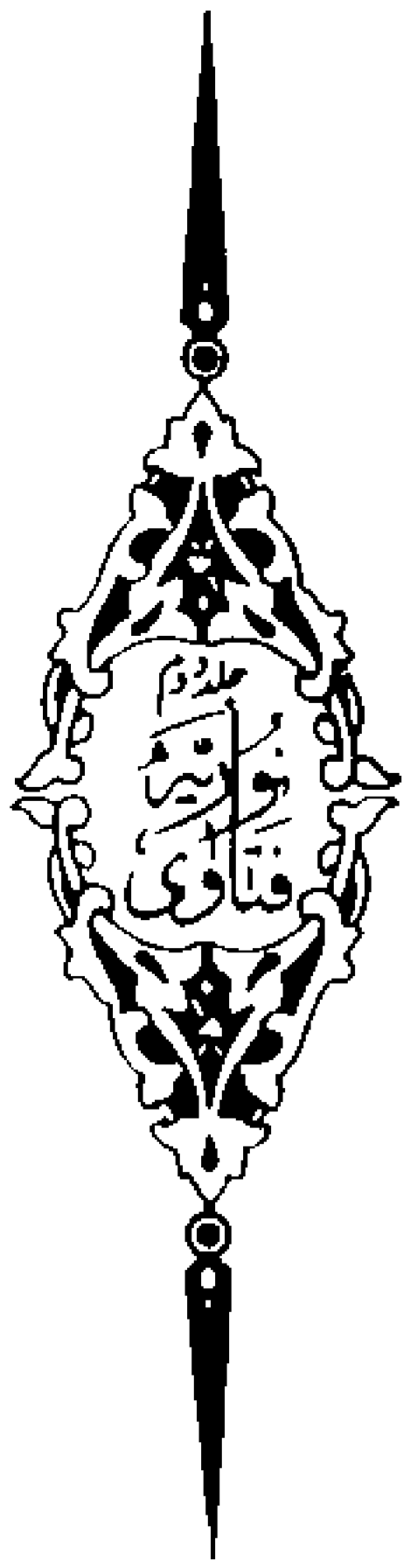
عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۴ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۶ھ

۱۵/۶



رؤیت ہلال



تعارف باب رؤیۃ الهلال

رؤیت ہلال سے مراد ہے پہلی تاریخ کا چاند دیکھنا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ متعدد احکام شرعیہ کا دار و مدار قمری مہینوں اور تاریخوں پر ہے۔ ارکان اسلام میں سے رمضان المبارک اور حج کا دار و مدار رؤیت ہلال پر ہے۔ اسی طرح ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قمری سال کا اعتبار ہے، جو شمسی تقویم کے لحاظ سے دس دن کم ہوتا ہے۔ یونہی عید الفطر، عید الاضحیٰ، عدت و فات چار ماہ دس دن، ایلاء کے لئے چار ماہ کی مدت، ایسے کتنے ہی شرعی امور میں مدت کا تعین چاند کے طلوع سے ہوتا ہے۔ اسی لئے علمائے کرام اور مفتیان اسلام اپنے اپنے علاقوں میں ہمیشہ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے رہے۔۔۔۔۔

فقہائے کرام نے خاص طور پر ان پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ قرار دیا ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان بھی چاند دیکھنے کی کوشش نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے :

(۱) ۲۹ / رجب کو شعبان المعظم کا چاند۔۔۔۔۔

(۲) ۲۹ / شعبان کو رمضان الکرم کا چاند۔۔۔۔۔

(۳) ۲۹ / رمضان کو شوال المکرم کا چاند۔۔۔۔۔

(۴) ۲۹ / شوال کو ذوالقعدہ کا چاند۔۔۔۔۔



(۵) ۲۹ / ذیقعد کو ذوالحجۃ المبارک کا چاند -----

رؤیت ہلال کے لئے کم از کم دو مرد عادل یا ایک مرد عادل اور دو عادلہ عورتیں چاند دیکھنے کی شہادت دیں البتہ رمضان المبارک اور عید کے چاند میں تفصیل ہے :

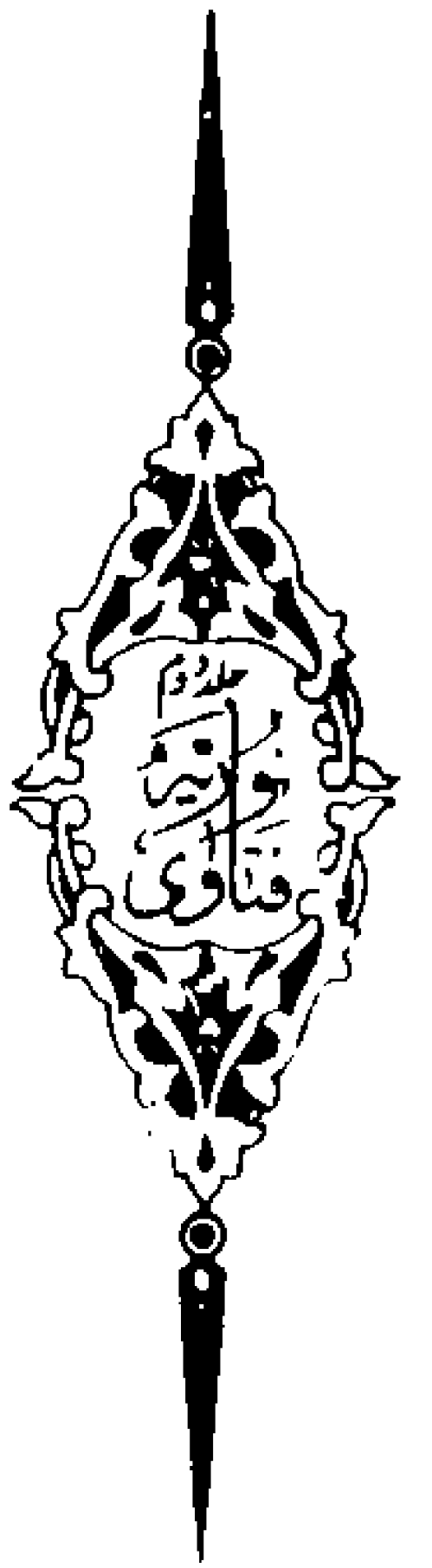
ہلال رمضان میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک عادل شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کی شہادت معتبر ہے اور اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو جم غفیر کی خبر ضروری ہے۔ ہلال عید میں مطلع ابر آلود ہو تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔-----

قدیم عہد میں اسلامی حکومتوں کا یہ دستور رہا ہے کہ شرعی شہادتوں سے ثبوت رؤیت ہلال کے بعد چاند کا اعلان ڈھنڈورہ یا توپوں کے فائر کے ذریعے کیا جاتا تھا جسے فقہاء اسلامی نے معتبر قرار دیا۔ پھر جب جدید سائنسی ایجادات میں تار، ٹیلی فون، وائر لیس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذرائع معرض وجود میں آئے، جدید سہولتوں سے استفادہ کیا جانے لگا تو یہ مسئلہ سامنے آیا کہ ریڈیو کے ذریعے رؤیت ہلال معتبر ہے یا نہیں؟-----

برصغیر میں انگریزوں کی غیر اسلامی حکومت کے زیر انتظام چاند کا اعلان غیر معتبر سمجھا گیا، چنانچہ علمائے کرام اور مفتیان عظام از خود لوگوں سے شرعی شہادت لینے کا اہتمام کرتے اور ان کے فتویٰ پر اعتماد کر کے لوگ روزہ، عید الفطر اور قربانی وغیرہ کے احکام بجالاتے، قیام پاکستان میں یہی صورت حال رہی، غالباً ۱۹۵۰ء میں پہلی مرتبہ رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام عمل میں آیا مگر بیشتر علماء عدم جواز کے قائل رہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجے میں برسر اقتدار آنے والی حکومت کے دور میں رؤیت ہلال کمیٹی کی تشکیل کے سلسلے میں قومی اسمبلی میں بل پیش ہوا تو وزارت مذہبی امور کی طرف سے علماء کرام کی سرپرستی میں کمیٹی قائم ہوئی تو علماء کا اعتماد حال ہونے لگا۔ اب کئی سالوں سے تمام مکاتب فکر کے علماء (الا ماشاء اللہ) عملاً اس موقف کے قائل ہیں۔-----

سیدی فقیہ اعظم کا فتویٰ

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ابتداء ہی سے اس مسئلہ پر مثبت نظریہ اپنایا تھا، آپ



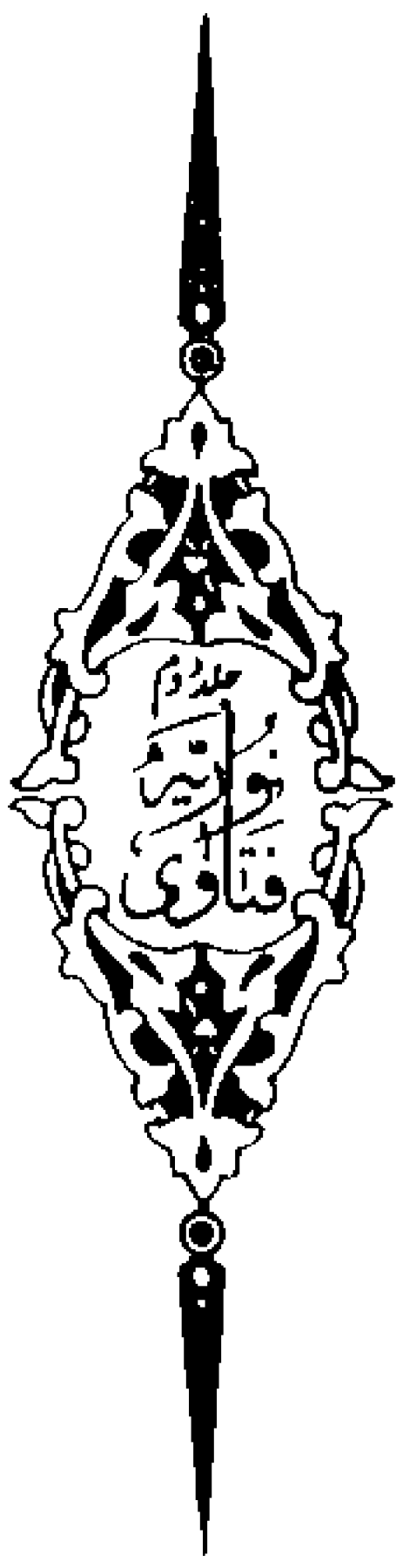
نے ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء میں اس موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ ”افادۃ النشیر او کد الامر“ تحریر فرمایا جس میں دلائل و جزئیات فقہیہ سے ثابت کیا کہ شرعی ثبوت کے بعد ریڈیو سے نشر ہونے والی روایت ہلال کی خبر قابل اعتماد ہے۔ آپ کا یہ فتویٰ حضرت سیدی ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے اپنے فاضل صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی کی زیر ادا رت نکلنے والے ہفت روزہ رضوان لاہور (جلد ۴، شمارہ ۱، ۲۸ / مارچ ۱۹۵۲ء، صفحہ ۵) میں ”فتویٰ دربارہ روایت ہلال“ کے عنوان سے شائع کر لیا۔ ابتداء میں خود سید صاحب قبلہ نے ایک تفصیلی نوٹ تحریر فرمایا اور پاک و ہند کے مرکزی علمی مقامات اور جلیل القدر مفتی صاحبان کے اسماء گرامی درج کر کے انہیں دعوت غورو فکر دی۔ یہ نوٹ بجائے خود ایک علمی یادگار اور حضرت فقیہ اعظم پر آپ کے اعتماد کا آئینہ دار ہے۔ سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے قبل مدیر رضوان علامہ سید محمود احمد رضوی نے توضیحی نوٹ میں لکھا:

”یہ نوٹ حضرت قبلہ سیدی ابوالبرکات صاحب مدظلہ العالی نے مضمون ذیل کے لئے تحریر فرمایا ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مضمون سے قبل درج کیا جاتا ہے۔

علماء کرام توجہ فرمائیں“-----

اس کے بعد حضرت سید صاحب قبلہ نے ارقام فرمایا:

”یہ فتویٰ حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی فاضل حزب الاحناف و مستم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیرپور پاک پنجاب نے بغرض استصواب آراء علمائے اہل سنت بذریعہ رضوان شائع فرمایا ہے۔ ناظرین کرام سے التجا ہے کہ جن علماء کرام کے پاس رضوان نہیں پہنچتا ان کی خدمت میں یہ فتویٰ پیش کیا جاوے اور ان کو بنظر تعمق ملاحظہ فرما کر کتب معتمدہ فقہ سے تائید فرمائیں یا رد فرمائیں اور صواب و خطا پر دلائل ارقام فرمائیں۔ اہل علم و صاحب قلم حضرات کے مضامین رضوان میں شائع کئے جائیں گے اور جب تک علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق نہ ہو گا اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کافی روشنی ڈالیں۔ اگر کسی ایک جگہ روایت ہلال بطریق معتبرہ ثابت ہو جائے تو ہلال کمیٹی کا بذریعہ ریڈیو اعلان تمام پاکستان و



مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری کا مقالہ ”رؤیت ہلال۔۔۔ ایک جائزہ“ اور احقر کی کتاب ”حضرت فقیہ اعظم کے استاد سیدی ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں۔۔۔۔۔“

اس تمہید کے بعد آئندہ صفحات میں رؤیت ہلال سے متعلق سیدی فقیہ اعظم کے فتاویٰ خصوصاً رسالہ ”افادۃ النشر او کد الامر“ پر مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری صاحب کا تعارفی مقالہ پیش کیا جا رہا ہے :

مختصر تعارف

رؤیت ہلال کے موضوع پر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے پوچھے گئے استفتاءات کی تعداد آٹھ ہے۔۔۔۔۔ (۱)

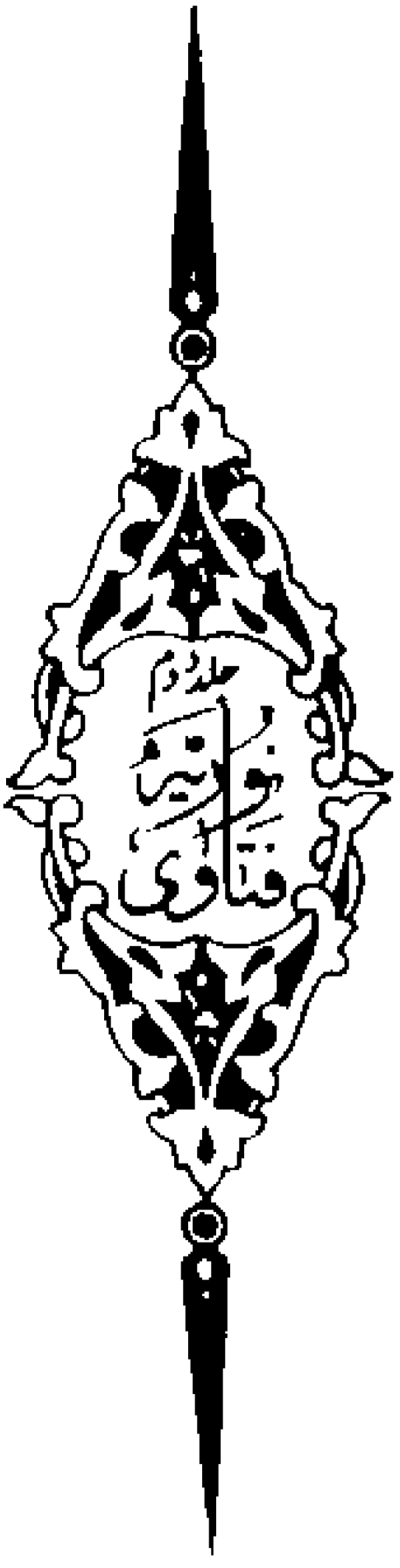
چھ استفتاء جلد دوم میں ہیں اور ایک ایک جلد سوم اور ششم میں شامل اشاعت ہے۔ ان فتاویٰ میں چار آیات کریمہ، چار احادیث مبارکہ اور کتب شروح حدیث و فقہ اور اصول فقہ سے چوبیس عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ دو مقامات پر خارجی آثار و قرائن اور ذاتی مشاہدے سے استشہاد کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

جلد دوم میں دیے گئے فتاویٰ میں پہلے فتوے کے (۲) آخر میں ”۶ / رمضان شریف ۱۳۵۶ھ“ درج ہے، سائل کا نام اصغر علی زرگر ہے، عبارت سوال مختصر اور سلیجھی ہوئی ہے۔ (۳)

دوسرے فتوے کے آخر میں نہ تو تاریخ درج ہے اور نہ ہی سائل کا نام ہے۔ چونکہ یہ فتویٰ باقاعدہ رسالے کی شکل میں لکھا گیا تھا لہذا اس رسالے کے تاریخی نام ”افادۃ النشر او کد الامر“ سے ۱۳۵۶ھ کا سن اخذ کیا گیا ہے (۴) جب کہ ہفت روزہ رضوان نے اسے ۲۸ / مارچ ۱۹۵۲ء (۱۳۷۱ھ) کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔۔۔۔۔

جلد دوم میں شامل تیسرے فتوے کی عبارت استفتاء اور اس کے سائل کا نام کاتب دارالافتاء تحریر کرنا بھول گئے تھے (۵) تاہم قرائن بتاتے ہیں کہ مستفتی کوئی عالم دین ہیں۔۔۔۔۔ (۶)

چوتھے استفتاء کے سائل کا نام حافظ محمد الہی (ضلع شیخوپورہ) ہے، تاریخ کے کالم میں ۱۴ /



رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ / ۷ / دسمبر ۱۹۶۸ء درج ہے۔۔۔۔۔ (۷)

جلد دوم کے پانچویں فتوے کا سوال محمد اکرم نقشبندی مجددی (ضلع سیالکوٹ) کی طرف سے موصول ہوا، جواب فتویٰ کی تاریخ ۱۸ / رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ / ۱۹ / دسمبر ۱۹۶۸ء مرقوم ہے۔۔۔۔۔ (۸)

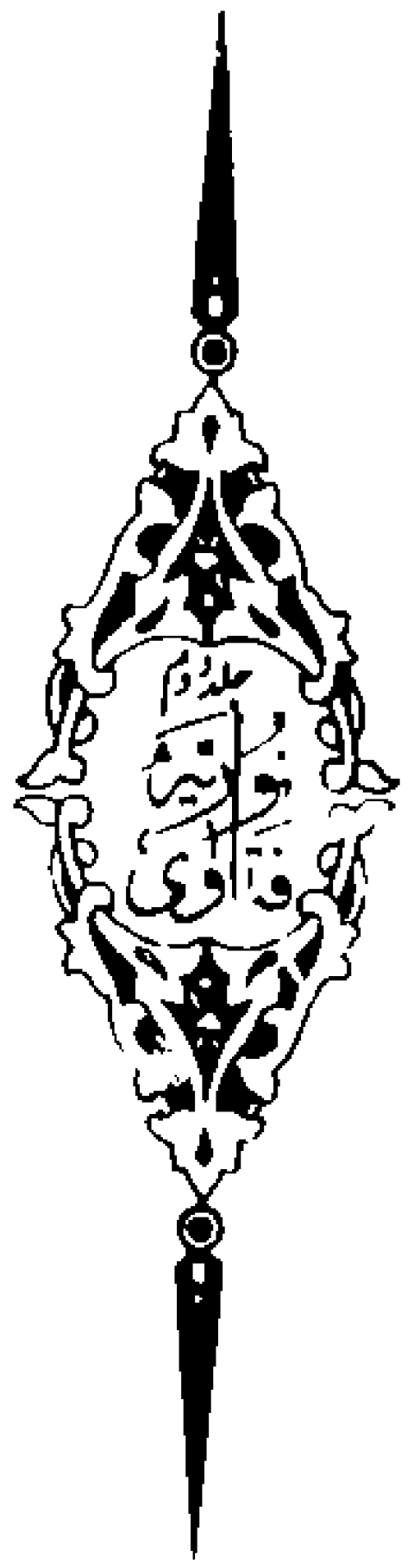
چھٹے فتوے کے مستفتی محمد عنایت اللہ بخاری (مدرسہ مصباح العلوم میلسی ضلع ملتان) ہیں، جواب کے آخر میں حضرت فقیہ اعظم نے ۲۹ / صفر المظفر ۱۳۸۹ھ / ۱۷ / مئی ۱۹۶۹ء کی تاریخ کے دستخط ثبت فرمائے ہیں۔۔۔۔۔ (۹)

جلد سوم میں دیا گیا استفتاء پورے والا ضلع وہاڑی کے نامور عالم دین اور مدرسہ احیاء العوم کے مہتمم مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے موصول ہوا ہے، تاریخ ۱۴ / ذی القعدة المبارک ۱۳۸۹ھ درج ہے۔۔۔۔۔ (۱۰)

جب کہ جلد ششم کا استفتاء مفسر قرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی وساطت سے لندن سے موصول ہوا اور ۲۶ / مئی ۱۹۸۰ء کو جواب تحریر کیا گیا۔۔۔۔۔ (۱۱)

ان تمام فتاویٰ میں رسالہ ”افادة النشر اوكد الامر“ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، باقی فتاویٰ اس کا عکس جمیل ہیں۔ چونکہ تمام فتاویٰ ایک ہی نوعیت کے ہیں اور تمام میں ایک جیسے سوال اٹھائے گئے ہیں، اس لئے دلائل میں تقریباً یکسانیت دکھائی دیتی ہے اگرچہ بعض جگہ نئی جزئیات سے بھی استدلال ملتا ہے اور اضافی پہلو بھی شامل ہیں۔ مستفتی کی ذہنی اور علمی سطح کے مطابق ایجاز و اطناب اور تفصیل و اختصار کو اپنایا گیا ہے۔ سائل نے جس پس منظر میں سوال پوچھا ہے، اسے اسی انداز میں جواب دیا گیا ہے۔ قاری کی سہولت کے پیش نظر رسالہ ”افادة النشر اوكد الامر“ میں موجود عربی عبارات کا ترجمہ مصنف کے ہاتھوں فٹ نوٹ میں دے دیا گیا ہے۔۔۔۔۔

جلد ششم میں شامل فتویٰ لندن سے موصول ہوا ہے اور پاکستانی حالات سے ذرا مختلف حالات کا عکاس ہے، لہذا جواب میں بھی اسی پس منظر کو سامنے رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔



اجتہادی پہلو

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ نے یہ بیادی موقف قائم فرمایا :

”قول محقق و مفتی بہ یہ ہے کہ جب رؤیت ہلال شرعی طور پر ایک جگہ ثابت ہو جائے تو تمام مکانوں میں عمل لازم ہو جاتا ہے بشرط حصول یقین و ثبوت مذکور یا ظن غالب اور یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر ایک مکلف کو اس کا علم شہادت شرعیہ یا حاکم شرع سے بلا واسطہ یا بواسطہ شاہدین یا خبر مستفیض حاصل ہو تو لزوم ہو ورنہ نہ ہو“-----

(فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۰-۱۲۹، پہلا ایڈیشن)

اس پر آپ نے جن جزئیات فقہیہ کے ذریعے دلائل ارقام فرمائے، ان کی تلخیص اور مجمل جھلک ہم نے اپنے انداز اور اپنی ضرورت کے مطابق ذیل میں دی ہے، فتاویٰ کی زبان اور فقہی انداز بیان فتاویٰ نوریہ میں ملاحظہ فرمائیے :

1 فتاویٰ عالمگیری، شامی، ثلاثین اور ہندیہ کے حوالہ جات اور نقل عبارات ہندیہ سے واضح فرمایا کہ تحریر سے افطار جائز ہے۔ پھر فرمایا :

اقول و کذا الصیام لعموم-----

”میں کہتا ہوں بوجہ عموم علت روزے کا بھی یہی حکم ہے“-----

کیونکہ تحریری غلبۃ الظن کا فائدہ دیتی ہے اور غلبۃ الظن سے واجبات کا وجوب ثابت ہو جاتا ہے لہذا ریڈیو کے ذریعے اعلان مفید غلبۃ الظن ہے اور اس کا اعتبار کرنا لازمی ہے-----

2 غلبۃ الظن ہی کی بنا پر علامہ شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فار و غیرہ کو علامات بینہ قرار دیا اور ان سے حاصل ہونے والے علم کی بنا پر عمل لازم قرار دیا-----

3 رد المحتار کے حوالے اور نقل عبارت سے ثابت فرمایا کہ ان کے زمانے میں توپوں کے فار کو مفید غلبۃ الظن ہونے کی بنا پر معتبر سمجھا جاتا رہا ہے، اگرچہ فار کنندہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اور امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اس مذکورہ تحقیق کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے رسالے



”طریق اثبات الہلال“ میں توپوں کے فار اور ڈھنڈورہ وغیرہ کو علامت معتمدہ معروفہ کہہ کر معتمد سمجھا ہے۔ ”اور نشر ریڈیو تو صرف علامت نہیں بلکہ صریح اعلان و منادی حکم حاکم اسلام ہے، جو مطلق مقبول ہے، اگرچہ فاسق ہی کرے۔“-----

4 مشاہدات و حقائق سے استدلال فرماتے ہوئے فرمایا:

”اخبارات وغیر ہاذرائع سے قیام رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلام جس کے ارکان علمائے کرام ہیں اور حکام اسلام کا اہتمام وانتظام کہ بعد از ثبوت شرعی بذریعہ ریڈیو اعلان عام کر دیا جائے گا‘ پہلے سے ہی مشہور ہو جانا اور بالعموم نشریات کا اجازت خاصہ پر ابتناء اور عوام و حکام سے عدم اختفاء ایسے قرائن و مقدمات ہیں جن سے اعلان تواعلان خبر واحد بھی مفید یقین وایقان بن جاتی ہے بلکہ ایسی خبر واحد اتنی قوی ہو جاتی ہے کہ باوجودیکہ ائمہ اصول نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ خبر واحد اگرچہ مخبر متعدد ہوں‘ ناسخ حکم قطعی نہیں ہو سکتی مگر یہ خبر مخبر عنہ کا حکم قطعی بوجہ قرائن نسخ کر دیتی ہے..... الہی آخرہ“-----

5 شرع مطہر میں عرف و عادت کا بہت اعتبار ہے، کتب معتمدہ سے صرف اس بنا پر یہ استدلال ہو رہے ہیں کہ وہ عرف عام میں اپنے مصنفین کی طرف منسوب ہیں۔ حالانکہ ان مصنفین کی طرف ان کتب کی نسبت قطعی دلائل قائم نہیں۔ یوں ہی خطوط کی نسبت صاحب مکتوب کی طرف قطعی نہیں ہوتی مگر وجہ عرف و عادت بعض خطوط کی نسبت علماء و فقہاء نے تسلیم کی ہے۔ اسی طرح عرف میں چونکہ ریڈیو کی خبر کو معتبر سمجھا جاتا ہے اور اس کی خبر میں تشکیک و شبہ واقع نہیں کیا جاتا لہذا اس اعتبار عرف و عادت کی بنا پر روایت ہلال کی خبر کو بھی معتبر سمجھا جائے گا۔-----

6 ایک شبہ یہ کیا گیا تھا کہ علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت نے توپوں کے فارو وغیرہ کو حجت قرار دیا ہے مگر ان علامات کا دائرہ اس قدر وسیع نہ تھا جس قدر ریڈیو کی نشریات کا ہے، لہذا اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حضرت فقیہ اعظم نے لکھا:

”بد اہمت عقل شاہد عدل کہ نزدیک و دور والے دونوں اعلان ریڈیو بلا واسطہ رواقعہ بلا شک و شبہ برابر بنا کرتے ہیں تو نزدیک و دور کا تفرقہ محض تحکم اور انکار ضروریات کے سوا کوئی حیثیت نہیں



رکھتا۔۔۔۔۔

پھر آپ نے دود لیلیں قائم فرمائیں :

(۱) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ”یا ساریہ الجبل“ فرمایا اور اس پر نہاوند کے دور افتادہ مقام پر حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر عمل فرمایا۔۔۔۔۔

(۲) جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر رکن اسلام (حج) کی ادائی کے لئے منادی فرمائی، جس پر آج تک شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً عمل ہو رہا ہے۔۔۔۔۔

7 اس شک کے ازالہ کے لئے کہ ریڈیو سے نشر ہونے والی خبر واحد سے روزے چھوڑ کر اعلان عید کا اعتبار کیسے درست ہے، آپ نے لکھا :

”فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ متواتر و مستفیض بوجہ افادہ یقین معتبر ہے حالانکہ تواتر و استفادہ احادیث کا فرق صرف اسناد و رواۃ کے لحاظ سے ہی ہے، حتیٰ کہ ایسی خبر واحد جو بلا واسطہ رواۃ موصول ہو وہ متواتر و مستفیض سے افادہ یقین میں قطعاً کم نہیں“۔۔۔۔۔ (۱۲)

اس تعارف کے بعد اب آپ آئندہ صفحات پر سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے تفصیلی فتوؤں کا مطالعہ فرمائیں۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی اس جلد میں رویت ہلال سے متعلق چھ استفتاءات کے جوابات شامل ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

حواشی

(۱).....چھ مکمل استفتاءات ہیں، جب کہ دو استفتاء کسی دوسرے سوال کے ساتھ کئے گئے ہیں۔

(۲).....استفتاءات کی تواریخ اور مستفتین کے اسماء کی تفصیل کے ضمن میں صفحات اور

مجلدات کی ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۳).....فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۹۹

(۴).....ایضاً، صفحہ ۱۴۷

(۵).....”الاستفتاء“ کے نیچے یہ لکھا ہے۔۔۔۔۔”نوٹ: کاتب دارالافتاء کی عدم موجودگی

میں مولوی محمد صدیق نیر النوری ارقام فتویٰ کے وقت استفتاء تحریر کرنا بھول گئے لہذا صرف جواب ہی سپرد قلم ہے، صفحہ ۱۵۴“

(۶).....جواب فتویٰ میں مستفتی کے استدلال کا ذکر ہے، جس سے ظاہر ہے کہ سائل

عالم دین تھے

(۷)..... فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۷

(۸) ایضاً، صفحہ ۱۵۸

(۹).....ایضاً، صفحہ ۱۶۰

(۱۰).....ایضاً، جلد ۳، صفحہ ۵-۴۵۴

(۱۱).....ایضاً، جلد ۶، صفحہ ۴۲۶، ۴۲۹

(۱۲).....روایت ہلال۔۔۔۔۔ایک جائزہ



افادة النشر اوكد الامر

٥١٣٤٠ هـ

باب رُویۃ الہلال

رسالہ مسیحی باسٹم تاریخی
”افادۃ النشر او کدالام“
۱۳

تنبیہ :- یہ فتوے صرف ان اعلانوں کے متعلق ہے جو باقاعدہ شرعی تحقیق و ثبوت کے بعد حکیم حاکم اسلام ہوں۔

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت غرار و زعمائے شریعت زہرا اندریں مسئلہ کہ اب جبکہ رویت ہلال کمیٹی کی باقاعدہ تحقیق و ثبوت شرعی کے بعد بانتظام حکومت پاکستان ریڈیو کے ذریعہ اعلان رویت کیا جاتا ہے، آیا اس اعلان پر اعتماد کرتے ہوئے تقریبات شرعیہ عیدین وغیرہ مناسکتے ہیں؟ بر تقدیر نعم ریڈیو اسٹیشن والے شہر اور دوسرے مقامات اندرون صوبہ یا بیرون صوبہ کا ایک ہی حکم ہے یا متفرق؟ بر تقدیر تفریق مابہ الفرق کیا ہے؟ بینوا



الحمد لله الذي اعلان مواقيت الالهة ثم ايدان
يوافقت عطائ صيرورتها بدورا اجله والصلوة والسلام على
من رغب في اهتمام امر الهملاان وعلى الـ وصحب في المبدأ أو
السال على قدر الجمال والكمال والنوال اما بعد قول محقق ومفتي پرہیز
کہ جب رویت ہلال شرعی طور ایک جگہ ثابت ہو جائے تو تمام مکانات میں عمل لازم ہو جاتا ہے
بشرط حصول یقین ثبوت مذکور یا ظن غالب اور یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر ایک مکلف کو اس
کا علم شہادت شرعیہ یا حاکم شرع سے بلا واسطہ یا با واسطہ شایدین یا خبر مستفیض حاصل ہو
تو لزوم ہو ورنہ ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۰، شامی ج ۲ ص ۱۴۵، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۷
میں ہے والنظم من الهندیة وذكر شمس الائمة الحلوانی ان
ظاہر مذهب اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی ظاہر الروایۃ انہ
يجوز الافطار بالتحری کذا فی المحيط اقول وكذا الصیام للعموم



شمس الائمہ حلوانی نے ذکر فرمایا کہ بلا شک ہمارے اماموں کا ظاہر مذہب ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ بلاشبہ

افطار تحری سے جائز ہے، اسی طرح محیط میں ہے ۱۲

لعموم میں کہتا ہوں بوجہ عموم علت رد نہی کا بھی یہی حکم ہے ۱۲

اور یہ جواز و جواب پر بھی صادق کہ تحری سے غلبۃ الظن اور غلبۃ الظن سے وجوب واجبات ثابت ہو جایا کرتا ہے۔ شامی نے فرمایا لَانَّ التحری یفید غلبۃ الظن وہی کالیقین کما تقدم۔ بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶ میں ہے اَنَّ غالب الرأي حجة موجبة للعمل وان في الاحكام بمنزلة اليقین۔ اور ایسے ہی ہدایہ وغیرہ معتدات میں ہے بناءً علیہ شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فار و غیرہ علامات بینہ کو باعث لزوم قرار دیا۔ مخۃ الخالق ج ۲ ص ۲۰، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے لَانَّ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجة موجبة للعمل کما صرح جواب حتی کہ فار کنندہ وغیرہ کی عدالت بھی شرط نہیں۔



رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں فرماتے ہیں قد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان کان ضارب فاسقاً۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تحقیق مذکور کو برقرار رکھتے ہوئے رسالہ طریق اثبات السلال مصنف جامع الاقوال کے ص ۲۲ میں فرمایا: حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا، ان پر حکم نافذ کرنا، ہر شخص کہیں دیکھتا سنتا ہے، حکم حاکم اسلام اعلان کے لئے ایسی ہی کوئی علامت معروضہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فار یا ڈھنڈورہ وغیرہ اور نشر ریڈیو تو صرف علامت نہیں

۱۱۔ اس لئے کہ بلاشبہ تحری مفید غلبۃ الظن ہے اور غلبۃ الظن مانند یقین ہے، جیسے گزرا ۱۲

۱۲۔ بلاشبہ گمان غالب دلیل موجب عمل ہے اور بیشک وہ احکام میں برتری یقین ہے ۱۲

۱۳۔ اس لئے کہ وہ علامت ظاہرہ مفید غلبۃ الظن ہے اور غلبۃ الظن دلیل موجب عمل ہے جیسے اس کی تصریح فقہائے کرام نے فرمائی ۱۲

۱۴۔ ضرور کہ اس کا تعلق ہے کہ بیشک توپ ہمارے زمانے میں مفید غلبۃ الظن ہے اگرچہ چلانے والا فاسق ہو ۱۲

بلکہ صریح اعلان و منادی بحکم حاکم اسلام ہے جو مطلقاً مقبول ہے اگرچہ فاسق ہی کرے
فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا
کان او فاسقا، بلکہ اخبارات وغیرہ ذرائع سے قیام رویت ہلال کیٹی کا اعلام جس کے
ارکان علمائے کرام ہیں اور حکام اسلام کا اہتمام و انتظام کہ بعد از ثبوت شرعی بذریعہ ریڈیو
اعلان عام کر دیا جائے گا پہلے ہی سے مشہور ہو جانا اور بالعموم نشریات کا اجازت خاصہ
پابتنار اور عوام و حکام سے عدم اختصار ایسے قرائن و مقدمات ہیں جن سے اعلان تو
اعلان خبر واحد بھی مفید یقین و ایقان بن جاتی ہے بلکہ ایسی خبر واحد اتنی قوی ہو جاتی
ہے کہ باوجودیکہ ائمہ اصول نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ خبر واحد اگرچہ خبر معتد
ہوں تا سح حکم قطعی نہیں ہو سکتی مگر یہ خبر مخبر عنہ کا حکم قطعی بوجہ قرائن نسخ کر دیتی ہے چنانچہ
کتب معتدہ احادیث سے آفتاب و مہتاب کی طرح عیاں ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد
وہ صحابہ کرام جنہیں علم نہیں ہوا تھا، بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو ایک صحابی
نے تحویل قبلہ کی خبر دی اور وہ اسی وقت عین نماز میں بیت المقدس سے منہ موڑ کر
کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا ان کی نظر میں اس
وقت تک حکم قطعی تھا اور پھر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انکار
ثابت نہیں بلکہ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ تقریبہ فرمائی تو شراح و علماء نے اس کی یہی توجیہ
فرمائی کہ یہ خبر واحد بوجہ قرائن محض خبر واحد نہ رہی لہذا مفید یقین و نسخ قطعی ہو گئی فتح الباری
علی البخاری ج ۱ ص ۴۰۳، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۰۰، مسلم الثبوت اور شرح بحر العلوم
ص ۲۶۹، مختصر المنتہی الاصول لابن الحاجب اور شرح القاضی العسکری ج ۲ ص ۱۹۵، ۱۹۶
میں ہے والنظم للنووی ان احتفت به قرائن ومقدمات افادت

للمع شایعہ ورجحان کی خبر مقبول ہے عادل بریا فاسق ۱۲

۱۱ بلاشبہ اس خبر کا قرائن و مقدمات مفید یقین نے احاطہ کیا اور یہ محض خبر ہونے سے خارج ہو گئی ۱۲



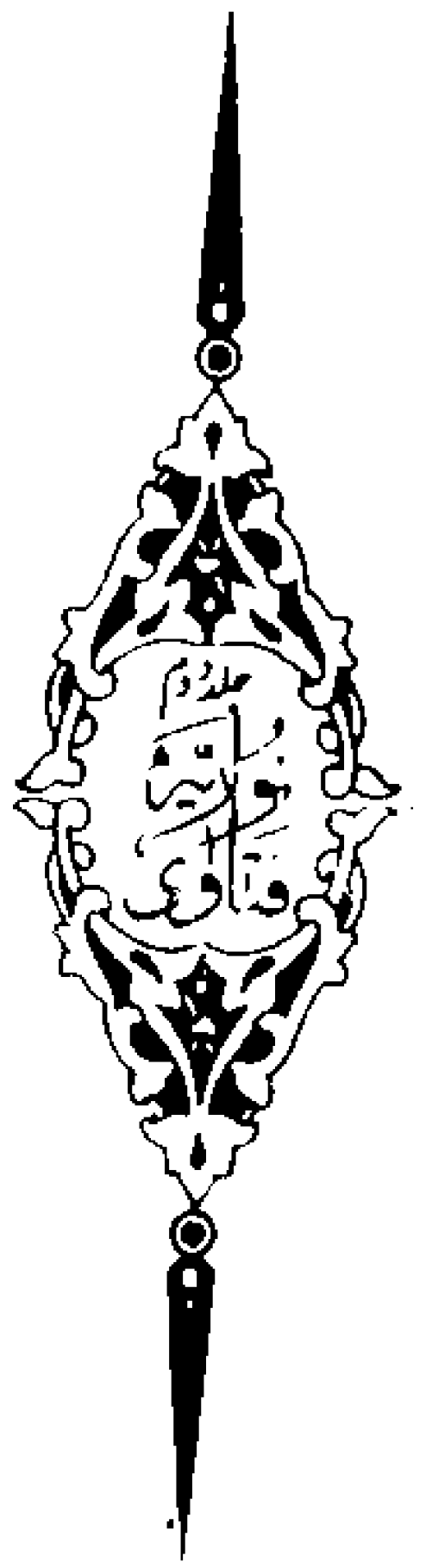
العلم وخرج عن كون خبرا واحدا مجردا - عمدة القاری شرح البخاری
ج ۱ ص ۲۴۸ میں فرماتے ہیں وهو مجمع حلیہ من السلف معلوم بالتواتر من
عادة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی توجیبہ ولات ورسالة
احاد الى الافاق ليعلموا الناس دينهم ويبلغوهم سنة رسولهم -
مختصر المشتق وشرح العضد ج ۲ ص ۵۵، ۵۶، شرح مسلم بجز العلوم ص ۴۱ میں ہے والنظم
للقاضي والمختار انه يفيد العلم بانضمام القرائن قاضي عضد مزید فرمایا
واعلم ان العدالة ليست شرطاً في افادة مثله للعلم على ما لا يخفى
تفتا زانی علیہ رحمۃ نے ماثیہ میں فرمایا لان التحويل فیہ علی القرائن ثلاثین
ج ۲ ص ۱۲۸ میں ان من جملة طرق القضاء القرائن نیز شرع مطہر نے عرف وعادت
کا بڑا اعتبار فرمایا ہے، علمائے کرام خط کا اعتبار نہیں فرماتے کہ الخط يشبه
الخط مگر بعض خطوط کا استثناء فرمادیا کہ بوجہ عرف وعادت معتبر ہیں عقود الدریہ
ج ۲ ص ۲۰، رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۰ میں معتدات کثیرہ سے ہے ان خط السمسار

عمہ اور ہے یہ سلف صالحین سے مجمع علیہ سبب ثبوت تواتر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت
شریفہ کے اکیلے اکیلے افسروں اور اچھیوں کے روانہ کرنے میں مختلف ملاقات کے لوگوں کو دین اور سنت
مکمل کے لئے ۱۲

عمہ اور مختار یہ ہے کہ بے شک وہ خبر مفید علم ہے انضمام قرائن کے سبب ۱۲
نہ اور بلاشبہ ایسی خبر کے افادہ علم میں عدالت مشروط نہیں چنانچہ یہ نہاں نہیں ۱۲
للعہ اس لئے کہ اس میں قرائن پر اعتماد ہوتا ہے ۱۲
مہ قریبے اسباب فضل سے ہیں ۱۲

لہ بے شک تاجر اور صراف کا خط دلیل ہے کہ عرف اس پر جاری ہے ۱۲

و الصراف حجة للعرف الجاری ب۔ انہیں میں ہے قد جرت العادة
 بین الناس بمثلہ حجة نیز فرماتے ہیں قال العلامة العینی والبناء
 علی العادة الظاہرة واجب نیز متنبہ فرمایا کہ ان العمل فی الحقیقة انما
 هو لموجب العرف لا بسجد الخط، یہ بھی افادہ فرمایا وهو ما جرت به
 العادة فهذا کالنطق فلزم حجة کما فی الملتقى والزلیعی من مسائل
 شتی اخر الکتاب ومثل فی الهدایة والخانیة اور چونکہ مدار کثرت
 عادت ہے لہذا ص ۴۹۱ میں تعمیم فرمادی کہ مسئلہ کل ما جرت العادة به بلکہ کثرت
 ایسی کتب معتدہ ہیں کہ بلا تکثیر مکرر صرف غلبہ و عرف و عادت کی بنا پر آج ان سے استدلال
 ہو رہے ہیں کما یدل علیہ تحقیق العلامة الشامی فی ج ۴ ص ۴۲۵۔ رہا
 حلبی و طحاوی و شامی علیہم الرحمۃ کا طریق موجب کے تین فرد بیان فرمانا تو وہ مضر نہیں کہ
 بطریق تمثیل کاف تمثیلیہ سے بیان فرمانے ہوئے افادہ فرمایا کہ ایسے معنی ظن و یقین
 اور فرد بھی ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ فاکر و اعلان صرف بحالت ثبوت شرعی رؤیت ہلال
 ہی ہو اکریں کما حقیقہ امامنا فی طریق اثبات الہلال اور چونکہ
 انگریزی دور اور پاکستان کے ابتدائی ایام میں یہ حالت اعتماد نہ تھی لہذا مجبوراً عدم اعتماد کا



۱۲ عہ ضرور جاری ہوئی لوگوں میں ایسے کے دلیل ہونے کی عادت

۱۲ عہ علامہ عینی نے فرمایا عادت ظاہرہ پر بناء واجب ہے

۱۲ للعم بے شک حقیقہ عمل عرف کی وجہ سے ہے نہ نرسے خط سے

۱۲ عہ اور وہ وہ ہے جو جاری ہوئی ہے اس کی عادت پس وہ مثل بولنے کی ہے تو دلیل لازم ہو گیا جیسے متفق او

زمیع میں آخر کتاب کے م ک شتی سے ہے اور ایسے ہی ہدایہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے ۱۲

۱۲ عہ یہی حکم ہے ہر اس چیز کا جو جاری ہوئی عادت اس کی

فتویٰ رہا مگر اب جبکہ بانتظام حکومت پاکستان رویت ہلال کمیٹی کے حکم سے یعنی علمائے کرام کے حکم سے کہ کمیٹی کے ارکان میں، رویت ہلال کے ثبوت شرعی کا بذریعہ ریڈیو اعلان کیا جاتا ہے تو اعتبار ضروری و لازم ہو گیا اور دلائل مذکورہ جمیع مقامات دور و نزدیک کو شامل ہیں کما لا یخفی علیٰ اولیٰ النہی لہذا منخۃ الخاق ج ۲ ص ۲۷۰ میں فرمایا و الظاہر وجوب العمل بہا علیٰ من سمعہا من کان غائباً عن المصر کاہل القری ونحوہا کما یجب العمل بہا علیٰ اہل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شہادۃ الشہود۔

رہا ریڈیو بیابین صوت کا کوئی عمومی ذریعہ زمان قدیم میں نہ پایا جانا تو یہ بھی قطعاً مضر نہیں کہ حکم کلی بعض جزئیات کے محدود زمانے تک نہ پائے جانے سے مخصوص و مفید جزئیات موجودہ نہیں ہو جاتا وذا البین من ان یبین ثلاثین ج ۱ ص ۱۴۹ میں علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے ہے فلا یقال فی الجزئیات التي انطبق علیہا احکام الکلیات انہا غیر منقولۃ ولا مصرح بہا بلکہ بدایت عقل شاید عدل کہ نزدیک و دور والے دونوں اعلان ریڈیو بلا واسطہ رواۃ بلا شک و شبہ برابر بنا کر تے ہیں تو نزدیک و دور کا تفرقہ محض حکم اور انکار ضروریات کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ دلائل شرعیہ قاہرہ باہرہ سے روز روشن کی طرح ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ایسی منادی جو نزدیک والوں کے لئے قابل قبول و معتد ہو اگر دور والے بھی سن لیں تو ان کے حق میں بھی قابل قبول و معتد ہی رہتی ہے، تاہنچہ اسلام پُر زور

عہ اور ظاہر وجوب عمل ہے ان فاروں پر ایسے لوگوں کے حق میں جو شر سے ماہر ہوں اور سن لیں جیسے دیہات والے اور ان جیسے طرح ان فاروں پر عمل ان شریوں پر لازم ہے جنہوں نے گواہوں کی شہادت سے پہلے حاکم کو نہیں دیکھا ۱۲ عہ تو ان جزئیات کے متعلق جو قواعد کلیہ کے تحت داخل ہوں یہ نہ کہا جائے کہ وہ غیر منقولہ اور غیر مصرح بہا ہیں ۱۲

منادی فرما رہی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ سے دوران خطبہ
 جمعة المبارکہ میں یا ساریۃ الجبل فرما رہے ہیں اور بناوند کے دور افتادہ
 پہاڑوں میں حضرت ساریہؓ کو قابل قبول مانتے ہوئے جہاد اور اس کی بھی نازک تین گھڑی
 میں ہزار ہا بہادران اسلام کی حیات و موت کا مسئلہ اسی نثار سے حل فرما رہے ہیں اور حضرت
 ذوالنورین و شیر خدایم جمع اجدہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس کے جواز پر مجمع دکھائی دے
 رہے ہیں اور خود قرآن کریم اعلان فرما رہا ہے کہ حضرت عبدالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
 نے باذنہ تعالیٰ ایک مقام پر کھڑے ہو کر ایک رکن اسلام کی ادائیگی کی منادی فرمائی جس پر
 شرقاً و غرباً شمالاً جنوباً اس وقت سے لے کر آج تک ہزار ہا برس سے برابر عمل ہوتا چلا آ رہا
 ہے اور ہوتا چلا جائے گا، اللہ رب العالمین نے حکم دیا و آذن فی الناس بالحج
 یا توک الایۃ کما صرح بہ جہلہور المفسرین و یبدل علیہ المضاع المجزوم
 الواقع جواب الامر المتقید بضمیر الخطاب یا توک۔

نیز فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ متواتر و مستفیض بوجہ افادہ یقین معتبر ہے حالانکہ
 تواتر و استفاضہ امادیت کا فرق صرف اسناد و رواۃ کے لحاظ سے ہی ہے حتیٰ کہ ایسی
 خبر جو بلا واسطہ رواۃ موصول ہو وہ متواتر و مستفیض سے افادہ یقین میں قطعاً کم نہیں کما
 بین فی مظاہر و ذال اوضح جدا۔

بفضلہ و کرمہ تعالیٰ فقیر کی نظر حال میں متعدد آیات بکثرت احادیث صدہا
 جزئیات و قواعد فقہیہ سے مدعائے معمود پر دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں مگر نظر اختصار
 انہیں چند دلائل مذکورہ پر اقتصار کیا جاتا ہے کہ متلاشی حق کے حق میں باذنہ تعالیٰ یہی کافی
 اور ضرر و عناد کی صورت میں صد ہا دفتر بھی ناوافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ

۱۲۔ اور لوگوں میں حج کی عام نداء کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے ۱۲

تعالیٰ اتعزوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آل و صحب و
بارک و سلم۔

صلوہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدائی غفرلہ

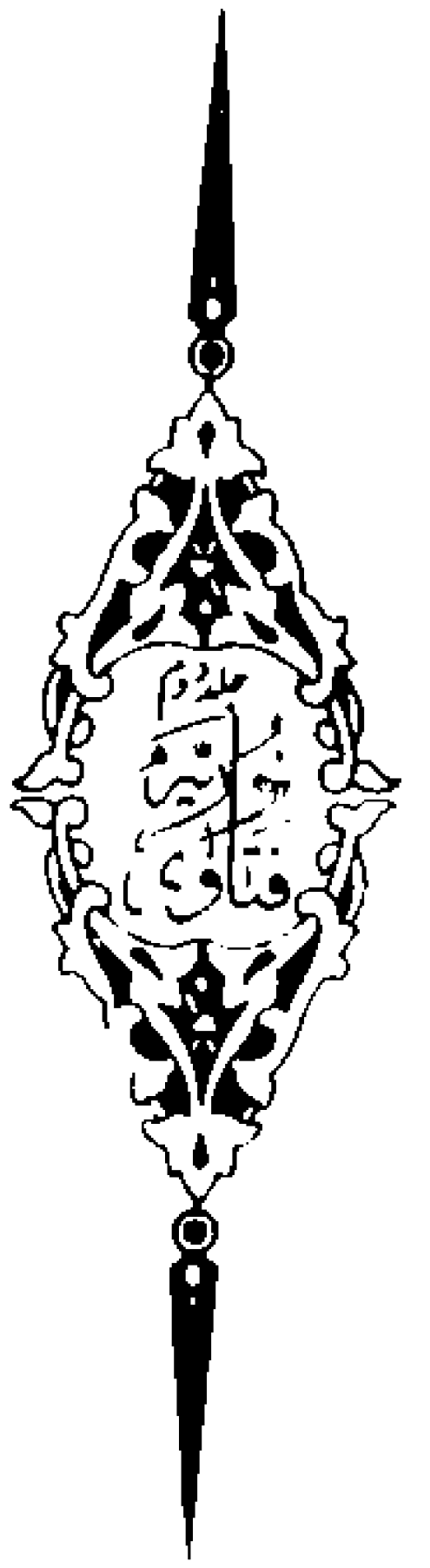
الاستفتاء

(نوٹ) کاتب دار الافتاء کی عدم موجودگی میں مولوی محمد صدیق صاحب نیر النوری
ارقام فتویٰ کے وقت استفتاء تحریر کرنا مہبول گئے



اخبار، ٹیلیفون اور تار محض اخبار اور اثبات رؤیت ہلال کے متعلق بیکار اور بلا اعتبار
میں اور سائل نے وغیرہ کی توضیح نہیں کی، اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے، بعض معتبر ہے
جیسے خبر مستفیض اور بعض مردود جیسے افواہ ہذا اور ریڈیو کی خبر منادی و اعلان عام ہے
اور شہادت کی طرح خبر میں داخل ہے اور وہ قسیم شہادت ہے جیسے اعتبار شہادت کے
لئے شرائط ہیں کہ ان کے بغیر معتبر نہیں، یونہی اعلان کے لئے بھی شرائط ہیں، پائے
جائیں تو معتبر ہے ورنہ نہیں بنا علیہ حاکم اسلام کا ایسا اعلان جو باقاعدہ شرعی ثبوت

پر مبنی ہو یقیناً معتبر ہے عام ازیں کہ خود کرے یا کسی کو حکم دے۔ ہمارے پیارے محبوب
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد از ثبوت ہلال اعلان کرنا روزِ روشن کی طرح ثابت ہے
 سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۰، ترمذی ج ۱ ص ۹۹، نسائی ج ۱ ص ۳۰۰، ابن ماجہ ص ۱۲۰،
 بیہقی ج ۲ ص ۲۱۱، دارقطنی ص ۲۲۸، مستدرک ج ۱ ص ۲۲۲، مشکل الآثار ج ۱ ص ۲۰۲
 وغیرہ کتب کی احادیث کثیرہ شہیرہ میں باسانید متکاثرہ والفاظ متعارفہ ہے والنظم
 من ابی داؤد قال (صلی اللہ علیہ وسلم) یا بلال اذن فی الناس
 فلیصوموا غداً یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے بلال لوگوں میں
 اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں، اور بخاری ج ۱ ص ۲۵، مسلم ج ۱ ص ۳۵۹ صوم یوم عاشوراء
 کے اعلان کرانے کا بیان ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی
 السلطان مقبول عدلاً کان اوفاسقاً یعنی سلطان اسلام کے اعلان کی خبر
 معتبر ہے عادل ہو یا فاسق اور جب ثابت ہو کہ شرعی اعلان معتبر ہے تو اس کا بذریعہ ریڈیو
 ہونا بے اعتبار نہیں بنا سکتا کہ وہ وہی اعلان تو رہتا ہے جو نہایت واضح اور صریح طور پر
 وسیع ہو جاتا ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے تو توپوں کے فائر جیسے دھماکوں کا بھی اعتبار
 فرماتے ہوئے موجب العمل قرار دیا ہے، شامی ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے قلت والظاهر
 انه یلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع اور رؤية القنادیل
 من المصر لان علامته ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن
 حجة موجبة للعمل كما صرح حواہ واحتمال كون ذلك
 بغیر رمضان بعيد اذ لا یفعل مثل ذلك عادة فی لیلة
 الشک الا لثبوت رمضان۔ مخۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰، میں فرماتے
 ہیں لم یذکر واعدنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی
 ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل

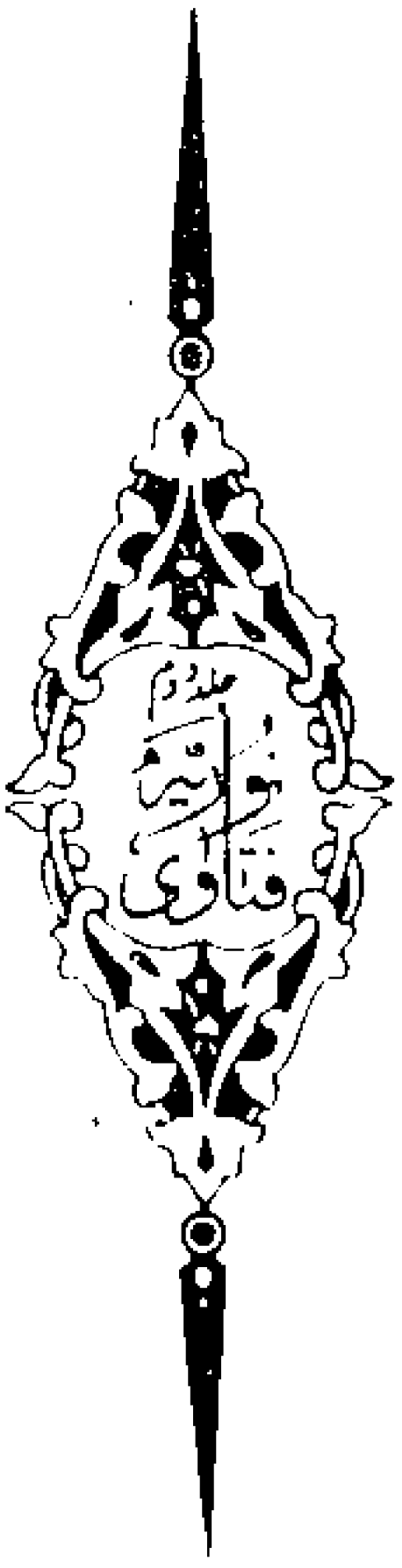


بہا علی من سمعہا ممن کان غائباً عن المصر کا اہل القریٰ ونحوہا
کما یجب العمل بہا علی اہل المصر الذین لم یروا الحاکم
قبل شہادۃ الشہود۔

اس کا ملخص یہ کہ ایسی علامتیں ظاہرہ جو چاند کے ثبوت شرعی کا پتہ دیتی ہیں جیسے
ہمارے زمانے میں توپوں کے فائر یا چراغاں کو دیکھنا تو ظاہر یہ ہے کہ اہل قریٰ یا ان
پر جو شہر سے غائب ہیں یا دور سن رہے ہیں ان کے موافق عمل کرنا لازم ہے کہ یہ ایسے
نشانات ظاہرہ ہیں کہ غلبہ ظن کے مفید ہیں اور غلبہ ظن عمل کو واجب کر دینے والا ہے
جیسے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی، اور یہ احتمال کہ یہ فائر یا چراغاں کسی اور سبب سے
ہوں بعید ہے۔

امام اہل سنت والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ علامہ شامی کی اس تحقیق کو برقرار رکھتے ہوئے فرماتے ہیں ”بحکم
حاکم اسلام اعلان عام کے لئے ایسی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے
توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ“ (طریق اثبات ہلال ص ۲۲)

ہاں ریڈیو کا وہ اعلان جو بلا ثبوت شرعی ہو وہ معتبر نہیں اور یونہی وہ شہادت
نہی جو شرعی نہ ہو قابل اعتبار ہی نہیں، رہی سائل کی سنی سنائی بے محل طویل لا طائل تقریر
تو وہ شرعی اعلانوں کو غیر معتبر قطعاً ثابت نہیں کر سکتی جسے دعویٰ ہو وہ سامنے آئے۔
امام اہل سنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان ریڈیو کے متعلق جو شرعی طور پر
مبنی ہو قطعاً یہ نہیں فرمایا کہ غیر معتبر ہے ہاں ایسی عبارات اخبار تار کے رد میں ذکر
فرمائیں جو اعلان نہیں وہ تو صرف شرعی اعلان نہیں بلکہ توپوں کے فائر تک کو مانتے
ہیں جیسے ابھی گزر چکا تو ایسے اعلان ریڈیو کو کیسے غیر معتبر فرمائیں، ان کی کسی کتاب میں قطعاً
یہ نہیں، اگر دلائل سائل سے اعلان ریڈیو کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو جیسے سائل کا خیال ہے



تو پھر کوئی اعلان بھی معتبر نہیں رہے گا چہ جائیکہ توپوں کے فائر یا ڈھنڈورے جیسے علاماتِ محضہ کہ ان میں سے کوئی چیز بھی قطعاً شہادت نہیں۔

تعجب ہے کہ طریقِ موجبِ کوپوں بند کیا جاتا ہے حالانکہ علامہ شامی و طحاوی وغیرہا نے کافِ تمثیلیہ سے وسعت پر متنبہ فرمایا بلکہ علامہ شامی نے اماراتِ ظاہرہ توپوں کے فائر وغیرہ کو صراحتہً موجبِ فرمایا کما مر فا فہم ان کنت ممن یفہم پھر سائل کا و ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہی اکم عنہ فانتهوا لکھنا بھی لکیر کا فقیر بننا ہے۔ ہم نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شرعِ اطہر سے اعتبارِ اعلان ثابت ہے تو ما اتاکم الرسول کے خلاف کیسے ہے، پھر سائل کا صومو الرویت لکھنا تعجب خیز ہی ہے۔ کیا سائل یہ سمجھتا ہے کہ ایک ایک مکلف مرد و زن چاند دیکھیں تو روزہ و عید لازم ورنہ نہیں اگر یوں ہوتا تو اعلان کیا شہادت بھی نہ رہتی، اور عبارتِ ہدایہ سے استدلال بھی عدمِ اہتدار الی المدعی کی دلیل ہے، اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ ثبوت شرعی پر مبنی شرعی اعلان غیر معتبر ہے والتفصیل فی الفتاویٰ النوریۃ - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب و الواصحابہ و بارک وسلم۔



عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۲ سوال المکرم

۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رویتِ ہلال میں ریڈیو کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟ نیز ظاہر ہے کہ ہمارے پنجاب کے کسی علاقے میں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات کو چاند نظر نہیں آیا ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنے والوں کا روزہ توڑنا شرعاً کیسا ہے؟ توڑنے والے کی تعزیر مقرر فرمائیے اگر روزہ توڑنا درست ہے تو اس کو بُرا بھلا کہنے والوں کی سزا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا تو جبروا۔

سائل: حافظ محمد الہی بمقام چک نمبر ۵ رقی اریاں ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع شیخوپورہ



اعلان جو حکومت کی طرف سے ہو معتبر ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۶ میں ہے، خبر منادی السلطان مقبول عدلاکان او فاسقا، اعلان تو نفاہ توپ وغیرہ کا ہر زمانے میں معتبر مانا گیا ہے جبکہ صرف ایک مخصوص کھڑکے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تو ریڈیو کا اعلان کیوں معتبر نہ ہو جبکہ صاف صاف انسانی الفاظ سے جاتے ہیں البتہ پیام قابلِ غور ہے کہ حاکم شرع نے شرعی احکام کے مطابق اعلان کا حکم دیا ہے یا ویسے ہی کسی نے اپنی طرف سے کر دیا۔ یہ کہنا کہ پنجاب کے کسی علاقے میں چاند نظر نہیں آیا، غلط ہے، اعلان ریڈیو میں یہ بات نہیں کہی گئی مگر اس کو غیر معتبر کہنے والوں نے اسی اعلان سے اپنی غلط سمجھی ہوئی بات کا اعتبار کر لیا ہے۔ یہاں بصیر لوہر میں شرعی رویت

کے لحاظ سے پہلا روزہ جمعہ کا ہے، روزہ توڑنے والے نے شرعی دلیل سے توڑا ہے،
تو اس کو ہرگز برا نہ کہا جائے، تعزیر و منرا کا مقرر کرنا یا حکم دینا حاکم اسلام کا کام ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولا نا محمد و آلہ و
اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

البانی و المستم لدار العلوم خفیفہ فریدیہ بصیر پور

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۱۲/۸

الاستفتاء

بخدمت جناب مفتی زمان علامہ دوران شمس العلماء فضل الفضلار،

حاجی شریعت حاجی بدعت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے
متعلق براہ کرم بحیثیت شرع جواب فرما کر ہمیں اپنے فیوضات سے مستفیض فرمائیں فاجروا۔

۱۔ رویت بلال کے بارہ میں ریڈیو کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟

۲۔ جو ہلال کیٹی بنائی گئی ہے اس کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ اگر ان کی طرف

سے رویت بلال کی خبر ملے تو کیا حکم ہے؟

۳۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ کے چاند کے بارہ میں جو ریڈیو کی خبر نشر ہونے



کے علاوہ اور ملک میں عدم رویت ہلال کا ثبوت مل رہا ہے، اس میں فیصلہ فرمائیں کیا واقعی چاند نظر آیا ہے یا نہیں؟ جمعہ کے روزہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

السائل: محمد اکرم نقشبندی مجددی عفی عنہ موضع اسماعیل اعوان تحصیل ٹک سکھ ضلع سیالکوٹ



وعليكم السلام ورحمة وبركاته :- فقیر بہت زیادہ مصروف ہے مگر آپ کی فوری طلب کے پیش نظر نہایت مختصر جواب حاضر ہے :

۱۔ ریڈیو کی خبر جس کا اصل نام اعلان ہے کیوں غیر معتبر ہے جبکہ تقارہ توپ وغیرہ کے فقط کھڑے ہی اعلان میں معتبر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ اگر ہلال کیٹی میں سنی عالم کامل ہے جو شرعی دلیل سے حکم کرتا ہے تو معتبر ہے۔

۳۔ آپ نے سن بالکل غلط لکھا ہے، سن حال ۱۳۸۸ھ ہے اور ۱۳۶۸ھ نہیں،

البتہ سن عیسوی ۱۹۶۸ء ہے، آپ نے کال غلط سے دوسرے سن کا ۶۸ء اور پہلے

کا ۱۳ء سو لیکر نیا سن بنا دیا، بہر حال اس سال یکم رمضان المبارک یوم الجمعہ ہے۔ یہاں

بصیرہ پر سے مجھے شہادت شرعیہ ملی ہے لہذا جمعہ کا روزہ صحیح اور فرض ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ

وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۶۸-۱۲-۹



الاستفتاء

بخدمت جناب فیض درجت فیض راحت فیض آداب حضرت قبلہ

فقیر محمد نور اللہ صاحب مدظلہم العالی

بعد از ہدیہ تبریک سلام مسنون عرض ہے مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب تحریر فرما کر
مشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ چاند دیکھنے کا
ثبوت ریڈیو یا ہلال کیٹی یا ٹیلی فون یا وغیرہ کے اعلان سے اذ روئے شرع کے معتبر
ہے یا نہیں؟ ہلال کیٹی یا ریڈیو کے اعلان سے روزہ رمضان شریف رکھ سکتا ہے
عید پڑھ سکتا ہے؟ بنیوا تو جروا۔

نیازمند: محمد عنایت اللہ بخاری، مجلسی صدر مصلح العلوم پیل بازار، مجلسی ضلع ملتان ۱۷۵۹



شرعاً اعلان کے لئے کوئی ایک صورت متعین نہیں حتیٰ کہ تقارہ بجانا، توپ کا فائر یا
چراغاں کرنا بھی اعلان بن سکتا ہے تو ریڈیو کا اعلان بھی معتبر ہو سکتا ہے۔
سائل کا سوال کوئی واضح نہیں لہذا اسی اصولی جواب پر اکتفا ہے، اگر باقاعدہ شرع
ثبوت ہو جائے تو شرعی اعلان اگرچہ ریڈیو کے ذریعہ ہی ہو اس پر رمضان شریف کے
روزے اور عید مرتب ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ



عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ صفر ۱۳۸۹ھ ۱۷/۹

الاستفتاء

(نوٹ) مدینہ منورہ سے ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ کے تحریر کردہ خط میں مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری نے بطور استفتاء یہ مسئلہ لکھا ہے :-

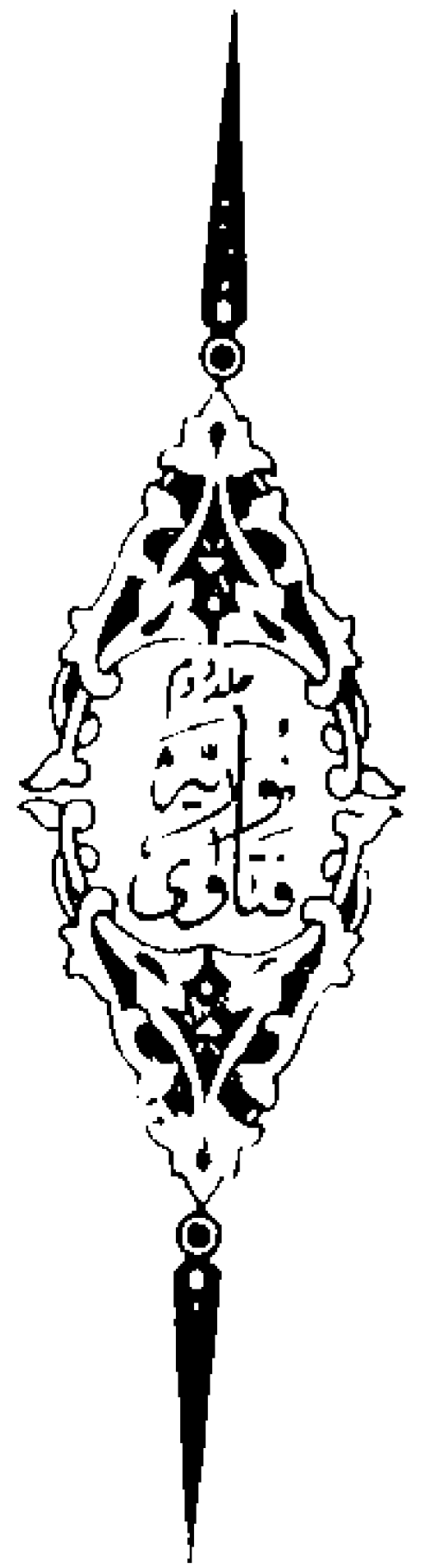
ایک شخص جدہ سے چاند عید کا دیکھ کر جائے، کراچی روزہ نہ رکھے لیکن احتراماً کھائے بھی نہ، کیا یہ درست ہے؟ یعنی عرب شریف میں شام کو چاند دیکھ کر بذریعہ طیارہ رات ہی کراچی آگیا اور یہاں چاند نظر نہیں آیا تھا بلکہ رمضان المبارک کی ۲۸ ویں رات تھی رکمانی ہذا العام) یا ۲۹ ویں یا ۳۰ ویں شب یا یوم تھا اور یہاں کے لوگوں پر حسب دستور روزہ لازم تھا تو وہ کیا کرے جبکہ عید الفطر کا چاند دیکھ کر آیا ہے تو اس سوال کا یہ جواب کہ کراچی روزہ نہ رکھے کیونکہ وہ خود چاند دیکھ چکا ہے مگر احتراماً کھائے بھی نہ کیونکہ کراچی میں ابھی رمضان المبارک منایا جا رہا ہے، کیا یہ جواب صحیح ہے یا یہ کہ یہاں کے روزہ داروں کی موافقت کرتے ہوئے باقاعدہ روزہ رکھے؟



صحیح یہ ہے کہ موافقت و روزہ لازم ہے کیونکہ جامعیت میں جبکہ وہ اکثریت میں ہوں اور

اپنے طور حسب دستور شرع رمضان پاک یا عید قربانی منار ہے ہوں یا حج کے لئے عرفات کی ماضی دیں تو ان کی موافقت ضروری ہے کیونکہ عند اللہ تعالیٰ وہ ایام رمضان یا عید اور یوم عرفہ ہی شمار ہوں گے حضرت ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مرفوع صحیح ترمذی ص ۱۱۱ میں ہے الفطر یوم یفطر الناس والاضحیٰ یوم یضحی الناس، اور سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۲ میں موقوفاً ہے النحر یوم ینحر الناس والفطر یوم یفطر الناس، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۲ میں ہے فطرکم یوم تفتطرون واضحاکم یوم تضحون، ترمذی ص ۱۰۰ کے کلمات طبیات الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفتطرون والاضحیٰ یوم تضحون ہیں، سنن بیہقی میں بایں کلمات مبارکہ بھی ہے صومکم یوم تصومون واضحاکم یوم تضحون، ابن ماجہ ص ۱۲۱ میں ہے الفطر یوم تفتطرون والاضحیٰ یوم تضحون، مبسوط ج ۲ ص ۵۴، بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۲۶، زیلعی ج ۲ ص ۹۳، فتح القدیر ج ۳ ص ۸۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۴۷، طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۵۵۸ میں مرفوع حدیث شریف میں یہ اضافہ بھی ہے عرفتکم یوم تعرفون اور مبسوط و بدائع میں ہے فی روایۃ حجکم یوم تحججون۔

ان سب احادیث کا مفاد یہی ہے چنانچہ ترمذی شریف ص ۱۰۰ میں ہے انما معنی هذا الصوم والفطر مع الجماعة وعظم الناس فتح القدیر ج ۳ ص ۸۶، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۹۳، بحر الرائق ج ۳ ص ۴۷، طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۵۵۸ میں ہے والنظم لمن سوی الذیل علی وقت الوقوف بعرفۃ عند اللہ تعالیٰ الیوم الذی یقف فیہ الناس عن اجتہاد ورأی انہ یوم عرفۃ، اور فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۹ میں ہے ان



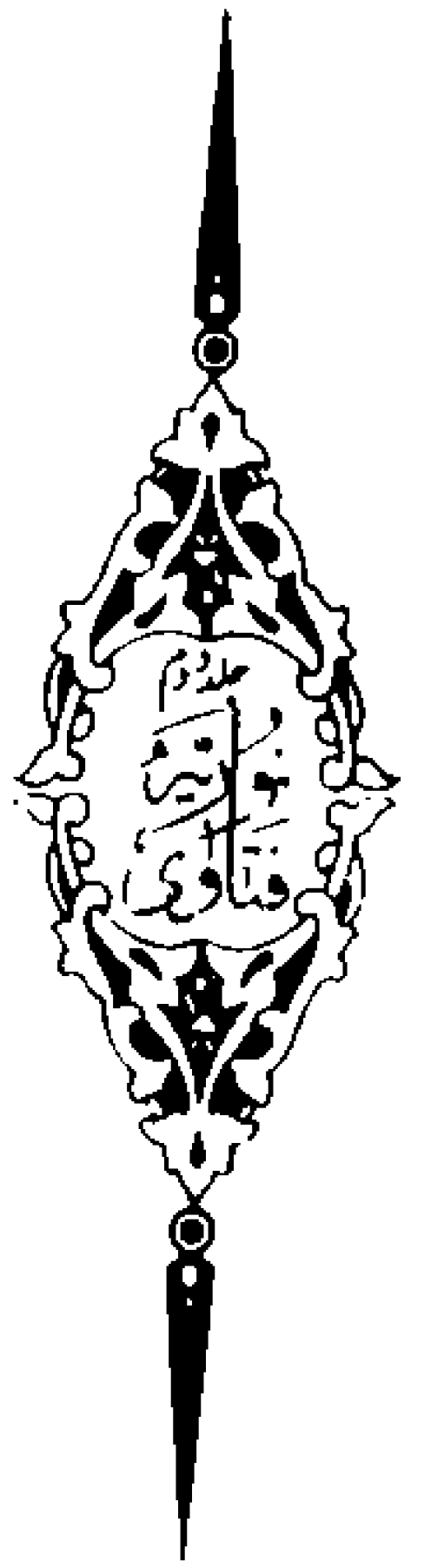
المعنى الذى به تستقيم الاخبار ان الصوم المفروض يوم يصوم
الناس والفطر المفروض يوم يفطر الناس اعنى بقيد الصوم
اور صوم و حج میں فقہائے کرام کے نزدیک بھی ان باعادیث کا یہی معنی متعین ہے بناً علیہ
فقہائے کرام نے فرمایا کہ اکیلا ہلال فطر دیکھنے والا لزوماً روزہ رکھے، کنز الدقائق، بحر الرائق
ج ۲ ص ۲۶۵، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۸، تنویر الابصار، المختار، شامی ج ۲، ص ۱۲۳
مططاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۴۵، ہدایہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۱ میں
ہے والنظم منها من راہ وحدہ لا یفطر اخذاً بالاحتیاط فی العبادة
بلکہ اگر خود خلیفہ یا قاضی اکیلا دیکھ لے تب بھی اس پر روزہ لازم ہے، ہندیہ میں ہے
لو رأى الامام وحده او القاضي وحده هلال شوال لا يخرج
الى المصلی ولا يأمر الناس بالخروج لا سرا ولا جهرا اور یونہی اکیلا
رمضان کا چاند دیکھے اور اس کا قول نہ مانا جائے تو وہ بھی لوگوں کے ساتھ عید
کرے حتیٰ کہ اگر اس کے تیس پورے ہو گئے اور عید الفطر کا چاند ثابت نہ ہوا تو لوگوں
کے تیسویں روزے کے ساتھ یہ اکتیسواں روزہ رکھے تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۹
بحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۶ میں بالفاظ متقاربه ہے ان المنفرد برؤية هلال
رمضان اذا صام واكمل ثلاثين يوما لم يفطر الا مع الامام
رہ مسئلہ اختلاف مطالع تو اس کا عدم اعتبار ظاہر الروایہ سے ثابت
ہے، اس بنا پر اگر شہادت شرعیہ سے کراچی بھی چاند ثابت ہو گیا اور عید منائی جائے
تو وہ شخص بھی لزوماً عید منائے گا مگر پاکستان میں عملاً اختلاف مطالع معتبر ہے یعنی عرب

مخرج بقى البدائم وتبيين الحقائق وغيرهما وهو المستفاد من قوله تعالى فمن شهد منكم الشهر
فليصمه والقاضى عندى وما تشبثوا به من ان الحكم على الرؤية لا يقوم حجة كما فى الرافعى و
قد فهمت قبل رؤيته وكتبت على حاشيته ما يوضح المراد ويحقق والله تعالى اعلم ۲ من غفره
وما فى ظاهر الرواية فهو ما اول عندى والله تعالى اعلم ۱۲ من غفره

شریف میں پابند ہونا اگر پاکستان میں شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو جائے تب بھی عید نہیں منائی جاتی تو کراچی والوں کے ساتھ اس شخص پر بھی روزہ لازم ہوگا اور اگر عیدہ سے دیکھ کر آنے والے متعدد ہوں تو پھر بھی یہی حکم ہے بحکم الحدیث المبارک اکثریت و جماعت کا ہی اعتبار ہے چنانچہ منحة الخالق ج ۲ ص ۶۶ میں ہے و افاد الخیر المرسلانہ لوکانوا جماعۃ و ردت شہادتہم لعدم تکامل الجسم العظیم فالحکم کذلک اقول و کذلک اذا حاربوا من البلد البعید الذی مختلف مطلعہ واعتبرا خلافا الحاضرون فی البلد المجی الیہ لان العلة موجودة ہہنا ای الاعتبار للجمہود والا کثرین بحکم الاحادیث الشریفۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على المحبوب الاعظم وعلى
اله واصحابه وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ
۴ شوال المکرم یوم الاربعاء ۱۳۹۳ھ
بمطابق ۳۱ بعد النظر



اعتراف

باب الاعتکاف

اعتکاف، عکوف سے ہے۔ جس کا معنی ہے، ٹھہرنا۔۔۔۔۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

العکوف الاقبال علی الشئ و ملازمته علی سبیل

التعظیم له۔۔۔۔۔ (المفردات، جلد ۳، صفحہ ۱۳۶)

”عکوف کے معنی ہیں کسی جگہ رہنے کو تعظیماً لازم کر لینا“۔۔۔۔۔

اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ہے، مسجد میں بہ نیت عبادت کسی معین مدت کے لئے

مقید ہونا کہ جز بٹری ضرورتوں کے مسجد سے باہر نہ نکلا جائے :

هو الاحتباس فی المسجد علی سبیل

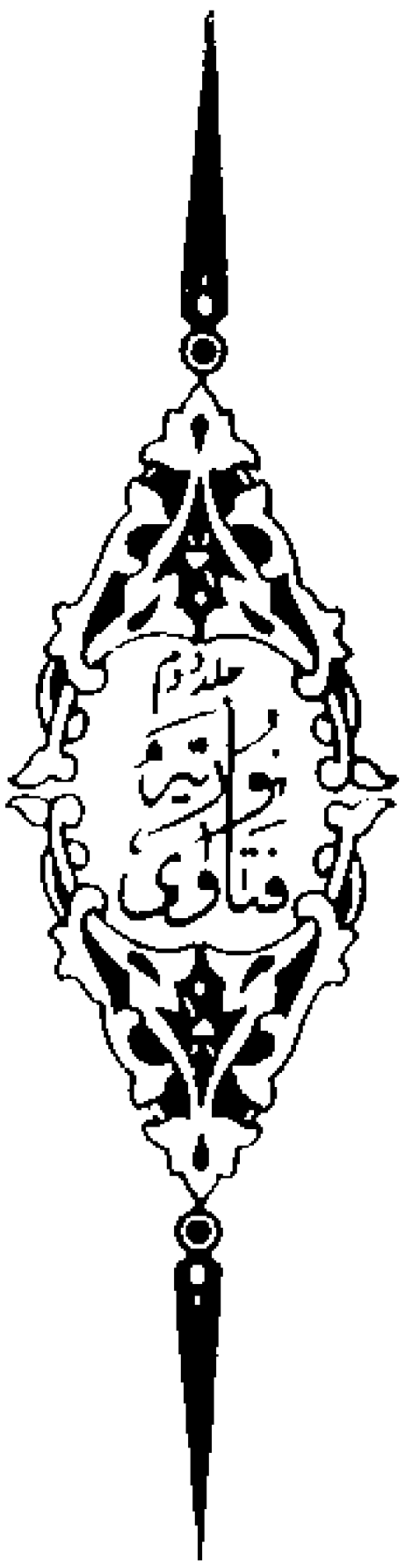
القربة۔۔۔۔۔ (المفردات، جلد ۳، صفحہ ۱۳۶)

اعتکاف ایک قدیم عبادت ہے، اللہ رب العزت جل وعلا نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حکم فرمایا :

ان طهرا بیتي للطائفين و العاکفین و الركع

السجود۔۔۔۔۔ (البقرہ: ۱۲۵)



”تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود

کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو“-----

آغاز وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی غار حرا میں خلوت گزینی ایک گونہ اعتکاف کی صورت

تھی-----

اعتکاف ایک کریم اور جواد کے دروازے پر جم کر بیٹھ جانے کا نام ہے۔ دروازے والے کو اپنے دروازے کی لاج ہوتی ہے۔ وہ کریم، گھر (مسجد) میں آنے والے کو محروم نہیں رکھے گا۔ اعتکاف کے ذریعے دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہونے کا موقع میسر آتا ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں بیس دن اور راتیں انعامات الہیہ کی برکھا سے متمتع ہونے کے بعد روح نکھر نکھر جاتی ہے، دلوں کے زنگ اترنے لگتے ہیں تو آخری عشرہ یکسوئی کے ساتھ مسجد میں گزارنے سے دل صیقل ہو جاتے ہیں اور انوار و تجلیات ربانیہ کا حقیقی رنگ چڑھ جاتا ہے-----

رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ ہر سال اعتکاف فرماتے بلکہ ایک سال کسی

وجہ سے رہ گیا تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا-----

اعتکاف تین قسم کا ہے :

(۱)..... واجب (۲)..... سنت مؤکدہ (۳)..... نفل

واجب

وہ اعتکاف ہے، جس کی نذر مانی جائے، اس کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات

ہے-----

سنت مؤکدہ

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف۔ یہ سنت مؤکدہ کفایہ ہے، یعنی محلہ یا شہر میں

سے اگر کوئی اعتکاف کر لے تو سنت ادا ہو جاتی ہے اور اگر کسی کو بھی یہ توفیق نہ ہوئی تو سب ترک سنت

کے مرتکب ہوں گے-----



نفل

اس اعتکاف کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، آدمی جب بھی مسجد میں داخل ہو اور یہ نیت کر لے کہ جب تک میں مسجد میں رہا، اعتکاف سے رہوں گا۔ اسے اعتکاف حکمی بھی کہتے ہیں اور اس کا اجر یہ ہے کہ جب تک مسجد میں رہا، معتکف کا اجر و ثواب پاتا رہے گا۔-----

اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے جب کہ نفلی اعتکاف میں روزہ کی شرط نہیں

ہے۔-----

☆ رمضان کے آخری دس روزہ اعتکاف کی نیت شرط ہے۔-----

☆ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے، جہاں پانچ وقت اذان، اقامت اور جماعت ہوتی

ہو۔-----

☆ اعتکاف کے لئے اسلام، عقل اور جنابت، حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط

ہے۔-----

☆ صحت اعتکاف کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے بلکہ سمجھ دار نابالغ بچہ بھی اعتکاف بیٹھ سکتا ہے۔ عورتیں گھر میں کوئی جگہ مخصوص کر کے اعتکاف کریں اور سوائے حاجت انسانی کے اس جگہ سے باہر نہ نکلیں۔ عورت کے لئے مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔-----

☆ معتکف انسانی حوائج ضروریہ (قضائے حاجت، استنجا اور غسل فرض) اور وضو کے

لئے باہر جاسکتا ہے۔-----

☆ شرعی عذر کے بغیر مسجد سے نکلنے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، مریض کی

عیادت، جنازہ، ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کی غرض سے مسجد سے باہر نہ نکلے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مجامعت بوسہ دینے، معانقہ کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔-----

☆ اگر گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو گھر سے کھانا خود لا سکتا ہے۔-----

☆ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا، پینا، سونا، دینی کتب کا مطالعہ کرنا، دینی مسائل بیان

کرنا، گفتگو کرنا، بھڑکنا، طیکہ وہ آداب مسجد کے منافی نہ ہو، جائز ہے۔-----



☆ حالت اعتکاف عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے، ہاں گناہوں سے بچنے کے لئے خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔۔۔۔۔

آداب

☆ معتکف کو چاہئے کہ وہ مسجد میں غیر ضروری گفتگو سے بچے۔۔۔۔۔

☆ ہمہ وقت یاد الہی میں مشغول رہے۔۔۔۔۔

☆ قرآن کریم کی تلاوت، احادیث اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے، انبیائے کرام اور

صالحین کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرے۔۔۔۔۔

☆ ذکر الہی، استغفار، درود شریف اور نوافل کی کثرت رکھے، قضا ہونے والی نمازیں

زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرے۔۔۔۔۔

☆ نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے دے۔ اپنے اوقات کو حقیقتاً حکماً نماز

میں مصروف رکھے کیوں کہ معتکف مسجد میں رہ کر نماز باجماعت کا منتظر رہتا ہے اور نماز کے انتظار کرنے والے کو اللہ جل شانہ نماز ہی کا ثواب دیتا ہے۔ گویا نیت صالح ہو تو معتکف کو ہمہ وقت نماز کا ثواب ملتا رہے گا۔۔۔۔۔

☆ افضل مسجد میں اعتکاف کرے، مثلاً:

مسجد حرام، مسجد نبوی شریف، بیت المقدس، جامع مسجد یا جن مساجد میں نمازی زیادہ

ہوں۔۔۔۔۔

☆ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ بیس

رمضان المبارک کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے نیت کر کے مسجد میں معتکف ہو جائے اور عید کا چاند

نظر آنے تک (۲۹ یا ۳۰ رمضان کو غروب آفتاب تک) معتکف رہے۔۔۔۔۔

☆ اعتکاف کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اعتکف عشرأ فی رمضان کان کحجتین و عمرتین۔۔۔۔۔



(شعب الایمان، للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۲۲۵، حدیث ۳۹۶۶)

”جس شخص نے رمضان کے دس دن کا اعتکاف کیا گویا کہ اس نے دو حج اور دو

عمرے کر لئے“-----

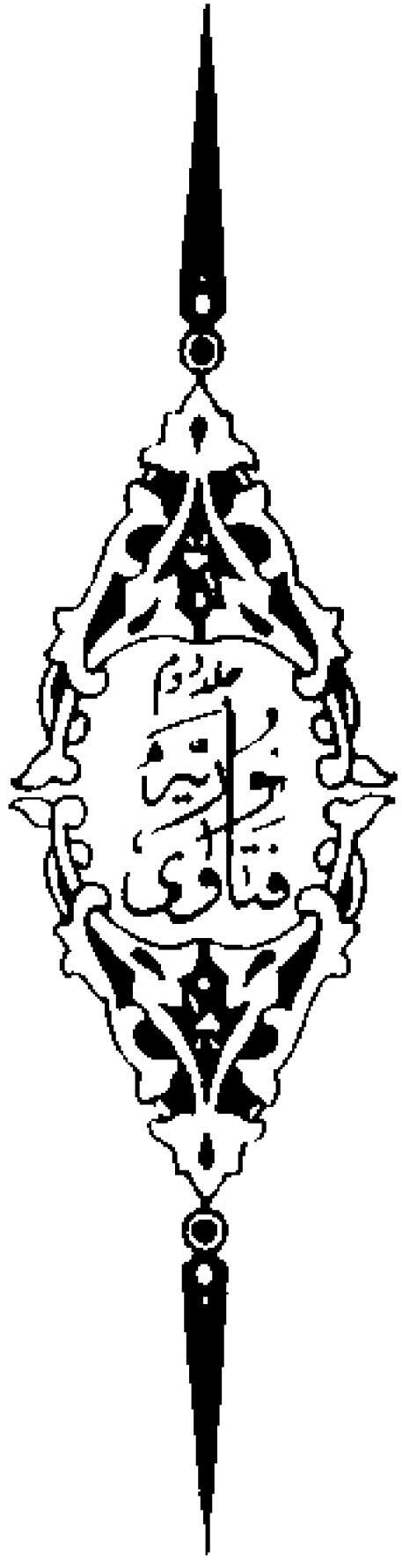
امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے، آپ نے فرمایا:

للمعتکف کل یوم حجة----- (شعب الایمان، حدیث ۳۹۶۸)

”معتکف کے لئے روزانہ ایک حج کا ثواب ہے“-----

فتاویٰ نوریہ کے باب الاعتکاف میں صرف ایک استفتاء ہے، جس میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ دوران اعتکاف دینی مسائل بیان کرنے اور جائز گفتگو کی اجازت ہے-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



باب الاعتکاف

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں ہمارے پیش امام صاحب اعتکاف بیٹھے ہیں مگر ان کا اعتکاف نرالا ہی ہے کہ نہ تو وہ عام معتکفین کی طرح ہر وقت اوڑھتے رہتے ہیں بلکہ ننگے منہ جماعت بھی کراتے ہیں، باہر پیشاب پاتانے جاتے وقت بھی ننگے منہ جاتے ہیں اور نہ ہی مطلقاً خاموشی دائمی اختیار کی ہے بلکہ نماز کے بعد درس بھی دیتے ہیں، بچوں کو سبق بھی پڑھاتے ہیں، جمعہ میں تقریر بھی کرتے ہیں اور معتز ضنین کے اعتراضوں کا جواب بھی دیتے ہیں بلکہ لوگ اس کے پاس جا کر مسائل پوچھیں تو ان سے بھی باتیں کرتے ہیں اور جواب مسائل بھی دیتے ہیں، ہم نے خود دیکھا ہے کہ جمعہ کے دن چند باہر کے لوگ بعد از جمعہ مولوی صاحب کے پاس گئے اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم اس لئے سفر کر کے آئے ہیں کہ جمعہ پڑھیں گے اور چند مسائل دریافت کریں (وہ لوگ مختلف گاؤں کے امام تھے) تو مولوی صاحب ان سے ہمکلام ہوئے اور ان کے سوالوں کا جواب دیتے رہے اور ایک دن ایک مولوی صاحب سے یوں بھی کہہ دیا کہ آئیے نعت سنائیے، بلکہ جب کوئی ان کا دوست

علماء آج سے تو اس سے ملتے بھی اور باتیں بھی کر لیتے ہیں اور ان کے ساتھ کھانا بھی کھا لیتے ہیں، تو کیا یہ سب مندرجہ بالا کام معتکف کے لئے جائز ہیں؟

ہمارے ایک شاہ صاحب ہیں، فرماتے ہیں کہ اعتکاف فرض کفایہ ہے اور معتکف کے لئے بات وغیرہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے بلکہ جماعت بھی نہ کرانی چاہئے وہیں گوشے میں بیٹھے رہنا ضروری ہے، جماعت کے لئے خادم مسجد کو کہہ دیں اور جب جماعت میں آویں تو پردہ ضروری ہے بلکہ پانچ ساڑھے پانچ گز چادر اوپر اوڑھ کر گوشہ نکلیں، اب یہ امام صاحب ان باتوں سے منافق ثابت ہو گئے ہیں ان کے پیچھے تو نماز بھی جائز نہیں، ہم تو مجبوراً پڑھتے ہیں، کل ان شاہ صاحب کو انواع بارگاہی سے ان باتوں کا جائز ہونا اور بخاری شریف کی وہ روایت سنائی جس میں مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کا حالت اعتکاف میں سر دھونا اور کنگھی کرنا ہے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ انواع کوئی معتبر کتاب نہیں اور بخاری تو سکھوں کی بھی چھپی ہوئی ہے اس کا کیا اعتبار ہے، لہذا آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ شریعت کی رو سے فیصلہ فرما دیں کہ شاہ صاحب کی باتیں کہاں تک صحیح ہیں، نیز اعتکاف سنت ہے یا فرض، اور کفایہ کا کیا مطلب ہے، مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اگر محلہ یا بستی سے کوئی بھی اعتکاف نہ بیٹھے تو سب گنہگار ہیں، شاہ صاحب اس کو بھی غلط کہتے ہیں۔ بینوا تو جرو

من رب الظالمین۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ



امور مذکورہ سوال شرعاً معتکف کے لئے سب جائز ہیں، قرآن کریم اور احادیث

شریعت قولیہ و فعلیہ و تقریریہ سے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ کنتم خیر امت اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ارشاد ہے ولکن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون۔ اور یہ بھی حکم فرمایا و تعاونوا علی البر و التقویٰ نیز یہ بھی حکم فرمایا و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر نیز فرمایا الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر، نیز ارشاد فرمایا لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا و اشتاتا و غیر ہذا آیات ہیں جن سے جواز بلکہ بہت سی چیزوں کا فرض ہونا مطلقاً ثابت ہے۔

ان آیات کا ترجمہ کسی حافظ صاحب سے نکلوا کر خود پڑھ لیں، اور قرآن کریم میں تو صاف فرمایا و لا تباشروہن و انتم عاکفون فی المساجد یعنی اعتکاف کی عادت میں بیویوں سے مباشرت کو منع فرمایا ہے نہ کہ سب چیزیں ہی حرام ہو گئیں۔ اگر آپ کا یہ بیان درست ہے کہ شاہ صاحب نے واقعی یہ سب کچھ کہا ہے تو اگر لوگوں کو ان سے ہمدردی ہے تو ان کے دل و دماغ کا کسی حاذق حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں، مغبوط الخواس کے کوالیے بے تکے اور بے ہوا اعتراض کوئی کر ہی نہیں سکتا ہاں اگر کوئی مفتری معاند براہِ شریعت کہے تو وہ اور بات ہے، قرآن کریم نے فرمایا ہے و لا تقولوا لما تصف لسنکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون، متاع قلیل و لہم عذاب الیم۔

آپ حضرات بھی بہت ہی عجیب مذاق کے واقع ہوئے ہیں، کوئی کچھ کہہ دے خواہ عقل و انصاف سے کتنا ہی دور اور صاف صاف غلط ہو آپ فتوے پوچھنے

شروع کر دیتے ہیں، کیا آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو صحیح بخاری کو صرف اس وجہ سے نہیں ماننا کہ کبھی سکھوں نے بھی اس کو چھاپ لیا تو وہ قرآن کریم کو کیسے ملنے لگا کہ قرآن کریم کو بھی سکھ چھاپتے رہتے ہیں ع جواب جاہلان باشد خموشی، پر ہی عمل بہتر ہے، مجھے زیادہ فرصت نہیں لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ طالب حق کیلئے ایک حرف بھی کافی ہے اور ہٹ دھرمی ہو تو دفتر بھی ناکافی۔ اعتکاف فرض مطلقاً نہیں اور سنت سے واجب ہو جاتا، اور ماہ رمضان کے عشرہ آخر کا سنت کفایہ ورنہ مستحب ہے اور سنت کفایہ کا یہ مطلب ہے کہ ایک داکر سے تو ترک سنت کا بوجھ اہل محلہ پر نہیں رہے گا اور اگر سب ترک کر دیں تو سب ذمہ بار رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ العتیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ



ج

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجْرُ الْبَيْتِ
مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: ۹۷)
”اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو
طاقت رکھتا ہے وہاں تک پہنچنے کی۔“

الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ مُسَلِّمًا
حج مبرور کی جزاء جنت ہی ہے

تعارف کتاب الحج

حج کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام ابن اثیر لکھتے ہیں :

الحج في اللغة القصد الى كل شيء فخصه الشرع بقصد معين ذي شروط معلومة-----

(النهاية في غريب الحديث والاثار، جلد ۱، صفحہ ۲۳۴، مطبوعہ مصر)

”حج کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی طرف قصد و ارادہ کرنا، جبکہ اصطلاح شریعت میں

شرائط معلومہ کے ساتھ معین قصد کو حج کہتے ہیں“-----

علامہ اصفہانی کہتے ہیں :

اصل الحج القصد للزيارة و خص في تعارف الشرع

بقصد بيت الله تعالى اقامة النسك-----

(المفردات في غريب القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۰-۲۲۹)

”حج کا اصل معنی قصد زیارت ہے، شرعی اصطلاح میں اسے عبادت کی نیت سے

بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے مخصوص کر لیا گیا ہے“-----

حج اسلام کا پانچواں اور عبادات میں چوتھا اہم رکن ہے، جو مالی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔ یہ

۹ھ میں فرض ہوا۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے صرف تین ماہ پہلے حج ادا فرمایا

اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر عمر میں ایک بار فرض ہے۔۔۔۔۔

حج، قرب الہی اور عشق و محبت کی داستان ہے۔ بندہ مومن عشق الہی میں بے خود ہو کر کفن نما لباس زیب تن کئے، ننگے سر، بکھرے ہوئے بالوں اور میلے کچیلے جسم کے ساتھ لبیک لبیک کی صدا میں بلند کرتا صحن حرم میں داخل ہوتا ہے اور دیوانہ وار کعبۃ اللہ کے گرد چکر لگاتا ہے۔ کبھی صفا و مردہ کے درمیان دوڑتا ہے، پھر تلاش محبوب میں سرگرداں شرمکہ چھوڑ کر منی، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں صحرانوردی کرتا ہے۔ غرض مختلف اطوار و انداز سے محبت الہی میں سرگرداں ہو کر اسی رسم عاشقی کو تازہ کرتا ہے، جس کے بانی اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔۔۔۔۔

حج کو اسلام کی سالانہ کانفرنس کا درجہ حاصل ہے۔ جہاں مختلف رنگ، نسل، زبان اور وطن کے افراد وحدت اسلامی کے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں، اسلامی وحدت و یگانگت کے اس عالم گیر اور روح پرور اجتماع کی نظیر دنیا کی کسی قوم اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔۔۔۔۔

حج، نفس انسانی کی تطہیر و تہذیب کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے، الغرض حج ایک جامع عبادت اور گونا گوں دینی و دنیوی فوائد اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے

شرائط

فرضیت حج کے لئے چند شرائط ہیں، یہ پائی جائیں تو حج فرض ہو جاتا ہے :

۱..... اسلام

۲..... عقل

۳..... بلوغ (بچہ اگر حج کرے تو نفلی ہوگا)

۴..... حریت

۵..... زاد سفر یعنی ضروریات سفر اور واپسی تک اہل خانہ کی کفالت کے لئے اخراجات کا

انتظام ہو

۶..... صحت و سلامتی۔۔۔۔۔ مفلوج، پاچ، نابینا، بیمار، انتہائی کمزور اور بوڑھا نہ ہو

۷..... راستہ پر امن ہو

عورت پر حج فرض ہونے کے لئے مزید دو شرطیں ہیں :

۱..... شوہر یا ایسے محرم کی رفاقت، جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو

۲..... عدت میں نہ ہو

فرائض

حج کے تین فرض ہیں :

(۱) احرام (یہ شرط ہے) میقات (معینہ حدود) سے پہلے عام لباس اتار کر آن سلی

چادریں پہننا (عورت کے لئے عام لباس ہی احرام ہے) احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز پڑھی جائے اس کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ پڑھے :

لبیک اللہم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان

الحمد والنعمة لک والملك، لا شریک لک-----

تلبیہ پڑھنے کے بعد آدمی محرم ہو جاتا ہے-----

(۲) ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں حاضری، شرعی اصطلاح میں اسے وقوف

عرفات کہتے ہیں-----

(۳) طواف زیارت----- وقوف عرفات اور رمی و قربانی کے بعد طواف، جسے طواف

زیارت کہا جاتا ہے (وقوف عرفات اور طواف زیارت، یہ دونوں حج کے رکن ہیں)-----

حج کے واجبات

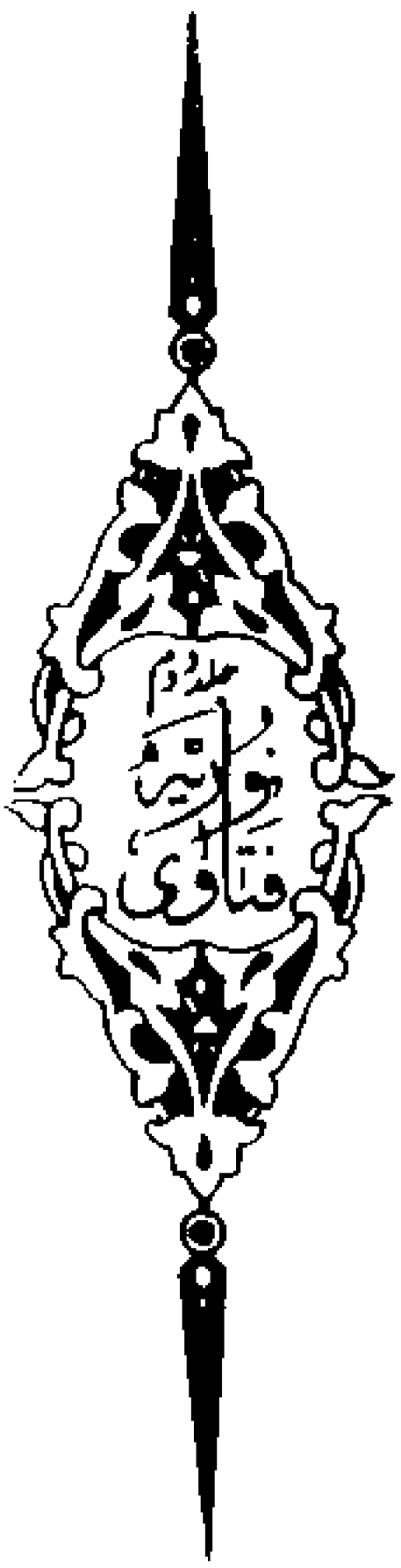
غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف، مزدلفہ میں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے

قبل تک وقوف، صفا مروہ کی سعی، جمرہ کی رمی (منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا)، قارن و متمتع کا قربانی

کرنا، حلق (سر منڈانا) یا قصر (بال کٹانا)، افعال حج میں ترتیب اور طواف و داع وغیرہ-----

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں :



- ۱ حج افراد
- ۲ حج تمتع
- ۳ حج قرآن

حج افراد

صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے اور اس کے ساتھ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ملائے (حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذیقعد اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں) یکم شوال سے پہلے حج کے لئے احرام باندھنا مکروہ ہے۔۔۔۔۔ اہل مکہ کو صرف حج افراد کی اجازت ہے۔۔۔۔۔

حج تمتع

حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنا، اس طرح کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ ادا کیا جائے، عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد حج کا احرام باندھا جائے۔۔۔۔۔ تمتع کی دوسری صورت بھی ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے والا اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لے جائے، اس صورت میں عمرہ سے فارغ ہو کر احرام عمرہ کھولے بغیر اس پر احرام حج باندھا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں تمتع کی اس صورت پر عمل نہایت مشکل ہے۔۔۔۔۔

حج قرآن

حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جائے، پہلے عمرہ کرے، عمرہ سے فراغت کے بعد احرام نہ کھولے بلکہ اسی احرام کو قائم رکھتے ہوئے افعال حج ادا کرے۔ افراد سے تمتع اور تمتع سے قرآن افضل ہے۔۔۔۔۔

ممنوعات حج

حج میں بعض امور ممنوع ہیں :

سلے ہوئے کپڑے پہننا، سریا چہرہ ڈھانپنا، خوشبو لگانا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، عمل زوجیت، شکار

کرنا، حرم کے خود رو درخت یا گھاس کا ٹٹاؤ غیرہ۔۔۔۔۔

مسائل حج کی تفصیل کے لئے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے شیخ طریقت مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نور اللہ مرقدہ کے مختصر مگر جامع رسالہ ”زاد الحرمین“ (مطبوعہ انجمن حزب الرحمن بصیر پور) کا مطالعہ مفید رہے گا۔۔۔۔۔

عمرہ

حج کی طرح عمرہ بھی وہ اعلیٰ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ اللہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ مختص ہے۔ اس کا حج سے اسی طرح کا تعلق ہے، جیسے فرض نماز کے ساتھ نوافل کا۔۔۔۔۔

عمرہ کا معنی ہے زیارت۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عمارت (آبادی) سے مشتق ہے۔۔۔۔۔

عمرہ پر دونوں معنی صادق آتے ہیں کہ عمرہ کرنے والوں کے ذریعے مسجد حرام کی آبادی اور رونق برقرار رہتی ہے اور بیت اللہ کی زیارت کا موقع میسر آتا ہے اور ان کیفیات سے سرشار ہونے والے کی اپنی روحانی دنیا آباد ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عمرہ، عمر (زندگی) سے مشتق ہو۔ کیوں کہ یہ عبادت عمر بھر کی جاسکتی ہے۔ اس میں حج کی طرح مہینے اور تاریخ کی قید نہیں، عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور سعی کر کے حلق یا قصر کرالینے سے عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ ایک ہی سال میں متعدد عمروں کی اجازت ہے۔ رمضان المبارک میں عمروں کی بڑی فضیلت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان عمرة في رمضان تقضى حجة او حجة معي۔۔۔۔۔

(صحیح بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب فضل العمرة في رمضان)

”رمضان المبارک میں عمرہ کرنا یقیناً حج کے برابر ہے یا فرمایا کہ میری معیت میں حج

کرنے کے برابر ہے“۔۔۔۔۔

حاضری مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی حاضری ارکان حج میں داخل نہیں مگر بلاشبہ افضل ترین طاعات، سرچشمہ حسنات و برکات اور اعلیٰ درجات قرب پر فائز ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ علماء نے اسے واجب کے



قریب بتایا ہے۔ حق یہ ہے کہ حاضری بارگاہ قدس، محبت کا معاملہ ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کو اصل الاصول اور فرض عین تصور کرے۔ یہاں کی حاضری باعث مغفرت، موجب رحمت اور قرب الہی کا ذریعہ ہے، ارشاد ربانی ہے:

و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله و استغفر
لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔۔۔۔۔ (النساء ۴: ۶۴)

”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول (کریم ﷺ) ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔۔۔۔۔“

و اذا جاءك الذين يؤمنون بآياتنا فقل سلام عليكم كتب
ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهالة ثم تاب
من بعده و اصلح فانه غفور رحيم۔۔۔۔۔ (الانعام ۶: ۵۴)

”اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے فرما دیجئے تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے کچھ برائی، نادانی کی وجہ سے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح پذیر ہو جائے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔۔۔۔۔“

سرکارِ لبد قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی فضیلت پر متعدد احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔۔۔۔۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من زار قبری و جبت له شفاعتی۔۔۔۔۔

(الشفاء (طبع بیروت) جلد ۲، صفحہ ۸۳ / مجمع الزوائد، جلد ۴، صفحہ ۲ /

وفاء الوفاء، جلد ۴، صفحہ ۱۳۳۶)

”جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو

گئی۔۔۔۔۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من زار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی-----

(مجمع الزوائد، جلد ۲، صفحہ ۲ / وفاء الوفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۳۴۰ /

شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۴۸۹)

”جس شخص نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، وہ ایسے ہی ہے جیسے

اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی“-----

عازم مدینہ کو چاہیے کہ وہ خالص سرکارِ ابد قرار ﷺ کی حاضری اور زیارت کا قصد

کرے۔----- (فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۳۳۶)

قیام مدینہ کے دوران سراپا ادب و نیاز حاضر رہے۔----- ع

سرایں جا، سجدہ ایں جا، بندگی ایں جا، قرار ایں جا

مواجهہ عالیہ پر نہایت ادب سے حاضری دے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

من السنة ان تأتي قبر النبي ﷺ من قبل القبلة و تجعل

ظهرك الى القبلة و تستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام

عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته-----

(فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۳۳۶)

”(صحابہ و تابعین کا طریقہ اور) سنت یہ ہے کہ جب تم نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور پر

حاضری دو تو اپنی پشت قبلہ کی طرف اور منہ قبرِ اطہر کی طرف کرو، پھر سلام عرض کرو“-----

قاضی عیاض رحمہ اللہ، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مواجهہ عالیہ پر

سرکارِ ﷺ کی بارگاہ میں سلام اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ کی جانب منہ نہ کرے بلکہ اپنا رخ قبرِ انور کی

طرف رکھے۔----- (الشفاء، جلد ۲، صفحہ ۸۵)

فیہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:



رأيت انس بن مالك اتى قبر النبي ﷺ فوقف فرفع يديه
حتى ظننت انه افتح الصلوة فسلم على النبي ﷺ ثم
انصرف----- (شعب الايمان، جلد ۳، صفحہ ۴۹۱)

”میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی
قبر اطہر پر آکر کھڑے ہوئے اور بڑی دیر تک ہاتھ بلند کیے رہے، حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ
وہ نماز کی نیت کر رہے ہیں، پھر انہوں نے سلام عرض کیا اور چلے گئے“-----

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الحج میں پانچ استفتاءات ہیں، پہلا فتویٰ اس بارے میں ہے کہ عورت
خاوند یا محرم کے بغیر حج نہیں کر سکتی-----

دوسرا فتویٰ حج بدل سے متعلق ہے-----

تیسرا اہم فتویٰ حج کے لئے تصویر کے جواز کے بارے میں ہے۔ دور حاضر میں شناختی کارڈ،
پاسپورٹ، حج اور دیگر متعدد معاملات میں تصویر کی ضرورت پڑتی ہے، اس فتویٰ میں اس غرورت کا حل
پیش کیا گیا ہے-----

چوتھا فتویٰ کاروباری شخص (مثلاً ٹیکسی ڈرائیور) کے سلسلے میں ہے کہ آیا وہ احرام باندھے بغیر
مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہے؟-----

جب کہ پانچواں استفتاء حج کے حوالے سے متفرق سوالات پر مبنی ہے-----

حج کے بارے میں ایک فتویٰ، فتاویٰ نوریہ کے جلد ششم میں بھی ہے-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



کتاب الحج

الاستفتاء

سائل منظر کہ ایک عورت بیوہ پیر سال بلا محرم کسی رشتہ دار اور عورتوں کے ساتھ حج کر سکتی ہے یا نہیں؟

السائل فطامہ الدین صاحب



عورت بیوہ یا شادی شدہ یا کنواری بلا محرم یا خاوند کے، حج کا سفر نہیں کر سکتی، اگرچہ غیر محرم رشتہ دار ہو یا عورتوں کے ساتھ جائے، بدائع صناع ج ۲ ص ۱۲۳، اور محرم وہ ہے جس کے ساتھ کبھی نکاح نہ ہو سکے، بدائع صناع ج ۲ ص ۱۲۴ و کذا فی غیرہا من اسفار المذهب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم و

علیہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع منین اندر میں مسئلہ کہ زیدی سال درخواست
دیوار ہا ہے لیکن قرضہ اندازی میں نام نہیں نکلا، اب زید ضعیف العمر ہونے اور بیمار
ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہے، اگر درخواست دے اور قرضہ اندازی میں نام نکل بھی
آئے تو زید سفر نہیں کر سکتا، اب وہ حج کی رقم کسی یتیم خانے یا کسی دینے مدرسے میں
دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی غریب اور جوان آدمی کو حج کرائے، سابق حاجی
جس نے پہلے حج کیا ہوا ہو، اس کو تو حج بدل کے لئے بیعینے کی حکومت کی طرف سے
اجازت نہیں تو کسی ایسے شخص کو جس نے پہلے حج نہ کیا ہوا ہو اور شوق حج رکھتا ہو تو اسکو
حج کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: حاجی جہانزادہ خاں از چک E.B/۲۳۵ ڈاکخانہ چک E.B/۲۲۹
تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال





ہاں ایسی صورت میں اس غریب و جوان آدمی کو اپنی حج بدل کے لئے بھی بھیجا جاسکتا ہے جس نے پہلے حج نہ کیا ہو فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۱ میں ہے و
الافضل للانسان اذا اراد ان يحج رجلا عن نفسه ان يحج
رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا الواجب رجلا لم يحج
عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحجة عن الله
كذا في المحيط - والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا
محمد وآله واصحابه اجمعين وبارك وسلم

عزوه الفقير الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ، ۶-۶-۲۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا فوطہ کھینچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہو تو حج کے لئے فوطہ کھینچوانے میں بھی ممانعت ہے یا نہیں؟

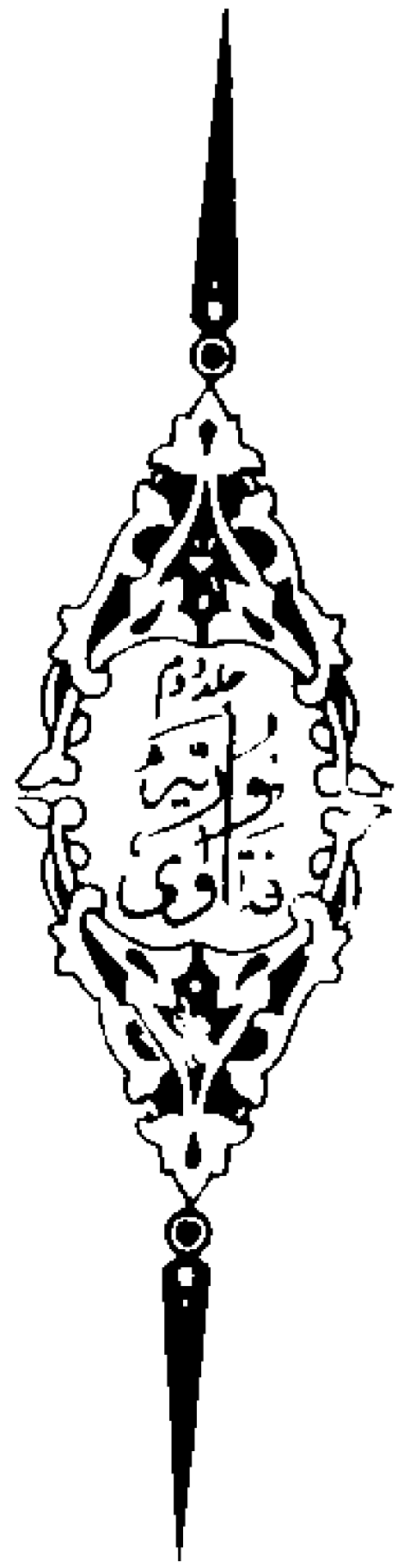


نیز حج فرض اور حج نفل کی صورتوں میں کیا حکم ہے؟ اور حج بدل کے لئے فوطہ کا کیا حکم ہے؟
بینوا توجروا۔

سائل: محمد سعید احمد، مدرسہ امینیہ رضویہ، محمد پورہ لائل پورہ



حج کے لئے عازم حج کے پورے جسم کا فوطہ ضروری نہیں بلکہ چہرہ یا قدرے زائد کا فوطہ حکومت نے بعض مصلح انتظامیہ کے لئے ضروری قرار دیا ہے چنانچہ عموماً پاسپورٹوں پر ایسے ہی فوطہ چسپاں کئے جاتے ہیں جو نصف سینہ تک کے ہوتے ہیں حالانکہ انسان نصف سینہ یا سینہ کے نیچے سے کاٹ دیا جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا لہذا یہ فوطہ ایسے جسم کا فوطہ ہوگا جو شجر و حجر کی طرح بے جان ہے تو جائز ہوگا، جبرالامہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوے مبارکہ ہے فاصنع الشجر و ما لا نفس له (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۰۲) اور بخاری شریف ج ۱ ص ۲۹۶ میں ہے کل شیء لیس فیہ روح، اور اس کا ماخذ بھی وہی حدیث صحیح ہے جو محرم تصویر ہے۔ یعنی ج ۱ ص ۳۹، قسطلانی ج ۲ ص ۱۲۱ میں ہے والنظم له واستنبط ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان اللہ معذب حتی ینفخ لہذا مذہب جمہور جواز ہے انہیں میں ہے والنظم للعینی وهو



۳۰۵ و بمعناہ فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۰۵ ۱۲ منہ غفرلہ

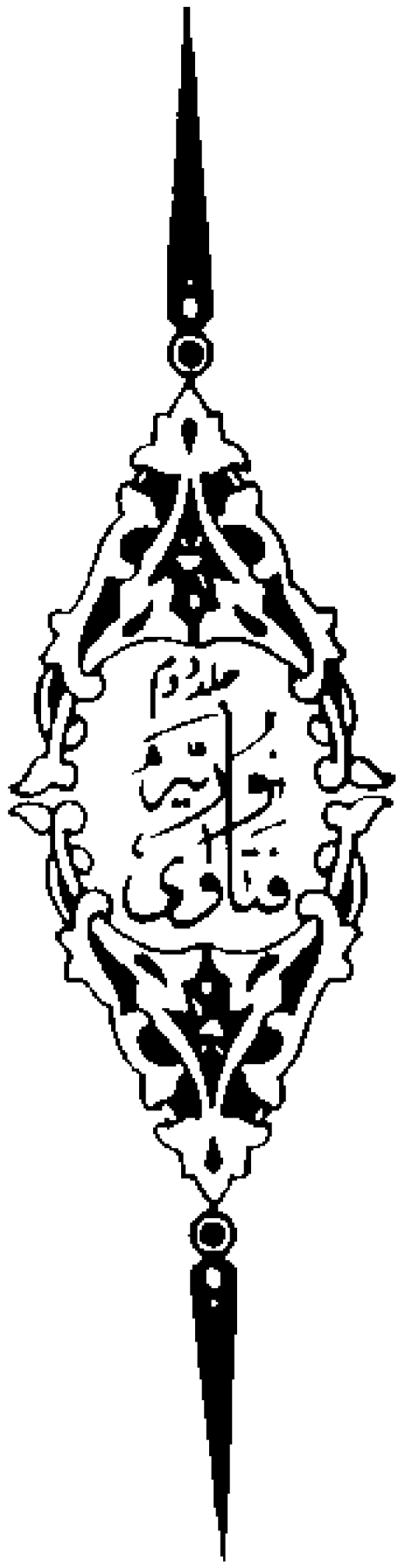
۳۰۵ منظر اسلام مولانا محمد سعید احمد سعد فیصل آباد



قول جمهور الفقهاء واهل الحديث فانهم استدلوا على ذلك بقول ابن عباس فعليك بهذا الشجر الخ۔

اس مال النفس لہ اور کل شیئی لیس فیہ روح کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس علیک بهذا الشجر الخ میں مذکورہ فوٹو (جو جسم کے اتنے حصے کے ہوتے ہیں جو زندہ نہیں رہ سکتا اور لیس فیہ روح کا مصداق ہے) کی بھی اجازت ہے لہذا ہمارے ائمہ کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی کہ ایسا فوٹو جو ناجائز بنا ہوا ہے اگر اس کا سر یا چہرہ یا کوئی ایسا حصہ مٹا دیا جائے جس کے بغیر جاندار زندہ نہیں رہ سکتا تو کراہت مٹ جاتی ہے۔ تنزیل البصائر، در المختار میں ہے (او مقطوعة الرأس والوجه او ممحوة عضوا لا تعيش بدونہ۔ شامی نے فرمایا تعمیم بعد تخصیص وھل مثل ذلك ما لو كانت مثقوبة البطن مثلا والظاهر ان لو كان الثقب كبيرا يظهر بـ نقصها فنفسه والا فلا رشامی ج ۱ ص ۶۰) طحاوی علی المراقی ص ۲۱۸ میں ہے و محو الوجه كمحو الرأس بخلاف قطع اليدين والرجلين فان الكراهة لا تزول بذلك لان الانسان قد تقطع اطرافه وهو حي كما في الفتح (ج ۱ ص ۳۶۲) وافاد بهذا التعليل ان قطع الرأس ليس بقيد بل المراد جعلها على حالة لا تعيش معها مطلقا، انتهى ما على المراقی۔

طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۲۷۲ میں ہے لانها صورة ميت۔ ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۲ میں ہے واذا كان التمثال مقطوع الرأس ای محو الرأس فليس بتمثال مبطو ج ۱ ص ۲۱۰ میں ہے فبقطع الرأس يخرج من ان يكون تمثالا اور مرقاة ج ۸ ص ۳۳۰ میں ہے الشجر ونحوه مما لا روح له فلا تحرم صنعت ولا التکسب بہ وهذا مذهب العلماء۔



بلکہ یہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام کے ارشاد سے بھی ثابت ہے جو حدیث مرفوعہ
صحیح سنن ترمذی ج ۲ ص ۳۹۸ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵۴۳، شرح معانی الآثار امام طحاوی
ج ۲ ص ۳۰۵ میں بالفاظ متعارف ہے والنظم منه فمر بالتمثال فليقطع رأسه
حتى يكون كهيئة الشجرة۔ مجمع البحار ج ۳ ص ۲۹۵ میں ہے والهيئة صورة
الشيء وشكله وحالته، درخت کی حالت یہ ہے کہ بے بان ہے اور صورت بھی
بے بان کی ہے جو سر کاٹنے کے بعد انسانی جسم کی بھی ہے لہذا امام طحاوی نے اس حدیث
سے ایسی صورت بنانے کی اباحت پر استدلال فرمایا، ج ۲ ص ۳۶۶ میں فرمایا فلما اباحت
التمثيل بعد قطع رؤسها الذي لو قطع من ذي الروح لم يبق دل ذلك
على اباحت تصوير ما لا روح له وعلى خروج ما لا روح لمثله من الصور ما
قد نهى عنه في الآثار التي ذكرنا في هذا الباب، عینی علی البخاری ج ۱ ص ۲۲۲
میں امام طحاوی کا یہ ارشاد بصورت استفادہ مذکور و مقرر ہے نیز فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۱ میں ہے
ان كانت الصورة باقية الهيئة قائمة الشكل حرم وان قطعت الرأس
او تفرقت الاجزاء، نیز ج ۱ ص ۳۲۰ میں ہے لما قطعت الستر وقع
القطع في وسط الصورة مثلاً فخرجت عن هيئاتها اور یونہی قسطلانی
ج ۸ ص ۵۳۹ میں بھی ہے اور فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۲ میں ہے غیرت عن هيئاتها
ما يقطعها من نصفها او يقطع رأسها۔

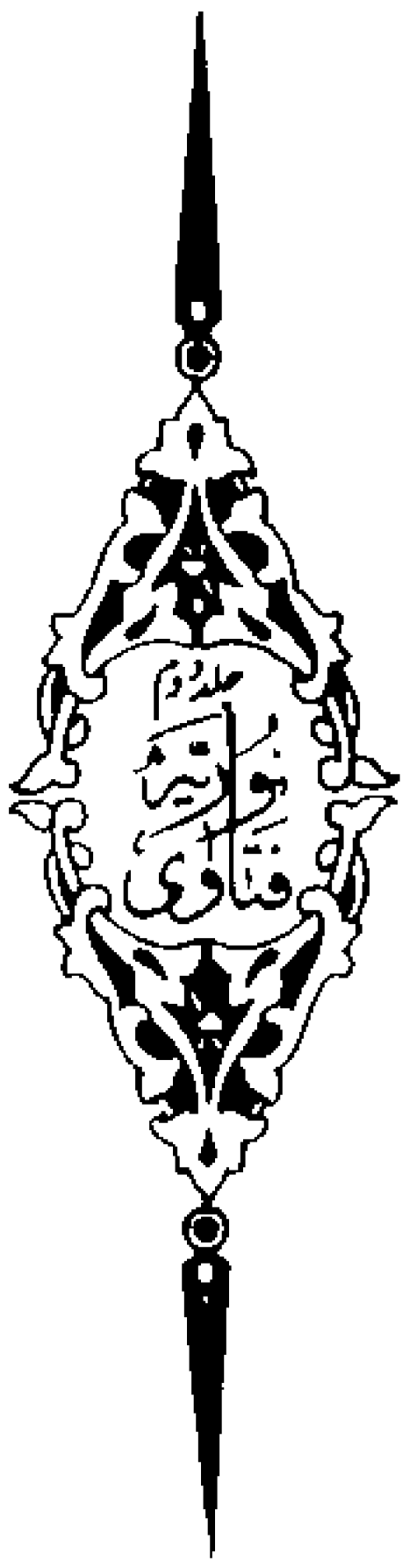
بہر حال ان ارشادات کی روشنی میں حج فرض وغیرہ کے لئے ایسے فوٹو کی اجازت ہے
جو جسم کے ایسے حصہ کا ہو جو صرف اتنا ہی زندہ نہ رہ سکتا ہو اور یہ حوازی اور دلائل سے بھی

عہ رقاہ ج ۸ ص ۳۳۰ میں ہے ثم الشجر ونحوه ما لا روح له فلا تقوم صنعة ولا التكسب به وهذا
مذهب العلماء الا انها اذا فاند جعل الشجرة المثمرة من المكروه ۱۲ من غفره



واضح ہو سکتا ہے مگر بغرض اختصار صرف اسی قدر پر اکتفا ہے۔

اس مسئلہ پر کافی شبہات پیش کئے جاتے ہیں جن کے ازالہ کے لئے کچھ اشارات اسی تحریر میں ہیں اور بعض کا دفع تصریحات سے بھی ہو رہا ہے، ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ بلا ضرورت فوٹو نہ کھینچوائے جائیں اگرچہ شجر و حجر کے ہوں، علمائے کرام کو کم لہو و لعب پسند نہیں، اشعة اللغات ج ۳ ص ۵۹۳ میں ہے و نزد محققین جملہ این باب بے کر لبتے نیست و داخل لہو و لعب و مالا یعنی است۔ اور یونہی مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۰۳ میں ہے و ان کان جملة هذا الباب مکروها و داخل فیما یلہی و یشغل بما لا یعنی ومع هذا اقول ان کان الجواب صوابا فمن الله ربی لوهاب وان کان خطا فمنی ومن الشیطن ولا حول ولا قوة الا بالله وحده لا شریک له وهو اعلم والیہ المرجع والمآب و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و علی الہ واصحابہ و بارک وسلم۔



قدوة الغیر البواخی محمد نور الشانسی غفرلہ
خادم دارالعلوم خنقیہ فریدیہ بصیر پوپہ ضلع ساہیوال
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ ، ۱۶

فائدہ فیض القدیر لیلناوی شرح جامع صغیر ج ۲ ص ۴۲۳ میں المصنوعون کی شرح میں ہے لصورة حیوان تام اور ص ۴۲۴ میں ہے و خرج بال حیوان غیرہ کشجر و بالتام مقطوع نحو رأس ممالا یعیش بدونه ۱۲ البواخی محمد نور الشانسی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زید میقات سے باہر

رہنا ہے اور کسی کاروباری غرض سے مکہ مکرمہ جاتا ہے جیسے ڈرائیور وغیرہ تو کیا اس پر عمرہ کرنا اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جانا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو ایسا نہ کرنے پر اس پر کیا جرم ہے؟ ذرا تفصیل سے باحوالہ جواب عطا فرمادیں، عین کرم ہوگا۔

السائل: محمد رحمت علی مدنی عنہ مال آباد مدینہ منورہ سعودیہ عربیہ ۲۸/۳/۱۴۳۸ھ



ایسے شخص پر مکہ شریف میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھنا ضروری ہے، مبسوط
مشرقی ج ۲ ص ۶۷ میں ہے لیس لاحد ینتہی الی المیقات اذا اراد دخول
مکة ان یجاوزها الا باحرام سواء کان من قصد الحج او القتال او
التجارة اور یونی ہلایہ ج ۱ ص ۲۳۵ اور بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۶۲ میں ہے وفتح القدیر
ج ۳ ص ۴۱ میں ہے ان جمیع الكتب ناطقة بلزوم الاحرام علی من قصد
مکة سواء قصد النسک اولا، اور اگر ایسا نہ کرے یعنی بلا احرام داخل ہو جائے
تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہو جاتا ہے، پھر اگر وہیں سے احرام باندھ لے تو اس پر دم لازم ہے
اور اگر میقات کی طرف لوٹ کر اس حج یا عمرہ کا احرام باندھے جو اس پر اس جرم کی وجہ سے
لازم ہو گیا ہے تو دم ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ بدائع صنائع وغیرہ کتب معتبرہ مذہب میں ہے
ولو جاوز المیقات یدید دخول مکة او الحرم من غیر احرام یلزم
اما حجة او عمرة لان مجاوزة المیقات علی قصد دخول مکة
او الحرم بدون الاحرام لما کان حراما کانت المجاوزة التزاما
للاحرام (الی ان قال) فان احرم بالحج او العمرة قصار لما علیہ من



ذلك لمجاوزة الميقات ولم يرجع الى الميقات فعلية دم الخ۔
اس مسئلہ میں بہت زیادہ تفصیل ہے جو معتبرات مذہبیہ میں مذکور ہے، آپنا سک
ملا علی قاری اور بہار شریعت میں بیانِ مواقیت اور باب جنایات میں دیکھ لیں یہ دونوں
کتا ہیں مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری نورہ ربہ ونصرہ کے پاس مدینہ منورہ میں ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ و کعبہ سیدی و سندی غوثی و غیاثی پیر طریقت رہبر شریعت

عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ اباجان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عاجزانہ گزارش ہے کہ آپ کا خادم آپ کی
خیریت نیک چاہتا ہے، صورتِ احوال یہ ہے کہ ہم کو دو مسئلہ کی ضرورت ہے، آپ
حنو مہربانی فرما کر ان سوالوں کا جواب ہمیں تحریر کریں، آپ کی عین نوازش ہوگی :
سوال نمبر ۱ یہ ہے کہ محمد کو ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ رکنِ بیانی کو بوسہ نہیں دینا چاہیے
تو پھر میں نے اس کو کہا اور محبت علی صاحب نے بھی کہا کہ رکنِ بیانی کو بوسہ دینا جائز ہے، وہ
مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہم کو کسی کتاب سے یا حدیث سے ثابت کریں جو مولوی صاحب
میں حنفی مذہب کے ہیں اور وہ مولوی صاحب گوجرانوالہ کا ہے۔

سوال نمبر ۲ یہ ہے کہ ہم کسی وقت میں تین یا چار طواف کر لیں تو اس کے نفل ایک ہی وقت میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۳ یہ ہے کہ جس وقت ہم نئے آٹھ تاریخ ذوالحجہ کو منیٰ کی طرف جانا ہے تو ہم نے طواف اور صغامردہ کی سعی کرنی ضروری ہے کہ نہیں؟

باقی عرض یہ ہے کہ جو غلطی ہم سے ہو چکی ہے اس کی مجھ کو معافی دے دیں آپ کی مہربانی ہوگی، جو غلطی ہوئی ہے وہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کی، وہ معلم کی وجہ سے ہو چکی ہے، اس کو کما حقہ مجھ کو جلدی کریں برائے مہربانی جواب جلدی سے ارسال کریں، انھوں کی کرم نوازی ہوگی۔

فقیر قطب دین، ابو نصر محبت علی صابری درحرم شریف مکہ معظمہ



عزیز القدران الحاجان قطب الدین والمحبۃ علی اجہما ربہما
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

طواف میں رکنِ بیائی کو بوسہ دینا جائز ہے اور سنت ہے، درالمختار ص ۶۲ میں ہے قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہو سنت ویقبلہ والدلائل تویدہ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۵۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح مرفوع حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الرکن الیمانی ووضع خده علیہ، اور فرمایا ہذا حدیث صحیح الاسناد اور علامہ سی نے بھی فرمایا صحیح۔ رہا کسی کا استدراک تو وہ صحیح حدیث کے سامنے مضحل ہے۔

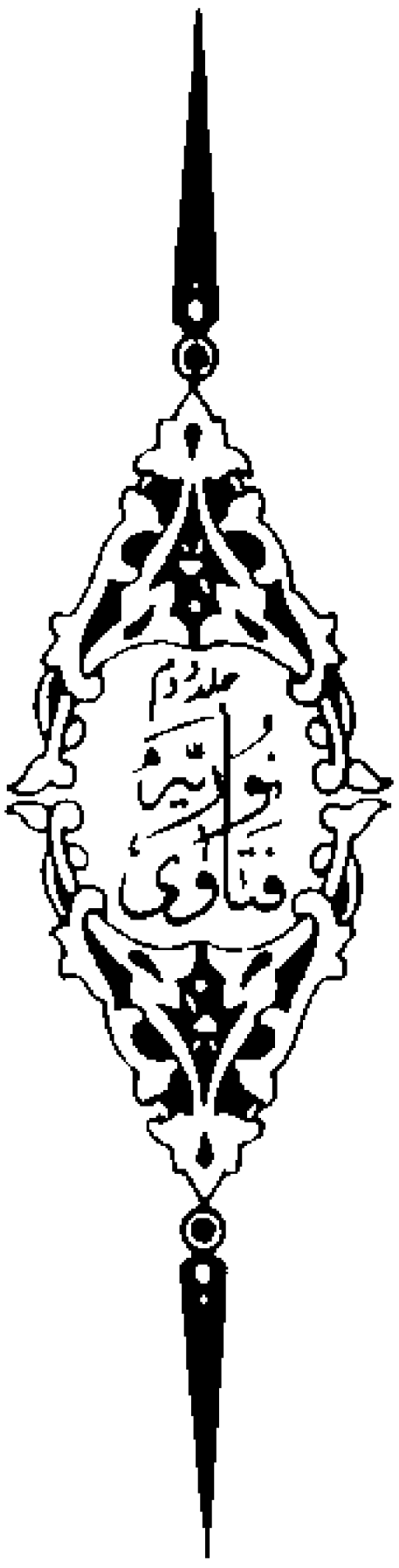


۲۔ تین یا متعدد طواف اکٹھے کئے جائیں تو ہر طواف کے بعد دو رکعتیں طواف کی ادا کرے اور دو یا تین طواف کر کے نماز سب کی اکٹھی ادا کرے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ وقت کراہت نہ ہو اور وقت کراہت میں بالاجماع مکروہ نہیں، شامی ج ۲ ص ۳۳۳ میں ہے بیکرہ عندہما الجمع بین اسبوعین او اکثر نیز اسی میں ہے والخلاف فی غیر وقت الکراہت اما فیہ فلا یکرہ بالاجماع، تو نماز عصر اور نماز فجر کے بعد تین یا زیادہ طواف جمع کر سکتا ہے اور جب وقت کراہت ختم ہو تو سب طوافوں کی نماز ادا کر سکتا ہے۔

۳۔ آپ متمتع ہوں گے تو آپ پر طواف اور سعی احرام حج کے بعد ضروری نہیں ہاں اگر نفلی طواف کر کے سعی کر لیں تو جائز ہے اور اس کا یہ فائدہ ہے کہ طواف زیارت کے ساتھ دوبارہ سعی واجب نہیں ہوگی، شامی ج ۲ ص ۲۶۹ میں ہے لیس علی لستمع طواف قدوم واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر الباقی محمد نور الشافعی غفرلہ

۲۶ رذی القعدة المبارک ۱۳۹۴ھ



نکاح

وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامَ مِنْكُمْ (النور: ۳۲)
”اور نکاح کرو جو تم میں سے بنے نکاح ہیں۔“

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي
فَلَيْسَ مِنِّي (ابن ماجہ)
”نکاح میری سنت ہے، جس شخص نے میری سنت پر عمل نہ کیا
وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔“

عبادات اسلامی یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے بعد اب کتاب الزکاح ملاحظہ فرمائیں۔ نکاح کا تعلق معاملات سے بھی ہے اور سنت نبوی کی تعمیل، محافظت نفس اور دیگر دینی مصالح کے پیش نظر یہ عبادت بھی ہے۔ اس لئے فقہاء کرام عبادات کے معابعد نکاح کے مسائل بیان کرتے ہیں۔-----

دو عبادتیں ایسی ہیں جو اہل اسلام میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک بدستور چلی آرہی ہیں اور جنت الفردوس کی ابدی زندگی میں بھی باقی رہیں گی :

ایک ایمان اور دوسری نکاح----- (درالمختار)

نسل انسانی کی بقا، فروغ اور دنیا کی رونق بحال رکھنے کے لئے انسانوں کی جنسی خواہشات کو ایک منظم اور باحیا طریقے سے پورا کرنے اور میاں بیوی کے درمیان وابستگی اور محبت و انس پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا نظام مقرر فرمایا۔۔۔۔۔

نکاح کے ذریعے مرد باپ اور عورت ماں بن کر معاشرے میں ارتقائی کردار اور بقاء نسل انسانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں، بچوں کی کفالت کی وجہ سے انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ محنت، کاوش، ہنر اور کسب کے نئے جذبے ابھرتے ہیں، جس سے ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔

شادی شدہ انسان کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، وہ معاشرہ سے الگ تھلگ نہیں

رہتا۔ اولاد کی شادیوں کی وجہ سے نئی نئی رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں اور یوں معاشرتی اور تمدنی زندگی میں اس کا وقار بڑھ جاتا ہے۔-----

نکاح کے ذریعے خواہشات نفسانی کا زور ٹوٹتا ہے اور انسان شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر پاکیزہ ہو جاتی ہے اور وہ بد کاریوں سے بچا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ له وجاء۔-----

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب من لم یستطع الباءة فلیصم)

”اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ اس سے نگاہیں نیچی اور شرم گاہیں محفوظ رہیں گی اور جس کو نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے۔“-----

مہر و نفقہ پر قدرت ہو تو نکاح کرنا حضور ﷺ کی سنت مؤکدہ ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی۔-----

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی فضل النکاح)

”نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ میرے طریقہ پر

نہیں ہے۔“-----

غلبہ شہوت اور اندیشہ گناہ کی حالت میں نکاح واجب ہے اور اگر گناہ میں ملوث ہونے کا یقینی

خطرہ ہو تو نکاح فرض ہے۔-----

بیوی کے نان و نفقہ اور دیگر حقوق کو پورا نہ کر سکنے کا خدشہ ہو تو نکاح مکروہ ہے۔-----

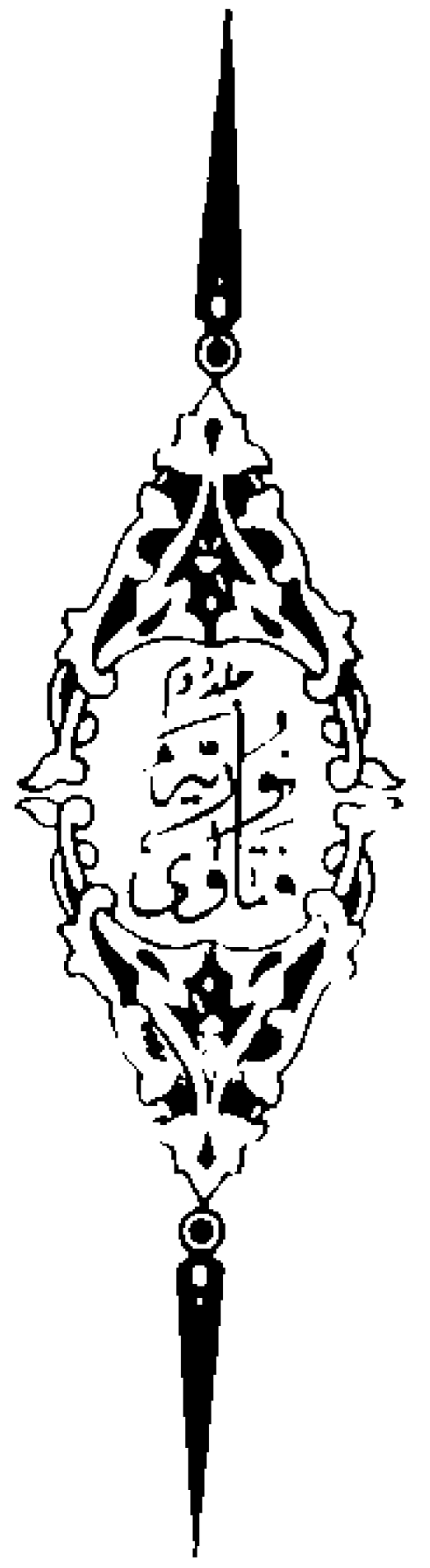
نکاح کا لغوی معنی ضم یعنی جمع ہونا اور ملنا ہے پھر اسے جماع اور عقد نکاح کے لئے بھی

استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں بھی ملنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔----- (درایہ حاشیہ ہدایہ)

اصطلاح شریعت میں نکاح ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعہ مرد اور عورت کا باہمی جنسی تعلق

جائز ہو جاتا ہے اور نتیجہ پیدا ہونے والی اولاد کا نسب صحیح قرار پائے گا۔-----

ایجاب و قبول نکاح کے رکن ہیں۔-----



شرائط نکاح

- ۱ بلوغ
- ۲ عقل ----- نابالغ اور مجنون کے نکاح کا اختیار ولی کو ہے -----
- ۳ گواہ ----- ایجاب و قبول دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ----- ہو

مستحبات

- ۱ نکاح علانیہ ہو -----
- ۲ مسجد میں ہو -----
- ۳ جمعہ کے دن ہو -----
- ۴ عادل گواہوں کے روبرو ہو -----
- ۵ نکاح سے پہلے خطبہ مسنونہ پڑھا جائے -----
- ۶ عورت کنواری اور مرد سے کم عمر ہو -----
- ۷ عمر میں مناسبت ملحوظ رکھی جائے، جوان لڑکی کا بوڑھے شخص سے نکاح نامناسب ----- ہے
- ۸ جس سے نکاح کا ارادہ ہو، اسے نکاح سے پہلے ایک نظر دیکھ لے یا کسی معتبر عورت کے ذریعے شکل و صورت اور اطوار و سلیقہ کے بارے میں تسلی کر لے تاکہ بعد میں کسی ناخوش گوار صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے -----

فتاویٰ نوریہ کی کتاب النکاح بہت مفصل ہے، یہ بارہ ابواب پر محیط ہے :

۱ باب الخطبہ

مشگنی اور پیام نکاح (اس باب میں نکاح فاسد، عائلی قوانین، جبری نکاح، رجسٹر میں اندراج کے بغیر نکاح اور گونگے کے نکاح وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے) -----



اس باب میں ۲۳ / استفتاءات کے تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

۲ باب المہر

نکاح کے باب میں ایک اہم چیز مہر ہے۔ تفصیلی تعارف باب المہر کے آغاز میں ملاحظہ کریں۔۔۔۔۔

باب المہر میں تین استفتاءات شامل ہیں۔۔۔۔۔

۳ باب الشغار

ایک عورت کے عوض دوسری عورت کا مالی طور پر مہر کے بغیر نکاح، یعنی ایک شخص نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس سے کر دیا اور ہر ایک کا مہر دوسرے کے نکاح کو قرار دیا اور اس تبادلہ کو ہی مہر کے قائم مقام سمجھا جائے، شرعاً اس کی ممانعت ہے (آج کل کے مروجہ سٹہ کا نکاح جائز ہے، کیوں کہ اس میں مہر مقرر کیا جاتا ہے، لہذا اسے شغار قرار نہیں دیا جاسکتا)۔۔۔۔۔

اس باب میں تین استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

۴ باب المحرمات

وہ عورتیں جو ہمیشہ ہمیشہ حرام ہیں اور حرمت کی بنا پر عقد نکاح میں نہیں آسکتیں۔۔۔۔۔
یہ باب ۲۸ / فتوؤں پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔

۵ باب الجمع بین المحارم

ایسی دو قرابت دار عورتوں کا نکاح میں جمع ناجائز ہے کہ ان میں سے جس کسی کو بھی مرد تصور کیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح حرام ہو۔ چنانچہ ایک شخص کے لئے دو بہنوں یا پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو اپنے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔۔۔۔۔
اس باب میں ۱۳ / فتوے درج ہیں۔۔۔۔۔



۶ باب حرمة نکاح المحصنات

نکاح پر نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔

اس باب میں سات افتاء ہیں۔۔۔۔۔

۷ باب نکاح المعتدات والحوامل

حاملہ اور عدت گزارنے والی عورتوں کا نکاح منع ہے۔۔۔۔۔

اس باب میں ۲۶ / استفتاءات ہیں۔۔۔۔۔

۸ باب المصاہرہ

سرالی رشتے۔۔۔۔۔ نکاح کے علاوہ زنا کے سبب بھی بعض صورتوں میں دائمی حرمت لازم آجاتی ہے۔ اس باب میں ۲۴ / فتوے ہیں جن میں حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا یہ رسالہ بھی شامل ہے :

”حرمة المصاہرة ترفع المناکحة“۔۔۔۔۔

۹ باب الرضاع

جورشتے نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہیں رضاعت (دودھ پینے) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں (رضاعت کو اکثر کتب فقہ میں مستقل کتاب کی حیثیت دی گئی ہے البتہ صاحب درالمختار نے اسے کتاب النکاح میں باب کے طور پر شامل کیا ہے، فتاویٰ نوریہ کے مرتب اول حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا)۔۔۔۔۔

یہ باب بیس استفتاءات پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔

۱۰ باب الکفو

کفو (ہم سری و برابر) یعنی وہ شخص مذہب، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور تمول میں ہم سر ہو۔ جو شخص ان امور میں عورت کے جوڑ کا نہ ہو وہ ”غیر کفو“ کہلاتا ہے۔۔۔۔۔



اس باب میں سات فتوے درج ہیں۔۔۔۔۔

۱۱ باب الولی

وہ عاقل بالغ مسلمان، جسے شرعی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زیر نگرانی لڑکی کا نکاح کر سکے۔ (یعنی وہ عصبہ بنفسہ ہو، اگر عصبہ موجود نہ ہو تو پھر ذوی الارحام کو نابالغہ کے نکاح کا حق حاصل ہو گا)۔۔۔۔۔

اس باب میں ۳۸ / استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

۱۲ باب خیال البلوغ

باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دے تو نابالغ یا نابالغہ کو بالغ ہوتے ہی یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ نکاح رد کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔
یہ باب پانچ فتوؤں پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔
مجموعی طور پر کتاب النکاح میں ۱۹ فتوے ہیں، جن کے ضمن میں سینکڑوں مسائل کے تحقیقی جوابات آگئے ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



خطبہ (پیغامِ نکاح)

کتاب النکاح

باب الخطبة

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ زید کے پاس بکر
ایک مولوی صاحب اور چند اشخاص بمعہ اپنے لڑکے کے لایا، زید نے یہی سمجھا کہ لڑکی کا رشتہ
طلب کرتے ہیں تو رسم منگنی ادا کرنے آئے ہیں اور نکاح کے متعلق زید مذکور نے اجازت
نہیں دی اور لڑکی اس وقت قریباً ۹ سال کی نابالغ تھی مگر مولوی صاحب مذکور نے
کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ دیا اور کہا کہ نکاح ہو گیا اس لئے کہ جب زبانی کہہ دیا جائے اور
رسم منگنی کر لی جاوے تو نکاح ہو جاتا ہے تو دریافت طلب یہ ہے کہ کیا ایسی صورت
میں بلا ایجاب قبول و بلا اجازت نکاح صرف منگنی سے ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا۔
سائل: محمد دین ولد ابراہیم ساکن تھوکی



اگر حقیقت حال واقعی یہی ہے کہ زید والد لڑکی نابالغہ نے اجازت نکاح نہیں دی
اور ایجاب و قبول نہیں ہوا تو نکاح قطعاً نہیں ہوا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱ میں ہے واما رکنہ
فالايجاب والقبول نیز ص ۳ میں ہے ولا ینعقد بالتعاطی کذا فی
النهاية۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ
على حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البر الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ زید نے اپنی
سات سالہ لڑکی عمرہ کے اڑھائی سالہ لڑکے کے ساتھ حسب دستور زمانہ منگنی کر دی اہل مجلس
بھی یہی سمجھتے رہے کہ منگنی ہے، ایجاب و قبول بالکل نہیں ہوا، اب زید لڑکی بوجہ نزاع لڑکے
کو نہیں دینا چاہتا اور عمر و کتنا ہے کہ میرے لڑکے کا نکاح ہے۔ کیا واقعی وہ منگنی نکاح
بنے گی یا نہیں؟

سائل: محمد دین ولد صلا از چک ۱۵/۵۳۔ ایل ڈاک خانہ چک ۵۸/۵۱ ایل





منگنی اور ہے اور نکاح اور، لہذا امر و کا دعویٰ غلط ہے بشرطیکہ سوال صحیح ہو بحر الرائق
در المختار میں ہے والنظم من البحران كان المجلس للوعد فوعدا حالانکه بیان
تو ایجاب و قبول ہوا ہی نہیں تو نکاح کیسے ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ
على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ حاکم علی نمبر دار و ممبر موضع جنگل پر پانند کا بیان ہے
کہ جو شخص فرما دیں صحیح درست ہے، برائے مہربانی فرما کہ فقہ جو تو دیں یوں کہ لڑکی کی عمر تقریباً
آٹھ نو سال کی تھی جس وقت دعا خیر کی تھی، اس کے بعد لڑکے کو آج مرض ضیائی نس کی ہے،
لڑکی آج ۲۴، ۲۵ سال کی عمر ہے اور آپ کے پاس مولوی غلام نبی بھی بھیجا جا رہا ہے، یہ بھی آپ

کے حاضر ہے۔ السلام علیکم

دستخط حاکم علی نمبر ۱۲۱۲ کو مولوی غلام نبی صاحب قریشی امام مسجد پرمانند نے علفیہ بیان کیا کہ
میرے سامنے مسٹی محمد دین قوم میں کے گھر اس کی لڑکی مسماۃ شریفیاں کے رشتے کے متعلق محمد دین
نے وعدہ کے طور پر کہا تھا کہ میں نے لڑکی دی اور نکاح بالکل نہیں کیا گیا اور نہ ہی نکاح کرنے
کے متعلق کسی نے ذکر کیا۔ حسب رواج اس وعدہ پر ہم نے دعائے خیر کر دی اور نہ ہی بعد ازاں
آج تک نکاح کیا گیا ہے تو کیا اس لڑکی کا نکاح شرعاً اور جگہ ہو سکتا ہے یا وہ پہلا وعدہ ہی
نکاح بن گیا؟ نیز چونکہ اس لڑکے کو ذیابیطس اور سودا ہو گیا ہے اور لڑکی بھی ۲۳، ۲۴ سال
کی ہو چکی ہے اور عاقلہ بالغہ ہے تو وہ اس بیمار لڑکے کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامند نہیں
تو شرعاً کیا حکم ہے؟ یہ بیان میرے روبرو مسجد دارالعلوم میں اور پھر دوبارہ دارالعلوم میں
ابوالخیر محمد نور الدینی مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع منٹگمری تعلیم خود ۲۴
دستخط امام مسجد غلام نبی تعلیم خود، العبدی امام علی ولد جمال دین ساکن بامبالا کے دستخط
نشان انگوٹھا مسٹی محمد دین والد لڑکی مذکورہ



اگر صورت سوال واقعی یہی ہے کہ مسٹی محمد دین نے وعدہ کے طور پر کہا تھا اور اسی
وعدہ پر دعائے خیر بھی کی گئی تو وہ نکاح نہیں ہوا، شامی ج ۲ ص ۶۹ میں ہے فان
قامت القرینۃ علی عدمہ لا ینعقد نیز ص ۳۰ میں ہے لا بد فی
کنایات النکاح مع النیت من قرینۃ الخ ہاں اس میں شک نہیں کہ وہ وعدہ
نکاح ہو گیا اور بلاشبہ وعدہ کا پورا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے مگر چونکہ اب لڑکی عاقلہ بالغہ

ہو چکی ہے اور نہیں مانتی تو باپ شرعاً مجبور ہو گیا کہ عاقلہ بالغہ لڑکی پر باپ جبر نہیں کر سکتا، یہ
شرعیّت پاک کا حکم ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا یجوز نکاح احد
علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا
کانت او ثیباً لہذا اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شرعیّت جہاں مناسب سمجھیں
کر سکتے ہیں، قرآن کریم میں ہے وانکحوا الایامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و
صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

۲۴/۱۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا
رشتہ دو گواہوں کے سامنے بکر کو دینے کا وعدہ کیا تھا، زید فوت ہو چکا ہے، اب اس
کی لڑکی بالغ ہے بکر اس کا نکاح اپنے ساتھ سابقہ وعدہ کے مطابق کرنا چاہتا ہے مگر
لڑکی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے، کیا لڑکی کا دوسری جگہ نکاح ہونے میں کوئی امر مانع
ہے؟ جواب سے مشکور فرمایا جائے۔

العبد : امیر الدین ازچک نمبر ۶۲/۵



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے کہ زید نے صرف وعدہ کیا اور نابالغ لڑکی کا نکاح بکر کو نہیں دیا تھا اور فوت ہو گیا تو لڑکی بالغ ہونے کے بعد خود مختار ہے اپنی مرضی سے حسب دستور شرع مطہر بکر کے سوانکاح کر سکتی ہے، زید کا وعدہ زید کے ساتھ گیا، قرآن کریم نے فرمایا لا تزنا ذر اخریٰ اور حدیث پاک میں ہے الایم احق بنفسها۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ ردی القعدة المبارک ۱۴۲۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی اور لڑکا ہر دونوں بالغ ہیں، لڑکی کا والد اور اس کا چھوٹا برادر زل کر جسٹرنکاح خوانی پر اندراج پورا کر لیا، گواہ بھی کوئی موجود نہیں اور نہ لڑکا، نہ اس کا باپ موجود ہے۔ وہ کام اندراج کا تو کر لیا اور ایجاب و قبول کسی نے خیال نہ کیا، وہ کتاب (یعنی کتاب نکاح) پنجویں یا ستویں (روز) لڑکے کا باپ سے گیا اور اپنے لڑکے کا دستخط بھی کر لیا، کیا وہ نکاح روا ہے یا نہیں؟

السائل : فخر الدین بقلم خود





صورت مندرجہ سوال میں نکاح نہیں ہوا کہ ایجاب وقبول رکن نکاح ہیں اور کوئی شے ارکان کے سوا موجود نہیں ہو سکتی، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۸۱ ہے واما رکنہ فالایجاب والقبول کذا فی الکافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ انتہ واحکم وصلى الله تعالى على حبيب والہ و صحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی فوت ہوا حالانکہ اس کی عورت کو حمل تھا جو خشک ہو چکا تھا جواب تک اس کے پیٹ میں موجود ہے، متوفی کے وارثوں نے چار ماہ دس دن گزار کر اس عورت کا نکاح متوفی کے بھائی کے ساتھ کرنا چاہا تو عورت نے بالکل انکار کر دیا تو چند آدمیوں نے اس کو پیٹنا شروع کر دیا، جب تک اس عورت کو ہوش رہی تو اپنی زبان سے انکار ہی کرتی رہی اور وہ پیٹتے رہے۔ اس کے بعد اس کو کوئی خبر نہیں جب ہوش میں آئی تو پیٹنے والوں نے کہا کہ تیرا

نکاح کر دیا ہے اور انگوٹھے بھی لگا دئے ہیں۔ وہ عورت برابر انکار ہی پر ہے۔ کیا یہ نکاح
شرعیہ کی رُو سے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: محمد حسن ازمنگا بھٹی، ال تحصیل دیپالپور ضلع ننکمری مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ



اگر سوال صحیح و درست ہے کہ اس عورت کے پیٹ میں حمل موجود ہے گو خشک ہو چکا
ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، چار ماہ دس دن سے پوری نہیں ہوتی، قرآن کریم میں
ہے واولات الاخمال اجلھن ان یضعن حملھن اور جب عدت موجود
ہے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور اگر بالفرض عدت پوری ہو چکی ہوتی تو اس صورت میں تب
بھی یہ نکاح محض ظلم و ستم کے سوا شرعاً کوئی نکاح نہیں کہ بیوہ عورت جب تک زبان سے
ایجاب یا قبول نہ کرے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا، ایسا پیغام نکاح اور پھر مارنا پیٹنا، جبراً انگوٹھے
لگانا یہ سب ظلم ہی ظلم اور محض حرام ہے، جو لوگ اس ظلم میں شریک ہوئے وہ سب
ستم کار مستحق غضب جبار و قہار اور مستوجب عذاب نارہنے، ان پر فرض ہے کہ
سچے دل سے توبہ کریں اور اس عورت کو راضی کریں اور معافی مانگیں۔ ان کے کئی
زبردست گناہ ہیں جن سے توبہ فرض ہے۔ یہ کافروں کا طریقہ تھا کہ وارث مال کی طرح
متوفی کی بیوی کے بھی وارث بن جاتے تھے اور جبراً نکاح کر لیتے یا جس طرح چاہتے
کرتے، حضرت رب العالمین جل و علا نے اس کو سخت حرام کر دیا اور منع فرما دیا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ زینب جو کنواری لڑکی بالغ ہے اور اس کا حقیقی وارث بھی موجود ہے اور بغیر اطلاع وارث کے اور بغیر مرضی لڑکی زینب کے دور کے رشتہ دار نے ڈرا دھمکا کر رعب دے کر مار پیٹ کر کلمات نکاح پر مجبور کیا اور لڑکی مسماۃ زینب کو بہت مار کر کلمات نکاح کہلائے پر کلمہ باری کا سایہ دیکر کہا تو کہہ کہ میں نکاح کرتی ہوں، اس نے کہا میں نہیں کہتی اور مکان میں قید کیا اور پھر مارا اور اس نے نہ مانا اور انہوں نے مشہور کیا کہ ہم نے نکاح کر لیا ہے اور وارث حقیقی کو پتہ چلا اور وہ گھر لے آیا۔ کیا یہ نکاح شرعاً ہو گیا ہے یا کہ نہیں؟ جواب دیجو ثواب دارین حاصل کریں۔

السائل: احمد دین چک انامیں قوم بھدر و ضلع منٹگمری ۱۳۶۱



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ کوئی نکاح نہیں بلکہ محض ظلم اور زیادتی ہے، نکاح

کے رکن ایجاب و قبول ہیں اور جب لڑکی انکار کرتی رہی ہے تو رکن نہ پایا گیا تو نکاح کیونکر ہوا؟ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱ میں ہے واما رکنہ فالایجاب و القبول کذا فی الکافی۔ الحاصل ایسے بناوٹی نکاح کا شرع پاک میں کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کو نکاح کہنا ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والدہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ مریم عاقلہ بالغہ بیوہ صدر دین کا نکاح جبراً اس کے انکار کی صورت میں کیا گیا ہے حالانکہ مسماۃ مذکورہ انکار کے سوا کوئی لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو مسماۃ مذکورہ اپنی رضا سے نکاح جدید کر سکتی ہے یا نہیں؟
السائل: نور محمد از کھڑیاں ۱۱/۱۲



اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح جبراً قطعاً نہیں ہوا کہ مسماۃ مریم عاقلہ بالغہ



بیوہ ہے تو اس کی صاف اجازت یا ایجاب و قبول کے سوا نکاح نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وہ صاف انکار کرتی رہی ہے اور جب وہ نکاح نہیں ہوا تو اپنی رضا و رغبت سے حسب دستور شرع مطہر اب نکاح کر سکتی ہے، تمام کتب مذہبیہ میں یہ صاف مصرح ہے ومن اعمی الخلاف فعلیہ البیان بالبرہان۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله واصحابه وبارک وسلم۔

صوہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۴ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

سائلہ مظہر کہ اس نے نکاح کی اجازت نہیں دی بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ یہ میرا لڑکا ہے میں اس کے ساتھ نکاح نہیں کرتی اور پھر انگوٹھا بھی نہیں لگایا، مسمیٰ امین وٹو کہتا ہے کہ ہم نے نکاح کر دیا ہے، کیا اس طرح نکاح ہو جاتا ہے حالانکہ سائلہ اب تک انکاری ہے اور نکاح پسند نہیں کرتی۔ سائلہ ہمسماہ سرداراں بیوہ شاہ محمد وٹو امیر کے کا از کھوتی پو، ۲۹ شوال ۱۴۰۲ھ



اگر سائلہ کا بیان صحیح ہے تو یہ کوئی نکاح نہیں ہوا وذا ظاہر من جمیع

اسفار المذهب ومن ادعی الخلاف فعليه البيان - والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله واصحابه وبارک وسلم -

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

۲۹ شوال ۱۴۴۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں، سردار ان دختر کرم الہی کا نکاح سردار ولد متعلی سے رد بروگواہوں کرنے کی از حد کوشش کی گئی، لڑکی بالغ تھی اور اس کا والد فوت ہو چکا تھا، لڑکی اس نکاح میں ناخوش تھی، نکاح خواں نے نکاح پڑھانے کی از حد سعی کی مگر لڑکی انکار کرتی رہی اور روتی بھی رہی، بالآخر مجبوراً چند آدمیوں کے مشورہ سے میٹھورہ کر دیا گیا کہ نکاح پڑھا دیا گیا ہے، کوئی ایجاب نہیں کرایا گیا، بعد نکاح لڑکی اپنے بھائی کے پاس ہی رہی، سردار کی ازدواجیت میں بھی نہ گئی، اب بھی جانے سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نکاح ہی نہیں پڑھا اس لئے میں اس کی زوجیت میں جانے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ برائے مہربانی از روئے تشریعت اسلام حذب الاحناف مسئلہ کی وضاحت فرمائی جاوے۔

العبد: علی احمد سربراہ نمبر ۲۸/ فور ایل

تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری





اگر سوال صحیح ہے کہ لڑکی بالغہ بالکل انکار کرتی رہی ہے اور نکاح قطعاً نہیں پڑھا اور صرف چند لوگوں نے بطور خود مشہور کر دیا کہ نکاح ہو گیا تو واقع میں یہ نکاح نہیں ہوا اور نہ ہی وہ لڑکی شرعاً اس لڑکے کی بیوی ہے اور نہ ہی وہ لڑکا خاوند ہے وذا ظاہر جدا من ان یمظہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صلى الله تعالى على خير محمد نور الله تعالى غفرله

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک عورت کا زبردستی نکاح کیا گیا، وہ عورت انکار کرتی رہی کہ میں اس کے ساتھ نکاح نہیں کرتی، اس کے ساتھ میری کٹ نہیں ہوتی مگر مرد کو کھلے پڑھ کر زبردستی نکاح بنایا گیا تو اس پر عورت نے اس مرد سے کہا کہ آماں چلئے، کہاں سونا بیٹھنا ہے اور پھر اسی رات اس مرد سے بھاگ کر ایک شخص کے پاس چلی گئی جس کے ساتھ نکاح کی خواہش مند تھی، کیا وہ زبردستی نکاح ہو گیا یا نہیں؟



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح ہرگز ہرگز نہیں ہوگا کہ شرائط نکاح سے عورت کی رضا بھی ہے، اس صورت میں عورت نکاح سے پہلے اور بھیجے انکار ہی انکار کرتی رہی تو نکاح کیسے ہوا؟ والمسئلة مصرحة بها في جميع معتبرات المذاهب. والله تعالى اعلم وعلم سجل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيب واله وبارك وسلم.

عزوه الغفير البواخير محمد نور الشانعي غفرله

الاستفتاء

تصدیق کی جاتی ہے کہ بوقت خواندگی نکاح مسماة رحموں دختر فتح دین سرائی سکھ اقبال پورہ داخل مصطفیٰ آباد باجارت فتح الدین والد مسماة رحموں نکاح شروع کیا گیا، ایجاب قبول کے وقت لڑکی (مسماة رحموں) نے کلمہ نکاح پڑھنے سے صاف انکار کیا اور اس نے کوئی کلمہ نکاح نہیں پڑھا بلکہ وہ گڑ جو برائے تقسیم مجلس تھا دور پھینک دیا تھا۔ لڑکی

سمجھ دار اور عاقل ہے، علمائے دین جس طرح حکم فرمائیں۔ والسلام
 مولوی احمد الدین قاضی نکاح خواں
 عبد الرحمن شہر ملک شاہ
 دستخط (احمد دین)
 حاضر مجلس نکاح مذکورہ بقسم خود
 گواہ شد فتح الدین ولد بہادر ٹھاپی حاضر مجلس
 (نشان انگوٹھا)

سائل نے زہانی بیان کیا کہ لڑکی بالغہ تھی اور عاقل سے مراد یہی ہے لہذا فتوے میں لفظ بالغہ زیادہ کیا گیا اور اس پر یہ حکم ہے ۱۲ ابو الخیر غفرلہ



نکاح مذکور صحیح و نافذ نہیں کہ عاقلہ بالغہ پر کوئی جبر نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیراذنہا بکراکانت او ثیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الشاذلی نعیمی غفرلہ

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جوان لڑکی کے نکاح کے وقت

اجازت طلب نہیں کی گئی اور خاوند کے گھر پہنچ گئی، راضی ہو کر ایک مہینہ رہی، ایک مہینہ کے بعد اس لڑکی نے کہا کہ مجھ سے اجازت نہیں طلب کی گئی، کیا نکاح ہو گیا ہے یا نہیں؟ بیوا
توجہ روا۔

اساؤل: مولانا ابوالوفاء منظور احمد مدرس مدرسہ عربیہ کائنات ملتان سے لائسن اوکارتھ



اگر وہ جوان لڑکی عاقلہ غیر عاقلہ بنفسہا ہے اور اس نے قبل از وقت نکاح
بلا استیذان یا استیذان پر اذن نہیں دے رکھا تھا اور ایسے ہی وقت نکاح بلا استیذان
بھی اذن نہ دیا ہو تو وہ نکاح نکاح فضولی ہوا جو لڑکی کی اجازت پر موقوف تھا اور مذہب
حنفی میں اسے باطل جانتا، محض جہالت باطلہ و فضول ہے، وقایہ، تنویر الالبصار، در المختار
کنز الدقائق، بحر الرائق، ہندیہ، خیرہ میں ہے والنظم للہملى والاھل عندنا
ان نکاح الفضولی موقوف لا باطل، تو اگر لڑکی نے بعد از علم نکاح جائز کر دیا
کہ صراحتہ کہہ دیا کہ مجھے پسند ہے یا کوئی اور ایسا قول یا فعل کیا جو دال بر رضا ہو یا لڑکی کنواری
ہے اور سکوت کیا تو جائز و نافذ و لازم ہو گیا اور شوہر کے گھر جانے پر راضی ہو کر ایک
ماہ رہنے سے رضا نمایاں ہو رہی ہے۔ بدائع صنائع اور فتاویٰ عالمگیری چھل میں ہے
والنظم من الھندیۃ لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل
من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او شیافان فعل ذلک
فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جائز وان ردت بطل
کذا فی السراج الوھاج۔ نیز انہی میں ہے والنظم منها وثبت الاجازۃ



لنکاح الفضولی بالقول والفعل كذا في البحر الرائق. انہی میں سے بنظمها
 كما يتحقق رضاها بالقول كقولها رضيت وقبلت واحسنت واصبت
 بآرك الله لها ولنا ونحوه يتحقق بالدلالة كطلب مهرها ونفقها
 وتمكينها من الوطئ وقبول التهنة والنفقة ^{بالسور} ممن غير استهزاء كذا
 في التبیین، نیز ان دون ^{یك} والنظم لسلک العلماء وان كانت بکرا
 فان رضاها يعرف بهذين الطريقين وبثالث وهو السكوت، اور گو
 حکم یہ ہے کہ پہلے رد کردہ تو بعد کی اجازت معتبر نہیں، بحر الرائق میں ہے بخلاف ما
 لو بلغها العقد فردت شذ قالت رضيت حيث لا يجوز لان العقد
 بطل بالرد مگر زن و شوئی تعلقات کے باہمی ایک ماہ راضی رہنے کے بعد اب صرف
 لڑکی کا دعویٰ عدم طلب اجازت تو کیا دعویٰ انعدام نفس اجازت پر اگر شہادتیں بھی پیش کریں
 تو مقبول نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام نے تو صرف ایک مرتبہ فعل بالرضا پر بھی یہی حکم لگایا ہے
 مبسوط، فتاویٰ قاضیخان، فتح القدیر، بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنظم
 للإمام الحسن ان كان الزوج دخلها طوعا لم تصدق في دعوى
 الرد۔ ہندیہ کی تعلیل بایں الفاظ ہے لان التمكين بمنزلة الاقرار بالرضا
 ولو اقرت بالرضا شذ ادعت الرد لا يصح دعوتها ولا تقبل بينهما
 فكذا هذا كذا في المحيط انتهى ولا فرق بين البكر والشيب
 في التمكين والدخول كما مر۔

ہاں اگر یہ جانا اور رہنا مجبوری ہو تو اور حکم ہے، امام قاضی خان وغیرہ کا ارشاد
 ہے وان كان دخل بها كرها صدقت في دعوى الرد، اور اگر وہ نکاح
 لڑکی کے ایسے اذن سے ہوا جو بلا استیذان وقتی تھا یا لڑکی نے خود عقد کیا تو ابتداء ہی
 لازم و نافذ ہوا وذا اظهر من ان يظهر اور اگر مجبوزہ تھی تو اس کے احکام بھی غیر مخفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الہ واصحابہ بارک وسلم

عقدہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ

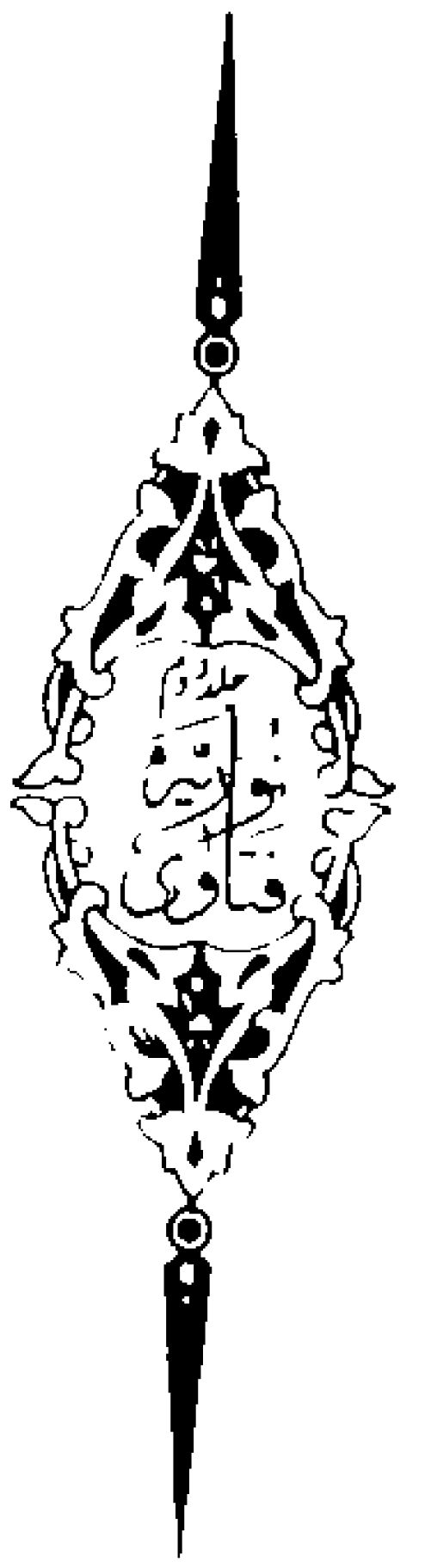
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہندہ یتیم نابالغ کا نکاح
بلا اجازت ولی شرعی کے بایں صورت کیا گیا کہ فقط ہندہ کی والدہ کا انگوٹھ بلا رضا لگوا یا، آیا
یہ نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

سائل: سندھ ماچھی از موضع اوان کلاں مورخہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ



اگر صورت مسئلہ صحیح اور واقعی ہے تو ہندہ کا نکاح قطعاً نہیں ہو کہ نابالغ و بالغہ
کا نکاح بلا اجازت ولی نہیں ہو سکتا اور عصبیت کے موجود ہونے کی صورت میں والدہ
ولی نہیں بن سکتی و ذالبین من ان یبین اور لطف تو یہ ہے کہ صورت مسئلہ کا محض نام
یہ نام ہے حقیقتہً نکاح قطعاً حتماً نہیں کہ نکاح شرعاً ایجاب قبول کے بغیر منعقد ہو ہی نہیں
سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰ وغیرہ میں ہے اما رکنہ فالایجاب والقبول
اور ایجاب و قبول تلفظ کا نام ہے۔ اسی فتاویٰ ہندیہ میں ہے والایجاب مایتلفظ



به اولاً من اى جانب كان ^{والقول} بجواب هكذا فى العناية تو محض انگوٹھا اگر چہ
رضا و رغبت سے خود ولی شرعی لگا دے کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ والدہ
صورت مسئلہ ولی شرعی بھی نہیں اور وہ بھی بلا رضا لگا دیتی ہے واللہ ورسولہ اعلم جل
جلالہ و عمنوالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

حررہ ابو الخیر محمد نور اللہ ایمنی غفرلہ بیدہ

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

الاستفتاءات

(سوالات من جمعیۃ العلماء پاکستان)

حضرات علمائے کرام و عمائدین ملت، السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!
آپ کے علم میں ہوگا کہ پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمیٰ ایم ایل نے ایک بل بابت تھدی تعداد از دواج
پیش کیا ہے، یہ بل ہماری نظر میں مداخلت فی الدین کے مترادف اور اکثر خلاف شرع ہے بل کے
مسودہ کی نقل بھی حاضر ہے، بغور ملاحظہ فرمائیں، ہم نے اس بل سے چند سوالات اخذ کر کے
جمع کئے ہیں، براہ کرم اول فرصت میں مع حوالہ فتوے مرتب کر کے ایک کاپی سپیکر
پنجاب اسمبلی اور ایک کاپی مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان کے دفتر میں ارسال کر کے
ممنون فرمائیں :-

۱۔ (ا) از روئے شرع چار عورتوں سے بیک وقت انعقادِ نکاح بغیر کسی قید خارجی کے صحیح ہو سکتا ہے؟

(ب) اگر صحیح ہو سکتا ہے تو از روئے سیاست شرع کس حد تک قیود گوارہ کی جا سکتی ہیں؟

(ج) کیا کسی جج یا جسطریٹ کو شریعتِ مطہرہ اس امر کی اجازت دیتی ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کے لئے ڈگری دے سکے؟

۲۔ (ا) بالفرض بعد حصولِ اجازت ایک سے زیادہ شادیاں کر لے تو منکوحہ اول محبانہ ہو سکتی ہے کہ طلاق یا افتراق کا مطالبہ کر سکے؟

(ب) اگر طلاق یا افتراق کے لئے کسی عدالت میں مرافعہ کرے تو عدالت کے فیصلے سے نکاح کر دینے سے عورت خود مختار ہو سکتی ہے؟

۳۔ بوقتِ نکاح ایسی شرط لگانا کہ دوسری شادی ہرگز نہ کرے جائز ہے؟

۴۔ (ا) اگر شوہر نے طلاقِ الاحسن کے سوا کوئی اور طلاق دی تو کیا شرعاً کسی کو حق ہے کہ ان کو ناقابلِ قبول اور ناجائز سمجھے اور یہ کہ الاحسن کے سوا طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(ب) طلاق کے جائز یا ناجائز تصور کرنے کے فیصلے کے لئے کسی قانونی عدالت سے

ڈگری حاصل کرنا کہ طلاق بوجہ حسن دی گئی ہے اور اس کے لئے معقول وجوہ کار فرما

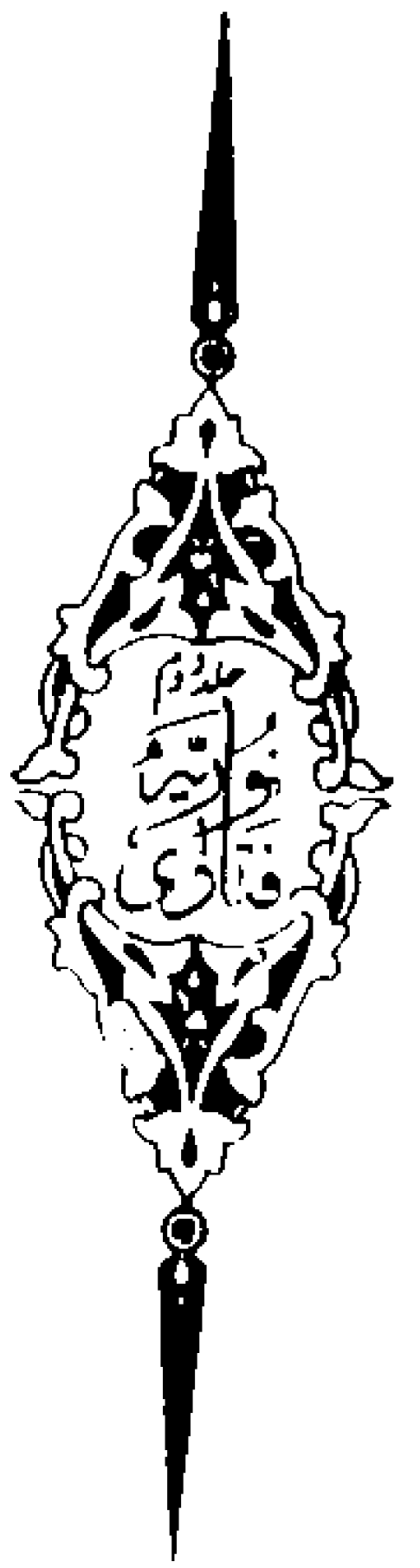
قضیں نیز شوہر نے اپنی مطلقہ بیوی کو معجل یا غیر معجل زمرہ رور عورت کے ایام کے لئے

نان و نفقہ ادا کر دیا ہے اور اس کی تمام جائداد واپس کر دی ہے وغیرہ کی شرط

لگانا صحیح ہو سکتا ہے؟

(ج) بالفرض وجوہ مذکورہ ضمیمہ ب قانونی عدالت میں صحیح نہ ہو سکیں اور حقیقت میں شوہر نے

طلاق دے دی ہو تو عدم ثبوت وجوہ مذکورہ کی بنا پر طلاق کا عدم قرار دیا جاسکتا ہے؟



(د) ایک ہی نشست میں طلاق کے تین بار اعلان کو، جن کو بالاتفاق طلاق البدعتہ کہا جاتا ہے، اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

۵۔ قانونی عدالت میں ثبوت دعویٰ کے سلسلہ میں اخراجات مقدمہ کی ڈگری مدعا علیہ سے وصول کرنا یا جج کا فیصلہ دینا صحیح ہے؟

غلام معین الدین نعیمی، نائیب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور



۱۔ ہاں یقیناً ہو سکتا ہے اجازت عامہ ربانیہ احل لکم ما وراء ذلکم (پ ۱ ع ۱) کا یہی تقاضا ہے اور مرد اس انتخاب اختیار میں قیود خارجہ سے آزاد ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع (پ ۱ ع ۱۲) کا یہی معنی ہے اور یہ بھی یہ حق فطری کہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً (پ ۱ ع ۱۶) کا لام لکم افادۃ استحقاق میں خلق لکم ما فی الارض (پ ۱ ع ۳) کے لام لکم کے ماثل و مضامی ہے اور یہی استحقاق نساء کہ حدیث لکم (پ ۱ ع ۱۲) سے ناشی ہے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قولیہ

للعصۃ اجازت مناکحت سے انسانیت کو شہوانی مواصلات کے زیر بار کرنا مقصود نہیں بلکہ کتاب سنت کا مطالعہ و عقل سلیم کی روشنی سے نتیجہ بہ آسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود ابقاء و افزائش نوع شریعت ہے اور مواصلات مذکورہ ذریعہ محض ہے اب اصل مقصود پر نظر کرنے سے یہ نتیجہ بہ آسانی اخذ کیا جاسکتا ہے نساء کہ حدیث لکم مگر منبسط و نظم کا تقاضا تھا کہ یہ تعدد و دو تودہ اسلام نے باحسن وجہ پورا کر دیا بلکہ حوادث حربیہ کے باعث مردوں کی کمی بسا اوقات مجبور بنادیتی ہے کہ تعدد ازواج مجبوراً مذہب غیر بھی اس ذریعہ اصولی اسلام کے اپنانے کے درپے ہیں ۱۲ منہ مغرور

اور فعلیہ کا بھی فیصد یہی ہے، بیک وقت امہات المؤمنین کا نوبہما (بخاری ج ۲ ص ۹۷، وغیرہ)
جواز اربعہ بمع خصوصیت زائدہ کے اثبات میں کافی ہے اور چار سے زائد بیویوں والا اسلام
لایا تو اسے اختر منہن اربعہ فرما (بہیقی ج ۷ ص ۱۴۹ وغیرہ) بیان ثانی ہے پھر اہل بیت
عظام اور صحابہ کرام کا بھی یہی دستور رہا، حضرت مولانا علی کے نکاح میں بیک وقت چار حرم تھے
دنزالی احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۲۲۔ امام حسن مجتبیٰ نے دو صد سے زیادہ عورتوں سے شادی کی،
دیوگد، کئی مرتبہ چار عورتوں سے بیک وقت عقد فرماتے اور کئی مرتبہ ایک ہی وقت میں چار
کو طلاق دے دیتے، پھر ان کے عوض اوروں سے شادی فرماتے (احیاء ج ۲ ص ۲۳۱)۔
دیگر صحابہ میں بھی ایسے حضرات تھے جن کی تین اور چار بیویاں تھیں اور جن صحابہ کی دو تھیں وہ
تو بے شمار تھے (احیاء ج ۲ ص ۳۱)



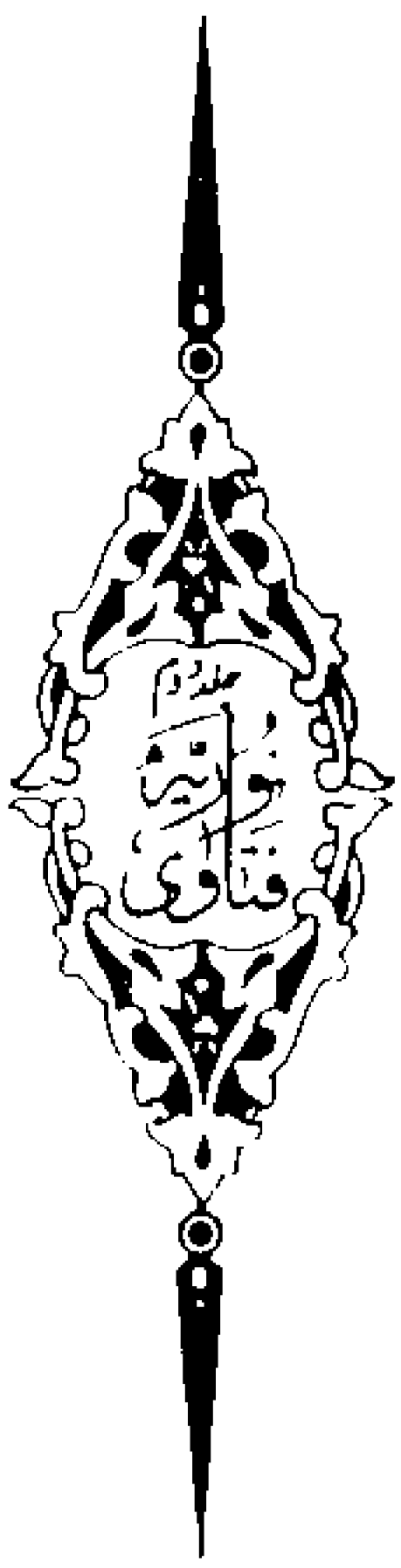
ہمارے ائمہ کرام بھی یہی فرماتے ہیں للحران یتزوج اربعاً من الحرائر
والامراء کذا فی الہدایۃ (فتاویٰ مالگیری ج ۲ ص ۶) البتہ اگر یہ خطرہ ہو کہ خوراک لباس
وغیرہ امور اختیار میں برابری کا برتاؤ نہیں رکھ سکے گا تو اپنے طور تعدد ازواج سے
پرہیز کرے فان خفتن ان لا تعدلوا فواحدة (پ ۱۲۶) اسی امر کی ہدایت ہے
رہے غیر اختیاری امور محبت وغیرہ تو ان میں برابری کا برتاؤ محال ہے یقیناً کوئی کہہ ہی نہیں
سکتا ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم (پ ۱۶۶) تو یہ مانع
بھی نہیں بن سکتے، ان خفتن کے تحت داخل ہی نہیں کہ محال خطرہ انتقام سے گزر کر مفتی ہوتا
ہے لہذا ان امور میں استطاعت عدل کی تاکید انفی فرماتے ہوئے بین النساء
سے جواز تعدد پر نص فرمادی کہ النساء سے شرعی متعدد بیویاں ہی مراد ہیں پھر فلا
تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة سے عدل مطلوب کو اختیاری امور
میں محدود فرمادیا اور ترمذی ص ۴۴ کی حدیث شریف اللہم هذه قسمتی فی
ما املك فلا تلمنی فیما تملك ولا املك (ترمذی اس کی تفسیر میں ناقل

یعنی بہ الحب والمودة) مراحۃ بتا رہی ہے کہ محبت وغیرہ امور غیر اختیار میں برابری کا برتاؤ ضروری نہیں بلکہ ممکن ہی نہیں اور ایسے ہی وسعت ذرائع آمدنی بھی شرط نہیں کفیل رزق خود مولیٰ تعالیٰ ہے نحن نرزقکم وایاھم (پ ۶۶) یعنی ہم نہیں اور انہیں (اولاد) سب کو رزق دیں گے، بلکہ نکاح کرنے پر خصوصی فضل کا وعدہ فرمایا وان یكونوا افقرا یرغھم اللہ من فضلہ (پ ۱۰۶)۔

حضرات ابن مسعود، عمر، ابو بکر بلکہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا سبب غنا ہونا مروی والنظم لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التمسوا الرزق بالنکاح (در المنثور ج ۵ ص ۴۵)۔

(ب) رضا کارانہ مشورہ کی حد تک کہ امر ہم شوریٰ بینہم (پ ۵۶)۔

(ج) جب ثابت ہو چکا کہ تعدد و ازدواج مرد کا جائز حق ہے تو اس کے لئے کسی کی ڈگری ضروری نہیں اور اسے کوئی روک بھی نہیں، مرد تو مرد ہی ہے عورت باوجود یکہ قصۃ العقل ہے اس کو بھی بلایا نہ شرعی باپ بھائی، سلطان اسلام وغیرہ کوئی بھی شرعاً ہرگز نہ نکاح سے روک نہیں سکتا اگرچہ پہلے تلخ تجربہ بھی کر چکے ہوں کہ جس مرد کے ساتھ نکاح پر رضا مند ہوئی ہے، پہلے بھی اس سے نکاح کر چکی ہو اور اس نے طلاق دے کر عدت گزرنے تک رجوع بھی نہ کیا ہو اور اگرچہ اس مرد کے نکاح میں پہلے بھی ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں ہوں کہ مطلقاً ارشاد ہوا واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف (پ ۱۴۶) پھر اس نہ روکنے کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ سہرا اور پاکیزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (ذلکم ازکی لکم واطھم) واللہ یعلم وانتم لا تعلمون) حقائق اشبار کے جاننے والے رحمہمین کے قوانین جو اغراض پر مبنی نہیں وہی قابل عمل ہیں نہ انسان کے خود ساختہ کہ وہ بیچارہ



علم حقائق سے بے بہرہ اور پابندِ اعتراض ہے۔

۲۔ (ا) صرف اس وجہ سے کہ شوہر نے اور شادی کر لی، پہلی بیوی ایسے مطالبہ کی شرعاً مجاز نہیں کہ مرد نے اس پر ظلم نہیں کیا یہ اس کا جائز حق تھا جیسے ثابت ہوا۔

(ب) نکاح کی گروہ شرعاً شوہر کے ہاتھ ہی ہے، صاف صاف ارشاد ہوا الذی بیدہ عقدہ النکاح۔ (پ ۵۶) تو طلاق و افتراق بھی اسی کا حق ہے پھر حدیث شریف میں بھی نہایت وضاحت سے ہے کہ طلاق اسی کا حق ہے جو پٹہ لی پکڑ سکتا ہے یعنی مجامعت کر سکتا ہے ابن ماجہ ص ۱۵۲ میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق اور سنن بقی ج ۲ ص ۳۶۰ کی حدیث میں خاص تنبیہ موجود ہے الا انما یملك الطلاق من یأخذ بالساق تو بلا دلیل شرعی کسی اور کے فسخ کر دینے سے منکوحہ عورت خود مختار نہیں بن سکتی۔

۳۔ اختیاری طور پر وعدہ کی شکل میں جائز ہے مگر اس صورت میں دوسری شادی کرے تو نکاح ہو جائے گا کہ مولا تعالیٰ کا دیا ہوا حق نہایت قوی ہے حدیث شریف میں ہے ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل وان کان مائتہ شرط۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۷، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۲)

۴۔ (ا) طلاق الاحسن اس طلاق کا ایک نوع ہے جس کو حضرت رب العالمین جل و علا نے مشروع کیا اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں صراحت ذکر فرمایا، پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت تفصیل و توضیح فرمادی اور جمہور صحابہ کرام اور ائمہ المسلمین عامۃ المسلمین آج تک یہی سمجھتے آئے ہیں کہ طلاق مشروع ہے اور اس کے کسی نوع ہیں جو سب کے سب رافع نکاح ہیں۔ یہ سہ اتنا واضح ہے کہ محتاج وضاحت ہی نہیں تو اس شرعی طلاق کے ایک نوع کو قابل قبول قرار دینا اور باقی انواع کو محض اپنی رائے سے رد کر دینا افتوٰ منون ببعض الكتب و تکفرون ببعض کے تحت داخل



ہونا ہے جو کسی مسلمان کی شان نہیں، ہمیں تو حکم ملا ہے اذخلوا فی السلم کافۃ
ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین (پ ۹۶) بہر حال شرعی
طلاق کے سب انواع رافع نکاح ہیں، ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کسی کا یہ حق نہیں
کہ ایک کے ماسوا باقی سب انواع کو ناقابل قبول قرار دیدے۔

(ب) ہرگز ہرگز صحیح نہیں کہ قوانین قرآنیہ اور فرامین حدیثیہ یقیناً ان امور کی شرط سے
مشروط نہیں بلکہ مطلق ہیں تو کسی یا نذر مرد یا عورت کو یہ اختیار قطعاً حاصل نہیں کہ مشروط بتاتے
ہوئے من مانی کا رروائی کرے، مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد ہے ما کان لمومن ولا مومنۃ
اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص
اللہ ورسولہ فقد ضل ضللاً مبیناً (پ ۲۶) بلکہ خاص بیان طلاق میں
ارشاد فرمایا تلک حدود اللہ فلا تعتدوها ومن یتعد حدود اللہ
فانزلک ہم الظالمون (پ ۱۳۶) یعنی یہ احکام طلاق اللہ کی حدیں ہیں تو ان سے
آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

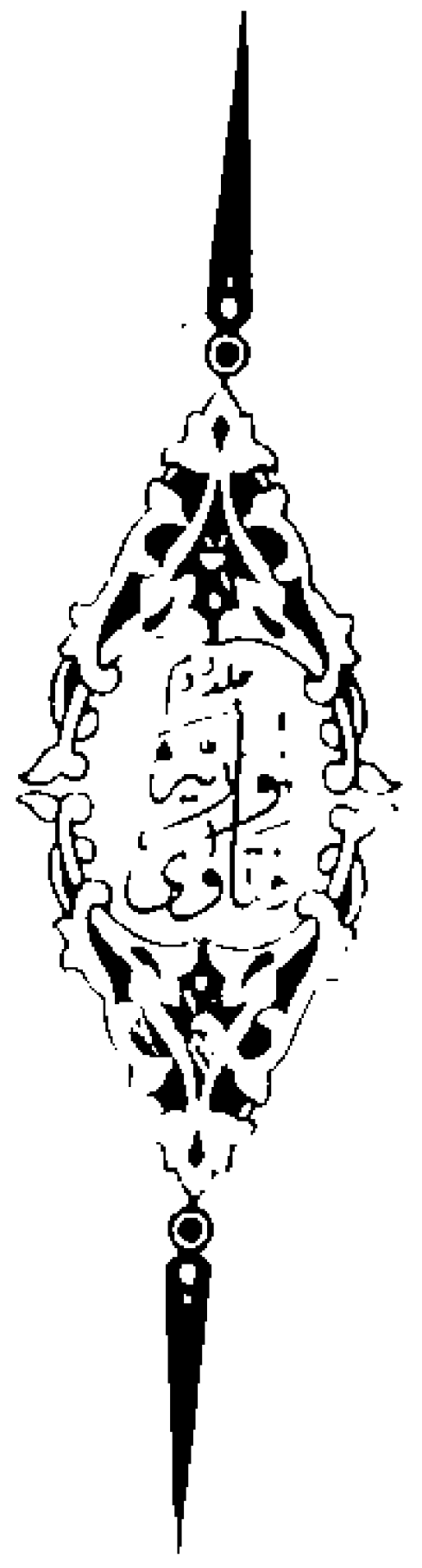
(ج) جب وجوہ مذکورہ ضمیمہ ب کی شرط شرعاً صحیح ہی نہیں تو اس کا عدالتی عدم ثبوت
بھی طلاق صحیح اور واقعی پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا، کیا شرعاً ارتفاع نکاح کے بعد بھی عورت
حلال رہے گی؟ مولا تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ولا تقولوا لہما نصف السنتکم
الکذب ہذا حلال و ہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان
الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولہم
عذاب الیم (پ ۲۱۶) یعنی نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ
حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے
ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، مقررہ اہمیت ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
طلاق کا معاملہ تو اتنا نازک ہے کہ سنہی اور مٹھٹھ سے بھی کہہ دے تب بھی واقع



ہو جاتی ہے، حدیث شریف میں ہے ثلث جدهن جده وھزلھن جدها للنکاح والطلاق والرجعة (بیہقی ج ۷، ص ۳۲۱)۔

۵۔ صرف ایک ہی نہیں بلکہ یقیناً تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت فوراً حرام ہو جاتی ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے الطلاق مرتنان فامساک بمعروف او تسریحاً بحسان کے بعد فرمایا فان طلقھا فلا تحل لھ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ (پ ۱۳۶) مطلقاً تین طلاقوں کا حکم فرمایا جو قطعی طور پر ایک نشست میں تین بار اعلان طلاق کو بھی ضرور شامل اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فتوے ہے، ابن عمر نے سوال کیا ا رأیت لو طلقھا ثلاثاً کان یحل لی ان اراجعھا تو جواباً فرمایا لا کانت تبین منک (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۰۱) وار قطنی اور ابن ابی شیبہ اور اسی پر جمہور صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا اجماع ہے، شامی ج ۲ ص ۵۷۶ میں ہے ذھب جمہور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى ان یقع ثلاث بکد یک ہی لفظ میں تین طلاقیں دیدے، تب بھی واقع ہوتی ہیں دلائل کا یہی قطعی تقاضا ہے، ہمارے محتمدین ملت نے تو یہاں تک تصریح فرمادی کہ اگر اسلامی حج اس کے خلاف فیصلہ دیدے تو وہ فیصلہ باطل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳، ص ۱۶۵ میں ہے لو قضی بطلان طلاق من طلقھا ثلاثاً بکلمة واحدة او فی طھر جامعھا فیہ ففضاؤہ باطل۔

۵۔ جب اوپر ثابت ہو چکا کہ تعدد ازواج مرد کا جائز اور فطری حق ہے تو دوسری شادی کی مدافعت کا حق پہلی بیوی کو کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسے ہی ثابت ہو چکا کہ مطاہر طلاق و افتراق کی اہل بھی نہیں اور شرعاً شوہر کے لئے بالادستی اور سیادت بھی ثابت ہے للرجال علیھن درجتہ (پ ۱۳۶)، الرجال قوامون علی النساء (پ ۱۳۶)، الفیاسید ہالدی الباب (پ ۱۳۶) اور بیوی اس کی رعیت ہے، حدیث



شریف میں ہے الرجل راع علی اہلہ (بخاری ج ۲ ص ۷۹) اور شوہر کی قیہ میں ہے
حدیث شریف میں ہے انہن عوان فی ایدیکم یعنی اسراء (احیاء ج ۲ ص ۷۹)
حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۷ میں ہے السنۃ الفاشیۃ من قبل ضرورۃ جبلۃ
ان یکون الرجال قوامین علی النساء ویکون بیدہم الحل والعقد
وعلیہم النفقات وانما النساء عوان باید یہم بکۃ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم
نے توہیاں تک فرمایا کہ اگر کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو مندر حکم
دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیے لو کنت امرا حدا ان یسجد لاحد لامرت
المرأۃ ان تسجد لزوجہا (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۰ باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ)
تو ماہ نیم ماہ اور مہر نیم روزہ کی طرح نمایاں ہو کہ ایسے فائق حقوق والے شوہر
پر بلا استحقاق شرعی ایسے مقدمات دائر ہی نہیں کر سکتی بلکہ اگر ایسی غلطی کا ارتکاب کرے
تو یہ نشوز و نافرمانی بننے کی جس پر شوہر بلا مداخلت حکام تعزیری بھی لگا سکتا ہے مولیٰ تعالیٰ
کا ارشاد ہے والتی تخافون نشوزہن فعضوہن واهجر وہن فی
المضاجع واضربوہن (پ ۳۶)۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ کے ج ۲ ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں ولا جائز ان یجعل
امرہا الی القضاۃ۔ تو عورت کے ایسے مقدمات کے اخراجات کے متعلق شوہر کی فرم داری
کا سوال ہی قائم نہیں ہوتا اور جہاں اسلام نے صنف نازک کو بہت سی سخت بندشوں سے
رہائی عطا فرمائی وہاں چند پابندیاں بھی عائد فرمادی ہیں محض اس کی بہبودی کے لئے تو
ان کا پاس اور بطیب خاطر برداشت کرنا ازراہ شکرانہ بھی اس پر ضروری ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
رحمۃ للعالمین والہ واصحابہ اجمعین۔

عقدہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ جمادی الاخری ۱۴۰۷ھ

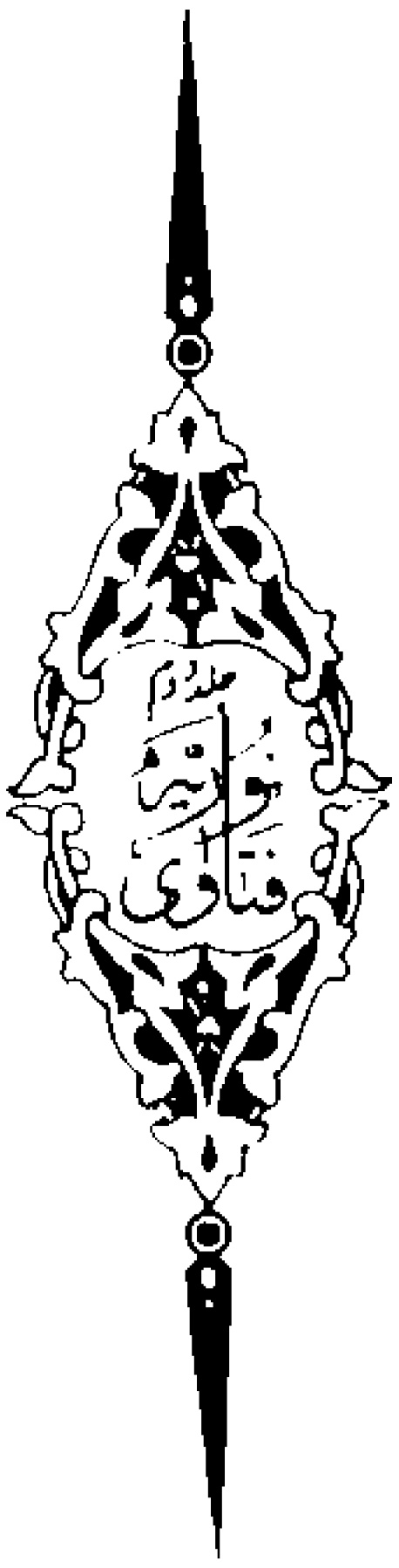
الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ :- بعد از صد تکمیل عرض خدمت ہے کہ بندہ کی لائی اور والدین کے از حد اصرار سے طوعاً و کرہاً بندہ ایک ایسی لڑکی سے شادی کر بیٹھا ہے جسے اگر ہر قوت نہیں کہہ سکتے تو عقلمند بھی نہیں، والدین کا خیال تھا کہ خود چھٹی تربیت کر لیں گے مگر افسوس کہ ہر ممکن طریقے کے باوجود اصلاح نہ ہو سکی، سمجھانے کے باوجود اسے پاکی اور پلیدی کی تمیز تک نہیں، دینی واقفیت اور عمل تو بہت دور رہا علاوہ ازیں وہ گھریلو امور میں بھی کوری ہے، نہ روٹی تیار کر سکے، نہ آٹھ گئے مہمان کی دیکھ بھال اور نہ ہی گھریلو اشیاء بحفاظت رکھ سکے بلکہ وہ عرصہ دو سال سے بندہ کے پاس ہے اس عرصہ میں اس نے گھر کے اکثر کالسی اور سلور وغیرہ کے برتن بھی توڑ کر رکھ دئے، بچوں کی طرح اپنا لباس مختصر ہونے کے باوجود پاک اور صاف نہیں رکھ سکتی، علاوہ ازیں وہ یتیم بھی ہے، والد اور بھائی اور دیگر رشتہ دار اس کے قریب تک نہیں جلتے، روٹی کپڑا تو بہت مشکل ہے۔ ان حالات میں اگر بندہ اسے طلاق دیدے تو اس کا کوئی ٹھکانہ اور دوسری شادی کئے بغیر گھریلو انتظام کا چلنا سخت مشکل ہے اور اگر دوسری شادی کر لوں اور اسے بھی اپنے پاس رکھوں تو دونوں کے ساتھ ایک ماسلوک ہونا مشکل ہے کیونکہ سمجھا یا اور تعلیم یافتہ نے معمولی چیز پسند نہیں کرنی اور موجودہ اس چیز کے اہل نہیں، بعد ازیں دونوں کو اعلیٰ اشیاء مہیا کرنا بندہ کی ہمت نہیں۔ اب کیا کروں کہ جس میں گرفت خداوندی اور انسانی دونوں نہ ہوں اور کام بھی اس طریقے سے چلتا رہے اور یکساں سلوک نہ ہونے کے خوف سے طلاق دیتا ہوں تو اس کا



وارث کوئی نہیں اور اگر نہ دوں تو روٹی ملنی بھی مشکل ہے، بندہ خود انسانی ذریعہ معاش کا کام کرے یا گھر بیٹھ کر خود کھانا پکائے اور بیگیم کو بھی کھلائے، کیا کرے؟
براہ نوازش فتویٰ کی صورت میں اس مسئلہ کو حل فرما کر شریعت کے مطابق جواب باصواب مرحمت فرما دیں اور اس عریضہ کو پردہ میں رکھیں، فقط والسلام۔
آپ کا نیاز مند: ماسٹر محمد اقبال ساکن منڈی میر اسنگھ



شرعاً خاوند پر لازم ہے کہ بیویوں کے ساتھ عدل و انصاف کرے پوشاک، خوراک، اخراجات، مکان، شب باشی میں کٹے کے تول برابر بٹا دے کسی ایک کو بالکل ترجیح نہ دے اور اگر ایسا سلوک یقیناً نہ کر سکتا ہو یا نہ کرنے کا خطرہ دامگیر ہو تو پھر ایک بیوی پر ہی اکتفا کرے، قرآن کریم میں ہے فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة پس اگر خطرہ ہو تمہیں کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک بیوی تفسیر احمد یہ وغیرہ میں ہے وذلك العدل في الكسوة والنفقة والسكنى والبيتوت معها۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے و مما يجب على الزوج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملك والبيتوت عندها للصحة والموانسة۔ نیز فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا يجوز ان يجتمع ضربان او الضرائر في مسكن واحد الا برضاھن یعنی دو یا زیادہ بیویوں کو ایک مکان میں بغیر ان کی رضا کے اکٹھا رکھنا جائز نہیں ہاں دلی محبت اور مجامعت میں برابری لازم نہیں کہ محبت غیر اختیاری

ہے اور مجامعت بھی مبنی بر محبت ہے، اس کا بیان بھی قرآن کریم میں ہے وَلَسْتَ
تَسْتَطِيعُ اَنْ تَعْدِلَ لَوَ اَبَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتَمْ فَلَا تَمِيلُوْا كُلَّ الْمِيلِ
فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (ترجمہ) اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ متعدد عورتوں کو برابر رکھو
(حتیٰ کہ محبت اور جماع میں بھی برابری رکھو) اگرچہ کتنی ہی حرص کہہ دو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف
پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو آدھریں لٹکتی چھوڑ دو۔

تفاسیر و فتاویٰ عالمگیری میں ہے لَا فِیْہَا کَیْمَلٌ وَہُوَ الْحَبُّ وَالْجَمَاعُ
بناءً علیہ آپ پر لازم کہ دوسری شادی ایسی صورت میں ہرگز نہ کریں اور اگر مجبوراً اور بیگم چاہئے
تو پہلی کو طلاق دیکر فاسخ کر دیں، باقی رہا یہ خدشہ کہ پہلی بیگم کا والد اور بھائی اور رشتہ دار اس کا
خیال نہیں کریں گے اور روٹی کپڑا نہیں دیں گے تو اس کا جواب خود قرآن کریم نے دیا ہے
وَ اِنْ یَتَفَرَّقَا یَعْنِ اللّٰہُ کُلًّا مِنْ سَعَتٍ عِیْنِ صَوْرَتِ اَصْلَاحٍ وَ مَوَافَقَتْ نَفْسٌ بِ
مِیَاں ہوئی الگ الگ ہو جائیں (کہ خاوند طلاق دیدے) تو اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کو
اپنی کثرت سے ایک دوسرے سے بے نیاز بنا دے گا، تو طلاق کی صورت میں آپ
اس گناہِ عظیم سے بچ جائیں گے جس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ مجبوراً برابری نہیں کر سکتے
اور بیگم کے لئے کوئی اور اچھی صورت مولیٰ تعالیٰ پیدا کر دے گا اور والد و رشتہ دار ضرورت
کے وقت خیال نہ کریں گے تو وہ خود ماخوذ ہوں گے، آپ پر کیا نقصان عائد ہوگا؟ ہاں
اگر اسی بیگم پر اس کی غریبی کی وجہ سے صابر رہو تو اجرِ عظیم حاصل کر سکتے ہیں۔
وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعَلِمَہُ جَلَّ مَجْدُہُ اَتَمُّ وَ اَحْکَمُ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلٰی حَبِیْبِہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکْ وَ سَلَمَ۔



عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدائسی غفرلہ

تاریخ تحریر

۷، ۸ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ بروز جمعۃ المبارک



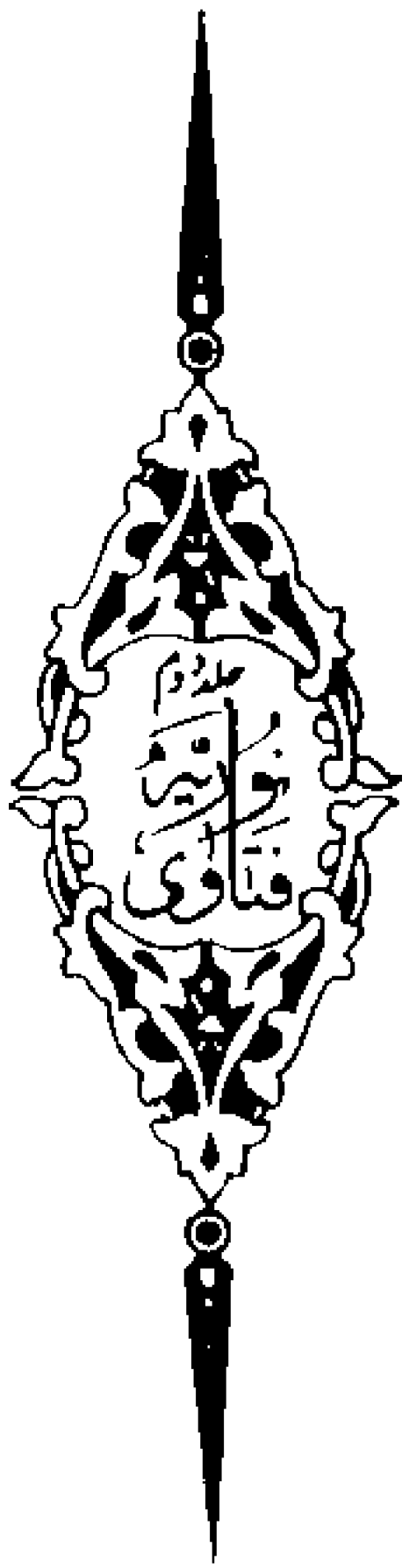
الاستفتاء

حضرت قسید مولانا محمد نور اللہ صاحب دام فیوضکم

اسلام علیکم ! طمس ہوں کہ ایک لڑکی کے بیمار ہونے پر اس کی والدہ نے منت مانی تھی کہ لڑکی اگر تندرست ہو جائے تو وہ اسے حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر چڑھاوا دیں گے، لڑکی تندرست ہو گئی، اب لڑکی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے وہ میرے قبیہ سے ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے لڑکے کے لئے اس کا رشتہ طلب کروں، لڑکی کے وارث اسے عرب شریف پہنچا کر اپنی منت پورا کرنا چاہتے ہیں، آپ سے استدعا ہے کہ آپ فتوے صادر فرمائیں آیا لڑکی کا رشتہ یہیں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس کا کفارہ ہو گا یا نہیں؟



ہاں اس لڑکی کا رشتہ یہیں ہو سکتا ہے کہ یہ منت ایسی منت نہیں جس کا پورا کرنا لازم ہو۔ ایسی منت کے لئے شرط ہے کہ وہ ایسی جنس سے ہو جس کا کرنا شرعاً واجب ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ عبادت وسیلہ نہ ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۷ میں ہے احدها ان يكون الواجب من جنس شرعا فلذلك لم يصح النذر بعبادة المريض والثاني ان يكون مقصود الاوسيلة فلم يصح النذر بالوضوء وسجدة التلاوة اور چونکہ روضہ النور پر لڑکی کا چھوڑنا شرعاً واجب نہیں اور نہ یہ



جنس واجب سے ہے تو اس کی نذر صحیح نہیں ہوگی اور یونہی روضۃ انور کی حاضری ہمارے لئے وسیلہ نجات ہے اور وسیلہ کی منت نہیں لہذا یہ منت صحیح نہیں تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہونے کی منت ماننے تب بھی منت لازم نہیں اسی وجہ سے کہ وہ وسیلہ ہے، شامی ج ۳ ص ۹۲ اور درالمختار میں ہے والنظم من الدر ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والا قصی لانه لیس من جنسہا فرض مقصود وهذا هو الضابط اور نذر کے لازم نہ ہونے کے اور بھی کئی دلائل ہیں۔ بہر حال یہ منت لازم نہیں تو اس کا کوئی کفارہ بھی نہیں ہاں یہ نہایت بہتر اور مناسب ہے کہ شرائط شرعیہ کی رعایت کے ساتھ اس لڑکی کو روضۃ انور کی زیارت کرائی جائے اور درود شریف زیادہ پڑھا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶۳-۵-۲۱

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش :
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ
ایک نکاح ۱۹۵۷ء میں ہوا تھا اور ڈولی میں لڑکی کو نہیں پایا گیا، کیا آج ڈولی پانے



کے لئے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں حالانکہ طلاق یا اور کوئی چیز نکاح کو نقصان پہنچانے والی نہیں پائی گئی، تحریر فرمادیں۔

سائل: محمد سرور تعلیم خود حصہ دار و جھلانا ۶-۷-۶۸



جب پہلے باقاعدہ نکاح ہو چکا ہے تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، پہلا ہی نکاح کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرکز الفقیر الیٰ الخیر محمد نور اللہ انعمیٰ غفرلہ

بانی و مہتمم دارالعلوم خفییہ فریدیہ بصیرت پر تعلیم خود

۹ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ ۶/۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جو کہ آدمی گونگا بہرہ ہو مگر اشاروں کو خوب سمجھ سکتا ہے نیز عرصہ پانچ سال تک گونگا بہرہ سکول میں تعلیم حاصل کرتا رہا ہے لکھ سکتا ہے اب اس کی شادی کرنا ہے نکاح کا طریقہ کیا ہونا چاہئے ذرا وضاحت فرمادیں دیوبند

غرض: میاں قائم سکنہ جند لکھا والد دنیا زاد احمد گونگا بہرا۔



اس کو اشارہ سے سمجھا دیا جائے کہ تیرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کیا ہے کیا تجھے قبول ہے؟ پھر اگر وہ اشارہ کر دے کہ قبول ہے تو نکاح ہو گیا، یونہی لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جائے اور وہ قبول کا اشارہ کر دے یا لکھ دے تو جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۰۰ میں ہے ایما، الاخرس و کتابتہ کا لبيان فی الوصیت والنکاح والطلاق نیز اسی میں ہے یجوز نکاح الاخرس و طلاقہ (الی ان قالوا) اذا كان یکتب او یؤمی ایما یرف بہ، اور یونہی اکثر کتب مذہب میں ہے اور اس کا لکھنا اشارہ سے بھی اچھا ہے جبکہ باقاعدہ صحیح لکھ سکتا ہو مثلاً یہ کہ من کہ فلاں بن فلاں ہوں اس لڑکی فلاں بنت فلاں کا نکاح قبول کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ و یا اوت و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۱۱ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ ۲۴/۳

سہ کلمۃ الیم من ۴۸۸ و یعلم من اشارۃ روایت الاصل ان الاشارة من الاخرس لا تعتبر مع

القدرة علی الكتابة الخ ۱۲ منہ غفرلہ ۱۱ صفر الخیر ۱۳۹۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی گونگے کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کیا جائے تو کس طریقہ سے کیا جاوے؟ کیا اس کے دلی یا وکیل کی زبانی ایجاب و قبول ہوگا یا کسی اور صورت میں نکاح کیا جاوے گا، عرض دیگر آنکہ اگر وہی گونگا اپنی عورت کو طلاق دینا چاہے تو کس صورت میں عورت کو طلاق واقع ہوگی؟
السائل: عبد الغنی ازروہیلا



گونگے کا اشارہ اور تحریر زبانی بیان کے حکم میں ہے تو اشارے سے اس کا نکاح و طلاق ہو سکتی ہے، تنویر الابصار وغیرہ اسفار فقہ میں ہے ایما را لاخرس و کتابتہ کا لیبیان بخلاف معتقل اللسان فی وصیۃ و نکاح و طلاق و بیع و شراء و قود۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرره الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ البصیر فوری

۸ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم و مکرم جناب مولانا مولوی نواز محمد صاحب مدظلہ العالی
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : بعد سلام مسنونہ، میں بفضلِ خدا خیریت سے ہوں
 تمہاری خیریت خداوندِ قدوس سے نیک مطلوب ہے۔ آپ اور میری ملاقات مسجد
 نبوی اعتکاف کے وقت ہوتی رہتی تھی اور آپ سے مسئلہ بھی دریافت کیا تھا جو دوسرے
 کاغذ پر لکھا ہے، یہ دوسرا مسئلہ ایک اور ساتھی کو درپیش ہے اس لئے لکھ رہا ہوں :-
 اگر خاوند و عورت کے درمیان مشورہ ہو کہ یہاں نکاح کر کے تو مجھے کراچی
 چھوڑے گا اگر تمہاری مرضی ہو لیکن بوقت نکاح کوئی شرط نہیں تھی، عورت سے بھی
 نکاح نے پوچھا اس نے کہا شرط نہیں، کیا یہ ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
 مستفتی: محمد علی مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب
 یہ دونوں پرچے میری طرف سے آرہے ہیں اور دونوں ہی میرے ساتھی ہیں
 ان کا خاص خیال فرما کر جلدی جواب ارسال کرنا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور ایک ہی لفافہ
 میں ان کے پتہ پر ارسال فرما دینا دونوں کے جواب کو۔
 آپ کا دوست : حاجی محمد اسماعیل صاحب مدینہ منورہ



ایسا نکاح صحیح ہے فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۳ میں تبیین الحقائق سے ہے

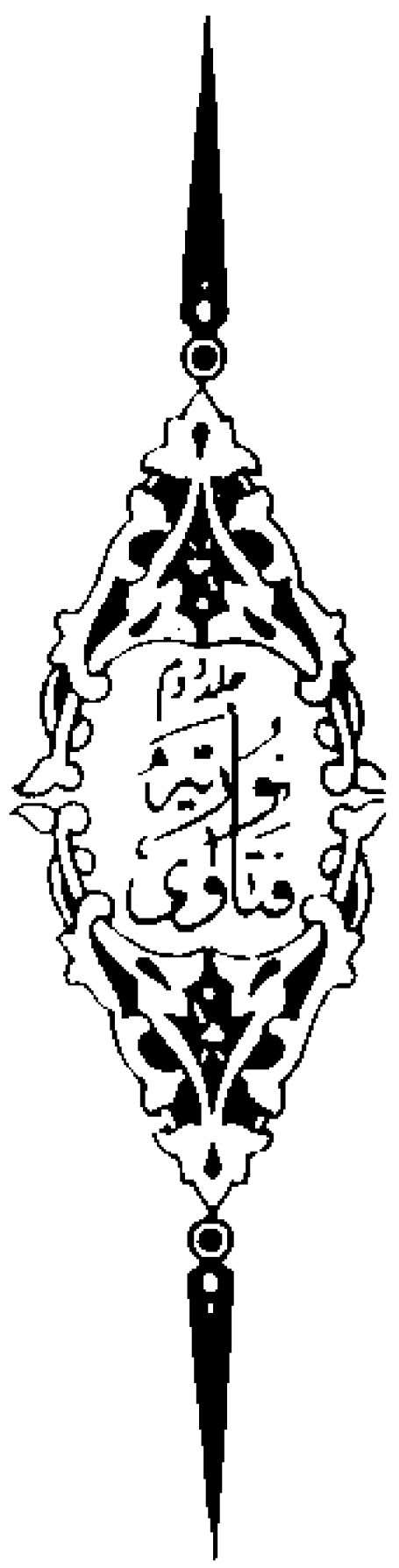
سہ پستہ کتاب الطلاق میں آئے گا ۱۲ مرتب

ولو تزوجها مطلقا وفي نية ان يقعد معها مدة نواها فان النكاح صحيح اور یہ نكاح نكاح متعه یا نكاح موقت نہیں کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں شامی ج ۲ ص ۴۰۳ میں ہے (قوله وبطل نكاح متعة وموقت) قال في الفتح قال مشيخ الاسلام في الفرق بينهما ان يذكرا الوقت بلفظ النكاح والتزويج وفي المتعة اتمتع او استمتع بكذا ان کے مشورے میں لفظ چھوڑے گا، اگر بمعنی طلاق ہو یعنی کراچی پیچکر طلاق دے دے گا تو ایسی شرط ایجاب و قبول کے ساتھ بھی ہو تب بھی نكاح صحیح ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ میں ہی ہے ولو تزوجها على ان يطلق بعد شهر فانه جائز كذا في البحر الرائق والختار میں ہے وليس من (رای من الموقت) ما لو نكحها على ان يطلقها بعد شهر او نوى مكث معها مدة معينة - شامی ج ۲ ص ۴۰۴ میں ہے (قوله وليس من الخ) لان اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط بغير (قوله او نوى الخ) لان التوقيت يكون باللفظ بغير -

بر مال ایسا نكاح صحیح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا و مولانا محمد علیؐ والہ واصحابہ وبارک وسلم

عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۰ رذی القعدة المبارک ۱۳۹۴ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ کا نکاح مستیٰ زید کے ساتھ مؤرخہ ۲۱/۱۲ (چار برس تین ماہ قبل ازین) کو دین ذیل شرائط کے ساتھ منعقد ہوا کہ :

- ۱۔ زید اپنی بیوی کے حقوق زوجیت باقاعدگی سے ادا کرے گا۔
- ۲۔ زید کی عدم موجودگی میں ہندہ اپنے والدین کے پاس رہے گی اور وہ زید سے مبلغ پچیس روپے ماہوار نان و نفقہ کے لئے لیتی رہے گی۔
- ۳۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو اختیار دیا کہ اگر وہ مندرجہ بالا دونوں شرطیں پوری نہ کر سکے تو ہندہ ثبوت مہیا کر کے عند الشرع عند العدالت علیحدگی حاصل کر سکتی ہے۔ مندرجہ بالا شرط سے تحت اگر زید شرائط بالا سے انکاری ہے تو کیا مسماۃ ہندہ کا نکاح عند الشرع باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بدلائل الكتاب وتوجروا بالصواب۔



اگر ہندہ مندرجہ بالا دونوں شرطوں کے پورا نہ کرنے کا ثبوت مہیا کر کے علیحدہ ہونا اختیار کرے تو کر سکتی ہے پھر نکاح باقی نہیں رہے گا مگر جب تک ثبوت مہیا نہ کرے

یا مہیا کر کے علیحدگی اختیار نہ کرے تو نکاح باقی رہے گا جب تک کہ طلاق یا فسخ نکاح کا کوئی اور سبب نہ پایا جائے کیونکہ شرط ۳ میں ثبوت مہیا کرنا اور علیحدگی اختیار کر سکنے کی تصریح ہے اور یہ نہیں کہ پہلی یا دوسری شرط پوری نہ کرے تو طلاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزرو الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

۱۲۹۹

الاستفتاء

سائل زبانی مظہر کہ ماہ ذی الحجۃ المبارکہ میں عید کے دنوں سے آگے بیچھے شادی خانہ آبادی کے متعلق ہمارے بعض بزرگ کہتے ہیں جائز نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟



بلا شک و شبہ جائز ہے قرآن کریم میں ہے وانکحوا الایامی منکم

یطلق ہے اور اطلاق مطلق دلیل شرعی نہایت قوی ہے تو حواز ثابت ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و اصحابہ وسلم۔

صو الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۲ رذی القعدة المبارکة ۱۴۵۵ھ



مر

تعارف باب المہر

نکاح کے باب میں ایک اہم چیز مہر ہے۔ مہر شرعاً اس مالی منفعت کا نام ہے جو عورت مرد سے نکاح کے عوض حاصل کرنے کی مستحق ہوتی ہے۔ شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بہ غرض اکرام و اعزاز بیوی کو مال کی صورت میں مہر ادا کرے۔ شریعت مطہرہ نے مہر کو عورت کا ایسا اہم حق قرار دیا ہے کہ اگر بوقت نکاح مہر کا تعین نہ بھی کیا جائے یا اس کی بالکل ہی نفی کر دی جائے تب بھی مہر ادا کرنا شوہر پر واجب ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا :

فَاتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً----- (النساء ۴: ۲۴)

”سو (جن عورتوں سے تم نکاح کرو) انہیں ان کے مقرر شدہ مہر ادا کر

دو“-----

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مہر راضی خوشی ادا کیا جائے :

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَتَهُنَّ نِكَاحًا----- (النساء ۴: ۴)

”تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو“-----

مہر شرعی

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شادی کے موقع پر فضول رسموں میں بے دریغ دولت خرچ کی



جاتی ہے مگر جب مہر کی باری آتی ہے تو انتہائی تنگ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت افسوس ناک رویہ ہے، ایسے موقع پر کوشش یہ ہوتی ہے کہ بتیس روپے یا پچاس روپے مہر رکھا جائے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اسے شرعی حق مہر کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ جتنا مہر بھی متعین کر لیا جائے، وہ شرعی ٹھہرے گا۔۔۔۔۔

شریعت اسلامیہ میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ ایک درہم کا وزن ۳ ماشہ $\frac{1}{16}$ رتی کے برابر ہے، اس لحاظ سے دس درہم کا وزن دو تولے سات ماشے اور چار رتی (۶۱.۷۱ گرام) چاندی بنتا ہے لہذا اتنی مقدار چاندی یا اس کی مالیت کے برابر دینا ضروری ہے۔ آج مورخہ ۵ / جون ۲۰۰۰ء کو چاندی کی قیمت ایک سو روپے تولہ ہے، اس لحاظ سے دس درہم چاندی کی قیمت دو سو بائیس روپے پچاس پیسے (۲۶۲.۵۰ روپے) بنتے ہیں۔ یہ کم از کم مہر ہے۔۔۔۔۔

مہر کی زیادہ مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں، چاہے تو عورت کو ڈھیروں مال دے دے، وہ شرعی حق مہر ہی قرار پائے گا۔ قرآن کریم میں ہے :

و ان اردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احدھن قنطارا فلا تأخذوا منہ شیئا۔۔۔۔۔ (النساء ۴: ۲۰)

”اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور اس بیوی کو مال کا انبار دے چکے ہو تو تم اس مال میں سے کچھ واپس نہ لو“۔۔۔۔۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حق مہر میں زرہ دی، جس کی مالیت چار سو اسی درہم تھی، جو آج کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو روپے (= / ۲۶۰۰ روپے) کی تھی۔۔۔۔۔

خود نبی کریم رؤف و رحیم علیہ التحیۃ و السلیم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کا مہر پانچ سو درہم (= / ۳۰۰۰ روپے) سے کم نہ تھا۔۔۔۔۔

چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے :

کان صداقہ لازواجہ ثنتی عشرة اوقیۃ و نشا قالت اتدری

ما النش قال قلت لا قالت نصف اوقية فتلك خمس مائة درهم
فهذا صدق رسول الله ﷺ لازواجه----- (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۵۸/
مسند امام احمد، جلد ۶، صفحہ ۹۴)

”رسول اللہ ﷺ کی ازواج (مطہرات) کا مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا۔ پوچھا جانتے ہو
نش کیا ہے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا: نصف اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تو یہ
پانچ سو درہم بنے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا مہر تھا“-----

خلاصہ یہ کہ مہر میں زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں مگر اسلام چونکہ میانہ روی کا حکم دیتا ہے اس
لئے مہر میں بھی اس پہلو کا لحاظ رکھا جائے تاکہ اسے بآسانی ادا کرنا ممکن ہو۔ بہتر یہ ہے کہ فریقین کی
حیثیت اور عورت کی علمی حیثیت، سلیقہ مندی، سیرت و صورت کے محاسن اور خاندانی پس منظر کو
مد نظر رکھتے ہوئے مہر کا تعین کیا جائے-----

اقسام مہر

مہر کی اقسام حسب ذیل ہیں :

(۱)..... مہر مثل (۲)..... مہر مسمی

مہر مثل

عورت کے باپ کی رشتہ دار عورتوں (مثلاً پھوپھیوں، بہنوں) میں جو عورت عمر، شکل و
صورت، حسن و جمال اور سیرت و کردار میں اس عورت کی مانند ہو، اس کے مہر کا اعتبار کیا جائے گا۔
نکاح کے وقت مہر کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو تو مہر مثل (طلاق، خلوت صحیحہ یا وفات احد الزوجین کی صورت
میں) واجب ہوگا، اسی طرح اگر اس شرط کے ساتھ نکاح کیا جائے کہ کوئی مہر نہ ہوگا (جیسے نکاح شغار
میں) تو شرط ساقط ہوگی اور مہر مثل لازم ہوگا-----

مہر مسمی

وہ مہر جو وقت نکاح یا بعد از نکاح زوجین میں طے پایا ہو۔ مہر مسمی کی تین قسمیں ہیں :



(۱).....مہر معجل (۲).....مہر مؤجل (۳).....مہر مؤخر

مہر معجل

جو بوقت نکاح فوری ادا کرنا پڑے، عورت کو اختیار ہے کہ وہ جب تک یہ مہر وصول نہ کر لے،
خاوند کے ساتھ رہنے اور وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے انکار کر سکتی ہے۔-----

مہر مؤجل

وہ مہر جس کی ادائیگی کی کوئی میعاد قرار پائی ہو، مثلاً مہینہ، سال یا دس سال بعد کی مدت طے ہو
جائے، میعاد پوری ہونے کے بعد عورت مطالبہ کر سکتی ہے، میعاد گزرنے سے پہلے مطالبہ کا حق
نہیں۔-----

مہر مطلق / مؤخر

وہ مہر جس میں معجل یا مؤجل کی تصریح نہ کی گئی ہو بلکہ اسے مطلق و مبہم رکھا گیا ہو، ایسا مہر
طلاق یا زوجین میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں قابل ادا ہوگا، خاوند فوت ہو جائے تو حق مہر
اس کے ترکہ سے ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر بیوی فوت ہو جائے تب بھی حق مہر ساقط نہیں ہوگا بلکہ
حسب قواعد شرعیہ اس کے ورثاء کو ادا کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر عاقل، بالغ و رثاء پورا مہر یا اس کا کچھ
حصہ معاف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، بصورت دیگر شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب رہے گی۔-----

مہر کی کمی پیشی یا معافی

عورت کو اختیار ہے کہ چاہے تو پورے کا پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ خاوند کو معاف کر دے، اسی
طرح مرد جب اور جس قدر مہر میں اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک ہزار روپے حق مہر مقرر ہوا،
خاوند چاہے تو ایک ہزار روپے مزید اضافہ کر دے۔ مہر میں اضافہ کے لئے تجدید نکاح ضروری نہیں
ہے۔-----

خلوت صحیحہ سے پہلے مہر

خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق واقع ہو جائے اور بوقت نکاح مہر معین کیا گیا ہو تو مرد کے ذمہ

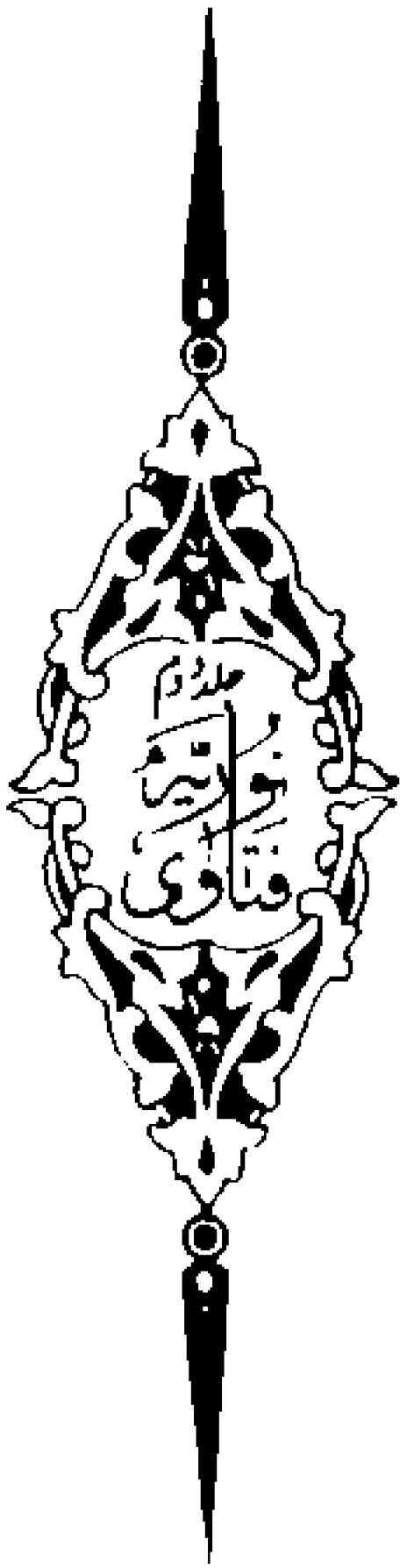


اس مہر (مسمی) کا نصف ادا کرنا لازم ہے۔ اگر مہر مقرر نہ ہو تو مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ عورت کو کپڑوں کا ایک جوڑا ہدیہ کرے۔ اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق کی نوبت پیش آئے اور فسخ نکاح کی ذمہ دار عورت ہو تو عورت کچھ بھی مہر کی مستحق نہیں ہوگی۔-----

فتاویٰ نوریہ جلد دوم کی پہلی دو اشاعتوں میں باب المہر الگ سے نہیں تھا البتہ اس بارے میں ایک فتویٰ باب الخطبہ میں شامل تھا۔ اب کے علیحدہ باب کے طور پر اس کا عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔ مہر سے متعلق دو فتوے جلد ششم سے لئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ باب تین فتاویٰ پر مشتمل ہے۔-----
واضح رہے کہ جلد ششم کے یہ فتوے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ نوریہ کی اشاعت اول کے بعد تحریر فرمائے تھے۔-----

باب المہر کی اہمیت کے پیش نظر اس کا باب الگ باندھا گیا اور اس کی توضیح کے لئے تعارفی کلمات تحریر کیے گئے۔-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری





باب المهر

الاستفتاء

بگرامی خدمت حضرت العلامة قبلہ فقیہ عظیم مفتی اعظم استاد العلماء

ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد مودبانہ گزارش ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ حق مہر شرعی کتنا ہونا چاہئے؟ جو ساٹھ

بیس روپے مشہور ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ واضح فرمائیں۔ ثواب داری سے حاصل کریں۔

السائل : سید غلام رسول چک منہ ۸/۱۳۰۱ ڈاکخانہ ۵۵ ضلع ساہیوال



شرغاکم از کم حق مہر دس درہم ضروری ہیں، اس لحاظ سے جتنی چاندی بنے
اتنا حق مہر ہونا چاہیے خواہ سو روپے یا دو تین صد روپے بنیں، غالباً ساڑھے بیس روپے
بھی اسی لحاظ سے تھے کیونکہ چاندی کستی تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحبہ
و بارک وسلم۔

صّوہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ جمادے الاول ۱۴۰۰ھ

۸۰ - ۳ - ۲۲

الاستفتاء

سائل کا بیان کہ زید کہتا ہے کہ لڑکی والے جس کو نکاح کر دیں اس سے اپنے
واسطے روپیہ لعبوس لڑکی لے سکتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے جو زرہ بیچ کر دراجم دئے تھے ان سے کچھ محفوظ اسانہ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
خرچ کیا اور باقی اپنے گھر رکھے تھے، آیا یہ زید کا قول اور دلیل صحیح یا غلط؟



زید کا یہ قول محض غلط و بے بنیان، اس کی دلیل نہایت ہی پریشان، قول تو یوں کہ لڑکی آزاد اور آزاد کی بیع شرعاً محض باطل و حرام، چنانچہ اسفارِ اطہارِ شرعِ مطہر صریحاً اس مضمون کی تصریحات بتینہ سے گونج رہے ہیں، یہ تو ہے اگر بعض لڑکی کا حقیقی معنی مراد ہے اگر اس سے مراد یہ ہو کہ وہ بیہ عوض نکاح لڑکی کے لئے سکتے ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے، تب بھی یہی ہے کہ اس کا قول محض غلط کہ لڑکی کا نکاح کر دینا اللہ تعالیٰ کے حکم و انکحوا الایامی منکم کی تعمیل ہے اور تعمیل حکم الہی کے عوض روپیہ لینا شرعاً ناجائز بلکہ عقلاً بھی ایسا ہی ہے اور رشوت ہے، بحر الرائق، منحة الخالق، فتاویٰ ہندیہ میں ہے والنظم من البحر لو خطب امرأة فی بیت اخیه فابی الاخر الا ان یدفع الیہ دراهم فدفع ثم تزوجها کان للزوج ان یستر دما دفع له منحة الخالق میں ہے لانه رشوة کذا فی البزازیة اقول هکذا فی قضاہ البحر اور اس کی دلیل سرسری غلط کہ نعوذ باللہ من ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنے لئے بعض نکاح کریم ذرہ مانگی اور نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض نکاح حضور کے ملک کی بلکہ ذرہ مہر میں دی گئی تھی، اس پر احادیث طیبہ صریحہ دال ہیں۔ ابوداؤد اپنی سنن اور نسائی مجتبیٰ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی واللفظ من المجتبیٰ ص ۹۲ (مصریہ) لما تزوج علی رضی اللہ تعالیٰ عنه فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنها قال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطها شیئاً قال ما عندی قال فاین درعک الحطیمۃ، تو اعطها کی ضمیر سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف راجع ہے نہ کہ حدیث شریف میں اعطنی آیا ہے کہ مستدل کی دلیل فاسد



ہن سکے تو پھر اپنے گھر رکھنا یعنی آپ مالک بنا کماں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سید الزاہدین
نفسی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نخت جگر کو دوزرہ دوا کر اپنے دواخت پر رکھیں اپنا ملک بنا میں
جو شرعاً حرام اور نخت حرام ہے بلکہ تحقیق اینق یہ کہ زہرہ دینے کا حکم بعد نکاح بطور مہر معجل ہوا تھا
نہ قبل نکاح، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۰ (مجمعی) و نسائی ج ۲ ص ۹۲ میں ہے واللہ اعلم
داؤدان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما تزوج فاطمة بنت رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اراد ان یدخل بہا فمنع رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یعطیہا شیئاً فقال یا رسول اللہ
لیس لی شیئ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطہا درعک
فاعطاہا درعہ ثم دخل بہا واستدل بہذا الحدیث علی کون
الدرع مہراً معجلاً فی فتم القدیر۔



افسوس کہ مسئلہ کو قبض و تمکک کا فرق معلوم نہیں، افسوس کہ اپنے لئے روپیہ
مانگنا اور لینا رذیلوں کا پیشہ ہے، شرفار اسے سخت از سخت ناگوار جانتے ہیں مگر زید اس
عیب کو بارگاہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ
نہید پر فرض اہم کہ اس سے توبہ کرے اور اس کے وبال و نکال سے ڈرے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
الاعظم و علی آلہ وصحبہ وسلم۔

حرمہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نورہ اللہ ربہ وقواہ
۱۰ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان متین در این مسئلہ کہ میٹھے زید نے اپنی



سالی حقیقی کو اپنی بیوی کی موجودگی میں زنا کر کے حاملہ کر دیا۔ ورثاء زانیہ نے عرصہ پانچ ماہ حاملہ ہونے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا۔

۱۔ کیا از روئے شریعت یہ نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ نکاح خوان و گواہان نکاح کا نکاح قائم رہے گا کہ نہیں؟

۲۔ منکوحہ زانیہ کا نکاح قائم رہے گا یا نہیں؟

۳۔ منکوحہ زانیہ کے حمل کا علم ہونے کی صورت میں طلاق دے کر اس کو فارغ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ کیا زانیہ حاملہ کو طلاق کے بعد اپنے حق مہر کی وصول کرنے کی از روئے شریعت حق دار ہے یا نہیں؟

۵۔ تاریخ نکاح ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء، وضع حمل ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوا اس کے غاوند نے طلاق دے کر فارغ کر دیا۔

اب سند حق مہر کا ہے کیا از روئے شریعت زانیہ مطلقہ حق مہر وصول کر سکتی ہے کہ نہیں؟ یہ فتوے مفصل مدلل عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ مکمل پتہ حسب ذیل ہے:-

غلام سرور خاں ولد سردار محمد خاں قوم کھتران سکند و ہوا محلہ حضرت سلطان لوزنگ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں

غلام سرور بقلم خود ۷۸-۱-۷۰



۱۔ ماں ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اور اس کو زنا کا حمل ہو جائے تو حضرت

امام عظیم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا نکاح شرعی جائز ہے قرآن کریم میں ہے واحل لکم متاورآء ذلکم۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۷
وقال ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حامل من الزنا ولا یطأها حتی تضع۔

۲۔ نکاح خوان و گواہان کے نکاح رہیں گے کیونکہ انہوں نے جائز نکاح کیا ہے اور گواہ بنے ہیں۔

۳۔ ہاں منکوحہ زانیہ کا نکاح بھی طلاق سے قبل قائم رہے گا اور طلاق کی صورت میں مطلقہ ہو جائے گی اور حسب الحکم نکاح ختم ہو جائے گا۔

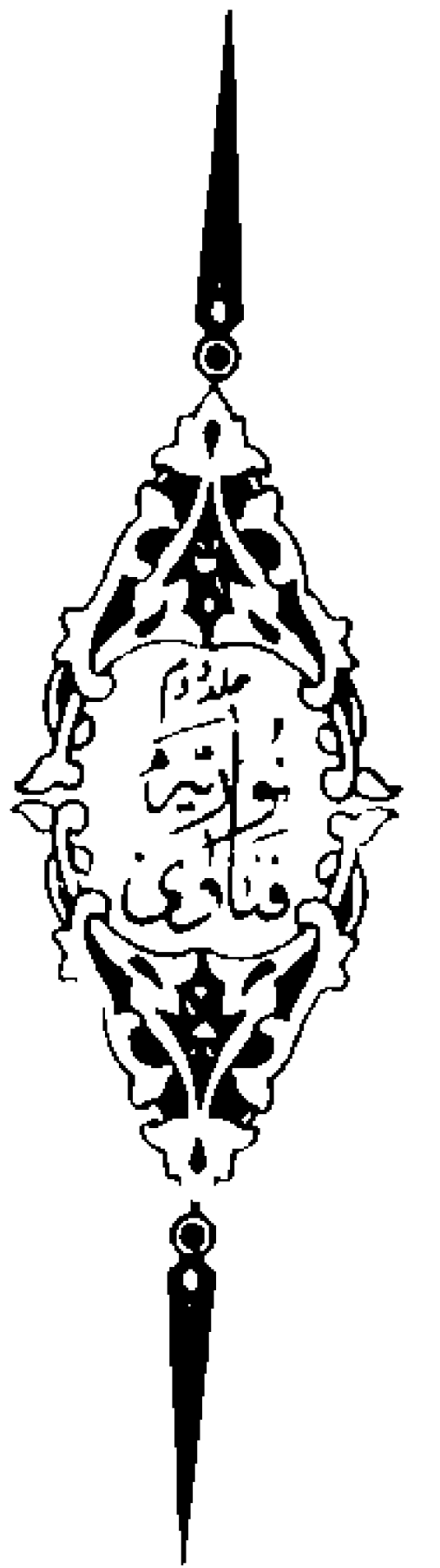
۴۔ اگر خاوند کے پاس اکیلے مکان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہری ہے کہ وہ جماع کر سکتا تھا اگرچہ کیا نہ ہو تو پورا حق مہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۱۱ میں ہے تجب العدة فی الخلوة سواء کانت ^{الخلوة} صحیحة او فاسدة (الی ان قالوا) فاقاموها مقامہ فی حق تاکد المهر، نیز اسی صفحہ میں ہے واذا تاکد المهر لم یسقط الخ لئلا وہ عورت خلوت یا دخول کی صورت میں شرعاً پورا حق مہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف تو ضرور وصول کر سکتی ہے کہ اس کا شرعاً حق ہے اسی لئے تو اس کو حق مہر کہا جاتا ہے جو قرآن کریم کے دوسرے پارے میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ

علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۶ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ۱۰۔۱۔۱۶



شغار

بابُ الشَّار

» دُرُج ذیل سوال و جواب کے تعاقب میں حضرت
فقہ عظم قدس سرہ العزیز کا فتویٰ ص ۳۸۵ تا ۳۹۶ پر ملاحظہ
فرمائیں۔ (محبت)

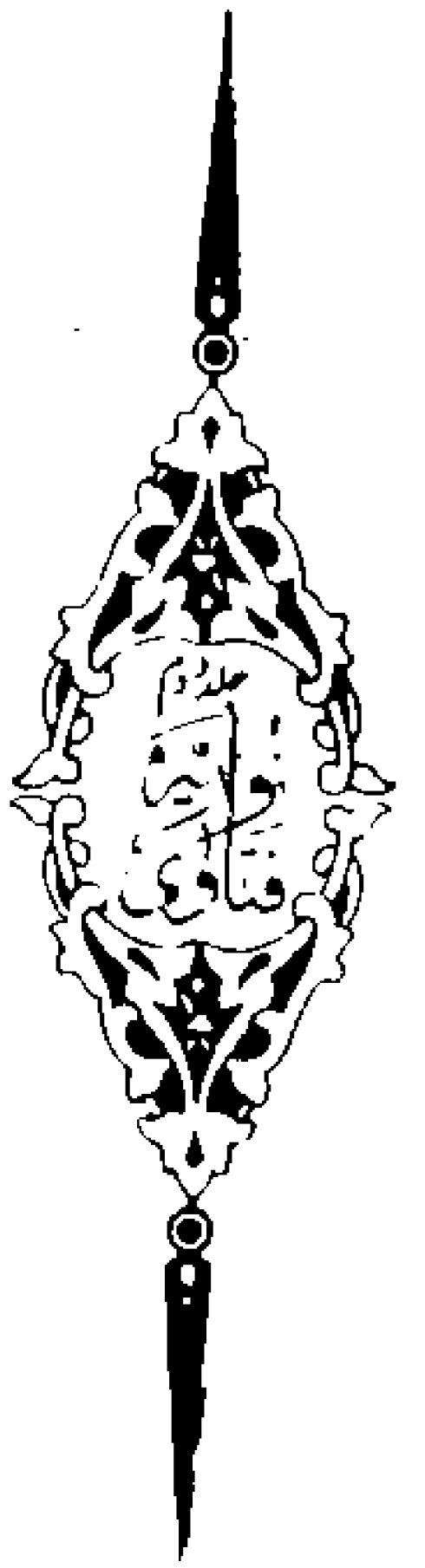
الاستفاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید اور عمرو مرد و
نہ اپنی اولاد کا نکاح بطور شغار یعنی بیٹہ کے کیا ہے، زید کی دختر کی عمر بوقت عقد شرعی صرف
چھ ماہ کی تھی اور عمرو کی دختر جوان تھی چنانچہ وہ اس وقت سے اپنے خاوند کے ہاں آباد
ہو گئی، زید کی دختر عرصہ ایک دو برس سے جوان ہو گئی ہے لیکن وہ کسی صورت میں بھی
اپنے خاوند یعنی پسر عمرو کے ہاں جانے اور آباد ہونے پر تیار نہیں، اسے از حد سمجھایا گیا
ہے کہ تیرا خاوند فلاں ہے۔ اس کے ساتھ زندگی بسر کرو، وہ کہتی ہے میں ہرگز نہ جاؤں
گی، میری طبیعت اسے بالکل نہیں چاہتی خواہ کیسے بھی ہو مجھے اس کے پاس جانا مطلقاً
منظور نہیں۔ نیز واضح ہو کہ دالین قسم کھاتے ہیں کہ ہماری اس میں کوئی شرارت نہیں دوسری

طرف سے خاوند کتنا ہے کہ میں اسے ضرور لوں گا اور اسے ہرگز آزاد نہ کروں گا۔ اس کی موت آجائے۔ عورت جوان اور خاوند سے پورے طور پر متنفر ہے، خاوند بھی خواہ ایک اور عورت منکوحہ رکھتا ہے اس ضد پر مصر ہے کہ اسے موت تو آزاد کر دے تو میں مجبور ہوں ورنہ میں آزاد نہ کروں گا۔ اندر میں صورت زوجہ مذکورہ کے والدین کیا صورت اختیار کر سکتے ہیں؟ جو حکم شرع شریف ہوا رشاد فرماویں۔ بینوا
توجروا : مولوی ثناء اللہ صاحب گوی

الجواب بعون الملک الوہاب

بشرط صحت سوال عرض ہے کہ خواہ زن مذکورہ کو کسی امام کے نزدیک اختیار فسخ نہیں ہے کیونکہ جب نابالغہ اور کنواری لڑکی کا عقد شرعی باپ یا دادا کرے تو بعد از بلوغت عورت کو متفق طور پر اختیار فسخ حاصل نہیں ہے جبکہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے لیکن جب عورت بسا نہیں چاہتی اور پورے طور پر خاوند کے ہاں جانے سے انکاری ہے اور خاوند بھی پورے عناد سے لینے پر مصر ہے تو یہ ایک بڑی مصیبت ہے کیونکہ حالات زمانہ از حد خطرناک ہیں، ایسے گورکھ دھندا میں ایک تو عورت کا فواحش میں مبتلا ہونا لازمی ہے، دوسرا جو مقاصد عقد شرعی سے وابستہ ہوتے ہیں تمام فوت ہو جائیں گے مثلاً توالد اور تناسل نیز خاندان زن مذکورہ اور اس کے خاوند کے مابین ہمیشہ کے لئے فتنہ برپا رہے گا والفتنة اشد من القتل لہذا اس کا حل معزز اور معقول تلاش کرنا چاہئے سو واضح ہو کہ اس گورکھ دھندا کا بہترین حل خلع ہے چنانچہ ثابت بن قیس کا فیصلہ اس طور پر سرور کائنات نے فرمایا تھا یعنی ثابت بن قیس کی عورت ایک روز علی الصباح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئی، جب آپ نے اسے دیکھا، دیکھ کر آنے کی وجہ

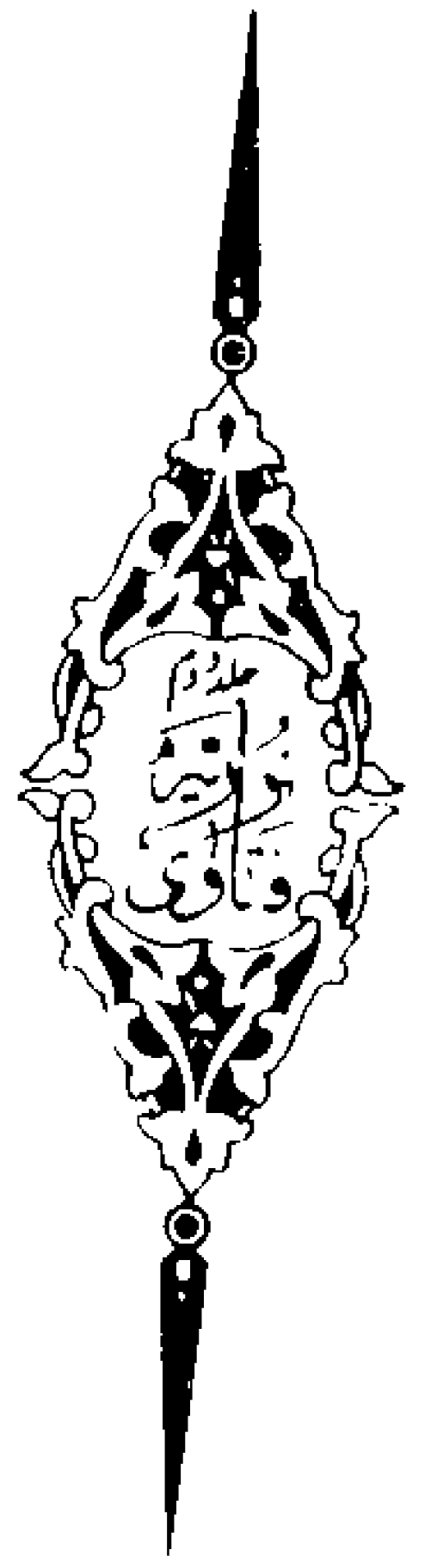


دریافت کی تو اس نے عرض کی کہ سرکار خواہ میرا خاوند ثابت بن قیس پورا دیندار ہے لیکن مجھے اس سے پوری نفرت ہے اور میری اس سے گزر ناممکن ہے۔ سرکار نے ثابت کو بلا کر حکم دیا کہ تم اپنا حق اپنی عورت سے واپس لے لو اور اسے آزاد کر دو۔ اس نے عرض کی کیا حضور یونہی درست ہے؟ آپ سرکار نے فرمایا کہ ہاں! چنانچہ ثابت نے اپنی زوجہ کو آزاد کر دیا اور اس نے ثابت کو اس کے ہر دو باغ جو کہ مہر میں دے گئے تھے واپس کر دئے جیسا کہ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۴۰۴ میں یوں مذکور ہے

عن عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارة عن حبيبة بنت سهل انهما كانتا تحت ثابت بن قيس وان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج الى الصبح فوجد حبيبة بنت سهل عند بابة في الغلس فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من هذه قالت انا حبيبة بنت سهل قال ما شانك قالت لا انا ولا ثابت بن قيس لزوجها فلما جاء رجاء ثابت بن قيس قال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذه حبيبة بنت سهل فذكرت ما شأنا الله ان تذكر فقلت كلما اعطاني عندي فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لثابت بن قيس خذ منها فخذ منها وجلست في اهلها وفي رواية عاشت رضى الله عنها فضرها فكسر بعضهما فانت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد الصبح فدعا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثابتا فقال خذ بعض ما لها وفارقها فقال ويصلح ذلك فقال نعم قال اصدقها حد يفتين وهما بيدها فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خذها ففارقها ففعل.

مہ یونہی لکھا ہوا تھا ۱۲

بخاری شریف باب الخلع میں ایک روایت میں یوں مذکور ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت نے یوں عرض کی تھی کہ حضور میری ثابت سے نبھ نہیں سکتی چنانچہ آپ نے خاوند کو بلا کر اسے حق واپس دلوا دیا اور عورت کو آزاد کر دیا۔ اگر خاوند کے ہاں نہ جانے والی عورت کو مجبور کر کے خاوند کے پاس روانہ کرنا لازم ہو تا تو سرور کائنات ثابت کو بلا کر بھی اس کی زوجہ کو آزاد نہ کروائے بلکہ اسے یعنی عورت کو مجبور کر کے اس کے ہاں روانہ کر دے نیز اگر یہ پیچیدگی حل کرنے میں مقدم نہ ہوتی تو نبی صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اس تنازع میں دُجیسی فوری نہ لیتے بلکہ آپ نے ناچاکی ناقابل اصلاح کے آئندہ خطرات سے متاثر ہو کر فوراً تفریق کرادی جس سے صاف روشن ہے کہ تنازع ناقابل درستی کی صورت میں بجائے عورت کو مجبور کرنے کے خلع از حد بہتر ہے اور مقدم امر ہے تاکہ عورت آزاد ہو کر حسبِ مشا آباد ہو سکے، زنا جیسی بلا سے بچ کر اطمینان سے زندگی بسر کرے، ادھر خاوند کو بھی حق مل جائے اور فتنہ دب جائے، مرد کو چاہیے کہ سرکار کے اس عمل کے مطابق چل کر عورت کو آزاد کر دے اور ضد نہ کر عورتوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے، خداوند کوئی بہتر انتظام کر دے گا اسی طرح عورت کو بھی اس سے بہتر کوئی خاوند نصیب ہو جائے گا، اگر خاوند ضد کرے تو چونکہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے جیسا فقہ کی تمام کتب میں مذکور ہے مثلاً شرح الوقایہ باب استدانۃ الزوجۃ علی الزوج ج ۲ ص ۴۲، اقام القاضی مقامہ لکونہ ذالایۃ فیفرق بینہما۔ میں مذکور ہے (ترجمہ) قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا قاضی تفریق کر دے اور فتنہ فساد کو ختم کر دے جیسا کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے، خاوند عین اور اس کی ضد کی صورت میں فتنہ و فساد کے پیش نظر قاضی کو پورا حق ہے کہ وہ عورت اور مرد کے درمیان خود تفریق کرے معاملہ طے کر سکتا ہے، یہ تفریق احناف کے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔ دوسری صورت خلاصی کی یہ ہے جار فی الدر المختار لا بأس بتقلید المذہب الشافعی عند الضرورة یعنی حنفی مقلد بوقتِ ضرورت بلا خوف و خطر امام شافعی کی تقلید کر سکتا ہے جبکہ خاوند کے مفلس ہونے کی صورت میں اور نفقہ نہ دینے



کی حالت میں احناف امام شافعی کے مذہب پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ شرح الوقاہ ج ۲ ص ۱۸۸ اور ہدایہ شریف اولین میں مذکور ہے چونکہ صورت مذکورہ میں نکاح بٹہ کا ہے اور حجنگہ اختم ہونے کی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ اپنی ضد سے باز نہیں آتا اور نہ ہی عورت نرم ہونے کو تیار ہے سوائے تقلید امام شافعی رضی اللہ عنہ کے کوئی چارہ نہیں لہذا اور ثمار امام شافعی کے مذہب پر عمل کر کے معاملہ ختم کریں۔ جارفی الترمذی مع تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۱۸۸ نکاح الشغار مفسوخ ولا یحل وان جعل لهما صداقا وهو قول الشافعی واحمد واسحق یعنی بٹہ کا نکاح امام شافعی کے نزدیک منہج اور حرام ہے گویا ہوا ہی نہیں، جارفی سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب النکاح ان العباس بن عبد اللہ بن عباس النکح عبد الرحمن بن الحکم ابنت وانکح عبد الرحمن ابنته وكان جعل صداقا فكتب امير معاوية الى مروان يأمره بالتفريق بينهما وقال في كتابه هذا الشغار الذي نهى عنه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (ترجمہ) دو شخصوں نے امیر معاویہ کے زمانہ میں بٹہ کا نکاح آپس میں کیا تو حضرت امیر معاویہ نے اپنے گورنر مروان کو حکم لکھا کہ نکاح مذکور میں تفریق کرادے، الغرض حنفی منقلد صورت مذکورہ میں بوجہ مجبوری امام شافعی کے مسئلہ شغار پر عمل کر کے پیش آمدہ عیبیت سے غماصی حاصل کر سکتا ہے ہذا اما عندی والله اعلم بالصواب۔

حررہ کفش بزرگوار علماء الدین ثناء اللہ خالدی الشامی مہاجر فرزند پوری بقلم خود مدرس مدرسہ نور الاسلام بنگہ صالح ڈاکخانہ خاص تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری - ۱۸۰۴۰۴۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو نے

اپنی اولاد کے نکاح باہمی بچاس بچاس روپیہ حق مہر مقرر کر کے کئے۔ زید کی لڑکی بوقت عقد شریعی صرف چھ ماہ کی تھی اور عمر کی لڑکی جوان تھی۔ جوان لڑکی اسی وقت سے زوج کے گھر آباد ہو گئی، زید کی لڑکی جب جوان ہوئی تو اس نے خاوند کے گھر نہیں بھیجی، وہ بیچارے کو کشش کرتے رہے ہیں مگر زید نہیں ماننا بلکہ کہتا ہے کہ جوان لڑکی کو طلاق دیدو اور دوسری بالکل چھوٹی لڑکی کا نکاح کر لو مگر فریق عمر و یتیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ انتظار میں اتنا وقت گزرا کہ چھ ماہ کی لڑکی کئی سالوں سے جوان ہے اور اب طلاق دے کر پھر چھوٹی لڑکی کا نکاح کریں تو زوج بیچارے کا وقت ختم ہو جائے گا، اب فریق زید نے ایک مولوی صاحب کے پیش یہ استفتا کر کیا اور کہا کہ ہماری لڑکی اس خاوند کو پسند نہیں کرتی اور اس کے گھر آباد ہونا مطلقاً پسند نہیں کرتی اور خاوند بھی طلاق نہیں دیتا اور اصرار کرتا ہے کہ میری بیوی میرے گھر آباد ہو، تو مولوی صاحب نے یہ فتوے دیا کہ یہ نکاح زن مذکورہ کسی امام کے نزدیک منسوخ نہیں کر سکتے کہ نابالغہ اور کنواری لڑکی کا عقد شریعی باپ یا دادا کرے تو بعد از بلوغت عورت کو متفق طور پر اختیار منسوخ نہیں ہے جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے لیکن جب عورت بسنا نہیں چاہتی اور خاوند کے ہاں جانے سے انکاری ہے اور خاوند لینے پر مصر ہے تو یہ ایک بڑی مصیبت ہے، اس کا حل ہے اور اگر خاوند نہ مانے تو قاضی خود تفریق کر دے اور دوسری صورت یہ کہ امام شافعی کی تقلید کر لیں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، امام شافعی کے مذہب میں نکاح شغار یعنی بٹ منسوخ اور حرام ہے گویا ہوا ہی نہیں

مولوی صاحب کے فتوے کی نقل بھی حاضر ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر

ہے کہ :

- ۱۔ کیا واقعی مرد پر لازم ہے کہ خلع کر لے اور عورت کی ضد پوری کر دے؟
- ۲۔ اگر مرد خلع نہ کرے کیا قاضی خود تفریق کر سکتا ہے؟



۳۔ طرفین کا مقررہ کر کے بعد ذکر معاوضہ ادا بعضین بالآخر آپس میں کر لئے جائیں کیا وہ شغار منسوخ و حرام ہیں کہ سرے سے ہوئے ہی نہیں ہیں؟ اگر واقعی شغار ہے کیا اس لڑکی کا نکاح باطل ہے اور دوسری کا جو آباد ہے اور صاحب اولاد ہے جائز ہے یا باطل؟

فتویٰ مذکورہ مولوی صاحب نے پچاس روپیہ لے کر دیا ہے۔
سائل، نادرا زبونکہ صلح لصلح منکری



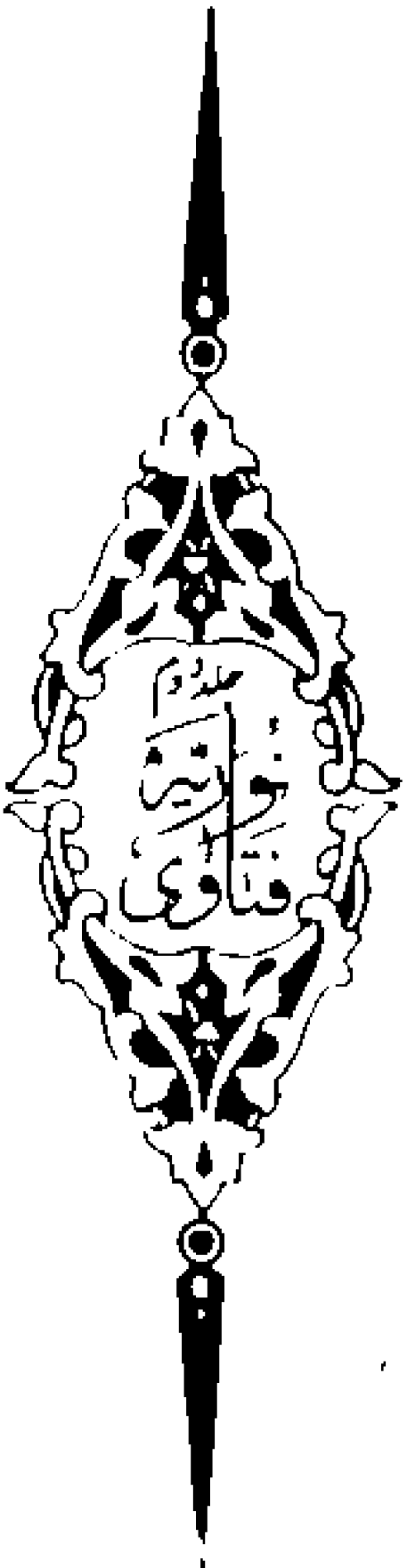
استفتائے فریقین کی رو سے ہندہ کا نکاح صحیح و لازم ہے اور واقعی اسے حق فسخ کسی مام کے نزدیک نہیں اور زوج کا مطالبہ کہ ہندہ میرے گھر آباد ہو بالکل صحیح اور جائز مطالبہ ہے، شرعاً عقلاً عرفاً نکاح کا مقتضی یہی ہے ہن لباس لکم، نسائکم حرث لکم، عاشروہن بالمعروف، ازواجاً لتسکنا الیہا، الرجال قوامون علی النساء وغیرہ ارشادات قرآن کریم اور احادیث تو اس باب میں بحر زاید ہیں کما لا یخفی علی من لہ ادنی ملا بست بہا لئذا یک جلد پر اقتضائے اختصار ہے الرجل راع علی اہلہ تو اہل رعیت ہوا، اور فقہائے کرام نے نکاح کی تعریف ہی بالفاظ متعارفہ یہ فرمائی ہے عقد یفید ملک المتعہ بکصاف تصریح فرمادی کہ زوج حبس و قید و منع من الخروج کا مالک ہے، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱، بحر الرائق ج ۳ ص ۸، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲ میں ہے والنظم من البحر و منها ملک الحبس والقید وصیورتہا منوعة من الخروج والبروز میزان شطرنج

ص ۱۲۴، حجة الامتة في اختلاف الائمة ج ۲ ص ۷۷، میں ائمہ اربعہ کا فیصلہ بالاجماع نقل فرماتے ہیں والنظم من الميزان يجب على الزوجة طاعة زوجها وملازمة المسكن بلكه معتدہ پر لازم کہ انقضائے عدت تک زوج کے گھر رہے حالانکہ عدت اثر نکاح ہے، سورة الطلاق میں ہے لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن، اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم، تو بندہ کا اس کے گھر نہ جانا اور آباد نہ ہونا بایں عذر کہ میری طبیعت اسے بالکل نہیں چاہتی خواہ کیسا بھی ہو مجھے اس کے ہاں جانا مطلقاً منظور نہیں، صریح ظلم اور ظالمانہ ہے جس کا نام شرعاً نشوز ہے، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۹، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۶، مبسوط ج ۵ ص ۱۸۶، شرح الوفا ج ۲ ص ۱۷۳، عنایہ ج ۲ ص ۱۹۶، کفایہ ج ۲ ص ۱۹۶، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۹، میں ہے والنظم للامام الفخر لو امتنعت المرأة عن السكنى مع تصيرنا شرة۔



فتح القدیر اور بحر الرائق میں یہ بھی افادہ فرمایا کہ خروج سے مراد زوج کے گھر آنے پر موافق نہ ہونا ہے اگرچہ شروع ہی میں ہو والنظم من الفتحة والتحريم ان الماخوذ فيه عدم الموافقة على المجيء الى المنزل سواء كان بعد خروجها او امتنعت عن ان تجئ الى منزله ابتداءً، تفسیر طبری ج ۵ ص ۲۰، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۲۲، ج ۱ ص ۱۸۲، مدارک ج ۱ ص ۲۱، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۱۶، ابوالسعود ج ۳ ص ۲۴، تفسیرات احمدیہ ص ۱۸۱، تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۰۲، بدایین ص ۷، جمل علی الجلالین ج ۱ ص ۳۷۹، صاوی ج ۱ ص ۱۹۱، معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۳۳، خازن ج ۱ ص ۲۳۳ میں بالفاظ متعارف ہے والنظم من الخازن نشوز المرأة هو بغضها لزوجها ورفع نفسها عن طاعة یعنی عورت کا نشوز یہ ہے کہ خاوند کو برا جانے اور اس کا حکم نہ ماننے۔ تو اس میں یہ صورت بوجہ اتم داخل ہے اور جب ثابت ہو کہ ہندہ ناشرہ ہے تو اس کا معزز اور معقول مل وہ ہے جو قرآن

کریم نے بھیج امر بیان فرمایا واللہ لاتی تخافون نشوزھن فعضوھن واهجرھن
فی المضاجع واضربوھن تو اگر بندہ کے وارث نیک نیت اور سچے ہیں تو جبراً اسے زوج
کے گھر بھیجیں تاکہ حسب ہدایت رب العالمین وہ نصیحت و تادیب کر سکے، ہدایات ربانیہ پر
عمل پیرا ہونے سے مومن کا دل انوار سے پُر ہو جاتا ہے اور عسی ان تکرہوا شیئاً
وہو خیر لکم کا عبودہ ظہور پذیر ہوتا ہے بکہ کریمہ فان کرہتموھن فعسی ان تکرہوا
شیئاً ویجعل اللہ فی خیر اکثریٰ اسے بطریق دلالتہ بالنض من زوج کریمہ مستفاد اور گو کہ حکم
لا جناح علیہما فیما افتدت بخلع کی اجازت ہے مگر بہترین وہی صورت صلاح ہے
کہ طلاق بالنض الحلال ہے سنن بیہقی ج ۱، ص ۳۲۲، سنن ابوداؤد ج ۱، ص ۲۹۶، مستدرک
ج ۲، ص ۱۹۶ میں باسانید متعددہ و کلمات متقاربہ حضرت عبداللہ بن عمر سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق، حاکم نے فرمایا ہذا حدیث
صحیح الاسناد اور ذہبی نے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا قلت علی شرط (م) نیز حاکم
نے فرمایا ومن حکم ہذا الحدیث ان یبدأ ب کتاب الطلاق سنن
ابوداؤد ج ۱، ص ۳۰۳، سنن ترمذی ج ۱، ص ۱۵۴، سنن بیہقی ج ۱، ص ۳۱۶ میں بالفاظ متقاربہ
حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایما امرأۃ
سألت زوجها طلاقاً فی غیر ما بأس خرام علیہا راحة الجنة سنن نسائی
ج ۲، ص ۱۰۴، سنن بیہقی ج ۱، ص ۳۱۶ میں بہ ترتیب متقارب حضرت ابوہریرہ سے ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المستزعات والمختلعات هن المنافقات
ومثلہ فی المختلعات عند الترمذی عن ثوبان مرفوعاً، یہی وجہ ہے
کہ بعد از طلاق رجعت کو جائز فرمایا بلکہ ترغیب فرمائی و بعولتھن احق بر دھن فامسا
بمعروف، فامسکوھن بمعروف اور مرد کو قوام بنایا اور اسی کے اختیار میں رکھی
کہ عورت بوجہ نقصان عقل و دین بلا وجہ تفریق نہ کر دے اور یہاں تو زوج طالب صلح ہے



اگر ظالم اور ناتنزی بھی ہو تب بھی عورت کو ہدایت فرمائی کہ مصالحت کی کوشش کرے اور صلح کو
خیر فرمایا و ان امرأة خافت من بعلها نشوزا و اعراضا فلا جناح علیہما
ان یصلحا بینہما صلحا و الصلح خیر اور حدیث حبیبہ بنت سہل سے
غلط ہی ثابت ہے و وجوب یا جبر زوج علی الخلع ثابت نہیں۔ یعنی شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۵۱
میں قولہ صلی اللہ علیہ وسلم طلقها الامر فیہ للارشاد والاستصلاح
لا لایجاب والالزام ومثله فی حاشیۃ البخاری عن الفتح اور بصوت
انکار زوج قاضی تفریق نہیں کہ سکتا کہ تفریق حکما طلاق ہے کہ گروہ نکاح زوج کے ہاتھ میں
ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔

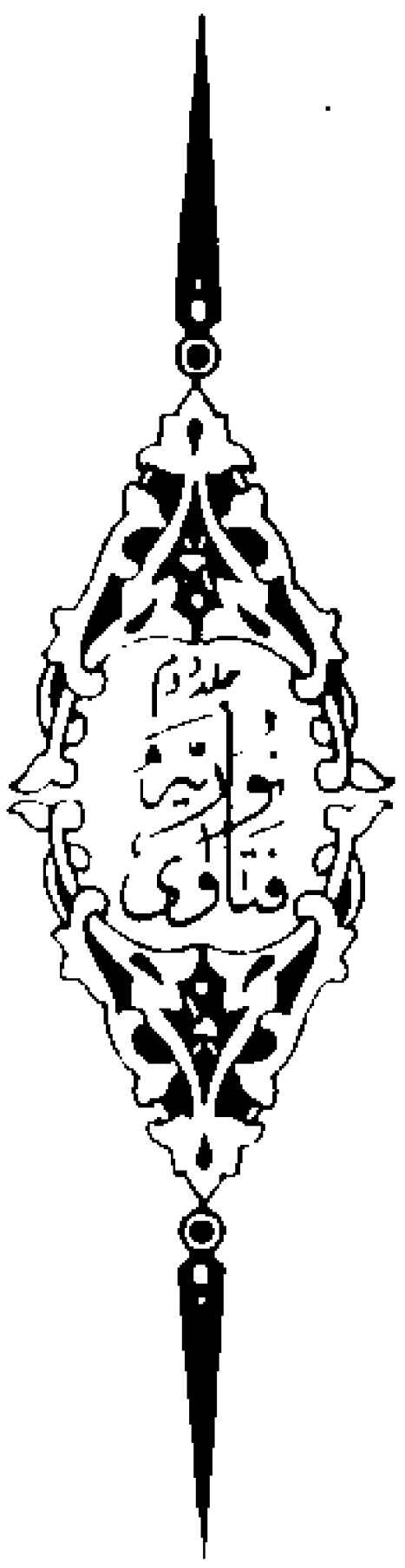
تفسیر مدارک ج ۱ ص ۹۵، تفسیر احمدیہ ص ۱۰۲، خازن ج ۱ ص ۲۰۵ میں ہے کہ

حضرت امام الانمہ ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مختاریہ ہے

کہ اس سے مراد زوج ہے والنظم من الخازن وهو قول ابی حنیفہ والشافعی
فی الجدید واحمد وجمہور الفقہاء روح البیان ج ۱ ص ۱۳، جل علی الجلالین
ج ۱ ص ۱۹۴ میں یہ تفسیر اختیار فرمائی ہے۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۳۹ میں اسے ترجیح دی ہے
میزان شمرانی ج ۲ ص ۱۲۳ رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۵، میں ہے والنظم من الرحمة
قال ابو حنیفہ هو الزوج وهو الجدید الرابع من مذهب الشافعی
سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۲ میں اسے ترجیح اور امام شافعی کا قول جدید یا پہن ابن ماجہ ص ۱۵۲،
سنن بیہقی ص ۳۶۰ میں بالفاظ متقاربہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی
کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر فرمایا انما الطلاق لمن اخذ
بالساق یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کر سکتا ہے۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۸، ابن ماجہ
ص ۱۴۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۸، مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۰۵ حضرت عبداللہ بن عمر سے
بالفاظ متقاربہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا طلاق لہ فیما لا یملک



ابوداؤد نے سکوت فرمایا جو دلیل قبول ہے اور ترمذی نے حسن صحیح اور احسن شعیبی
روی فی هذا الباب فرمایا مستدرک ج ۲ ص ۲۰۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۹ میں حضرت
جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا طلاق لمن
لم یملک یعنی طلاق اس کے لئے نہیں جو مالک نہیں، حاکم نے فرمایا حدیث صحیحہ
علی شرط الشیخین اور وہی نے تقریر فرمائی اور ولایت قاضی کا یہ معنی نہیں کہ صرف
عورتوں کو خوش کرتے ہوئے تفریق کرتا رہے، شرح الوقایہ میں باب استدانہ الزوج
نہیں اور نہ ہی اس میں یہ عبارت ہے بلکہ باب النفقہ کے مسئلہ استدانہ میں دلیل امام شافعی
ذکر فرمائی اور اس کے ماثیہ پر مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے اس دلیل کی تفصیل میں یہ لفظ
ذکر کئے، فقہ حنفی کی کسی مستند کتاب میں یہ مذکور نہیں بلکہ صاف صاف تصریح فرمادی کہ ہمارے
مذہب میں زوج کے نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں قاضی تفریق نہیں کر سکتا، وقایہ
شرح الوقایہ ص ۱۷۴، تنویر البصار، در المختار ج ۲ ص ۹۰۳، شامی ج ۲ ص ۹۰۳، بدایہ
ج ۲ ص ۴۱۶، فتح القدیر ج ۴ ص ۲۰۱، کفایہ ج ۴ ص ۲۰۱، غنایہ ج ۴ ص ۲۰۱، مبسوط ج ۵ ص ۱۹۰
عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۵، خلاصہ ج ۲ ص ۵۴، قاضیخان ج ۱ ص ۱۹۸، کنز الدقائق ص ۱۴۲،
قدوری ص ۱۹۱، رمز الحقائق ص ۱۴۲، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۸۴ میں ہے والنظم من
البحر لا یفرق بعجزه عن کلہا او بعضہا اور عین پر عاجزہ عن النفقہ کا قیاس
ثوافع قیاس مع الفارق ہے کمابین فی المبسوط ج ۵ ص ۱۹۱ والبحر
ج ۴ ص ۱۸۴ وغیرہا، البتہ شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۷۵، ۱۷۶، در المختار ج ۲ ص ۹۰۳،
شامی ج ۲ ص ۹۰۳، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۸۴ میں ہے کہ مشائخ نے مستحسن فرمایا کہ قاضی حنفی ضرورت
کے وقت شافعی المذہب کو نائب بنائے اور وہ شافعی المذہب تفریق کرے والنظم
من شرح الوقایہ استحسنوا ان ینصب القاضی نائباً شافعی المذہب
یفرق بینہما۔ اور رعایت شروط ضروری ہے کہ نافذ ہو کما فی رد المحتار وغیرہ

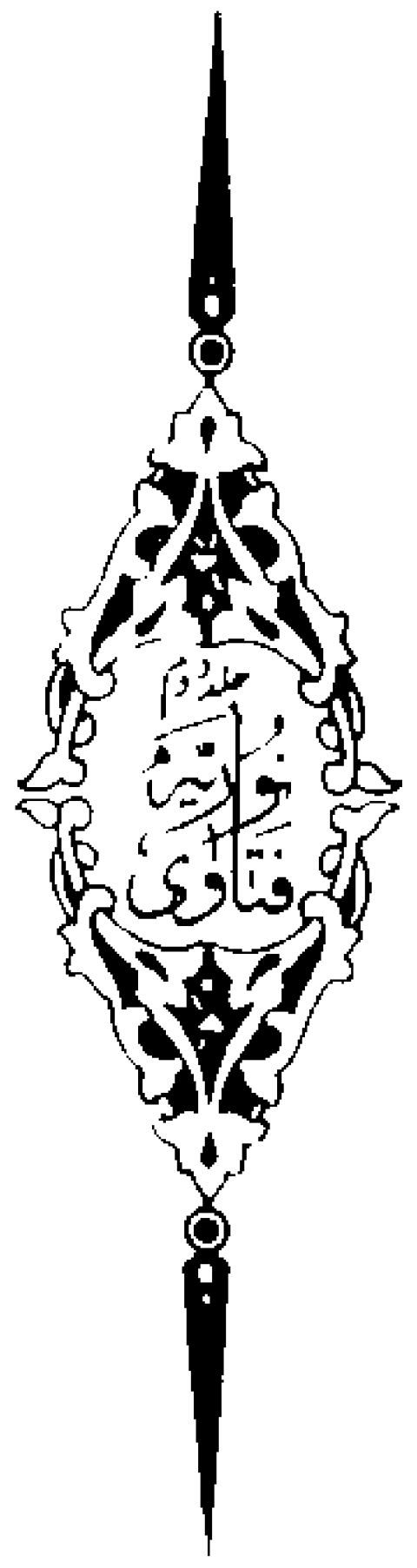


اور ان شروط سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ رشوت نہ لیں۔ در المختار وغیرہ میں ہے اذا لحد
یرتثن الامر والمأمو را اور اگر خود قاضی حنفی تفریق کرے تو نافذ نہیں۔ در المختار ج ۲
ص ۹۰۳، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۲ میں ہے والنظم من الدرر ولو قضی بہ حنفی
لم ینفذ مگر مسئلہ کا قیاس اس پر صحیح نہیں کہ یہاں تو زوج کی طرف سے عورت کو کوئی
تکلیف نہیں سوائے خیالات فاسدہ کے اور دلائل سے ثابت ہو چکا کہ مرد مختار ہے،
نصوص کے مقابلہ میں تو قیاس مجتہدین بھی مضمحل ہوتا ہے اور ابنائے زمان تو مجتہد کمال
مجتہدین کا کلام سمجھیں تو غنیمت ہے اور اگر قیاس ہی کرنا ہے تو ان مسائل پر کیوں نہیں
قیاس کرتے جن میں تفریق نہیں مثلاً اگر زوج باوجود قدرت عورت کو خراج نہ دے تو
قاضی بالاتفاق تفریق نہیں کر سکتا بلکہ قید کر لے حالانکہ طاقت ہوتے ہوئے خراج نہ دینا
مخرج غلام ہے اور عورت کو اس میں سخت تکلیف ہے۔ در المختار ج ۲ ص ۸۹، شامی ج ۲
ص ۸۹۲، مبسوط ج ۲ ص ۱۸۸، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۶، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۳ و
النظم منه ولا خلاف ان المومراذ المریطعم لا یجبر علی الفراق
بل یحبس بلکہ مخالفت زوجین کے وقت جو حکم طرفین قرآن کریم کے حکم سے بھیجے
جاتے ہیں وہ بھی ہمارے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک تفریق نہیں کر سکتے اگرچہ
زوج کا ظالم ہونا بھی ثابت ہو جائے، مدارک ج ۱ ص ۱۷۴، معالم التنزیل ص ۶۳۵، تفسیر
طبری ج ۵ ص ۴۹، نیشاپوری ج ۵ ص ۴۵ والنظم من النیشاپوری فی
للشافعی قولان اصحهما وبہ قال ابو حنیفہ واحمد انہما وکیلان
لان البضع حق الزوج الخ شامی ج ۳ ص ۵۳۶ میں ہے ان باب القیاس
مسدود فی زماننا وانما للعلماء النقل من الکتب المعتمدة
کما صرح جواب یعنی قیاس کا دروازہ ہمارے زمانے میں بند ہے، علماء صرف کتب
معتدہ سے نقل کر سکتے ہیں، شرح عقود رسم المفتی ص ۳۲ میں ہے فعلی من لم یجد

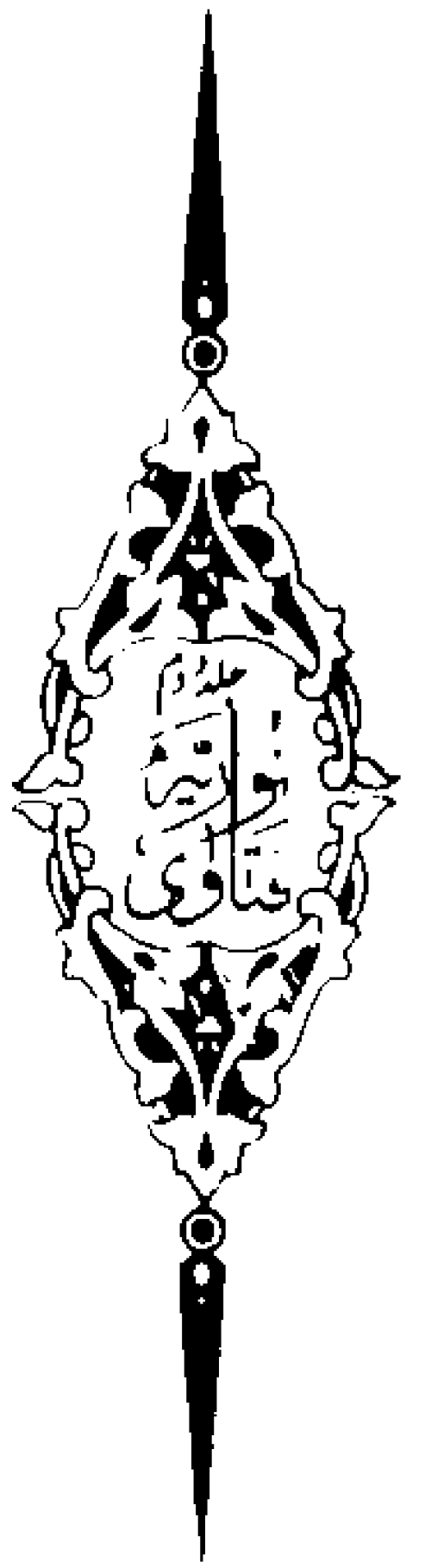


نقل صریحاً ان يتوقف في الجواب او يسئل من هو اعلم منه يعني جو صریح نقل نہ پائے اس پر لازم ہے کہ جواب میں توقف کرے یا زیادہ علم والے سے سوال کرے فوائد زینیہ سے نقل فرمایا کہ قواعد وضوابط کی رو سے فتویٰ دینا حلال نہیں مفتی پر صریح نقل کا بیان ضروری ہے لا یجمل الافتاء من القواعد والضوابط وانما علی المفتی حکایۃ النقل الصریح کما صرح جواب اور صرف مادے کی ایسی نظیر میں فرق ہو سکتا ہے جسے یہیں سمجھ سکتا و لا یکتفی بوجود نظیر ہا مہا یقاربہا فانہ لا یأمن ان یکون بین حادثہ و ما وجدہ فرق لا یصل الیہ فہمہ بلکہ در المختار ج ۲ ص ۲۲۸ میں خلاصہ سے ہے لوقیل لحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا یعنی اگر حنفی سے دریافت کیا جائے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کا مذہب کیا ہے تو واجب ہے کہ کہے کہ حضرت ابو حنیفہ نے یوں فرمایا و مقاربہ فی ج ۲ ص ۲۳۵ بلکہ ج ۳ ص ۲۶۳ میں ہے کہ اگر امام شافعی کے مذہب کی طرف انتقال کرے تو تعزیر لگایا جائے ارتحل الی مذهب الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یحضر راور گھس ۵۲۹ میں ہے کہ ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں ولا من انتقل من مذهب ابی حنیفۃ الی مذهب الشافعی یہ ہیں در المختار کی تصریحات اور مفتی صاحب در المختار سے اجازت نقل فرمایا ہے ہیں بلکہ در المختار ج ۴ ص ۴۲۰ میں ہے کہ اگر قاضی اپنے مذہب کے معتقد کی مخالفت کرے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوتا، یہی مختار للفتویٰ ہے بل المقلد متی خالف معتبد مذهب لا ینفذ حکمہ و ینقض ہو المختار للفتویٰ کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقد مناہ فی اول الكتاب وسیجی۔

صرف در المختار کے چند ارشادات پر اختصاراً اقتصار ہے کہ مسئلہ متنازع فیہا



میں تو تقلید امام شافعی کا دخل ہی نہیں کہ ان سے تفریق و فسخ و حرمت کی نقل ہی نہیں کما
عرفت اور مفتی صاحب بھی بالاتفاق نفاذ نکاح تسلیم کر چکے ہیں کہ کسی امام کے نزدیک حق
فسخ نہیں، اول جواب میں تحریر کیا تو اب شغار کا بہانہ بنا کر امام شافعی کے نزدیک کیوں فسخ
قرار دیا جاتا ہے حالانکہ یہ صورت حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک قطعاً شغار نہیں،
شغار کی تعریف صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴، سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۲۸۳،
سنن نسائی ج ۲ ص ۸۵، ابن ماجہ ص ۱۸۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۹ میں بالفاظ متعارف ہے
کہ شغار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی لڑکی کا نکاح کرے اور اپنی لڑکی کا نکاح اسے
کہ دے سوائے مہر کے اور ایسے ہی دوسرے کی بہن کا نکاح کرے اور اپنی بہن کا نکاح
اسے کہ دے سوائے مہر کے والنظم من البخاری قلت لنافع ما الشغار
قال ینکح بنت الرجل وینکح بنت بغیر صداق وینکح اخت الرجل
وینکح اخت بغیر صداق اور سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۵ میں عامۃ اہل العلم
کی طرف منسوب فرما کر یہی تعریف فرمائی، فرماتے ہیں والعمل علی هذا عند عامة
اہل العلم لا یرون نکاح الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجہ
الآخر ابنته او اخته ولا صداق بینہما۔

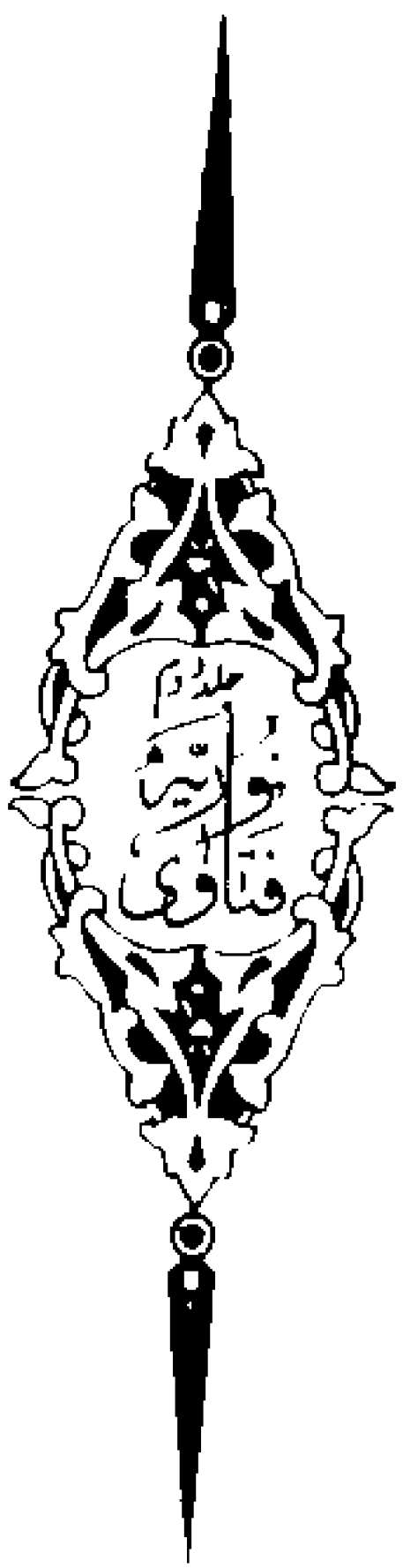


غرضیکہ ان کتب معتدہ حدیث شریف میں یہ تفسیر بالاتفاق ہے کہ اس میں یہ شرط ہے کہ
مہر مالی نہ ہو، باقی بعض روایات حضرت ابوہریرہ کے آخر میں لا صداق بینہما کا نہ آنا
ضرر نہیں کہ ایک ہی مادہ میں مطلق بالاتفاق مقید پر محمول ہوتا ہے اور زیادتہ الثقة
قاعدہ مقررہ ہے سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۰ میں حضرت جابر کی مرفوع حدیث ہے، اس کے
آخر میں ہے والشغار ان ینکح ہذہ بہذہ بغیر صداق بضع ہذہ صدق

ہذہ ویضع ہذہ صداق ہذہ یعنی شغار یہ ہے کہ عورت کا نکاح کرے اس عورت کے عوض میں بغیر مہر کے، بضع اس عورت کا مہر اس کا ہے اور بضع اس کا مہر اس کا ہے۔

اس تفسیر میں ایک اور زیادتی آگئی جس سے ثابت ہوا کہ شغار میں مہر مالی نہیں ہوتا بلکہ بضع کو مہر قرار دیا جاتا ہے اور یہی تفسیر شغار لغت عرب و شروح حدیث میں بلا ذکر اختلاف ہے۔ نہایت ج ۲ ص ۲۴۵، درالنیر ج ۲ ص ۲۴۵، مجمع البحار ج ۲ ص ۱۹۹ میں ہے والنظم من النہایۃ ہونکاح معروف فی الجاہلیۃ کان یقول الرجل للرجل شاعرنی ای زوجنی اختک او بنتک لو من تلئ امرہا حتی ازوجک اختی او بنتی او من الی امرہا ولا یكون بینہما مہر ویكون بضع کل واحدۃ منہما فی مقابلۃ بضع الاخری وکذا فی العینی شرح البخاری ج ۹ ص ۴۰۱ واشتۃ اللغات ج ۳ ص ۵۸ و ص ۱۱۸۔

لغت فقہ میں بھی یہی ہے، مغرب ج ۱ ص ۲۸۴، دستور العلماء فن اول ص ۲۱۹ میں ہے والنظم من المغرب ہوان یزوج کریمت علی ان یزوجہ الآخر کریمت ولا مہر الا ہذا، اور ایسا ہی لغت عرب میں ہے۔ صراح ص ۱۸۸، مستی الارب ج ۲ ص ۴۶، منتخب اللغات ص ۲۴۶ میں ہے والنظم من الصراح نکاح جاہلیۃ و ہوان یقول الرجل لآخر زوجنی بنتک ازوجک اختی علی ان صداق کل واحدۃ منہما بضع الاخری اور فقہاء کرام نے بھی یہی فرمایا اور اسی کو محل خلاف امام شافعی قرار دیا، مبسوط ج ۵ ص ۱۰۵، ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۶، فتح القدر ج ۳ ص ۲۲۲، عنایہ ج ۳ ص ۲۲۲، کفایہ ج ۳ ص ۲۲۲، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۵۶، درالمختار ج ۲ ص ۴۵۷، شامی ج ۲ ص ۴۵۷ میں ہے والنظم من المبسوط والشغار ان یقول الرجل للرجل ازوجک اختی علی ان تزوجنی اختک علی ان



یکون مہر کل واحدۃ منہما نکاح الاخری اوقالاذلک فی ابنتیہما
اوامتبیہما شوالنکاح بہذہ الصفتہ یجوز عندنا ولكل واحدۃ منہما
مہر مثلہا وعند الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ النکاح باطل، اور اگر
یہ صورت نہ رہے مثلاً مہر مالی مقرر کیا جائے یا احد البضعین کو دوسرے کا مہر بنایا جائے تو
بحکم مفہوم معتبر فی الکتب ان معتبرت کے حکم سے بالاتفاق جائز ہوگا وقد نصوا علیہ
ایضاً۔

بسوط، فتح القدیر، کفایہ، بحر الرائق، منحة الخالق ص ۱۵۶، شامی میں ہے والنظم
من الکفایۃ واجمعوا علی انہ لو قال زوجتک ابنتی علی ان تزوجنی
ابنتک ولم یقل ان یکون بضع کل واحدۃ منہما صدق اقالالاخری
جاز النکاح ولا یکون شغارا علامہ ابن ترکمانی جوہر النقی میں علامہ محی السنہ نووی جو
ائمہ شوافع سے ہیں اس کو برقرار رکھتے ہیں اور وجہ تسمیہ مہر سے خالی ہونا ذکر فرمایا، شرح
صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۴ میں ہے قال العلماء (الی ان قال) لخلوہ عن الصداق
اور ایسے ہی وجہ تسمیہ نہایہ، مجمع، فتح، غنایہ، در، شامی، بحر، بسوط وغیرہا میں ہے اور پھر
علامہ نووی نے شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۵ میں فرمایا وصورتہ الواضحة زوجتک
بنتی علی ان تزوجنی بنتک وبضع کل واحدۃ صدق لالاخری فیقول
قبلت اور امام ترمذی جو شافعی المذہب ہیں ان سے بھی یہی تفسیر گزر چکی تو ثابت ہوا کہ
یہ صورت حضرت امام شافعی کے نزدیک بھی شغار نہیں، باقی ترمذی کی وہ عبارت جس سے
مفتی صاحب کو اشتباہ ہوا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ابتدا مہر مالی بنایا جائے کہ یہ صریح متنازع
ما سبق اور تمام معتبرت کا خلاف ہے بلکہ وہ تو مفسوخ ولا یحل وان جعل لہما
صداقاً مقابلہ یقران علی نکاحہما ویجعل لہما صداق المثل
میں فرما رہے ہیں جس کا یہ مطلب کہ نکاح بلا مہر مالی ہو جانے کے بعد جائز نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد



میں مہر بھی مقرر کیا جائے اور اسی پر راوی ابی داؤد کا جملہ وکانا جعل صداقا محمول بوجہ عدم ذکر ثقل الوجبین ہے یا جعل کا مفعول اول بضع مقرر کیا جائے کہ بضع و مال دو احتمال ہیں تاکہ راوی کے جملہ پراختالات سے جمہور ثقات کی مخالفت نہ ہو غیر مقلدین حضرات اس معاملہ میں زیادہ شور و غوغا کرتے ہیں مگر ان کے امام مسلم بن قسیم نے بھی ہمارے اور جمہور کی موافقت کی ہے۔ زاد المعاد ج ۵ ص ۵ میں ہے فقال الامام احمد الشغار باطل ان الزوج وليت على ان يزوجه الاخر وليت ولا مهر بينهما على حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فان سموا مع ذلك مهر اصح العقد بالمسعى عنده پھر ص ۶ میں فرماتے ہیں فاذا سموا مهر امع ذلك زال المحذور ولم يبق الا اشتراط كل واحد على الآخر مشروطا لا يؤثر في فساد العقد فهذا منصوص احمد پھر فرمایا فان سمى لكل واحدة مهر مثلها صح وبهذا يظهر حكمة النهي واتفاق الاحاديث في هذا الباب۔

خلاصہ یہ کہ اگر مہر مقرر نہ کریں تو شغار ہے اور اگر کریں شغار نہیں نکاح صحیح ہے اگرچہ ایک دوسرے کو رشتہ دنیا شرط کریں کہ صرف یہ شرط نکاح فاسد نہیں کر سکتی اور اس سے حکمت نئی اور احادیث شغار کا اتفاق ظاہر ہو جاتا ہے ای بحمل المطلق علی المقید کما قلنا اور اگر فی الواقع شغار ہو تا تو دونوں کا نکاح امام شافعی کے نزدیک باطل ہوتا نہ ایک کا۔

الحال ہندہ کا نکاح نافذ و لازم ہے، ہندہ یا قاضی فسخ نہیں کر سکتے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی شغار نہیں اور نہ ہی حکم فسخ و حرمت ہے اور نزاکت

اور اس کا ناجعل صداقا کا ترجمہ وحید الزمان غیر مقلد نے ترجمہ ابو داؤد میں یہ کیا ہے اور اس کو

مہر سمجھا " ۱۲ ابو الخیر النعمی مغرہ

زمانہ وغیرہ کا تقاضا نہیں کہ فسخ نکاح کے لئے حیلے بہانے کئے جائیں کہ اس میں بجائے اصلاح ایک سخت طوفان برپا کرنا ہے، عورتیں ناقصات العقول والدین تو ہیں ہی اور پھر نزاکتِ زمانے ان کی اکثریت کو گستاخ بنا رکھا ہے، اگر مردان کے اشاروں پر چلتے رہیں اور نہایت نرمی و چالوسی سے رہیں تو شاید یہ صنفِ نازک موافقت رکھے ورنہ کوئی حبارہ کارگرنہ ہوگا، ایسے حیلے بہانے تو بن ہی سکتے ہیں، آخر علیم بذات الصدور کے حضور تو ضرور پیش ہونا ہے، عاقل وہ ہے جو دنیا میں ذخائرِ اخرویہ اور خزانِ ابدیہ پر گہرے نہ یہ کہ وبالِ ابدی اٹھاتے ہوئے جمیفہٗ دنیائے دنیہ پر گہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۸ھ



(نوٹ) ذیل کے سوال و جواب کے تعاقب میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ فتویٰ ص ۴۰ تا ص ۴۶ پر ملاحظہ کریں۔ (محبت)

۱۵۴۶ یافتاح نشان انگوٹھا سالمہ یافتاح یافتاح

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں ایک لڑکی عاقلہ بالغہ حنفیہ بنت نور محمد قوم ماچھی سکھ چاک گلے خان تحصیل پاکپتن ضلع شکرگڑی ہوں میں عمر ۱۵ سال کی تھی جب میرا نکاح میرے والد نے کر دیا بٹے پر اور میرے بٹے والی عطا بیگم بنت قادر بخش عرف قادر تحصیل منچن سکھ جو باریاست بہاولپور میں بٹے نکاح کے وقت وہ میرے بٹے والی جوان تھی اور میں نابالغہ تھی۔ جب ہمارے نکاح ہو گئے تو دوسری طرف والے لوگوں نے عطا بیگم کے دینے سے انکار کر دیا وہ تو پہلے بھی جوان پر تھی بلکہ سخت

جوانی میں تھی، اب وہ تیس سال سے بھی اوپر ہے، وہ شادی نہیں کر دیتے۔ میرے والد نے بہت کوشش کی کہ عطا بیگم بيم کو مل جاوے یعنی ہمارا بھائی جو ہے میرے والد کی اولاد ہے مگر وہ ہرگز نہیں دیتے، میں جب بالغ ہوئی ہوں اور مجھ کو علم نکاح کا ہوا تو میں نے شروع بلوغت میں اس نکاح سے انکار کر دیا ہے اور میں بھی اس نکاح سے شروع بلوغت میں سخت منکرہ ہوئی ہوں اور اب عمر میری، اس سال کی ہو گئی ہے یہی واقعہ پیش ہے، دونوں جانبین سے انکار ہے۔ اب علمائے کرام سے سوال ہے کہ میرے نکاح کے متعلق جواب دیں کیا میرا نکاح مسلم ہے یا نہیں؟

جواب: مطولاً مع صفحہ

تین شقوں سے یہ نکاح فسخ ہے، ایک تو بٹے والا نکاح شروع ہی سے ناجائز ہے، امیر معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ بٹے والا نکاح فسخ کر دیا جائے، ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۱ کتب معاریۃ وکان فی امرہ ان یفرق الی مروان بینہما وکان بینہما صداقا، کیونکہ بٹے والا نکاح مشروط ہوتا ہے، یہ دوسری شق فسخ کی ہے، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱، ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۱، صحیح مسلم ص ۵۵۵ میں نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں احق الشرط ان توفوا بہ ما استحلتم بہ الفروج یعنی شرائط نکاح کے تم وفا کرو جن کے سبب تم نے خوردنوں کی شرکاء ہیں حلال کی ہیں، نکاح کی شرائط میں یہ ہے کہ اگر تم ہمارے بیٹے کو دو گے تو ہم بھی تمہارے بیٹے کو نکاح دیں گے، درنہ جواب ہے ہذا بشرط ج ۲ ص ۳۱۴ میں ہے لا یتحقق الاستيفاء قبل الايفاء حق لینے کا مالک نہیں، جب اپنی طرف سے حق ادا نہ کرنے، یہ بٹے کا حکم ہے، اگر ایک طرف سے جواب دوسری طرف سے بھی جواب ہے لہذا یہ لڑکی مذکورہ کا خیال بلوغ ثابت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ ص ۲۴۱ عن ابن عباس قال ان



جاریۃ بکرا انت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان ابازوجہا
 وہی کارہۃ فخرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے ابن عباس سے
 کہ ایک لڑکی بالغہ حاضر ہوئی دربار نبوی میں اور کہنے لگی کہ میرا نکاح میرے والد نے کر دیا ہے
 اور میں مکروہ جانتی ہوں اس نکاح کو پس نبی علیہ السلام نے اس لڑکی کو اختیار دے دیا اور
 نکاح کو فسخ کر دیا، بخاری شریف ج ۲ ص ۱۷۷ میں ہے من زوجہا الاب والجد
 فخرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عباس سے ہے کہ حضور علیہ السلام نے
 فرمایا کہ جس لڑکی کا نکاح باپ یا دادا کرے اور یہ لڑکی اس کو مکروہ جانے پس وہ نکاح رد کر دیا
 جائے گا، فتاویٰ نذیریہ میں سید نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں ص ۲۱۶، ۲۱۷ کہ والد خواہ بالغہ
 کا نکاح کر دیوے خواہ بالغہ کا ہر صورت میں لڑکی مختارہ ہے خواہ نکاح رکھے خواہ نہ رکھے
 اور نووی شرح صحیح مسلم جلد اول ص ۴۵۶ میں ہے قال الا وزاعی وابو حنیفۃ واخرون
 من السلف یجوز لجمیع الاولیاء ان ینکحوا الصغیرۃ ولہا الخیار
 اذا بلغت کہل ہے اوزاعی اور ابو حنیفہ نے اور دوسرے اصحاب سلف نے کہ جائز
 ہے تمام ولیوں کو کہ صغیرہ لڑکی کا نکاح کر دیں لیکن وہ بالغہ ہونے کے بعد اختیار رکھتی ہے
 کہ خواہ نکاح رکھے خواہ نہ رکھے، فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۳۲۲ لا نقطاع الولاية بعد
 البلوغ بلوغت کے بعد ولی کی ولایت منقطع ہو جاتی ہے، لڑکی مختارہ ہو جاتی ہے فقط
 حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی کے وارث لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں تو دوسری
 طرف دے بھی جواب شرعاً دے سکتے ہیں کیونکہ بٹے والا نکاح شرط کے ساتھ وابستہ
 ہے، جب ایک طرف سے مایوسی ہے تو دوسری طرف سے بھی مایوسی ہے، یہ سوال
 کا جواب ہے اور باحوالہ ہے فقط

حدرہ علامہ بحر العلوم مولوی عبد الجبار مدد سر کتب عربی مفتی تحصیل تام
 سند یافتہ دہلی شریف علامہ فاضل باہری بونگوی یعنی بونگہ صالح حال وارد
 بونگہ حیات تحصیل پاکپتن شریف ضلع منٹگمری بقلم خود

یہ فتویٰ لا جواب ہے بطن کا اللہ اعلم بالصواب ہے۔
مہر و دستخط اردو مفتی اعظم مولوی عبد الجبار
سند یافتہ دہلی شریف

۲۳ ۹۳

مکرم محترم جناب حاجی الحرمین الشرفین حضرت جناب میاں غلام محمد احمد ضار عظیم مسند باد
زندہ باد نجم سعادۃ بروج باد بادشاہی پائندہ باد

السلام علیکم، عرض ہے کہ فتوے پر سوال کا جواب دیا جاتا ہے اور صحیح جواب یا حوالہ دیا جاتا
ہے، کوئی ضد اور مخالفت سے نہیں لکھا جاتا ہے اور کوئی شخص قسم و رجف کھا کر سوال مفتی
صاحب کے پاس کرتا ہے تو مفتی جواب دیتا ہے اور وہ برخلاف ظاہر ہو تو مفتی کا کوئی جرم
نہیں ہے اس سائل پر گناہ ہے۔ اگر کوئی میری تحریر میں جناب کے ارادہ کے خلاف معلوم
ہو تو اصلاح فرما دیں، بندہ جناب کا مولوی ہے لہذا بندہ ہر فتوے میں ضد کتاب میں
نظر کر کے فتوے لکھتا ہے بعدہ اللہ اعلم بالصواب ہے۔ آپ جناب میرا فتویٰ منگا کر نظر فرما دیں
اور اپنی نظر مبارک سے مشرف فرما دیں اور اصلاح کریں میرے بزرگ میاں بشیر احمد صاحب کو
میل سلام و دعا۔ بندہ پیرغنی حاضر ہوا تھا لیکن جناب کی زیارت نہ ہوئی تھی، میاں بشیر احمد صاحب
کے پاس حاضر ہوا تھا فقط۔

آپ کا تابعدار خاکسار عبد الجبار از بونگہ حیات بعلم خود

۷۸۹

بخدمت جناب حاجی میاں غلام محمد احمد خاں صاحب عظیم پیرغنی یونین کونسل ۱۵۲ دام قبالہ

جناب عالی

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ سائل مسیحی محمد رمضان ولد جلالہ پچھی موضع ٹیکے تارو
حاضر خدمت ہے لہذا اس کی حال حقیقت درج کی جاتی ہے :

آپ کے مولوی صاحب مولانا عبدالجبار موضع بونگہ حیات نے مسمیٰ مذکور کے ایک طلاق نامہ کے فیصلہ میں سخت نا اہلیت اور غلط فہمی سے کام لیا ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

سائل مذکور مولوی صاحب کے سامنے نہ حاضر ہوئے اور نہ ایسا سوال پیش کیا گیا، مولوی صاحب نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تدبیر و تدبیر کے ایسا فتویٰ لگایا کہ طلاق ثابت کر دی اور فتویٰ دے دیا کہ طلاق آجائے گی اور لکھ دیا لہذا ہم معذور ہیں کہ مالک گھر بیٹھے رہیں اور طلاق نامہ آگیا، کیا شریعت ایسی خام ضبط ہے کہ بغیر مالک کے ہی طلاق ثابت ہوگئی؟ لہذا اس امر کا غور فرماویں، عین نوازش اور غریب پروری ہوگی لہذا آپ طرفین کو حاضر کر کے اور شاہدین موقع طرفین کو نکاح خواں کو بلا کر اس امر کا مکمل ثبوت یوں کہ کیا وجہ ہے اس فتویٰ کی اور لڑکی کے والدین کو بلا کر اس امر کا ثبوت یوں، سائل آپ کے بچوں کو ہمیشہ دعائیں دیتا رہے گا۔ لڑکی کے والد کا نام نور ولد محرم قوم ماچھی موضع چک گاسے خاں کا باشندہ ہے۔

عرضی : رمضان ولد عبدلہ قوم ماچھی سکھ بلیکے تارو کے ، صادق محمد بقلم خود
نشان انگوٹھا

از دفتر یونین کونسل ۱۵۲ پیغمبر تحصیل پاکپتن ضلع منٹگری
مستتم صاحب دارالعلوم بصیر لہور سے اس فتویٰ کے متعلق رائے اور
تصدیق حاصل کی جائے۔

غلام محمد احمد مانیکا ۲۹

جانب : جناب عالی

حضرت فیض گنجوہ قبلہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب مستتم دارالعلوم خفیفہ فریادہ بصیر لہور

فتویٰ نکاح

عنوان :

نہایت ادب سے التماس ہے کہ مسمیٰ رمضان ولد عبدلہ قوم ماچھی کی طرف سے



ایک درخواست موصول ہوئی ہے، اس کا فیصلہ چیرمین جناب حاجی میاں غلام محمد احمد خان صاحب مانیکا نے کرنا ہے، ان کے حکم سے ہی آپ کے پاس درخواست فتوے نکاح ارسال خدمت کئے جا رہے ہیں، مہربانی فرما کر درخواست اور فتوے کو بغور پڑھیں اور صحیح فیصلہ اور حالات سے ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ فریقین کی حق رسی ہو سکے، جواب ایک ہفتہ کے اندر اندر آنا چاہئے، امید ہے کہ گستاخی کو معاف فرمائیں گے، اس ضمن آپ کی رہنمائی

شفقت نہایت ضروری ہے۔ فقط والسلام
اپکا خادم مسکین: عبد الحمید خاں یونین کونسل ۵۲ ایبٹنی ڈاک خانہ خاص پکٹن ضلع مظفر گڑھی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع اہل سنت اس سلسلہ میں کہ ایک عورت اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھی ہے اور خاوند کے ساتھ کسی طرح مارا ہو چکی ہے اور مولوی عبد الجبار ساکن بنگہ حیات فتوے لکھتے ہیں کہ اس کو طلاق ہو چکی، کیا بغیر خاوند کے طلاق ہو سکتی ہے؟ اندر کے شریعت جلد از جلد حکم فتوے ارسال فرماویں۔ بینوا توجروا فقط والسلام
الراقم مسکین سید محمد قاسم علی شاہ عفی اللہ عنہ امام مسجد پیر غنی ۹۹۲



مرسلہ کاغذات کل کی ڈاک سے موصول ہوئے، بغور دیکھنے سے واضح ہوا کہ یہ فتویٰ شرعاً فتویٰ نہیں بلکہ محض فتنہ ہے، ہمارے علاقہ میں مروجہ نکاح بٹہ میں بوقت عقد

یہ بات کوئی فرق بھی نہیں کہنا کہ ایک لڑکی کی شہر مگاہ دوسری کی شہر مگاہ یا دوسری کا عوض اور مہر ہے بلکہ باقاعدہ مبلغات مقرر کردہ کے حسب دستور شرع حق مہر نامزد کیا جاتا ہے اور ایسا نکاح بلا شک و شبہ صحیح ہے بلکہ اگر بوقت نکاح حق مہر کا تقریر نہ بھی ہو تب بھی نکاح صحیح ہے اور مہر مثل دینا پڑتا ہے، شامی ج ۲ ص ۴۵ میں ہے لم یکن شغار ابل نکاحا صحیحا اتفاقا وان وجب مہر المثل، بلکہ ہدایہ ج ۲ ص ۳۰ میں ہے العقدان جائزان اور یونہی مذہب مذہب حنفیہ کی بکثرت مستند کتابوں میں ہے بلکہ قرآن کریم نے صراحت فرمادیا و احل لکم ما وراہ ذلک ان تتنخوا باموالکم کہ ان محرمات کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں کہ اپنے مالوں کے ساتھ طلب کرو حالانکہ کسی آیت یا حدیث سے اس نکاح کی مانعت ہرگز نہیں آئی تو اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ ایسے نکاح جائز ہیں ہاں حدیث پاک میں اس نکاح کی مانعت آئی ہے جس میں حق مہر کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ ایک لڑکی کی شہر مگاہ کو دوسری کا عوض بنایا جاتا ہے مگر وہ صورت یہاں نہیں تو مانعت بھی نہیں۔



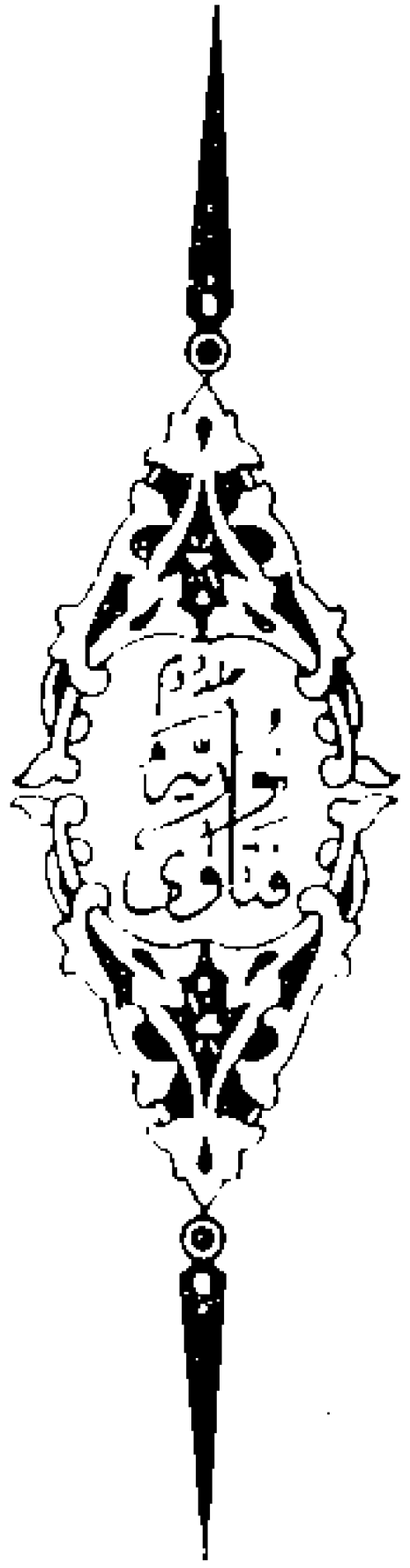
مولوی عبد الجبار صاحب نے الوداؤد کی حدیث بطور سند ذکر کی ہے مگر بڑی غلطی کی ہے، حدیث کے لفظ بالکل فلفط لکھ دئے ہیں اور یونہی معنی بھی صحیح نہیں سمجھے، اس حدیث میں جو کانا جعل صدقا ہے وہ راوی کے لفظ ہیں و حدیث مرفوع کے لفظ نہیں، پھر راوی یہ بھی بیان نہیں کرتا کہ صحابی کو اس کی اطلاع ہوئی یا نہیں اور نہ ہی یہ واضح کیا کہ کس چیز کو صدق بنایا اور کب بنایا تو اس کا کوئی متعین معنی ہی نہیں جس سے استدلال کیا جائے بلکہ مولوی صاحب کے مسلم مذہب حسین دہلوی کے ہم مذہب مولوی وحید الزمان نے تو ترجمہ الوداؤد میں اس استدلال کو بالکل ہی اڑا دیا کہ اس کا ترجمہ کیا "اور اسی کو مہر سمجھا" تو یہ وہی صورت ممنوعہ بنی جو ہمارے مسئلہ سے غیر متعلق ہے، پھر مولوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف وغیرہ سے شرائط نکاح کے



متعلق حدیث ذکر کی حالانکہ ان شرائط سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح کے موافق ہوں
کما صرح بہ العینی والنووی وغیرہما من الشراح ویدل علیہ
نفس الحدیث وذا ظاہر جدا۔

تو واضح ہوا کہ اس شرط کا یہ حکم نہیں کیونکہ یہ مخالف نکاح ہے، اس میں تو ہے
”ورنہ جواب ہے“ بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ ایسی شرطیں خود باطل ہو جاتی ہیں اور نکاح کو
باطل نہیں کر سکتیں، صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷۷ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲ وغیرہ میں حدیث
مرفوعہ میں ہے ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل و
ان کان مائتہ شرط ترجمہ جو شرط بھی ایسی ہو کہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ باطل ہے
اگرچہ سو شرط ہو، تو واضح ہوا کہ مولوی صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے اور پوری عبارت
ہدایہ ج ۲ ص ۳۱۲ سے بھی استدلال صحیح نہیں، وہ عبارت تو حق مہر مجل کے متعلق ہے
کہ جب تک پورا ادا نہ کرے عورت کو اپنے گھر کا پابند نہیں بنا سکتا، ہدایہ کی پوری عبارت
یہ ہے ولیس للزوج ان یمنعہا من السفر والخروج من منزلہ و زیارۃ
اہلہا حتی یوفیہا المہر کلہ ای المعجل لان حق الحبس لا یتیفاء
المستحق ولیس له حق الاستیفاء قبل الایفاء اور نکاح بٹہ کے ساتھ
اس عبارت کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ہدایہ ص ۲۹۳ وغیرہ میں ہے ان النکاح لا یبطل
بالشروط الفاسدۃ کہ نکاح بشرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔

پھر مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ خیال بلوغ ثابت ہے اور حدیث مشکوٰۃ شریف
سے استدلال کرنا بھی غلط و غلط ہے کہ حدیث مشکوٰۃ میں تو اس لڑکی کے خیال کا ذکر
ہے جو بوقت نکاح بالغہ تھی اور اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھی جیسا کہ خود مولوی صاحب
بھی ترجمہ میں اقرار کرتے ہیں کہ ایک لڑکی بالغہ حاضر ہوئی حالانکہ مسئلہ زیر بحث میں لڑکی
بوقت نکاح بالغہ نہیں تھی اور بعد میں بالغہ ہوئی تو یہ کیا دلیل بنی اور ترجمہ حدیث مشکوٰۃ میں



یہ لکھا "اور نکاح کو فسخ کر دیا" بالکل غلط ہے ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو اور یونہی بخاری شریف ج ۲ ص ۱۷۱ کی حدیث سے بھی استدلال غلط ہے، بخاری کے صفحہ مذکورہ میں یہ لفظ قطعاً نہیں ہی نہیں اور نہ ہی اس میں حضرت ابن عباس کی کوئی ایسی حدیث ہے۔ ہاں حضرت غنارہ کی حدیث ہے اور وہ بھی بیوہ بالغہ کے متعلق ہے تو اس سے بھی استدلال نہیں ہو سکتا اور ترجمہ میں "پس وہ رد کیا جاوے گا" لکھنا بھی غلط ہے مولوی صاحب کی اپنی بنائی ہوئی عبارت میں بھی کوئی عربی جملہ ایسا نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے محض اپنی بات بنانے کے لئے یہ ٹھوکریں کھائیں۔

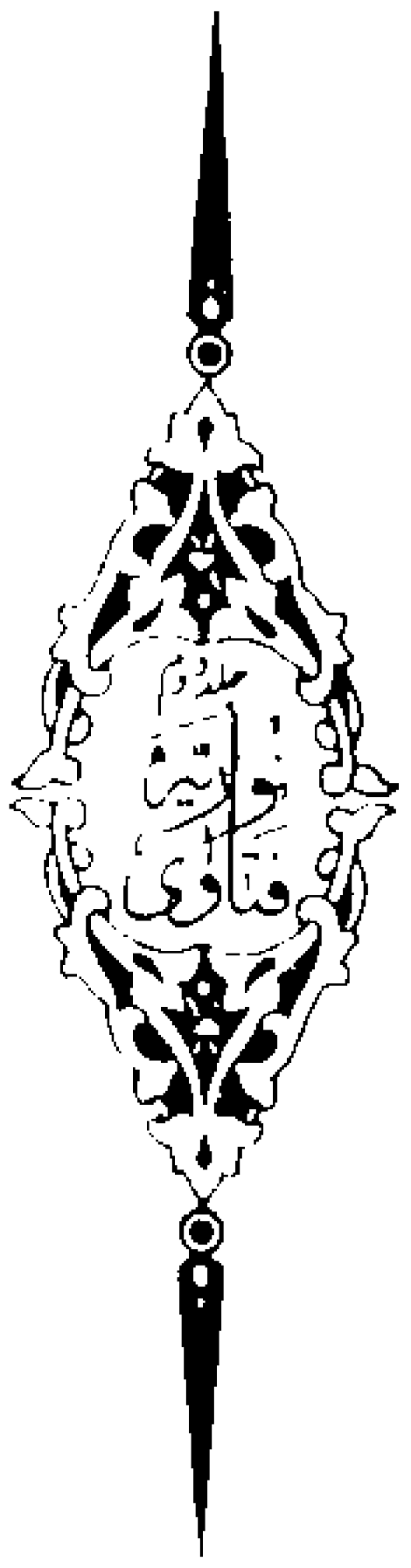
پھر فتاویٰ تدریہ یہ سے سند لانا بھی غلط ہے کہ تدریہ حسین صاحب غیر مقلد نفعی ان کا فتوے ہم مقلد بن حضرت امام عظیم علیہ الرحمۃ کے لئے دلیل نہیں بن سکتا پھر شرح صحیح مسلم سے نووی علیہ الرحمۃ کی عبارت جو نقل کی ہے اس میں بھی غلطی کی ہے ان ینکحوا الصغیرۃ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اور "یصح" چھوڑ دیا اور یہ عبارت بھی دوسرے تمام ولیوں کے لئے ہے کہ باپ کا حکم اس عبارت سے اوپر ہے جس میں تصریح ہے کہ لڑکی کو جوان ہونے پر فسخ کا کوئی اختیار نہیں فرماتے اجمع المسلمون علی جواز تزویج بنت البکر الصغیرۃ لہذا الحدیث واذا ہی بلغت فلا خيار لہا فی فسخہا عند مالک والشافعی وسائر فقہاء الحجاز اور نووی علیہ الرحمۃ میں بھی شافعی المذہب، تعجب ہے مولوی صاحب غیر مقلدوں کا فتوے ذکر کرتے ہیں اور کبھی شافعی المذہب کی نقل، بعد ازاں شامی سے انقطاع ولایت کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ عبارت در المختار کی ہے اور اس کا تعلق بھی خیار بلوغ سے نہیں بلکہ یہ تو اس کی دلیل ہے کہ کنواری بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ بلوغ کے سبب ولایت اولیا منقطع ہو گئی، پوری عبارت یہ ہے جو المختار ج ۲ ص ۴۱۰ میں ہے ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولاية بالبلوغ



بہر حال یہ عبارت نابالغہ کے نکاح سے متعلق ہی نہیں مسئلہ زیر بحث کی دلیل کیسے بنی؟
مولوی صاحب نے اس عبارت میں 'بعد' کا لفظ بڑھا دیا ہے۔

الحاصل مولوی صاحب کی پیش کردہ کوئی عبارت بھی اس نکاح کا نسخہ ہرگز نہ ہو گزشتہ ثابت
نہیں کر سکتی اور شرعاً وہ نکاح ثابت وقائم و لازم ہے اور لڑکی کے لئے خیالہ بلوغ بھی نہیں
شامی ج ۲ ص ۴۱ میں ہے (قوله لزوم النکاح) ای بلا توقف علی احیازہ
احد و بلا ثبوت خیاری فی تزویج الاب و الجد۔ ہدایہ ج ۲ ص ۲۹ میں ہے
فان زوجہما الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیاری لہما
بعد بلوغہما اور یونہی سب مستند کتب فقہیہ میں مصرح ہے۔

مخدومی سید محمد قاسم علی شاہ صاحب سوال کرتے ہیں کہ بغیر خاوند کے طلاق ہو سکتی
ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رب العالمین جل مجدہ نے قرآن کریم میں فرمایا الذی
بیدہ عقدہ النکاح (ترجمہ) وہ شخص جو اس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے
مراد مجہو مفسرین اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نزدیک
خاوند ہی ہے اور یہی حدیث مرفوع حسن الاسناد بیہقی وغیرہ سے ثابت ہے توجب نکاح
کی گرہ خاوند کے ہاتھ میں ہے تو کسی مولوی صاحب کو اختیار نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے
طلاق دے سکے ہاں بعض خاص خاص صورتوں میں حاکم شرع کے لئے مخصوص شرائط
کے ساتھ تفریق بین الزوجین کا حق حاصل ہے جن میں یہ صورت سوال داخل نہیں ہاں
یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ مولوی صاحب اپنی اس جھڑپی میں جو الحاج میاں غلام محمد خاں
صاحب کے نام لکھتے ہیں اس میں میاں صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ "اگر کوئی
میری تحریر میں جناب کے ارادہ کے خلاف معلوم ہو تو اصلاح فرمادیں، بندہ جناب کا مولوی
ہے" اور پھر دوبارہ لکھا کہ اصلاح کر دیں، تعجب ہے کہ سو کتاب سے فتویٰ دیتے
ہیں مگر ساتھ ہی میاں صاحب کو اختیار دیتے ہیں کہ اگر ان کے ارادہ کے خلاف معلوم ہو



تو اصلاح فرمائیں، اس سے اپنے قلوب کی حقیقت بے نقاب کر دی مگر بفضلہ و کرمہ
تعالیٰ میاں صاحب حقیقت شناسی اور خدا ترسی سے کام لیتے ہوئے اصلاح کی اس
پیشکش کو قبول نہیں کرتے اور یہ شرعی معاملہ علماء شرع کے ہی سپرد کرتے ہیں۔ دعا ہے
حضرت رب العالمین جل مجدہ الکریم ان کے حسن تدبیر میں اور اضافہ فرمائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الانور و آلہ
و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ ۱۶/۴

الاستفتاء

بخدمت شریف مولانا محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : بعد از سلام سنون کے واضح ہو کہ اس ناچیز کے نام رسالہ سوادِ اعظم
جاری ہے اس لئے ایڈیٹر رسالہ ہذا سے ایک سوال کیا تھا کہ اس کا جواب سوادِ اعظم
میں شائع کر دیں لیکن انہوں نے بذریعہ کارڈ اذیتا دفرمایا ہے کہ ہمارے پاس مفتی
کتا ہیں نہیں، آپ لوگ محمد نور اللہ بصیر لوی پی سے رجوع کریں جبکہ وہاں سے
آپ کے سوال کا جواب ملے تو اسے ہمارے ہاں تحریر کر کے روانہ کریں، ہم فوراً رسالہ
سوادِ اعظم میں شائع کر دیں گے، اس طرح اوروں کو بھی فائدہ ہوگا لہذا دست بستہ
عرض ہے کہ حسب ذیل سوال کا جواب عطا فرمادیں، نوازش ہوگی،

ناچیز عبدالرشید خاں کارخانہ بی سی جی منٹری بورہ لوالہ ضلع ملتان
سوال یہ ہے : یہاں پر ہم لوگ عام طور پر اپنی لڑکی کی شادی بٹے سے کرتے

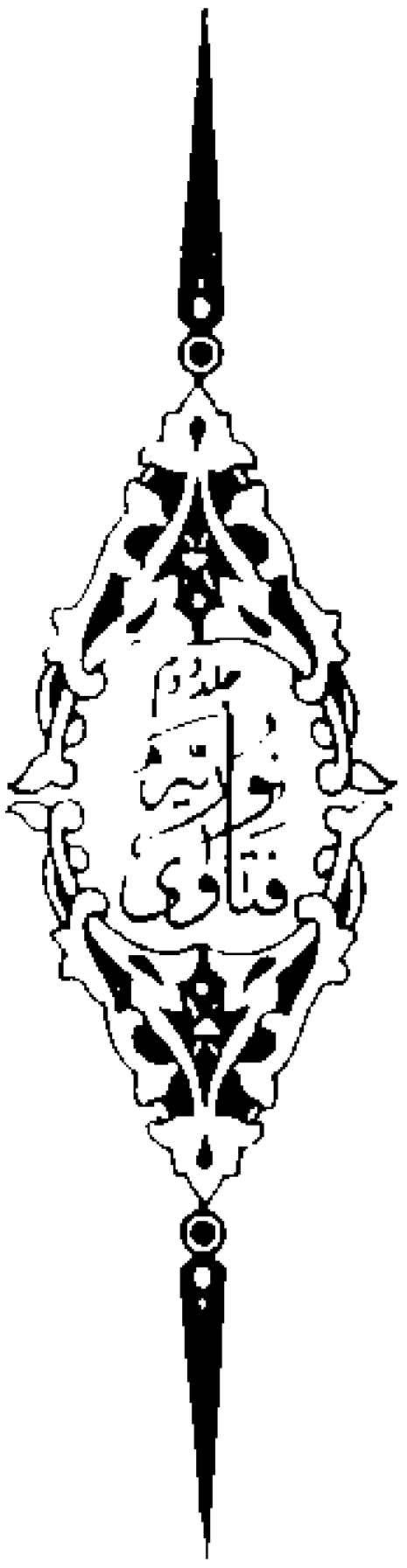


ہیں اور مہر بھی باقاعدہ شرع محمدی مقرر کیا جاتا ہے لیکن ایک شخص کہتا ہے کہ اس طرح ادلا بدلا کر ناجائز ہے لہذا عرض ہے کہ شخص مذکور سچ کہتا ہے یا ادلے بدلے کا رواج ٹھیک ہے جواب باصواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں، نوازش ہوگی، فقط

عبدالرشید خاں منڈی پور سے والا اندرون کا رہخانہ بی بی، جی منڈی پور سے والہ

ضلع ملتان شریف

بس جواب اس پتہ پر مرحمت فرمائیں۔



فریقین کا باہمی یوں نکاح کرنا کہ نکاح کرنے سے پہلے فریقین اپنی لڑکیوں و لڑکوں کی نسبت تبادلہ تجویز کر لیتے ہیں بعد ازاں مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کرتے وقت باہمی تبادلے کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ ہر ایک لڑکی کا نکاح باقاعدہ 'مہر' حسبِ ستور نقدی مال مقرر کر کے کیا جاتا ہے تو ایسے نکاح شرعاً جائز ہیں جن کے جواز میں کسی شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (ترجمہ) پس نکاح کرو ان عورتوں کا جو پسند آئیں تمہیں، اور چونکہ ایسے رشتے بھی پسند کر کے کئے جاتے ہیں لہذا اس آیت پاک سے روز روشن کی طرح جائز ہوئے، نیز قرآن کریم فرماتا ہے وَاَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذٰلِكُمْ اِنْ تَبْتَغُوا بِمَا وَاَلَا لَكُمْ (ترجمہ) اور حلال کی گئی ہیں واسطے تمہارے ما سوا ان عورتوں کے (جن کا حرام ہونا پہلے بیان کیا گیا ہے) ماں، بہن وغیرہا، یہ کہ طلب کرو تم اپنے مالوں کے بدلے، تو اس آیت سے اس وٹمس کی طرح واضح ہوتا ہے کہ ایسے نکاح جائز ہیں اور کسی آیت یا

حدیث میں قطعاً مانعت نہیں آئی تو جو شخص ناجائز بتاتا ہے وہ بالکل غلط کہتا ہے اسے
 دھوکا لگا ہے کہ نکاح شغار میں حق مہر مالی مقرر نہیں کیا جاتا بلکہ ایک لڑکی کا بضع دوسری
 لڑکی کا مہر ہوتا ہے جو مال نہیں بلکہ لڑکی کے جسم کا ٹکڑا ہوتا ہے لہذا اس سے مانعت آئی
 ہے کہ یہ فرمان قرآن کریم ان تبتغوا بما موالکم کے خلاف ہے چنانچہ آیت مندرجہ بالا
 کے لفظی ترجمہ سے ہی واضح ہے اور نکاح شغار کی تفسیر کہ اس میں مہر مقرر نہیں کیا جاتا اور اس میں
 بضع دوسری کا عوض بنایا جاتا ہے، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۴، سنن
 ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۳، سنن نسائی ج ۲ ص ۸۵، ابن ماجہ ص ۱۸۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹۹،
 سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۵ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم لہا والشغار ان
 یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوج الآخر ابنتہ او اختہ ولا صداق
 بینہما، اور فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۰ وغیرہ کی احادیث مرفوعہ کے
 آخر میں ہے والشغار ان ینکح ہذہ بہذہ بغیر صداق بضع ہذہ
 صداق ہذہ وبضع ہذہ صداق ہذہ اور یہی تفسیر کتب تفاسیر اور لغات حدیث
 اور شروح حدیث اور لغات فقہ اور لغات عرب اور کتب فقہیہ میں ہے تفسیر حکام القرآن
 رازی ج ۲ ص ۱۴۳، نہایہ ج ۲ ص ۲۴۵، درالنشر ج ۲ ص ۲۴۵، مجمع البحار ج ۲ ص ۱۹۹،
 عینی شرح بخاری ج ۹ ص ۴۰۱، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۴۵۵، اشعة اللمعات ج ۳ ص ۵،
 ص ۱۱۸، مغرب ج ۱ ص ۲۸۴، دستور العلماء ج ۲ ص ۲۱۹، صراح ص ۱۸۸، منشی اللارب
 ج ۲ ص ۴۶۴، مبسوط ج ۵ ص ۱۰۵، ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۶، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۲،
 عنایہ ج ۳ ص ۲۲۲، کفایہ ج ۳ ص ۲۲۲، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۴۸، بحر الرائق ج ۳
 ص ۱۵۶، در المختار ج ۲ ص ۴۵۷، شامی ج ۲ ص ۴۵۷۔
 ان سب کتابوں میں وہی تفسیر ہے کہ شغار میں مہر نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک لڑکی

سے گوشت کا ٹکڑا اور مراد شرمگاہ ہے ۱۲



النکاح یا البضع ہی دوسری کا مہر مقرر کیا جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ایسے نکاح جن کا سائل نے سوال کیا ہے، بالاتفاق جائز ہیں اور شغار نہیں اور اس کی تصریح مبسوط، فتح القدیر، کفایہ، بحر الرائق، شامی کے صفحات مذکورہ اور منہج الخالق ج ۳ ص ۱۵۶ میں ہے والنظم من الکفاۃ واجمعوا علی انه لو قال زوجتک ابنتی علی ان تزوجنی ابنتک ولم یقل ان یکون بضع کل واحدة منہما صدقا للاخری جاز النکاح ولا یکون شغارا۔ زاد المعاد ج ۵ ص ۵ میں ہے فان سموا مع ذلك مہرا صغر العقد بالمسمى عنده (الامام احمد) پھر میں فرمایا فہذا منصوص احمد۔

ان عبارات میں تصریح ہے کہ اگر چہ ایجاب و قبول میں تبادلے کا ذکر کیا جائے مگر جبکہ لڑکیوں کو ایک دوسری کا مہر نہ بنایا جائے تو نکاح جائز ہے اور ایسا نکاح نکاح شغار نہیں جس سے مانعت آئی ہے اور یہی قرآن کریم سے ثابت ہو چکا تو ماہ نیم ماہ اور مہر نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہوا کہ یہ مروجہ نکاح جن میں بوقت ایجاب و قبول تبادلے کا ذکر بھی نہیں کیا جاتا اور باقاعدہ مالی مہر مقرر کیا جاتا ہے، بطریق اولیٰ بلاشبہ جائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وواله وصحبہ وبارک وسلم۔

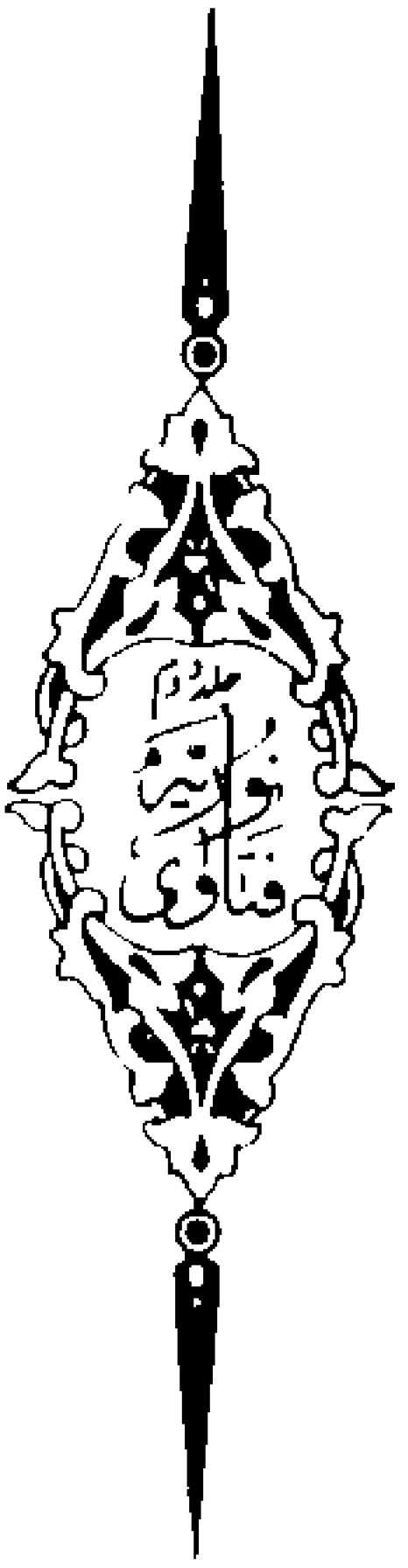
مترجم الفقیر ابو النجیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۷ رذی القعدہ ۱۳۸۲ھ ۱۲/۴

محرمات

باب المَحَرَّات

الاستفتاء



علمائے دین و شرع متین اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ مثلاً میں نے اپنی لڑکی جس کی والدہ فوت ہو چکی ہے، اس لڑکی کی شادی کسی آدمی سے کر دی، اس آدمی نے جو کہ میرا داماد ہوا، اپنی ہمیشہ کی شادی کر کے مجھے دیدی، عوض بعض ہو گیا، اب میری لڑکی سے لڑکا پیدا ہوا اور میری عورت سے لڑکی پیدا ہوئی جو لڑکے کی بھوپھی زاد ہمیشہ ہوئی، میری لڑکی کا اس لڑکے کا باپ یعنی میرا داماد اور سالابھی لگا، یہ میری لڑکی کا اماں ہوا تو یہ دونوں بچی بچہ اماں زاد ہوئے، میں اس لڑکے کا اپنی لڑکی کی طرف سے نانا ہوا اور میری بیوی اس لڑکے کی بھوپھی ہوئی بایں وجہ میں اس لڑکے کا بھوپٹر ہوا اور میری عورت کی طرف سے میرا بھی بھتیجہ لگا کیونکہ میری بیوی کا بھتیجہ لگا حقیقی تو علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: نور محمد قادری امام مسجد موصیٰ سعد اللہ پوریل کپتن ضلع مظفر گڑھ





بلا شک و شبہ و ریب وہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں نہیں آسکتی کہ اس کی خاہ ہے، قرآن کریم نے صاف صاف فرمایا و خللتکم کہ تمہاری خالات یعنی ماسیاں تمہارے اوپر حرام کر دی گئی ہیں، باقی وہ سارے ایسے پھر کہ ماماں نادہوئے اور تمہارا پھوپھو، چچا بننا یہ سب بناوٹ اور جاہلانہ خیالات و اہسیہ ہیں کہ تمہارا داماد جو تمہاری بیوی کا بھائی ہے وہ تمہارا بھائی بن گیا ہے تو تمہاری لڑکی کا نکاح چچا کے ساتھ کیسے ہوا؟ دوسرے معنی میں تمہاری لڑکی جو تمہارا بھائی کے نکاح میں آکر تمہاری بھادجہ بن گئی اگر طلاق مل جائے یا بیوہ ہو جائے تو تم نکاح کر سکتے ہو؛ ہرگز نہ نہیں ایسے جوڑ توڑ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور وہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں قطعاً نہیں آسکتی قرآن کریم اور حدیث پاک اور فقہ حنفی اور اجماع امت سے حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفران ابو الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

۲۱ سوال المکرم ۷۸، ۷۹ بزرگ جمعرات

الاستفتاء

زید کے نکاح میں پسند تھی اور ان دونوں میں تعلقات زن و شوہری وابستہ



رہے اور اب اس نے ہند مذکورہ کو طلاق دے کر اس کی لڑکی کو اپنے نکاح میں لے لیا ہے، آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے؟



یہ نکاح جائز نہیں کہ ہند مذکورہ کی لڑکی اس پر (زید مذکور پر) حرام ہے چنانچہ منصوص قرآن شریف اور احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و جمیع کتب مذہب اور اسفار فقہ میں صراحتہ مذکور و مزبور ہے، ہدایہ میں منصوص ولا بنت امرأت التي دخل بها الثبوت قيد الدخول بالنص سواء كانت في حجره او في غير حجره لان ذكر الحجر خرج مخرج العادة لا مخرج الشرط الخ لهذا لا بد من ضرورة اور سخت ضروری کہ اس لڑکی کو چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحب وبارك وسلم.

عزہ الفقیر البواخی محمد نور الشدائی غفرلہ

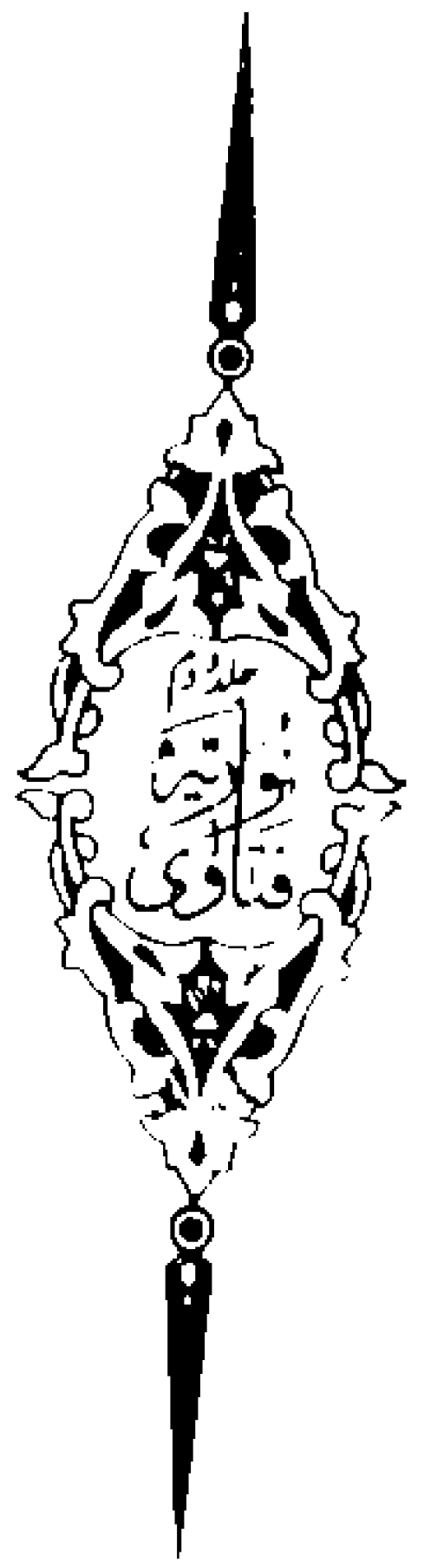
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ بکھڑے نے زینب صغیرہ سے نکاح کیا اور زینب صغیرہ سن میں فوت ہو گئی، دخول وغیرہ کچھ نہیں

ہوا تو کیا زینب متوفیہ کی والدہ سے بکر مذکورہ نکاح کر سکتا ہے؟ بر تقدیر عدم جواز نکاح
اور گواہ اور نکاح خواں کا کیا حکم ہے؟ بیسوا تو جروا۔
السائل: مولوی غلام حسین ازہیک ۱۵۱۸ سنگو کا تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری



قطعاً یقیناً بکر زینب کی والدہ سے نکاح نہیں کر سکتا، قرآن کریم میں محرمات
کے بیان میں ارشاد ہوا و امہات نساء کم یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام
کی گئی ہیں، یہ ارشاد مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے، اس پر امراربعہ
کا اطلاق ہے سنن بیہقی ج ۷، ص ۱۶۰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
مروی کہ سرکارہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا نکح الرجل المرأة
ثم طلقها قبل ان يدخل بها فله ان يتزوج ابنتها و بیس لہ ان
یتزوج امہا، اور ایک روایت میں ہے ایما رجل نکح امرأة فدخل بها
اولم يدخل بها فلا يحل له نکاح امہا الحدیث یعنی جو مرد کسی عورت سے نکاح
کرے، اس کے ساتھ دخول کرے یا نہ کرے، اس کی ماں کسی حال میں اس پر حلال
نہیں رہتی۔ مبسوط ج ۴ ص ۱۹۹، فتح القدیر، ہدایہ ج ۳ ص ۱۱۸، در المختار شامی ج ۲
ص ۳۸۳، فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۶۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴، بحر الرائق ج ۳
ص ۹۳ والنظم من المبسوط من تزوج امرأة حرمت علیہا
ثبت بقولہ تعالیٰ و امہات نساء کم وهذه الحرمة تثبت بنظر العقد
بحر الرائق ج ۳ ص ۹۳ وغیرہا میں ہے والنظم من البحر وهو مجمع علیہ



تو اس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ بکر مذکور زینب مذکورہ کی والدہ سے کسی صورت میں نکاح نہیں کر سکتا اور اگر نکاح کریں تو اس پر لازم ہے کہ عورت منکوحہ کو چھوڑ دے اور اگر وہ نہ چھوڑے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ چھوڑ دے اور جدا ہو جائے اور اگر وہ انکار کریں تو اہل اثر پر لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دیں اور ناکح اور منکوحہ نکاح خواں گواہ سب پر لازم ہے کہ صدق دل سے سچی توبہ کریں ورنہ اہل اسلام پر لازم کہ ان سب سے مقاطعت کر دیں، کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا سلام کلام سب سے محروم کر دیں اور مجبور کریں کہ توبہ کی طرف رجوع کریں کہ محبوب خدا مالک دوسرا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عظیم الشان ہے کہ من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان درواہ مسلم یعنی جو کوئی تم میں سے دیکھے برے کام کو تو بدلاوے اس کو اپنے ہاتھ سے اگر یہ طاقت نہیں تو زبان سے اور اگر یہ بھی مقدور نہیں تو دل سے اور یہ سب سے کمزور درجہ ایمان کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البائس محمد نور الشانی غفرلہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ مستقیم کی شادی آج سے نکاح



پانچ برس پہلے مسماۃ شہیداں بی بی غمروس بارہ سال سے کیا گیا تھا مگر شہیداں بی بی کی رخصتی نہیں ہوئی تھی مگر اس سال عرصہ چھ ماہ کا ہوا ہے کہ شہیداں بی بی فوت ہو گئی ہے مسماۃ شہیداں بی بی مستقیم کی چچا زاد بہن تھی، اس لحاظ سے شہیداں بی بی کی والدہ مستقیم مذکور کی سگی چچی اور دوسرے معنوں میں اس کی ساس (خوش دامن) بن گئی مگر آج شہیداں کے فوت ہو جانے کے بعد دو چار آدمیوں نے شہیداں بی بی کی والدہ سے مستقیم کا نکاح کر دیا ہے، میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو ان نکاح پڑھنے اور پڑھانے والوں کو شرعاً کیا تعزیر لگانی چاہئے؟ جواب سے مطلع فرمایا جاوے عین نوازش ہوگی۔

مستفتی: سید علی بقلم خود ساکن چک ۵/۱۲۔ پی تحصیل پاکپتن شریف
مورخہ ۹/۵، ۲۳ محرم الحرام ۱۴۸ھ



اگر صورت سوال صحیح ہے تو مستقیم کا نکاح شہیداں بی بی کی والدہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا اگرچہ مستقیم اور شہیداں بی بی کی قربت بھی نہ واقع ہوئی ہو کہ ساس ہر حال میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام بن جاتی ہے، قرآن کریم میں ہے وامہات نساء کم ہذا یہ شریف میں ہے ولا بام امراء التو، دخل بابتہا او لم یدخل لقولہ تعالیٰ وامہات نساء کم من غیر قید الدخول اور ایسے تمام معتبرات کتب فقہ تفسیر میں ہے اور یہی ہر چارہ امامان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے تو وہ نکاح شرعاً



درست نہیں ہے، اہل اسلام پر حسب استطاعت فرض ہے کہ مستقیم اور اس کی عورت کو بالکل الگ الگ کر دیں، نکاح پڑھنا اور پڑھانے والوں پر شرعاً لازم کہ سچے دل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسے کام نہ کریں، باقی رہی تفسیر یہ تو وہ حاکم اسلام کا کام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

بمختور فیض گنجور جناب مولوی نور اللہ صاحب

السلام علیکم کے بعد عرصہ حاضر خدمت پہلے بھی دو دفعہ ہوا ہے اور درحقیقت تو بالکل درست تھی مگر جناب کسی وجہ سے شبہ پڑا اس لئے میں تصدیق کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، درست ہے، مہتمی ایمنہ کے نکاح کی بابت جائز ہے یا کہ نہیں؟

۱۔ بیوی چوپڑا کی لڑکی سناں کی لڑکی سیدان کا لڑکا حنیف ہے۔

۲۔ بیوی روشن کی لڑکی ایمنہ سوتیلی نانی ہے، اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا کہ نہیں؟

۳۔ ایمنہ بیوہ مہتمی حنیف کی چچی بے اور سوتیلی نانی ہے اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا کہ نہیں؟

مورخہ ۵۳/۷/۳۶ کو تصدیق کیا۔

۱۔ ملا ولد صادق قوم رہاں ساکن چک ۱۹ تحصیل اڈکارہ (نشان انگوٹا)

۲۔ نورنگت لدراجی حسن چک ۱۹/۱۹ تحصیل اڈکارہ (دستخط)

۳۔ ملک جلال خاں نمبر دار چک ۱۹/۱۹ تحصیل اڈکارہ

نوٹ: مسماۃ سناں و مسماۃ امینہ دونوں مسماۃ اراکی حقیقی لڑکیاں ہیں۔

عاجی محمد حنیف بقلم خود ۲۶/۷



مسماۃ امینہ مسماۃ سیداں والدہ حنیف کی خالہ ہے کہ مسماۃ سناں والدہ مسماۃ سیداں کی
مسماۃ امینہ کی بہن ہے کہ مسماۃ داراکی لڑکیاں ہیں بنا علیہ حنیف و امینہ کا نکاح جائز نہیں، فتاویٰ
عالمگیر ج ۲ ص ۴۴ میں ہے و حالات ابارہ و امہاتہ یعنی باپوں اور ماؤں کی خالائیں حرام
ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ
وسلم۔

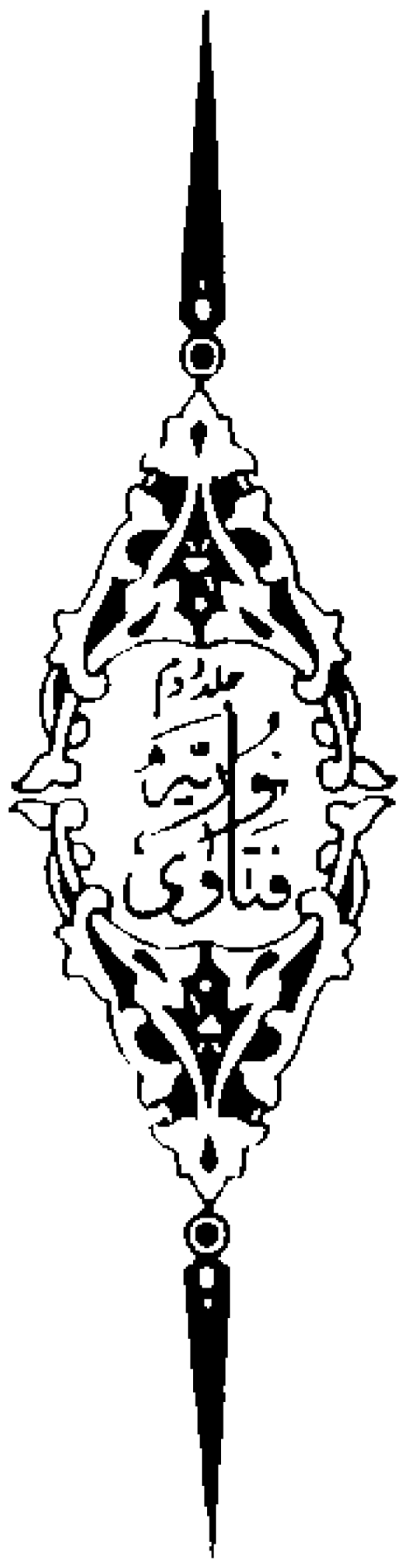
صوہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدائعی غفرلہ

مستتم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لوریہ ضلع غلگت۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسیحی واجد علی قوم راجپوت گوت چوہان کی بیوی گوت جاٹو سے تھی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ واجد علی کا حقیقی نواسہ ہوا، واجد علی کی مذکورہ منکوحہ فوت ہو گئی تو واجد علی نے دوسری عورت گوت پنوار سے شادی کر لی، واجد علی سے دوسری بیوی کو ایک لڑکی پیدا ہوئی، واجد علی کے نواسہ اور دوسری لڑکی کا نکاح بعرہ سال کو دیا گیا، عرصہ ۱۲ سال گزر جانے کے بعد اعتراض ہوا کہ یہ نکاح شرعاً جائز اور درست نہیں آیا یہ واقعی درست اور صحیح نہیں بینوا اما جودین من رب العالمین۔

السائل: واجد علی دفعدار موضع رانہ وہن چاہہ ملکھی الا تحصیل و ضلع ملتان۔



یہ نکاح ہرگز برگزہ درست نہیں اور نہ ہی صحیح ہے بلکہ ناجائز و حرام ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم و اخواتکم و عمتکم و خاللتکم فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے اما الخالات فخالۃ لاب و ام و خالۃ لاب و خالۃ لام تو جس طرح باپ کی دوسری بیوی سے لڑکی حرام ہے کہ بہن ہے اور داد کی دوسری بیوی سے لڑکی حرام ہے کہ پھوپھی ہے یونہی نہ کہ کی دوسری بیوی سے لڑکی



حرام ہے کہ غار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

خادم دارالعلوم خفیه فریدیہ بصیر پورہ

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ ۶/۱۰/۶۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ زید نے اپنی
ہمیشہ مسماۃ سلمیٰ کی شادی کر دی، اس کے بعد خالد سلمیٰ کو اغوا کر کے لے گیا، اس کے
عوض میں زید نے خالد کی بیوی لیلیٰ کو اغوا کیا اور مغویہ عورتیں زید و خالد کے گھروں میں تقرباً
پچیس سال بلا نکاح آباد رہیں اور اس دوران میں ان دونوں کے بیٹوں سے اولاد ہوتی رہی
مالانکہ ان کے ازدواج جن سے نکاح تھا، اب تک زندہ ہیں اور قریب قریب رہتے ہیں
تو کیا سلمیٰ و لیلیٰ سے پیدا شدہ اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شبہ پڑتا ہے کہ
سلمیٰ اور لیلیٰ خالد بخورہ ہیں تو شاید مدخولۃ الاب کی لڑکی یا لڑکا حرام ہو بینوا اتوجبروا
ما جورین من رب العالمین۔

السائل، علی محمد پوریوالہ



سلمیٰ ویلیٰ سے جو اولاد ہوئی ان کی نسب ان کے خاندانوں سے ثابت ہے نہ
 زانیوں سے الولد للفراش وللعاهر الحجر بلکہ صورت نکاح بھی بنالیتے تب بھی
 یہی حکم تھا حالانکہ نکاح فاسد بلکہ بعض باطل ہیں بھی نسب ثابت ہو جایا کرتی ہے کما
 بین فی مظانہ والحکم فی الخلاصۃ عن المنتقی والہندیۃ عن
 الوجیز تو تنکاح جائز ہوگا بلکہ اگر کوئی جاہل محض ظاہر پر نظر کرے تب بھی تنکاح جائز رہے گا
 باختلاف الزناۃ رہا یہ شبہ کہ دونوں خالہ کی مدخولہ ہیں تو یہ معتبر نہیں، فتح القدر
 ج ۳ ص ۱۶۷، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸، خیر یہ ج ۱ ص ۲۳، درالمختار شامی ج ۲ ص ۳۸۳ میں
 ہے کہ زوجۃ الاب کی بڑ کی حلال ہے والنظر من الدر واما بنت زوجۃ
 ابیہ او ابنہ فحلال اقول والنزوحۃ اعم من المدخولۃ وغیرہا
 والاطلاق حجة خصوصاً اطلاق الکتب تو منزیہ کی بطریق اولیٰ حلال ہوگی
 وكذا العکس لانعکاس احکام المحرمات۔

الحاصل اذ روئے شرع مطہر جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو، نکاح جائز ہے مگر پرہیز ضروری
 ہے، حدیث شریف میں ہے ایاکم وما یسور الاذن اور کیف وقد قیل۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على خير
 خلقه محمد وآله وصحبه وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمانی لاشر فی مہتم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لور



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندر میں مسئلہ کہ اللہ بخش نے زینب سے نکاح کیا اور ایک سال تک اس کی بیوی رہی، پھر ایک سال کے بعد زینب کو طلاق دے دی پھر زینب نے دوسری جگہ نکاح کر لیا، اب اللہ بخش کی اولاد اور زینب کی اولاد جو دوسرے نکاح سے ہے آیا ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟

نوٹ: ایک مولوی صاحب نے ناجائز کہا ہے کیونکہ اللہ بخش کی مطلقہ اللہ بخش کی اولاد کے لئے بمنزلہ ماں کے ہے اور اللہ بخش اپنی مطلقہ کی اولاد کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے فقط۔

اسائل، حافظ نذیر احمد
جک ۳۷/۴-بی نزد وہاڑی



اللہ بخش کی وہ اولاد جو دوسری بیوی سے ہے ان کا نکاح زینب کی اس اولاد کے ساتھ جو دوسرے نکاح سے ہے، بلا شک و شبہ و ریب یقیناً جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراہ ذلکم، اس میں وہ سب اولادیں داخل ہیں، قرآن کریم کے حکم کے سامنے کسی نام نہاد مولوی کے ”بمنزلہ“ کی کوئی وقعت نہیں جبکہ ہمارے مشائخ کرام بھی تصریح فرما رہے ہیں کہ طلاق نہ ہونے کی صورت میں بھی جواز ہے، فتاویٰ خیر یہ



ج ۱ ص ۲۳ میں ہے ولا تحرم بنت زوج الام ولا امہ (الی ان قال)
ولا ام زوجة الاب ولا بنتها، والمرحلتا اور اس کی شرح طحاوی ج ۲ ص ۱۴،
ثامی ج ۲ ص ۳۸۳ میں ہے والنظم للشامی قوله واما بنت زوجة
ابیہ او ابنت فحلل وكذا بنت ابنها بحر قال الخیر الرملی
ولا تحرم بنت زوج الام الخ بحر الرائق ج ۳ ص ۹۴ میں ہے ولا تحرم بنت
زوجة الاب، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ وغیرہا میں ہے
والنظم من الهندیة لا بأس ان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج
ابن ابنتها و امها كذا فی محیط السرخسی۔

اگر یہی بمنزلہ والا قاعدہ صحیح مانا جائے تو چچا زادوں، ماموں اور خالہ اور بھوپھی زادوں
کے نکاح بھی ناجائز ہو جائیں گے کہ وہ سب دادا دادی نانانی کی اولاد ہیں جو شرعاً اور عرفاً
ماں باپ ہیں، بلکہ کوئی نکاح بھی جائز نہ ہو کہ سب بابا آدم اور اماں حواء کی اولاد ہیں جس کو
قرآن کریم نے ابویکم فرمایا، علی ابینا وامننا الصلوٰۃ والسلام، تو ثابت ہوا کہ
یہ قاعدہ غلط ہے۔

بہر حال یہ جواز آفتاب نیمروز و ماہ نیم ماہ سے بھی روشن ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ
و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشامی النعمی غفرلہ

۴ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ ۲۵/۱۲/۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اندر یہی صورت کہ زید کی دو بیویاں ہیں

وزینب تھیں اور ان سے اس کی اولاد بھی تھی، بعد ازاں زید فوت ہو گیا اور زینب نے بکر سے نکاح کر لیا اور اس سے لڑکی ہوئی تو کیا اس لڑکی کا نکاح زینب کے خاوند سابقہ زید کے اس لڑکے سے جو ہند سے پیدا ہوا تھا، جائز ہے یا نہیں؟ بیسوا
توجروا۔

السائل: محمد یارچک ۱۹/۱۰/۱۹ آرڈر کمانڈر شکرہ تحصیل اوکاڑہ



اگر سوال واقعی اور صحیح ہے تو نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ میں ہے ولا بأس ان یتزوج الرجل امرأة یتزوج ابنہا او بنتها لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیۃ امرأة وزوج ابنہ بنتها۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله وصحبه
وبارك وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

خادم دارالعلوم خفیه فریدیہ بصیر نو

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ



الاستفتاء

سائل منظر کہ ایک عورت منکوحہ کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوا، بعد ازاں اس عورت کے ایک مرد سے ناجائز تعلقات پیدا ہوئے کا گمان ہوا تو کیا وہ لڑکا اس مرد کی لڑکی سے جو اس کی اپنی بیوی کے پیٹ سے ہے، نکاح کر سکتا ہے؟



اگر صورت سوال صحیح ہے تو نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لكم ما وراء ذلکم پھر یہ تو نرا گمان زنا ہے اور شرعاً تو لڑکا اپنی ماں کے خاوند کی لڑکی سے جبکہ دوسری بیوی سے ہو، نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ لڑکے کا باپ ماں کا پہلا یا پچھلا خاوند ہو۔ اسی ارشاد قرآن کریم سے در المختار شامی، فتاویٰ خیرہ میں ہے والنظم من الدرر و اما بنت زوجة ابی او ابنه فحلل۔
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آل واصحاب وسلم۔

عزہ الغفر البرا الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۹ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۴۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور زید کی دوسری بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی بھی آئی ہے، کیا زید کے لڑکے کی شادی زید کی دوسری بیوی کی لڑکی سے جو اس کے پہلے خاوند سے ہے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبد اللطیف دارقی کلرک ڈاکخانہ عارف زادہ



ہاں ہو سکتی ہے کہ باپ کی بیوی کی وہ لڑکی جو باپ کی لڑکی نہ ہو محرمات منصوص علیہا سے خارج ہے اور قرآن کریم میں ہے واحل لكم ما وراءكم اور ذالکم اور حضرت محمد بن الحنفیہ ابن حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عورت سے نکاح فرمایا اور اپنے صاحبزادے کو اس عورت کی لڑکی نکاح کر دی، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ میں ہے ولا بأس ان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابن امها و بنتها لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیة امرأة وزوج ابنه بنتها۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں محیط سرخی سے ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابن بنتها و امها۔

والله تعالى اعلم وعلم مجل مجده اتم واحكم وصلى
الله تعالى على حبيب واله واصحابه وبارك وسلم

عزوه الفقير الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید کا لڑکا خالد اور
زید کی مطلقہ بہنہ جو اس کے لڑکے کی ماں نہیں، اس سے ایک لڑکی سلمہ دوسرے
خاوند کی ہے، آیا خالد اور سلمہ کا نکاح بشرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا ماساجورین
من رب العالمین۔

السائل: نور احمد از سنگھ ضلع منٹگمری، نور احمد



بلاشک و شبہ و ویب خالد اور سلمہ کا نکاح صورت مسئلہ میں یقیناً جائز ہے،
قرآن کریم میں فرمان والا شان ہے و احل لکم ما وراؤذ لکم، فتح القدیر ج ۳

ص ۱۲۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۲، مغنۃ الخالق علی بحر الرائق ص ۹۵، المختار، رد المحتار
ج ۲ ص ۳۸۳ میں ہے والنظم للکمال المحقق علیہ الرحمة جاز
للأبن التزوج بام زوجة الأب و بنتها۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ
تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ

الاستفتاء

جناب قبلہ وکعبہ ستاذی حضرت صاحب

سلام مسنون : براہ کرم مندرجہ ذیل مسئلہ کا حل مرحمت فرمائیں :

یہ کہ ایک آدمی نے ایک عورت کیساتھ شادی کی، کچھ عرصہ کے بعد اس آدمی نے
دوسری شادی کرالی، جب دوسری شادی کی گئی تو پہلی عورت سے لڑکی ہوئی اور دوسری
عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ اپنی لڑکی میرے بھائی کو دے دو اور نکاح کر دو۔
کیا یہ آدمی عورت کا بھائی دوسری عورت کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ نظر
کرم فرماتے ہوئے اس کو تحریر فرمادیں تاکہ ہماری پریشانی دور ہو سکے، والسلام
حضور کا خادم : غلام دستگیر قادری خطیب گاہ حضرت داؤد بندگی کرمانی
شیرگڑھ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۱۳/۴/۰۰



عزیزی مولوی غلام دستگیر صاحب قادری سلمہ بہ تعالیٰ
 وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ :- یہ نکاح جائز ہے کہ یہ لڑکی دوسری بیوی کے
 بھائی کی محرمات سے ہرگز ہرگز نہیں اور قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے واحل لکم
 ما وراء ذلکم لئن ایقینا شادی کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ
 تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ الہ وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

خادم دارالعلوم خفییہ فریدیہ بصیر پور

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ ۱۲/۴/۲۰

الاستفتاء

حضرت قبلہ مفتی اعظم مہتمم صاحب دارالعلوم خفییہ فریدیہ بصیر پور دام فیوضکم
 السلام علیکم، مزاج گرامی! سوال درج ذیل کے متعلق حکم شریعت سے مطلع فرمادیں:
 مستی سکندر ولد سرلج ذات ڈولہ راہیں سکندر ڈولہ سلطان نے جب مسلمات
 خدیجہ مطلقہ محمد امین سے نکاح ثانی کیا، اس وقت مسماۃ بشیراں دختر محمد امین (خدیجہ)
 مذکورہ کی عمر ۳ سال تھی جو اپنی والدہ کے ہمراہ سکندر کے گھر آئی تھی اور آج تک سی کے

گھر بطور دختر پرورش پایہ ہی ہے، اب سکندر اس پروردہ دختر زوجہ خود کا رشتہ اپنے حقیقی بھائی محمد امیر ولد سراج کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہے، محمد امیر کا یہ رشتہ دینے میں کوئی شرعی سقم تو نہیں ہے؟

اسکاتیل ولد سراج ڈولہ اراٹیں سکندر ڈولہ سلطان تحصیل میاں پور ضلع ساہیوال

مؤرخہ ۹ اپریل ۱۹۷۲ء



ہاں شرعاً جائز ہے، قرآنِ کیم میں ہے وَاَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْاَعْظَمِ وَالہ
وَاصْحَابِہِ وَسَلَم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفر لہ تعلیم خود
۵ ربیع الاول شریف ۱۴۱۳ھ ۹/۴/۷۲

الاستفتاء

بعد از سلام مسنون :

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع اندیش صورت کہ زید نے ایک بیوہ سے شادی کی
اور اس بیوہ کی ایک لڑکی پہلے خاوند سے ہے جس کی عمر بوقتِ نکاح زید تین سال ہے،
اب زید یہ چاہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے جو کہ پہلی منکوحہ سے ہے کر دیا جائے
لڑکی بالغ اور رضا مند بھی ہے، قرآنِ حدیث کے حوالہ جات سے تحریر فرمائیں کہ یہ نکاح

درست ہے یا کہ نہیں؟ تاکہ دل کو اطمینان ہو، بیسوا توجروا۔
سائل: محمد شریف از بھلائی والا چک سنا ڈاکخانہ خاص تحصیل جڑانوالہ ضلع لاہور



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح کرنا یقیناً واسے، قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں محیط سخی سے ہے اور بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸، در المختار شامی ج ۲ ص ۳۸۳ میں بحر الرائق اور فتاویٰ خیر سے ہے والنظم من الدرر واما بنت زوجة ابیه او ابنة فحلل بحر الرائق میں اصنافه فرمایا وقد تزوج محمد بن الحنفیة امرأة ونرج ابن بنتها،

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ یہ نکاح کرنا حلال ہے اور اہل بیت کرام میں بھی ہوا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام محمد بن حنفیہ نے اپنی بیوی کی لڑکی اپنے صاحبزادہ کو نکاح کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور الشانی غفرلہ

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ ۲۶/۱



الاستفتاء

محترم و مکرم جناب مہتمم صاحب بصیر پور

السلام علیکم : احوال آنکہ بندہ کو درج ذیل مسئلہ کے بارہ میں فتویٰ درکار ہے، اس لئے آپ براہ نوازش اس کا فیصلہ جلد از جلد واپس فرمائیں :-

مسئلہ : ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور دونوں زندہ ہیں، ان دونوں بیویوں سے ان کی اولاد لڑکے لڑکیاں بھی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک عورت اپنی لڑکی دوسری عورت (سوکن) کے بھائی کو رشتہ میں دے سکتی ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ رشتہ لینے والی عورت کا بھائی بھی اس کا سگا بھائی نہ ہو۔

جناب! ہمارے ہاں اس کا جواب براہ نوازش بذریعہ حوالہ اور ثبوت درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں، جواب جلدی ارسال کرنے کی کوشش کریں، آپ کی نہایت مہربانی ہوگی، والسلام۔

رانا احمد یار ۹/۹۹-۲ تحصیل ضلع ساہیوال



شرعاً جائز ہے جبکہ کوئی اور حرمت کا سبب نہ ہو کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی کی کسی کتاب کے محرمات میں اس کا ذکر نہیں اور قرآن کریم میں ہے احل لكم ما ودا رد لكم یعنی جن حرام عورتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، ان کے علاوہ دوسری عورتیں

تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں لہذا ان عورتوں میں سے ہر ایک عورت اپنی سوکن کے
بھائی کو رشتہ دے سکتی ہے اگرچہ بھائی تحقیقی ہو جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و صل اللہ تعالیٰ علی حبیب و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سائل زبانی منظر
کہ زید کی لڑکی بکر کے نکاح میں تھی اور زید نے اس لڑکی کی ماں کے سوا ایک اور عورت
کے ساتھ نکاح کیا، اب بکر کی بیوی جو زید کی لڑکی تھی فوت ہو گئی ہے اور زید بھی فوت
ہو گیا ہے تو کیا بکر زید کی اس دوسری بیوی کے ساتھ جو بکر کی متوفیہ بیوی کی ماں نہیں بلکہ
صرف باپ کی بیوی تھی، نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ وہ بکر کی
متربی ساس ہے لہذا نکاح جائز نہیں، جواب دیں اور ثواب پائیں۔

سائل: رمضان ولد نامہ اوڈانہ فرید پور جاگیر، ۷ شوال المکرم ۱۲۸۷ھ



اگر سوال صحیح ہے تو یہ نکاح شرعاً درست اور صحیح ہے قرآن کریم میں ہے و

احل لکم ما وراء ذلکم، ساس وہی ہے جو پہلی بیوی کی ماں تھی، زید کی دوسری بیوی
بکرہ کی شرعاً ساس نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
والہ واصحابہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

الاستفتاء

سائل منظر کہ اس نے ایک عورت کیساتھ نکاح کیا مگر اس عورت کے نزدیک بالکل
نہیں گیا اور نہ ہی کسی کیلئے مکان میں اکٹھے ہوئے پھر وہ عورت مر گئی، اب اس عورت کی
پوتی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا یہ شرعاً جائز ہے؟
سائل: جان محمد کھل بافتہ از موسیٰ وال، ہرذی القعدة المبارکہ ۱۴۲۷ھ



اگر سوال صحیح ہے تو جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴ میں ہے بشرط
الدخول بالام۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ
 واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۹ رذی القعدة المبارکہ ۱۴۲۷ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید اپنے لڑکے اور لڑکی کی ساس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو۔ بیہودہ توجروا۔

السائل: علم دین ولد الہی بخش مہرزہ جگیاں رحموں والیاں



بلاشک و شبہ و ریب نکاح کر سکتا ہے کہ اولاد کی ساس محرمات شرعیہ سے یقیناً خارج ہے اور ارشاد قرآن کریم ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء (پ ۱۲) اور ارشاد مبین ہے واحل لکم ما وراہ ذلکم (پ ۱۶) فتاویٰ خیرہ ج ۱ ص ۲۳ شامی میں ہے ولا تحرم بنت زوج الام (الی ان قال) ولا امر زوجۃ الابن۔ بحوالہ رائق ج ۳ ص ۹۸ میں ہے ولا بأس ان یتزوج الرجل امراة ویتزوج ابنہ امہا او بنتہا لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیۃ امراة وزوج ابنہ بنتہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر البواخیر محمد نور الشاذلی نعیمی غفرلہ

۸ ربیع المرجب ۱۴۵۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ ماموں بھانجہ کی بیوہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ کوئی اور شرعی مانع نہ ہو؟ بینواتوجروا۔
السائل: محمد فاضل عدلیکا از دوناکھوکھرانوالہ ریاست بہاولپور



شرعاً صورت مذکورہ میں نکاح کر سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراء ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک و سلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسملیٰ ضعیف کا اپنی چچی بیوہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں جس کا نام ایمینہ ہے حالانکہ ایمینہ کی ماں روشن ضعیف کی سوتیلی مانی ہے، بینواتوجروا۔
السائل: حیدر علی موضع چک ۱۹/۱۰ ون آر ضلع منٹگری



اگر کوئی اور مانع نہیں تو یقیناً جائز ہے قرآن کریم کا فرمانِ مبین ہے واحل لکم ما وراء ذلکم، نانا تو نانا، باپ کی بیوی کی لڑکی بھی حلال ہے حالانکہ وہ سوتیلی ماں کی لڑکی ہے۔ در المختار وغیرہ اسفار فقہیہ میں ہے۔ والنظم من الدرر واما بنت زوجة ابي او ابنه فحلل۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشاذلی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قیدہ وکعبہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندر یہ مسئلہ آیا بختیجہ کی منکوحہ کا نکاح بعد از طلاق چچا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو حبر و امن رب العالمین۔



بعد از انقضائے عدت کر سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع نہ ہو، قرآن کریم میں ہے
واحل لکم ما وراہ ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ مجدہ اتم و
احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ بختیجہ فوت ہو جانے کے بعد اس کی
بیوی کا نکاح چچا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیسوا تو جروا۔
سائل: رحیم بخش مہراز گیان ٹبیاں، ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۴ھ



جب اور کوئی مانع نہ ہو تو عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے، قرآن

کریم میں ہے احل لکم ما وراء ذلکم (پ ۱۷۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
اصحابہ وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ امی غفرلہ

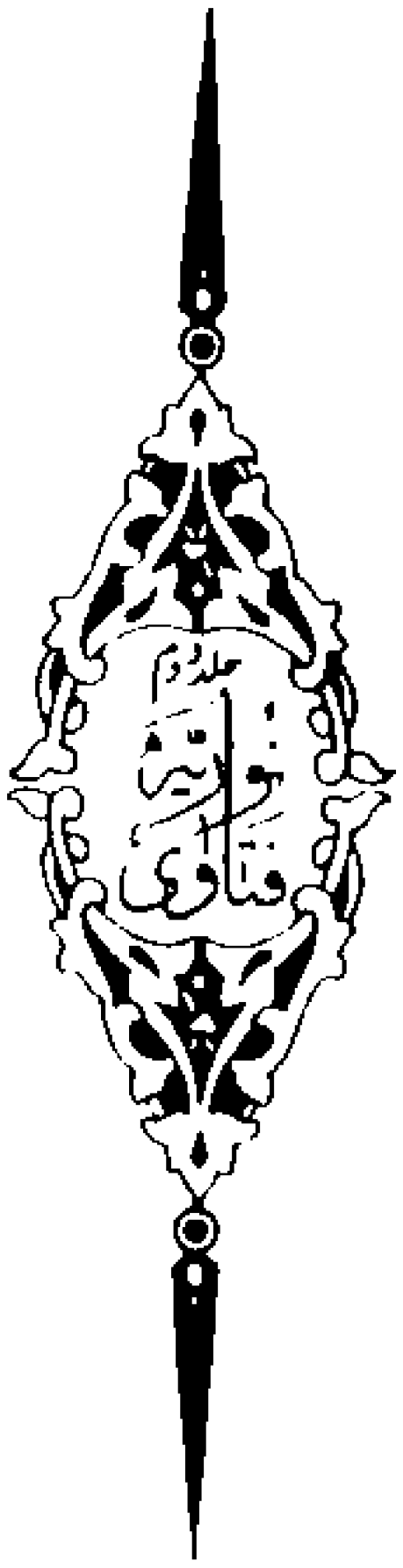
الاستفتاء

سائل دریافت کرتا ہے کہ بھتیجا کی مطلقہ یا بیوہ بیوی چچا کے نکاح میں آ سکتی
ہے یا نہیں؟ شبہ کیا باتا ہے کہ بھتیجا بیٹا ہی ہوتا ہے لہذا چچا نکاح نہیں کر سکتا،
ببینوا توجروا۔

سائل: مولابخش ساکن شاہیکہ ضلع منٹگمری، ۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ



قرآن کریم میں ہے وحلائل ابناءکم الذین من اصلا بکم یعنی
تمہارے ان لڑکوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری پشتوں سے ہیں، تو بھتیجا چونکہ سچے کی
پشت سے نہیں ہے اور نہ ہی حقیقی بیٹا ہے لہذا اس کی مطلقہ یا بیوہ کے ساتھ چچا نکاح
کر سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم اور اگر بھتیجا بیٹا
ہی ہے تو چچا کے لڑکے کے ساتھ وراثت کیوں نہیں پاتا اور سچے کی لڑکی کے ساتھ نکاح
کیوں کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شبہ غلط ہے اور چچا نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ



تعالیٰ اعلم وعلیٰ جل مجدہ اتموا حکم وصلیٰ اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانسی غفرلہ
تاریخ تحریر ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ بھتیجے نے اپنی
بیوی کو طلاق دی اور عدت پوری ہونے کے بعد چچا نے اس عورت کے ساتھ نکاح
کر لیا حالانکہ کوئی شرعی مانع نہیں تھا، کیا نکاح جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ
بھتیجے کی مطلقہ کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

سائل: محمد حنیف موضع ڈھبی ۲۹/۵/۶۲



یہ نکاح شرعاً جائز ہے اور بھتیجے کی منکوحہ ہونا حرام نہیں کر سکتا جبکہ اس نے
طلاق دے دی اور عدت بھی پوری ہو گئی، قرآن کریم میں ہے احل لکم ما وراء
ذلکم، ہاں قرآن کریم نے اپنے حقیقی لڑکے کی منکوحہ کو حرام قرار دیا ہے، ارشاد ہوا
وحلائل ابناہ کما الذین من اصلاہکم اور یہ نہیں فرمایا وحلائل



ابنار اخوانکم، لہذا جو لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نکاح نہیں ہو سکتا، وہ جھوٹے ہیں اور
شریعت پر بہتان باندھتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
اصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶/۶/۹۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسیحی الہی بخش کی زوجہ فیض الہی سے اس کا
بیٹا محمد دین پیدا ہوا، فیض الہی کی وفات کے بعد الہی بخش نے دوسری عورت نور بانوں
سے شادی کر لی، اس سے احمد دین اور خورشید بیگم پیدا ہوئے، الہی بخش کی وفات
کے بعد نور بانوں نے کسی دوسرے نکاح کر لیا، اس دوسرے خاوند سے ایک لڑکی
حمیدہ پیدا ہوئی، تو کیا حمیدہ بنت نور بانوں کا نکاح محمد دین ولد الہی بخش کے رط کے
سے ہو سکتا ہے؟



ہاں شرفاً جائز ہے قرآن کریم میں ہے واصل لکم ما وراہ ذلکم، فتاویٰ



عالمگیر ج ۲ ص ۶ میں ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابنه
ابنتها و امها کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی
اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۴ جادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ ۳۱/۵

الاستفتاء

بگرامی خدمت حضرت العلامة ناصر الاسلام فقیہ اعظم قبلہ الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور الشانعی
الشانعی القادری دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- معروض اینکہ نظر عنایت فرماتے ہوئے مندرجہ
ذیل مسئلہ کا مختصر جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی :-
زید کی والدہ کے حقیقی ماموں بکر کی لڑکی ہندہ کا نکاح زید سے ہو سکتا
ہے ؛ بینوا تو جروا۔

السائل :- آپ کا غلام محمد منشا تابش قصویٰ بقم ہری تحصیل قصور ضلع لاہور، ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-



ہاں ہو سکتا ہے کیونکہ محرمات خاصہ میں اس کا ذکر نہیں تو احل لکم
ما وراء ذلکم سے حلال ہو گئی وذا ظاہر جدا شامی علیہ الرحمہ نے محرمات کے
اول میں کہا وفروع اجدادہ وجداتہ ببطن واحد فلہذا تحرم العمت
والخالات وتخل بنات العمات والاعمام والخالات والافخال (فقہ
شامی ج ۲ ص ۳۸۰ یعنی حرام ہیں دادوں، نانوں اور دادیوں، نانوں کی شاخیں ایک بطن
کی (یعنی بلا واسطہ) تو اس لئے پھوپھیاں اور خالائیں حرام ہیں اور حلال ہیں پھوپھیوں
اور چچوں اور خالائوں اور ماموں کی لڑکیاں کیونکہ یہ بالواسطہ لڑکیاں ہیں اور جیسے
اپنے ماموں کی لڑکی اپنے نانا کی بالواسطہ لڑکی ہونے کے سبب حلال ہے یونہی ماں
کے ماموں کی لڑکی بھی ماں کے نانا کی بالواسطہ لڑکی ہونے کی بنا پر حلال ہے جو نص
قرآن کریم کے بالکل موافق ہے اور کتاب الفقہ ج ۴ ص ۶۱، ۶۲ میں بھی محرمات کا
تیسرا نوع بایں الفاظ ہے فروع اجدادہ وجداتہ وھن عمات وخالات
سواء کن شقیقات اولاً والی ہنا ینتہی التحريم فلا تحرم علیہ
بنات عماتہ ولا بنات خالاتہ ولا بنات عمہ فلا یحرم من فروع
الاجداد والجدات الا البطن الاولی، اس کا ترجمہ نہیں لکھا کہ ترجمہ اولے
سے واضح ہو رہا ہے۔ بہر حال صورت مسئلہ عنہا میں اگر کوئی اور سبب حرمت نہیں
تو حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ و
وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین النعمانی غفرلہ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۲۹/۹

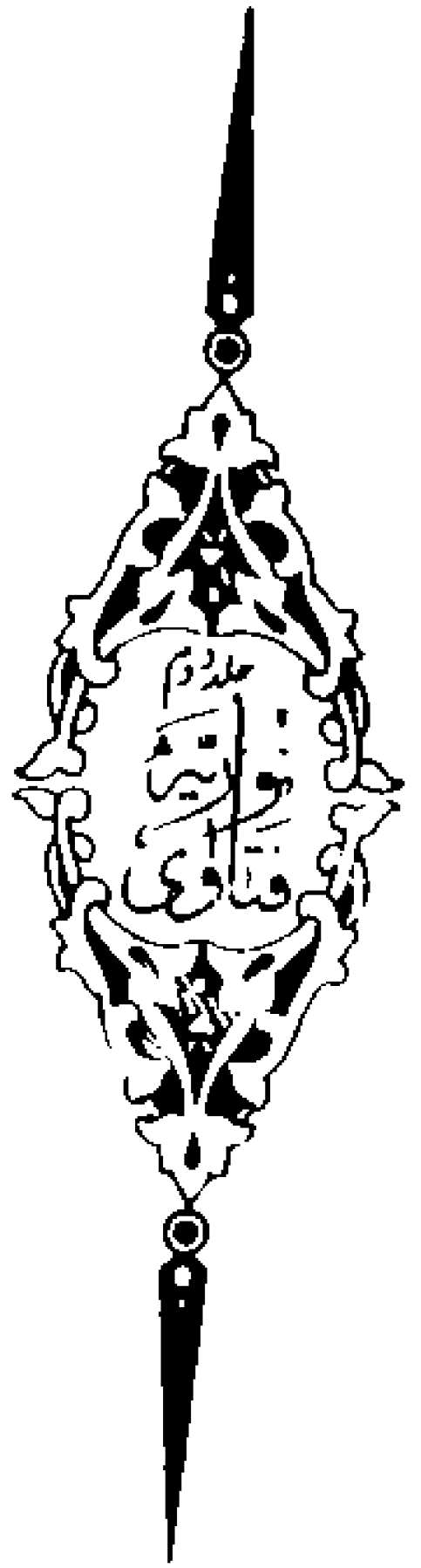
الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :- بعد از سلام سنون کے دست بستہ خدمت اقدس میں عرض پرداز ہوں جو اسے کرم اس معمولی مسئلہ کو حل فرما کر مشکور فرمائیں، نوازش ہوگی، فقط والسلام۔

زید کی حقیقی خالہ کی نواسی حقیقی سے زید کا نکاح از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بجز کتنا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہے لہذا برائے کرم جواب سے جلد مشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ فقط

سائل : عبدالرشید منڈی پورہ پوالہ ضلع ملتان شریف



ہاں جائز ہے اللہ رب العالمین جل وعلا نے فرمایا واحل لکم ما وراد لکم (پ ۱۶) اور شامی ج ۲ ص ۸۰ میں فتح القدیر سے ہے وفروع اجدادہ وجدانہ بطن واحد فلہذا تحرم العمدات والمخالات وتخل بنات العمدات والاهمام والمخالات والاموال اور یونی کتاب لغتہ ج ۴ ص ۶۱۰ میں بھی ہے لہذا بجز کا قول بالکل غلط اور خلاف شرع شریف ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصحابہ وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشاذلی غفرلہ

۱۱ رجبی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ ۲۷/۹

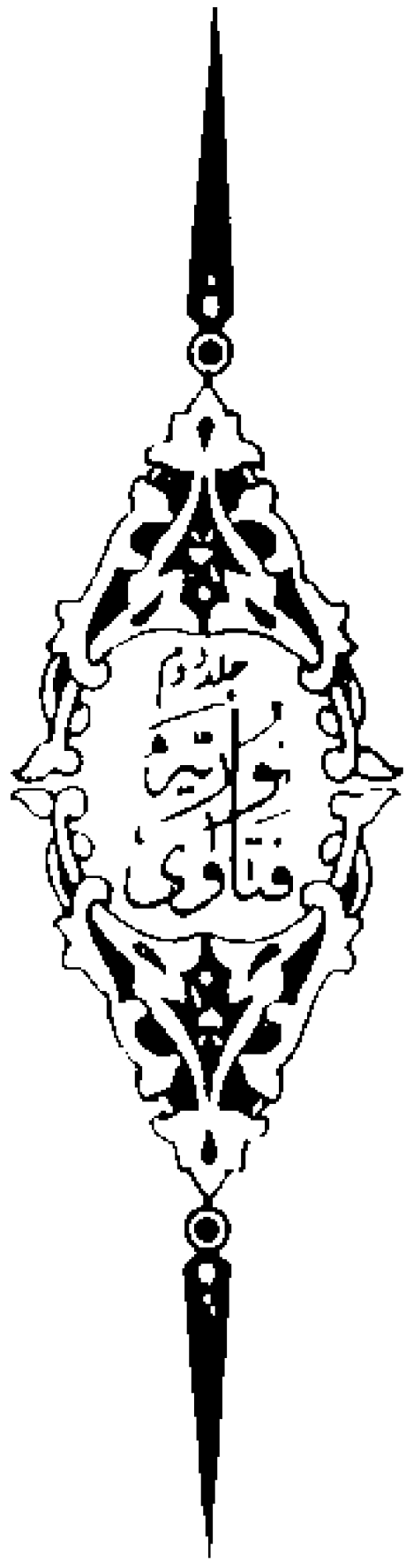
جمع بین المحارم

باب الجمع بین المحارم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اندر میں مسئلہ کہ دو توأم لڑکیاں متحدۃ الجسم ہیں یعنی جس وقت پیدا ہوئیں ان کے کندھے پہلو کو لہے کی ہڈی تک آپس میں جڑے ہوئے تھے اور کسی طرح سے ان کو جدا نہ کیا جاسکتا تھا، اپنی پیدائش سے اب جو ان ہونے تک وہ ایک ساتھ چلتی پھرتی ہیں، ان کو بھوک ایک وقت لگتی ہے، پیشاب پاخانہ کی حاجت بھی ایک ہی وقت ہوتی ہے، اگر ان سے کسی ایک کو عارضہ لاحق ہو جائے تو دوسری بھی اسی عارضہ میں مبتلا ہو جاتی ہے، ان کا نکاح ایک مرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر بیک وقت ایک کے نکاح میں آسکتی ہیں تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور اگر ان کو ان تجمعوا بین الایختین کے حکم کو بنیاد بنا کر دو مردوں کے نکاح میں دے دیا گیا تو مندرجہ ذیل دشواریاں پیدا ہوتی ہیں جن کا حل مشکل ہے :-

۱۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ایک مرد اپنی منکوحہ نامزد بیوی سے ہی صنفی تعلقات کو محدود کر سکے گا۔



۲۔ یہ دوسری عورت جو اپنی بہن سے متحد الجسم ہونے کے ساتھ متحد المزاج بھی ہے زوجی تعلقات کے وقت متاثر نہ ہوگی۔

۳۔ نکاح کا ایک بڑا مقصد افزائش نسل ہے۔ دو مردوں کا یہ نکاح اس تعلق پر ضرب لگاتا ہے۔

۴۔ دو مردوں سے ایسا نکاح جس سے دو عورتیں صنفی تعلقات سے متاثر ہوتی ہوں ان کی حیا مجروح ہوتی ہو، ان میں رقیبانہ جذبات پیدا ہوتے ہوں، کیا نکاح کی اس روح کے منافی نہیں جس میں فرمایا گیا ہے وجعل بینکم مودة۔ (روم) براہ کرم شریعت کی رو سے حل فرما کر اس فتنے کو دور فرمائیے جو جوان ہونے سے ان کو لاحق ہوا ہے اور ان کے والدین ان کا نکاح کر سکیں بینوا توجروا الی یوم القیامة۔

سائل: محمد شریف نوری خطیب جامع رے دند مصلح لاہور ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۷۲ھ



ایسے نادر الصورہ بچوں کا زندہ پیدا ہونا ہی نہایت نادر ہے، پھر عرصہ تک یہ ہیئتہ کذا نیمہ زندہ رہنا غالباً شخیلات شاعرانہ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا۔ ایسے سوالات اسکاٹ علماء کرام کے لئے وضع کئے جاتے ہیں مگر بفضلہ و کرمہ تعالیٰ شریعت غرار کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں شرعاً ایسی صورت میں نکاح حرام ہے، خواہ ایک مرد سے دونوں کا یا ایک معینہ یا غیر معینہ کا یا دو مردوں سے بائعین یا بالابہام ہو کہ ہر شق پر کئی حیا سوز حرکات کا اندوم ہوگا اور قرآن کریم فرماتا ہے لا تقربوا

الفواحش، نیز ارشاد ہوا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر
منہا وما باطن، ربے وہ فتنے جو جوانی سے لاحق ہوا کہ تھے ہیں تو ان کا علاج وہی
ہے جو قرآن کریم نے تجویز اور حدیث شریف نے تشریح فرمائی، سورہ نور کا نورانی ارشاد
ہے و لیستغف للذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من
فضله اور حدیث متفق علیہ میں ہے ومن لم یستطع فعلہ بالصوم فانه
لہ وجارہ، تو ان لوگوں پر لازم کہ پرہیز اختیار کریں اور بوقت ضرورت روزے
رکھا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ انقلاب حاضرہ
میں نہ بد و عمر اخویں بمع زوجتیں ہندو سلمی ختین میں سے مہاجرت کے وقت زید شہید ہو گیا
اور سلمی گرفتار کفار ہو گئی عمر و ہندو پاکستان میں پناہ گزین ہونے کے بعد نکاح کرنا چاہتے
ہیں تو شرعی نکاح جائز ہے؟ ایک مولانا صاحب نے فتوے جو ان کا دیدیا ہے کہ
تباہین دارین سے نکاح باطل ہو جاتا ہے تو عمر و سلمی کا نکاح باطل ہو گیا لہذا عمر سلمی کی ہمیشہ
ہندو سے نکاح کر سکتا ہے، طلاق وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں تو کیا مولانا صاحب کا یہ فتوے
اور استدلال درست ہے۔ بینوا اتوجروا۔



قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے وان تجمعوا بین الاختین یعنی دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے والجمع یشمل الماسورة وغيرها والاطلاق حجة قطعية مقدم علی خبر الواحد والقیاس، توجب تکسلی کی طلاق اور انقضائے عدت یا موت متحقق نہ ہو تب تک بھرمہند سے نکاح نہیں کر سکتا والیقین بالحياة لا یرتفع بالشک اور تباین دارین کا مسئلہ زوجین مسکین میں قطعاً جاری نہیں ہو سکتا کہ تباین دارین سے مراد تباین حقیقہ و حکماً ہے، در المختار، شامی ج ۲ ص ۵۳، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۳، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۹۱ نیز ج ۳ ص ۲۹۲ وج ۵ ص ۲۶۶ و ہدایہ مع الفتح ج ۳ ص ۲۶۶ و ۲۶۷، عنایہ ص ۲۹۲، مبسوط ص ۵۰، ۵۱ میں ہے والنظم من المبسوط وتباین الدارین بہذہ الصفة موجب للفرقة عندنا، اور جن کتب میں مطلق تباین الدارین ہے تو اس مطلق سے بھی کامل تباین مراد ہے، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۳ میں ہے اطلاق فی التباين فانصرف اليه حقيقة وحكماً، شامی ج ۱ ص ۲۹۴ میں شرح المنیہ سے ہے واذا صرح بعض الائمة بقيد لم يرد عن غيره منهم تصريح بخلافه يجب ان يعتبر، نیز ج ۱ ص ۲۲۰ میں ہے قال فی البحر قصدہم بذلك لا يدعی علمہم الا من زاحمہم علیہ بالركب وليعلم انه



۳۵ بدائع منائع ج ۲ ص ۳۳۸ میں ہے تفریق دارین میں بان خرج احدا الزوجین الى دار الاسلام

مسلم او ذمیاً وترك الآخر كافراً فی دار الحرب ۱۲ ابوالخیر غفرلہ ۲۲ ربيع الثاني ۶۹ھ

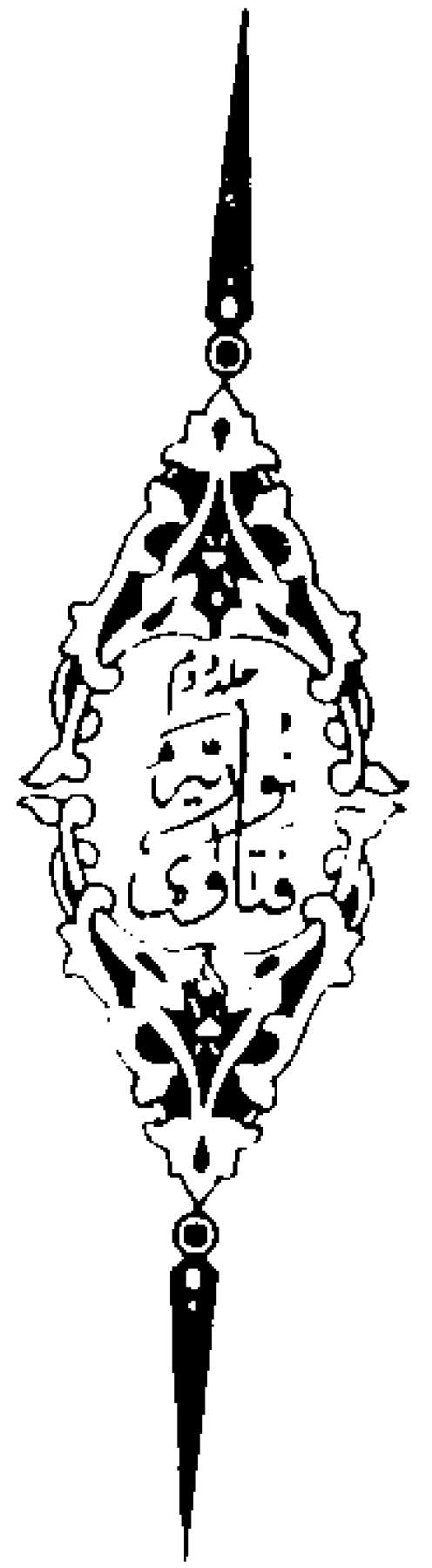
لا يحصل الا بكثرة المراجعة وتتبع عباراتهم والاخذ عن الاشياخ
بحر الرائق ج ۳ ص ۴۰، ۴۱، ۴۲، وان فہر المسائل علی وجه التحقيق
يحتاج الى معرفت اصلين احدهما ان اطلاقات الفقهاء في الغالب
مقيدة بقيود يعرفها صاحب الفہر المستقيم المسارس للاصول و
الفروع وانما يسکتون عنها اعتمادا علی صحة فہر الطالب والثاني
ان هذه المسائل اجتهادية معقولة المعنى لا يعرف الحكم فيها علی الوجه
التام الا بمعرفة وجه الحكم الذي بنى عليه وتفرع والا فتشبه المسائل
على الطالب ويحار ذهنه فيها لعدم معرفة الوجه والمبنى ومن اهتم
ما ذكرناه حار في الخطأ والغلط۔ بلکہ جزئیات واحکام جمیع کتب مذہب سے
نمایاں طور پر یہی ثابت ہے مثلاً مسلم یا ذمی بغرض تجارت وغیرہ عارضی طور پر دار الحرب میں بلا زوج
جائے یا حربی اسی طرح دار الاسلام میں آئے تو ان کے ازواج کے نکاح بدستور رہیں گے
کہ حکمائ تباہین دارین نہیں یا مسلمان نے کتابیہ حرمیہ سے دار الحرب میں نکاح کیا اور وہیں
چھوڑ کر دار الاسلام میں آجائے تو عورت بائن ہو جاتی ہے اور اگر عورت اس خاوند
مسلم سے پہلے دار الاسلام میں آجائے تو بائن نہیں ہوتی کہ اس صورت میں تباہین فقط
حقیقہ ہے اور حکمائ نہیں وغیرہا من المسائل۔

بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۳، مبسوط ج ۵ ص ۵۱، ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۹۳،
نیز ج ۵ ص ۲۶۶، کفایہ علی الہدایہ ج ۳ ص ۲۹۵، کفایہ ج ۳ ص ۲۹۳، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۹
میں ہے والنظم من الہندیۃ ولو خرج الحربی مستامنا او دخل
المسلم دار الحرب مستامنا لم تقع الفرقة بینہ وبين امرأتہ
کذا فی الکافی، درالمختار، درالمختار شامی ج ۲ ص ۵۳۸، مبسوط ج ۵ ص ۵۳، بحر الرائق
ج ۳ ص ۲۱۴، منحة الخالق علی بحر الرائق والنظم من البحر لو تزوج مسلم کتابیۃ



حربیۃ فی دار الحرب فخرج عنها الزوج بانته لوجوده ولو خرجت المرأة قبل الزوج لعنت بن لان التباين وان وجد حقيقة لم يوجد حکما لانها صارت من اهل دار الاسلام لانها التزمت احکام المسلمين فالظاهر انها لا تعود الى دار الحرب والزوج من اهل دار الاسلام حکما، اور ایسا تباين اسلام زوجین کی صورت میں متصور ہی نہیں کہ مسلم اہل دار الاسلام ہی ہے اگرچہ دار الحرب میں تجارت یا گرفتاری وغیرہ کی صورت میں ہو کہ ایسی صورتوں میں کچھ حقیقت تباين، مگر حکماً نہیں، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۴، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۹۲، کفایہ ج ۳ ص ۲۹۵، عنایہ ج ۳ ص ۲۹۳، شامی ج ۲ ص ۵۳۸ نیز ج ۳ ص ۳۴۸ نیز ج ۵ ص ۶۷۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۰۶، شریفیہ شرح سراجیہ ص ۱۴۲، شیخ الاسلام علی السراجیہ ص ۱۰۳، بسوط ج ۵ ص ۵۳ نیز ج ۱۰ ص ۶۱ میں ہے والنظم من العاشر فالمسلم من اهل دار الاسلام حکما وان کان فی دار الحرب صورة - نیز اسیر کفار مفقود ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۹۶، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۶۳، در المختار، رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳ میں ہے والنظم من الهندیۃ هو الذی غاب عن اهلہ وبلدہ او اسره العدو ولا یدری احوالہ او میت اور بقا نکاح مفقود، کتب مذہب میں مزبور و مشہور ہے والمرأة كالرجل فی الاحکام، بحر الرائق ج ۱ ص ۴۳ میں ہے من المعلوم ان کل حکم ثبت للرجال ثبت للنساء لانہن شقائق الرجال الا مانص علیہ قال فی المستصفی الاصل فی النساء الا یدکون لان مبنی حالہن علی الستر ولم یهذا لم یدکون فی القرآن حتی شکون فنزل الی اخرہ۔

شیخ الاسلام علی السراجی ص ۱۳، شریفیہ ص ۱۴۲ میں ہے والنظم للسید



الشریف فالاسرکما لایؤثر فی قطع عصمت النکاح لایؤثر فی المیراث
بلکہ بالصریح الاصرح ثابت کہ ماسورہ پر حق نکاح باقی رہتا ہے، مبسوط ج ۱ ص ۶۱، بحر الرائق ج ۵
ص ۹۹، در المختار، رد المختار ج ۳ ص ۳۲۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۰ میں ہے
والنظم من الہندیۃ اذا وجدت الماسورۃ (الی ان قال) فہن
باقیات علی ملک، شامی میں ہے سوار سببیت الزوجۃ قبل زوجہا
او بعدہ وما فی فتاویٰ قاری الہدایۃ فمعارض ومدفوع بما فیہا
ایضاً۔ فتح القدیر ج ۵ ص ۲۶۶، مبسوط ج ۱ ص ۶۱۶۰ میں ہے والنظم من المبسوط
فان کان لہا زوج قبل ان توسر فالنکاح بحالہ لانہ لم تتباین بہما
الدار حکما فانہا مسلمۃ وان کانت ماسورۃ فی دار الحرب فالمسلم
ماہل دار الاسلام حکما وان کان فی دار الحرب صورۃ وتباین الدارین
حقیقۃ لہ حکما لایقطع عصمت النکاح۔

بفضلہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ تباین دارین کی وجہ سے زوجین
مسلمین کا نکاح بدستور باقی رہتا ہے تو جب تک سلمیٰ کی موت یا انقضاء عدت بعد از طلاق
ثابت نہ ہو جائے تو عمر نکاح ہند قطعاً نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
جل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد
والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ الاثر فی القادری النعمی

۲۶ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ

نصیر پور شریف

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ عورت کو طلاق دیکر اس کی بہن سے نکاح کرنا عدت گزرنے سے پہلے جائز ہے کہ نہیں؟ بیٹو! توجروا۔
السائل: محمد اکبر زانیانہ



زوجہ کو طلاق دے کر اس کی عدت پوری کر کے اس کی ہمیشہ سے نکاح کر سکتا ہے اور قبل از انقضائے عدت نکاح کرنا ناروا و حرام ہے، شامی ج ۲ ص ۳۹۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۲ میں ہے والنظم من الہندیۃ ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدۃ سوا کانت العدة عن طلاق رجعی و یا سن او ثلاث او عن نکاح فاسد او عن شبہت۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحر و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفر الہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ :-
۱۔ بھتیجا فوت ہوا تو اس کی بیوی کا نکاح بعد گزرنے عدت کے چچا کر سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ زید نے سلمیٰ کو طلاق دی تو کیا سلمیٰ کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟ بینو اما جو رہیں۔
السائل: غوث محمد از سو میاں ضلع مظفر گڑی، یکم شعبان ۱۴۰۱ھ



۱۔ کر سکتا ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے واحل لكم ما وراذلكم، فتاویٰ عالمگیری، شامی وغیرہ میں ہے والنظم من الهندية والثالثة (ای من المحرمات بالصهرية) حليلة الابن وابن الابن الخ تو بھتیجے کی بیوی لڑکے کی بیوی نہیں کہ حرام ہو جائے، ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی اور وجہ حرمت ہو تو حرام ہوگی کما لا یخفى علی اولی النہی۔

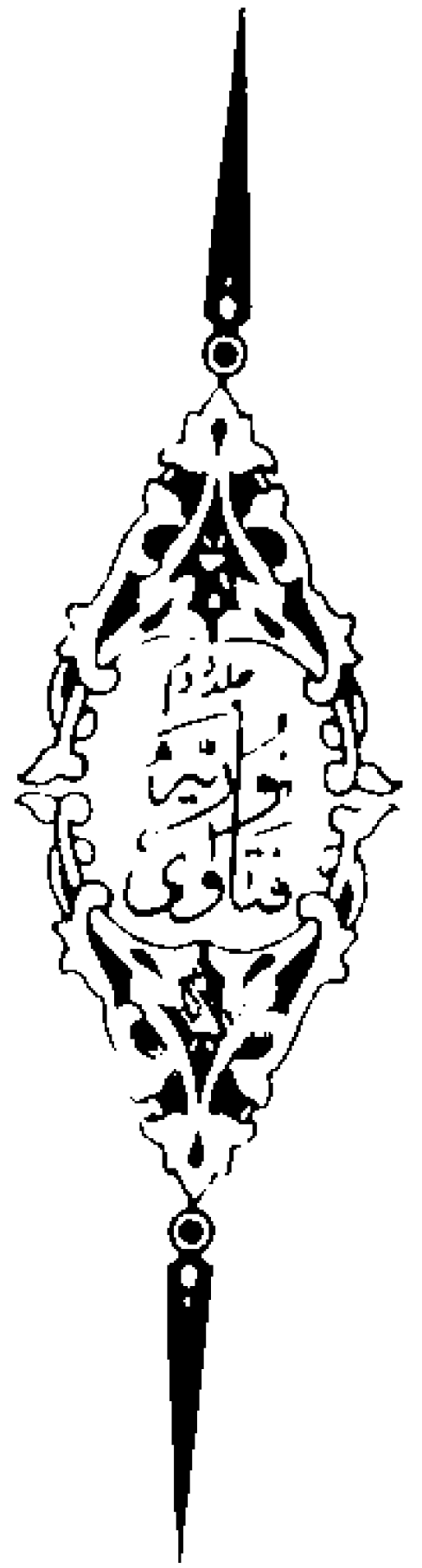
۲۔ کر سکتا ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ سلمیٰ مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کیا جائے، شامی، بحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ میں ہے والنظم من البحر (قولہ وحرم تزوج اخت معتدتہ) لان اثر النکاح قائم فلو جاز تزوج اختها لزم الجمع بین الاختین فلا یجوز۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى عليہ وسلم۔
الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعمانی الفریدی فوری

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی مطلقہ کی عدت میں اس کی بہن کے ساتھ عقد کر لیا ہے، آیا یہ عقد شرعاً صحیح ہے۔ فقط والسلام بیینوا توجروا۔

نیاز مند: فقیر عبدالعزیز بقلم خود

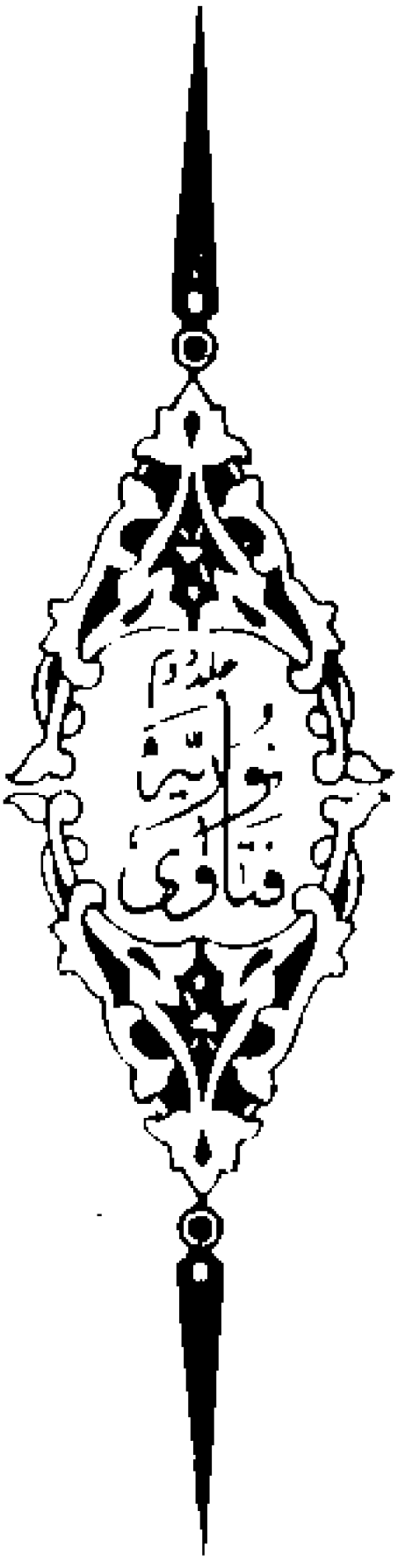


عقد مذکور شرعاً جائز و صحیح نہیں کہ عدت آثار نکاح سے ہے تو حکماً صحیح بنی اختین میں داخل بلکہ دلالت نص و ان تجمعوا بین الاختین سے ثابت وہی تفید القطع۔ ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ ج ۳ ص ۱۳۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۷، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۲، تنویر البصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۷، مبسوط ج ۴ ص ۲۰۲ والنظم منہ ولاحتزوج المرأة فی عدة اختہا من۔ نیز فتح القدیر و مبسوط میں ہے ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی شیء

کاجتماعہم علی تخریج نکاح الاخت فی عدة الاخت مبسوط، ہدایہ، فتح القدیر،
 غنایہ میں ہے والنظم من الاخری فلو جاز نکاح الاخت فی عدة الاخت
 لزم الجمع بین الاختین، فتح القدیر میں ہے ویخص تزوج الاخت فی عدة
 الاخت دلالة النص المانع من الجمع بین الاختین الخ
 تو روزہ و شن کی طرح واضح و مبین ہوا کہ نکاح مذکور صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 وعلما تم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ وبارک
 وسلم و فخم۔

صو الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ



الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا بفضل اولانا مولوی نور اللہ صاحب دام برکاتہ
 السلام علیکم کے بعد دلائل ہو کہ خدمت عالیہ میں سوال پیش کرتا ہوں، جواب سے
 مشرف فرمادیں کہ :
 ایک آدمی اپنی بیوی کے بھائی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، کہہ سکتا ہے اگر
 طلاق شرط ہے یعنی طلاق دینے کے بعد کہہ سکتا ہو تو فوراً طلاق کے بعد کہہ لے یا عدت گزارے
 اگر عدت گزارے تو کتنی عدت ہو ؟

العبد : عطا محمد



طلاق سے قبل قطعاً نکاح نہیں کر سکتا اور بعد از طلاق مطلقہ کی عدت پوری کرنی بھی ضروری ہے، عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ اور بدایہ میں ہے والنظم من الهدایة ج ۲ ص ۲۷۶ ولا یجمع بین المرأة وحماتها او خالتها او ابنت اخيها او ابنة اختها الخ نیز بدایہ ج ۲ ص ۲۷۸ و عالمگیری ج ۲ ص ۷ میں ہے والنظم منها لا یجوز ان یتزوج واحدة من ذوات المحارم التي لا یجوز الجمع بین اثنتين منهن۔ اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ بچہ سونے اگر ایک تو ایک، اگر زیادہ تو تمام اور اگر حمل نہیں تو عدت جو ان عورت کی یعنی جسے حیض آتا ہو تین حیض ہیں، خواہ کتنی ہی مدت میں تمام ہوں، اور اگر چھوٹی ہو یا ایسی بڑھیا جسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت ہے قرآن کریم کا فرمان ہے واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن۔ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاث قروء۔ واللاتی یئسن من المحيض من نساء کمران ارتبتم فعدتهن ثلاث اشهر واللاتی لم یحضن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ حل مجدہ اتحدوا حکم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۴ رذی الحجۃ المبارک ۱۴۰۵ھ



الاستفتاء

نعبده ونصلی علی رسولہ الکریم۔ السلام علیکم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نے اپنی شادی کی اور
اس میں سے ایک لڑکا ہو کر فوت ہو چکا ہے، وہ شخص اولاد کی بدولت پھر شادی کرانیکا
خواہشمند ہوا اور پہلی عورت جس کے ساتھ نکاح کیا ہوا دوسری عورت اس کی بھتیجی ہے
کیا پھوپھی اور بھتیجی ایک نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ حدیث یا سند کے ساتھ
تخریج کر دیں۔

درویش محمد شریف
فریدیو پریہاگ جاگیر



ایک شخص کے نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی جمع نہیں ہو سکتیں، حدیث شریف میں ہے
لا یجمع بین المرأة وعمتها رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لہذا اس دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرنا
بالکل حرام ہے، ہاں اگر پہلی بیوی کو طلاق دیدیے اور اس کی عدت بھی گزر جائے
یا فوت ہو جائے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشماہی غفرلہ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو کہ اپنے خاوند کے گھر زندہ اور آباد ہے، اس عورت کی بھتیجی اس کی موجودگی میں اس کے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ سگی بھوپھی بھتیجی ایک وقت میں ایک ہی خاوند کے نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
مستفتی: باقر خاں سکندر کٹر بانوالی ضلع منٹگمری، ۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ



شرع مطہر میں اس کی اجازت قطعاً نہیں کہ ایک شخص کے نکاح میں بھوپھی اور بھتیجی جمع ہو سکیں، سگی ہوں یا توتیلی، نسبی ہوں یا رضاعی، ہرگز ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے فلا يجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا ورضاعا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتموا حکمہ وعلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزرو الغیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

سائلہ نے بیان کیا ایک شخص کے نکاح میں پہلے خالہ تھی بعد ازاں اس نے اس عورت کی بھانجی سے نکاح کر لیا ہے، کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے؟ وہ خالہ بھانجی کی ماں کی بہن ہے یا بی معنی کہ دونوں کا باپ ایک ہے اور مائیں الگ الگ ہیں۔



شرعاً یہ نکاح بالاتفاق حرام اور باطل ہے، مرد پر لازم کہ دوسری بیوی کو کہہ دے جس نے چھوڑا اور ایسے ہی دوسری عورت پر لازم ہے اور اگر نہ چھوڑے تو الگ الگ جبراً کہہ دے جائیں، یہ خالص حرام ہے اور اگر دوسری عورت کے ساتھ جماع کر چکا ہے تو اس کی پہلی عورت بھی اس پر حرام ہوگی، اس وقت تک کہ دوسری عورت کو چھوڑ دے اور پھر اس کی عدت پوری ہو جائے یعنی حمل ہے تو بچہ پیدا ہو جائے ورنہ تین حیض پورے ہو جائیں، بعد ازاں پہلی عورت حلال ہوگی اور دوسری عورت

بھی بعد ازاں کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے فتاویٰ عالمگیری، شامی، میزان الشریعہ
الکبریٰ وغیرہ میں یہ مسائل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

حدرہ الفقیر البو الخیر محمد نور الدایمی بصیر لودپہ

یکم رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

سائل منظر کہ زید کے نکاح میں ایک عورت تھی بعد ازاں اس عورت کی بھانجی
کی نابالغ لڑکی سے نکاح کر لیا، غلو ت و دخول نہیں ہوا، کیا یہ نکاح دوسرا شرعاً جائز ہے
کہ نہیں؟

سائل : محمد علی ازہد سوسالم کا



یہ نکاح محض ناجائز ہے، زید پر لازم ہے کہ اس دوسری لڑکی کو چھوڑ دے
فتاویٰ خیر یہ ج ۱ ص ۲۲ میں ہے سئل عن الجمع بین المرأة و بنت

بنت اختہاھل یجوزام لا آہ اجاب اما الجواز فلا قائل بہ الا
عثمان البتی وداؤد الظاہری ومن لا یعیاب من الخوارج، پھر
اور عدت بھی نہیں لعدم صحۃ النکاح والدخول۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و
وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر الہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۲ھ



الاستفتاء

الحمد لله ونحمده ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین متعلق اس مسئلہ کے بارے میں
ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو طلاق دے دی اور عدت شریعہ پوری ہونے
سے پہلے اپنی سالی کی لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی کر لیا ہے، آیا اس میں اس مرد پر
عدت لازم آتی تھی یا نہیں؟ اور سالی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا بھی درست ہے یا کہ نہیں؟
کتاب و سنت کے مطابق مسئلہ کے جواب سے مستفید فرمائیں، جناب کی عین کرم نوازی
ہوگی، فقط ہدایا داب۔

فدوی حکیم عبدالوہاب موضع کنڈور ضلع میرپور ڈاک خانہ آزاد کشمیر



واقعی وہ شخص اپنی مطلقہ بیوی کی عدت کے اندر اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا کہ یہ مرد پر لازم ہے مطلقہ کی عدت گزرنے سے پہلے پہلے اس کی کسی محرم کے ساتھ نکاح نہ کرے، قرآن کریم میں ہے ان تجمعو ابین الاختین یعنی دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے اور حدیث پاک میں بھی اور بھانجی کا بھی یہی حکم بیان فرمایا صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی کی حدیث پاک میں ہے لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ولا علی ابنت اخيها ولا ابن اختها اور عدت میں نکاح کرنا حکماً جمع کرنا ہے لہذا ناجائز ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے کمالا یجوز ان یتزوج اختها فی عدتها فکذا لا یجوز ان یتزوج



واحدة من ذوات المحارم۔
بہر حال سالی کی لڑکی کے ساتھ اس مرد پر اپنی مطلقہ کی عدت میں نکاح کرنا حرام تھا تو وہ نکاح نہیں ہوا جبکہ وہ سالی اس مطلقہ کی بہن ہو کیونکہ ایسی صورت میں وہ مطلقہ اور وہ لڑکی خالہ اور بھانجی بننے کی اور مرد کے اس انتظار عدت کو مجازہ عدت کہا جاتا ہے۔

واللہ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله
و اصحابہ اجمعین ۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب البصیرہ پور شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ : اس مسئلہ کا فیصلہ دیجیں :-

ایک آدمی مومن لعلو گودڑ کا باشندہ ہے اور شادی شدہ ہے، اس آدمی کی بیوی کی بھانجی بیوہ جس کے خاوند کا انتقال ہوئے کو غرض ۱۰ سال گزر چکا ہے اس بیوی کی بھانجی کے ساتھ وہ آدمی عقد کرنا چاہتا ہے، آیا وہ بیوہ اس آدمی کی بیوی کی بھانجی عقد میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بیوی زندہ اس آدمی کے گھر آباد ہے اور وہ بھانجی اس کی بیوی کی اس طرح ہے کہ ایک باپ کی لڑکی وہ ہے جو اس آدمی کی بیوی ہے اور دوسری عورت اس آدمی کی بیوی کی ہم شیرہ ہے، وہ اور باپ کی ہے لیکن ماں ان دونوں ہم شیرہ کی ایک ہے، باپ دو ہیں، وہ لڑکی بیوہ اس دوسرے باپ کی ہم شیرہ سے پیدا شدہ ہے اور اس طرح اس آدمی کی بیوی کی بھانجی ہے وہ بیوہ اس آدمی کے عقد میں آسکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ تحریر فرمادیں۔

محمد عباس حصہ دار لعلو گودڑ



جب تک خاتمہ اس کے نکاح وعدت میں رہے اس وقت تک بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا، ان دونوں بہنوں کی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہیں تب بھی

یہی حکم ہے بلکہ اگر مائیں بھی الگ الگ ہوں اور ان دونوں نے ایک عورت کا دودھ
پیا ہوا ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ خالہ اور بھانجی ایک شخص کے نکاح میں نہیں آسکتیں
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے لایجوز الجمع بین امرأة وعمتها
نسبا ورضا وخالتها كذلك۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلی اللہ تعالیٰ
علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۱۶ سوال المکرم ۳، ۳۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ ایک
شخص کے نکاح میں ایک عورت ہے اور بعد ازاں اس اپنی بیوی کی خالہ کے ساتھ
نکاح کر لیا ہے حالانکہ وہ خالہ اس عورت کی ماں باپ سے بہن ہے تو کیا اس
دوسری عورت خالہ کا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔
سائل: حاجی قاسم علی وحاجی محمد شفیع تارو ملیکا ۱۲/۲/۵۸

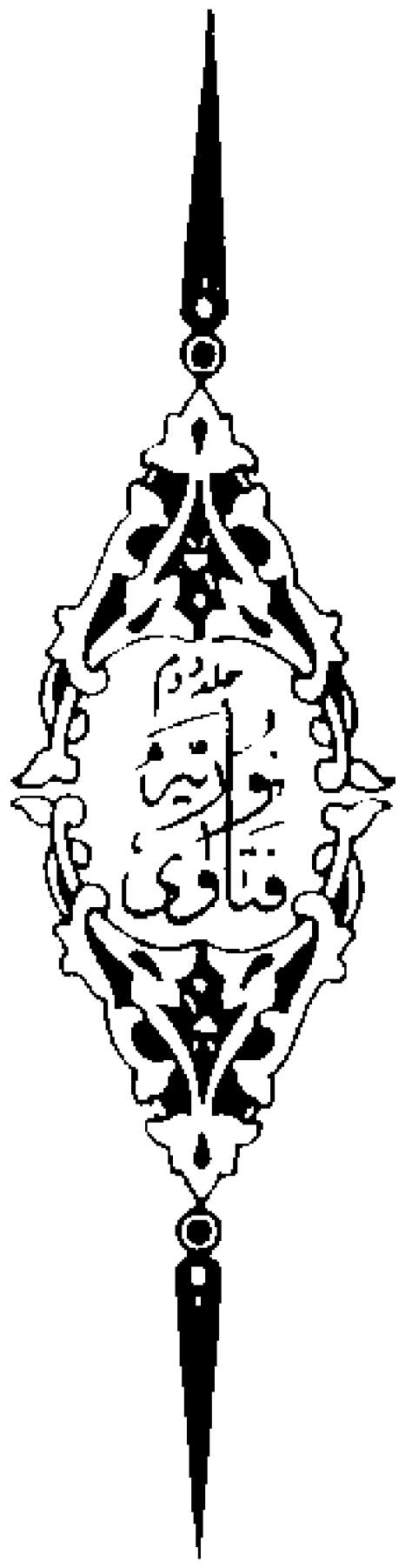


شرعاً ایک شخص کے نکاح میں بھانجی اور خالہ نہیں آسکتیں خواہ اکٹھا نکاح کرے

یا آگے پیچھے تو پچھلی کا نکاح صحیح نہیں اور اس مرد پر لازم ہے کہ اس عورت کو الگ کر دے
اور اگر وہ خود الگ نہ کرے تو حاکم وقت کا فرض ہے کہ الگ کرائے، فتاویٰ
عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے فلا یجمع بین امرأة وعمتها نسبا
اور رضا و خالتهایکذا، نیز اسی میں ہے وان تزوجها فما فی
عقدتین فتکاح الاخیرة فاسد و یجب علیه ان یفارقها
و لو علم القاضی بذلك یفارق بینهما، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے
کہ عنہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتهای
واللہ تعالیٰ اعلم و علیٰ مجتہدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ اصحابہ باریک وسلم

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ



باب حرمة نکاح المحصنات

باب حرمة نکاح المحصنات

الاستفتاء

مختصر یہ کہ ایک نابالغہ مہاجرہ جس کا کوئی ولی کہیں موجود معلوم نہیں ہوئے
ماموں زاد کے تو اس ماموں زاد نے لڑکی کا نکاح اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ
کر دیا، کچھ مدت کے بعد اس نکاح پر دوسرا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا لڑکی کی
نبالغی ہی میں تو وہ ولی اور گواہاں و نکاح خواں دوسرے نکاح کے کس کس تہذیر
کے مستحق ہیں؟

مولانا عبد الغنی صاحب از روہیلہ تیجے کا
جواب تفصیلی کی فرمائش ہے۔



حسب تشریحات فقہائے کرام ماموں زاد دور کے ذوی الارحام سے ہے

اگر انعدام حیات یا فقدان انفر بار کے وقت نابالغہ کا نکاح بلا کمی فاش مہر مثل بمحافظہ جمیع
اقسام کفایت ہم کفو سے کر دے تو ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک مشہور ترین
روایت کی بنا پر نافذ ہو جائے گا خلاف الاثمتہ الثلاثہ والصاحبین
والروایۃ الضعیفۃ عنہ ایضاً مگر لڑکی فسخ کر سکتی ہے بشرط القضاء
اور اگر غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم غبن فاش پر کر دے تو نہیں پس صورتِ مسئلہ
میں اگر نکاح اول شرائط نفاذ کے ساتھ ہوا ہے تو بوجہ نفاذ دوسرے نکاح لغو و فضول
ہوا اور وولی اور گواہاں و نکاح خواں نکاح پر نکاح کرنے سے گنہگار ہوئے
اور تحقق تعزیر بھی والکن لا یفتی بکفر احد منہم ولا بفسخ انکحتہم
وان استحلوا المکان اختلاف الاثمتہ العظام والتعزیر اسر
للتادیب الغیر المقرر فی الشرع بل مفوض الی رأی الامام
بحسب کوائف الانام من حیث الانزجار، اور اگر نکاح اول بوجہ فقدان
شرائط کلاً ولبعضاً نہیں ہوا تو دوسرے نکاح اگر شرائط موجود تھیں تو ہو گیا بحتی الفسخ عند البلوغ
ورنہ نہیں ولا اشتر علی احد فی الصورتین الا من اقدم رآی ان النکاح
الاول نافذ وان الثانی ایضاً غیر مستجمع للشرائط فانما الاعمال
بالنیات فیستوجبون التعزیر اور توبہ تاثر کی صورتوں میں لازم ہے اور
اگر نکاح ثانی بھی نہیں ہوا تو بالغہ ہونے پر اپنی رضا و رغبت سے خود انتخاب کر کے
نکاح کر سکتی ہے اور حصیل وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں پورے پندرہ سالہ ہو جانے
سے بلوغ ہو جاتا ہے و جمیع الاحکام ماخوذة من الہدایۃ والفتح
وبدائع الصنائع والکنز والبحر الرائق والدر المختار و رد
المحتار وغیرہا من الاسفار

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ



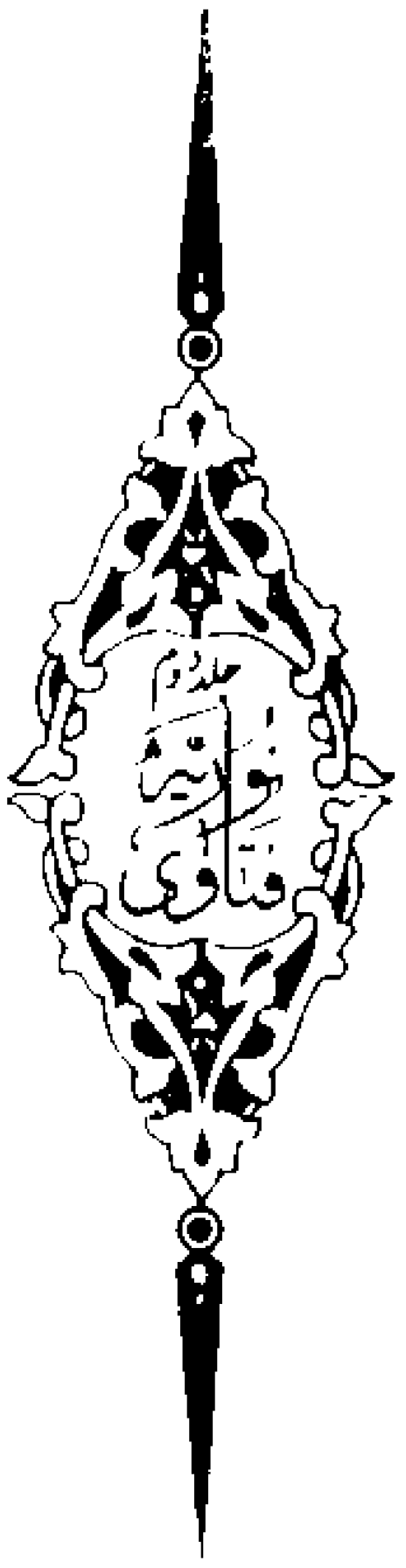
والہ وصحبہ وسلم

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ رشیدہ بی بی دختر ولی محمد کی عمر جب چار برس تھی تو والد کا انتقال ہو جانا ہے بعد ازاں رشیدہ بی بی کے دادے مسمیٰ قائم دین جو دانا اور شریف ہے، نے جب لڑکی مذکورہ کی عمر ساڑھے پانچ سال تھی، ایک نابالغ لڑکے مسمیٰ یاسین ولد سلطان محمد سے نکاح کر دیا پھر ڈیڑھ سال بعد یعنی جب لڑکی مذکورہ کی عمر سات سال کی تھی تو قائم دین نے سلطان محمد سے بوجہ نااتفاقی طلاق حاصل کر لی حالانکہ لڑکا ابھی نابالغ تھا جس کی عمر سات سال کی تھی بعد ازاں رشیدہ بی بی کی والدہ جو اپنا نکاح ثانی کر چکی تھی، رشیدہ بی بی کو اس کے دادے سے مجبور کر کے لے گئی اور بلا اجازت و بلا رضاء دادے کے مخالفانہ صورت میں اور جگہ نکاح کر دیا حالانکہ لڑکی اس وقت بھی نابالغ تھی، اس وقت خاوند کے ساتھ رخصتی کر دی، ایک دو دن کے بعد واپس آئی اور اب تک والدہ کے پاس ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ پہلا نکاح دادا کا کیا ہوا حال ہے کہ طلاق و بندہ سات سالہ تھا یا دوسرا ماں کا کیا ہوا؟ بیٹو! توجروا۔

السائل : قائم دین دادا لڑکی مذکورہ کا از کپشتن شریف نامک پال





اگر صورتِ مسئلہ صحیح اور واقعی ہے تو رشیدہ بی بی کا پہلا نکاح بدستور قائم ہے، لڑکا غیر بالغ طلاق نہیں دے سکتا خصوصاً جبکہ بہت ہی چھوٹا ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۸ میں ہے لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اور بالفرض اگر طلاق ہو بھی جاتی تب بھی دوسرا نکاح صحیح نہ ہوتا کہ دادا شرعی ولی ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس کی رضا کے خلاف ماں کے نکاح کر دینے کا اعتبار نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ میں ہے وعند عدم العصبۃ کل قریب یرث الخ۔

بہر حال دوسرا نکاح شرعاً نکاح نہیں اور پہلا بدستور قائم و لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آله واصحابه و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین القادری الحنفی غفرلہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ ۲۷ جنوری ۲۰۱۵ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین رحم کرے اللہ تعالیٰ ان پر زوریں مسکدہ مسماۃ فاطمہ خواہر دریام زوجہ غلام محقی، غلام اور اس کی زوجہ دونوں سے دریا



نے کہا کہ اپنی نابالغ بیٹی مسماۃ فیضان تمہارے نابالغ بیٹے مسیحی صادق کو شادی کے لئے دیدی ہے، یہ اقرار وعدہ کا نکاح ہوا، چند ماہ کے بعد زوجہ غلام (فاطمہ فوت ہو گئی، اس کی فاسخ خوانی پر تمام برادری اکٹھی ہوئی، ساتویں روز کے ختم پر مولوی سلیمان کو بھی بلایا اور برادری جمع محفل ختم پڑھنے کے بعد سلیمان جو وریام کا بھائی تھا اس نے غلام سے کہا جو اقرار لڑکی دینے کا تم نے وریام سے کیا ہوا ہے وہ پورا کرنا ہے یا نہیں؟ تب غلام بولا اگر تمہارے دل میں شک ہے تو آج تمام برادری اتفاقاً جمع ہے اور جن کو نکاح کے لئے بلانا تھا وہ مجلس برادری بھی موجود ہے اور مولوی سلیمان بھی موجود ہے اور نابالغ اور نابالغہ کا ایجاب و قبول ہوتا ہے وہ محمد سے کر لو، پھر تمام مجلس میں غلام نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی نابالغ بیٹی مسماۃ فیضان وریام کے نابالغ بیٹے مسیحی صادق کو دی اور پھر وریام نے کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کی، تمام مجلس اور ایک شاہ صاحب شریک محفل تھے، نے کہا کہ یہ نکاح مکمل ہو گیا، دعائے خیر کی گئی، شرعی تقسیم نہیں ہوئی اور حق مہر کا ذکر نہیں کیا گیا۔

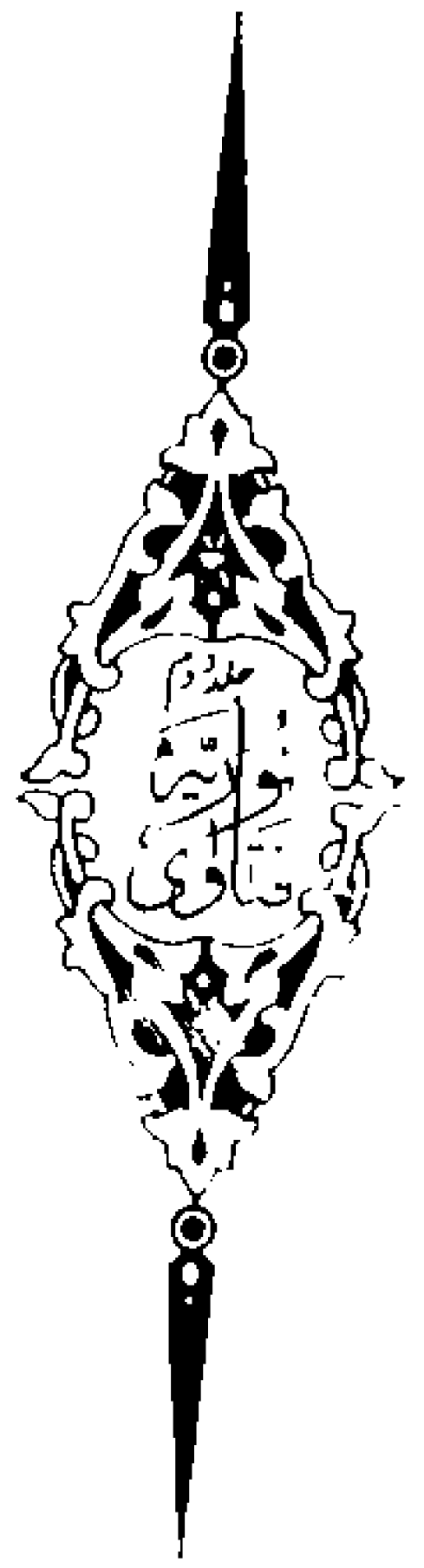
ایک اور گاؤں میں کچھ عرصہ کے بعد غلام نے ایک بیوہ عورت کو شادی کی دعوت دی، عورت نے کہا میں آپ سے شادی کر لوں گی مگر آپ اپنی نابالغ لڑکی فیضان کا نکاح میرے نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیں، غلام نے اپنی مذکورہ نابالغ لڑکی کا نکاح عورت کے لڑکے کے ساتھ کر دیا، فریق اول کہتا ہے ہمارا نکاح بجا اور فریق ثانی کہتا ہے ہمارا نکاح ہے، گواہ ہر دونوں کے موجود ہیں اور لڑکی اب جوان ہے کیا پہلا نکاح جائز ہے یا دوسرا؟ بینوا توجروا۔

تحریر کنندہ : قمر الدین ازملکہ ہانس خاص

تحصیل پاکستان شریف ضلع منٹگری



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو فریق اول سچا ہے اور فیضان کا نکاح عاقد سے ہو گیا کہ نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے جو صریح طور پر پائے گئے، شیرینی کی تقسیم پر نکاح موقوف نہیں اور نہ ہی حق مہر کا ذکر شرط نکاح ہے، قرآن کریم میں ہے لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة اس آیت سے صاف صاف ثابت ہو گیا کہ بلا ذکر مہر نکاح صحیح و درست ہو جاتا ہے اور فریق ثانی کا دعویٰ جھوٹا ہے، نکاح پر نکاح نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں ہے و المحصنات من النساء اور جب پہلا نکاح ثابت ہے تو دوسرے نکاح کے گواہ اس کو نقصان نہیں دے سکتے، اگر ان کو پہلے نکاح کا علم نہیں تو ان کو مطلع کر دیا جائے تو خود ہی گواہی سے باز آجائیں گے اور اگر دیدہ و دانستہ نکاح پر نکاح کے گواہ بنے ہیں تو وہ بھی غلام کی طرح سخت ظالم و بدکار اور مستحق غضب جبار و قہار اور حقذا عذاب نار بنے تو ان کی گواہی کا کیا اعتبار؟ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحد واحکم و صلی للہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔



عزہ الفقیر البواخی محمد نور الشانی غفرلہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ کے بارہ میں زید نے
اپنی لڑکی کا بکر کے ساتھ نکاح کر دیا، لڑکی چھ ماہ کا عرصہ اپنے خاوند کے پاس مقیم رہی، اس
عرصہ میں زید نے ایک دفعہ بھی جماع نہیں کیا اور ایک ہی مکان میں کئی دفعہ اکیلے رہے لیکن
جماع وغیرہ کچھ نہیں ہوا، تقریباً چھ ماہ رہے اور نہ ہی کسی قسم کا اظہار محبت ہی کیا گیا جس سے
اس کی خواہشات کا علم ہو سکے۔ آخر لڑکی یہ صورت حال دیکھ کر اپنے والدین کے پاس
آگئی، اب اس لڑکی کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور اس کے حق میں ۱۰۰۰ مقررہ کا کیا حکم ہے؟
مستفتی: نعمت علی شاہ ساکن بصیر پور ضلع غلگت ۲۴/۹/۵۸



اگر صورت سوال صحیح اور درست ہے تو وہ نکاح حسب کتاب و سابق قائم ہے
جب تک خاوند کے طلاق دینے یا مرنے کے بعد عدت نہ گزار لے کہیں اور نکاح
نہیں کر سکتی اور از روئے مذہب حضرت امام عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں
صورتوں میں عورت پورے حق مہر کی مستحق ہے کہ ظاہر سوال یہی ہے کہ خلوت صحیح ضرور
پائی گئی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والمہریتا کد باحد معان ثلاثۃ الدخول
والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین اور خلوت صحیح یہ ہے کہ

میاں بیوی ایک مکان میں اکٹھے ہوں اور جماع سے کوئی مانع حسی یا شرعی یا طبعی نہ ہو
فتاویٰ عالمگیری میں ہے والخلوة الصحيحة ان یجتمعا فی مکان
لیس هناك مانع یمنع من الوطی حسا وشرعا وطبعاکذا
فی فتاویٰ قاضیخان۔ ہاں اگر خاوند یا بیوی میں سے کوئی بیمار ہو یا کوئی اور
مانع جماع موجود رہا ہو اور خلوت صحیحہ نہ پائی گئی ہو تو پھر یہ حکم نہیں کہ عورت پورے
مہر کی مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ
علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۱ ربیع الاول شریف ۸، ہر روز جمعۃ المبارکہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی
غیر عورت کو بھگاکر لے آئے اور بعد میں اس عورت کی رضامندی کے ساتھ اس سے
نکاح کر لے حالانکہ اس عورت کا اپنا پہلا خاوند زندہ ہے، وہ اپنی اس عورت کو
طلاق دینا نہیں چاہتا بلکہ وہ اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اور اس پر مقدمہ
چلا رکھا ہے۔

۱۔ اب جس امام نے یہ نکاح پڑھایا ہے اس نے جان بوجھ کر یہ نکاح پڑھایا
ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟



۲۔ اور یہ نکاح باقی رہا یا نہیں؟

۳۔ کیا اس امام کے اپنے نکاح میں بھی اس سے کچھ فرق پڑ گیا یا نہیں؟

جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں، نوازش ہوگی۔

آپکا خادم: چوہدری مختار احمد ساکن جاگو والا چک منہ
ڈاکخانہ برج مہالم چک ۳۵ براستہ پتو کی تحصیل چوئیاں ضلع لاہور



۱۔ اگر واقعی دیدہ و دانستہ سابقہ نکاح کے ہونے ہوئے، یہ نام نہاد نیا نکاح پڑھایا اور گناہ سمجھ کر پڑھایا تو وہ سخت فاجر و فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے، مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور اگر حلال جلتے ہوئے پڑھایا تو وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو گیا، اس کے پیچھے نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں اور نہ ہی اس کا ذبح کیا ہوا جائز اور حلال ہے اور نہ ہی اس کا اپنی عورت سے نکاح باقی رہا۔

۲۔ اس عورت کا پہلا نکاح پہلے خاوند سے برقرار اور باقی بے درد دوسرا نام نہاد نکاح، نکاح نہیں اور دوسرے خاوند سے نزدیکی نہ ملے ہے اور جو اولاد پیدا ہو وہ حرامی ہوگی۔

۳۔ پہلے جواب سے واضح ہو گیا کہ اگر اس نے گناہ اور حرام جان کر ایسا کیا تو اس کا اپنا نکاح باقی ہے اور اگر حلال جان کر کیا تو اس کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد و



صوال فقیر الہدایہ محمد نور الدین غفرلہ

بانی و مستم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال تعلیم خود

۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ ، ۲۰/۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ لاعلمی میں نکاح پر نکاح کیا گیا، اب نکاح پڑھانے والوں کے حق میں علمائے کرام کیا فیصلہ فرماتے ہیں؟ بیٹواتوجروا۔

مورخہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ بروز روزیہ وار



اگر واقعی لاعلمی میں یہ غلطی ہو گئی تو وہ معذور ہیں، ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ہاں جو دیرہ دانستہ نکاح پر نکاح پڑھائے وہ بڑا سخت گنہگار اور سزاوار عذابِ نار ہے اور اگر نکاح پر نکاح پڑھانا حلال جانتے ہوئے پڑھایا تو وہ اسلام و ایمان سے خالی ہو گئے، ان پر لازم کہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوں اور اپنے نکاح نئے



سرے سے پڑھائیں کہ مرتد کا اپنا نکاح بھی لوٹ جاتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع دین کہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک
عورت نے ایک امام مسجد کو یہ کہا کہ میرا خاوند دس ماہ سے مرچکا ہے اور میری عدت
گزر چکی ہے، اس عورت کے ہمراہ دو آدمی تھے انہوں نے بھی اس عورت کی تصدیق
کی، اس بنا پر امام صاحب نے اس کا نکاح اپنے گاؤں میں کسی آدمی سے کر دیا نکاح
بوجہ ان کے کچھ دن بعد سرخ چلا ہے کہ اس عورت کا پہلا خاوند ابھی زندہ ہے،
دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس امام مسجد پر شرعاً کوئی تعزیر ہے یا نہیں؟ امام
مذکور بہت نیک اور دیانت دار آدمی ہے، اس سے قبل کوئی ایسا معاملہ اس
سے وقوع میں نہیں آیا۔ بینوا توجروا۔

سائلین: مسلمان خوننی چک ضلع گجرات ۵۴-۸-۲۷
(بوساطت مولانا ابوالعباس غلام علی صاحب اوکاڑہ)



نکاح خواں تو صرف نکاح خواں ہی ہے، ایسی خبر کی بنا پر خود عورت بھی نکاح

کر سکتی ہے، مگر بھر کے لئے دوسرے خاوند کی بیوی بن سکتی ہے اور ایسے ہی مرد خاوند بن سکتا ہے، زندگی بھر زن و شو کی فراغت انجام دے سکتا ہے، پھر یہاں تو تین مجاہدین اور شرفاء ایک کی خبر پر بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے اگرچہ عادل بھی نہ ہو، عقود الدیہ ج ۱ ص ۵۵ میں ہے وذكر في العيون اذا اخبرت المرأة بموت زوجها او ردت او بتطليقها اياها حل لها التزوج اھ ومثله في جامع الفصولين والبزازیة والجوهرية والبحر شامی ج ۲ ص ۸۴ میں (قول علی یشق) هذا غیر قید کما فی الولوجیة وفي جامع الفصولین خبرها واحد بموت زوجها او بردت او بتطليقها حل لها التزوج۔ والمختار میں فرمایا لو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لا بأس ان ینکحها۔ شامی علیہ الرحمۃ نے اس پر فرمایا فی الخانیۃ قالت ارتد زوجی بعد النکاح وسعد ان یمتد علی خبرها وتزوجها بکے صرف اقدام علی النکاح کو بھی ہمارے مشائخ عظام نے حکماً اقرار قرار دیا ہے۔ شامی ج ۲ ص ۸۸، والاقدام علی النکاح اقرار بمضی العدة۔ تو ثابت ہوا کہ صرف سرائع نہیں بلکہ اس کا پہلا خاوند خود آجائے اور صد ہا گواہوں سے اس کا خاوند ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس امام مسجد پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا کہ اس نے تین مجرموں کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے اعتماد کیا ہے اور ان کے جھوٹ یا جس نے انہیں جھوٹی خبر دی ہے، اس کا بوجھ شرفاء صرف جھوٹوں پر ہی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے علیہا ما اکتسبت۔ لا تزوارة



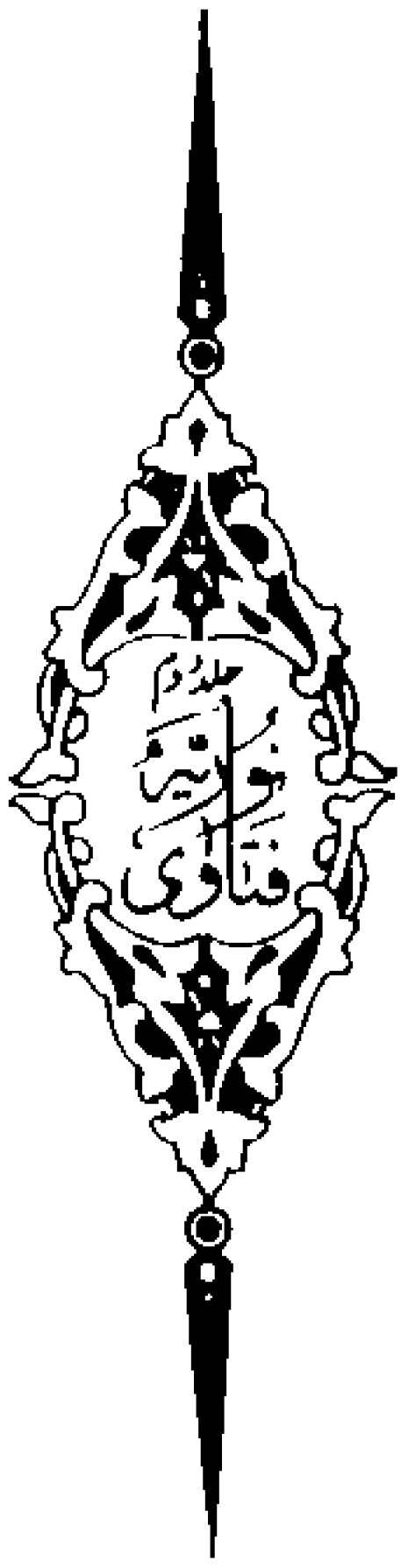
۱۔ کہ ایسی خبر ایک شخص سے سن کر دل مان جائے تو شہادت بھی دے سکتا ہے چہ بایک خبر یا تصدیق خبر شامی میں عبارت جامع الفصولین مذکورہ کا ترجمہ ہے ولو سمع من هذا الرجل اخرا ان یشہد لانه من باب الدین فیثبت بخبر الواحد ۱۲ منہ غفرلہ



وزر اخری۔ وان یلک کاذبا فعلیہ کذبہ۔ بدائع صنائع ج ۳ ص ۲۱۲ میں
ہے وحمل امور المسلمین علی الصلاح والسداد واجب ما امکن
اور قرآن کریم نے تاکید فرمایا ان بعض الظن اشد، تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی مانند
نمایاں ہو کہ تعزیر تو بہت بڑی چیز ہے، اس امام مسجد پر نزی بدگمانی بھی حرام ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه وسلم۔

صو الفقیر البواخی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۸ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۳۳ھ



باب نکاح المعتدات والمحوامل

باب نکاح المعتد والحوامل

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ہندہ کا خاوند بتاریخ ۱۴/۴ کو فوت ہوا اور بتاریخ ۱۵/۴ کو اس کا نکاح کیا گیا، حالانکہ اس نے کوئی بچہ نہیں جنا بلکہ حمل ہی نہیں تھا تو کیا اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بیینوا توجروا۔

سائل: علاول از جمال کوٹ ٹھکڑ کا



اگر صورت سوال صحیح ہے تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہے اس کا حکم بعد از مجامعت (چنانچہ سائل نے زبانی بیان کیا) یہ ہے کہ مرد یا عورت

صرف زبان سے کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دیا اس نکاح کو یا فلاں مرد کو یا عورت کو اور تین حیض اس کے بعد گزر جائیں تو نکاح ہو سکتا ہے علی ما فی الشاشی عن البحر حیث قال ج ۲ ص ۸۴۲ اما فی الدیانۃ لو علمت انها حاضت بعد اخر وطئ ثلاثا حل لها التزوج بحال لائق ج ۴ ص ۴۶ اور اگر نکاح فاسد میں مرد یا عورت الگ نہ ہوں تو اہل اسلام پر لازم کہ الگ الگ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

قدوة الفقیر الی الخیر محمد نور الشاشی غفرلہ

۳ ربیع الاول ۱۴۶۶ھ

الاستفتاء

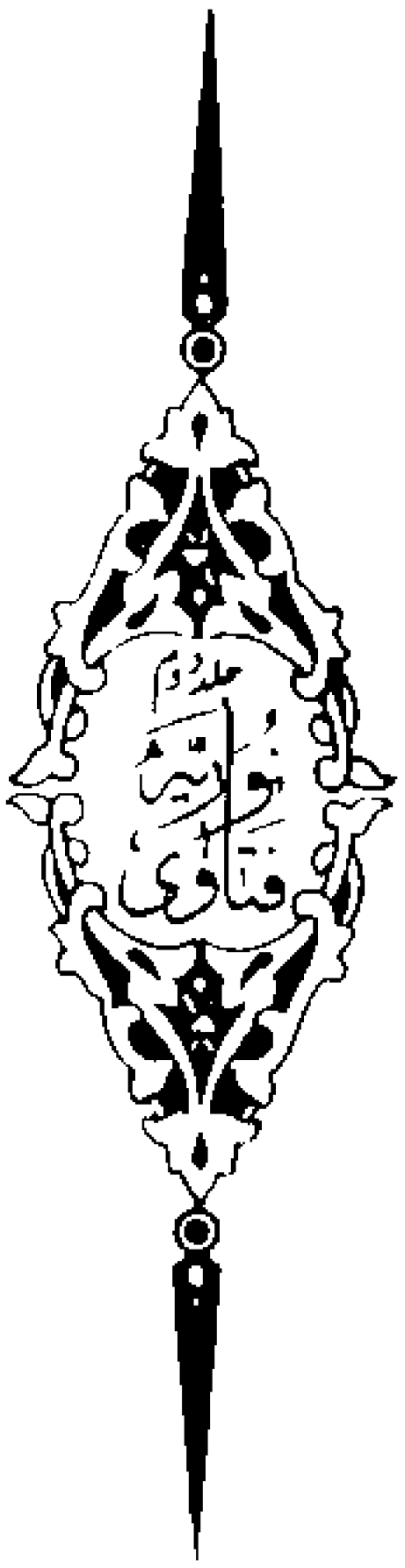


کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہندہ کا خاوند ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ کو فوت ہو جاتا ہے۔ مہندہ مذکورہ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ کو (یعنی بحساب قمری ۴ ماہ ۴ دن اور بحساب شمسی ۴ ماہ ۱ دن بعد) نکاح ثانی کر لیتی ہے، آیا یہ نکاح از روئے شرع شریف درست اور جائز ہے؟ قرآن مجید اور معتبر کتب کا حوالہ دیکر فتوے دیا جائے، اگر از روئے شرع شریف نکاح جائز نہیں تو نکاح خواں کے متعلق بھی فیصلہ دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

سائل: عاشق محمد برادر مہندہ مذکورہ



سائل منظر کہ ہندہ کو حمل نہیں تھا تو عدت چار ماہ اور دس دن تھی، حضرت رب العالمین قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مِنْكُمْ وَيُذَرُونَ اَنْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ وَعَشْرًا اور یہی حکم احادیث شریفہ اور کتب فقہیہ میں واضح طور پر مبین ہے تو یہ نکاح عدت میں ہوا یعنی سائل کے حساب سے چھ دن انصرام عدت سے پہلے ہوا اور غنہ تحقیق ممکن کہ بقیہ ایام بجائے ۶ کے سات یا آٹھ یا نو یا دس ہوں کہ یہ وفات اول ماہ میں نہیں بلکہ اثنار ماہ میں ہے اور جب اثنار ماہ میں وفات ہو تو چار ماہ دس دن بحساب ایام معتبر ہوتے ہیں یعنی ایک سو تیس دن تو اگر ماہ ہائے مذکورہ فی السؤال کل یا بعض اثنیس دن کے ہوں تو اسی حساب سے بقیہ ایام میں اضافہ ہوگا۔ شامی ج ۲ ص ۸۲۹، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے والنظم من الهندية وفي الوفاة يعتبر مائة وثلاثون يوما كذا في المحيط اور جب عدت میں ہوا تو صحیح اور درست نہیں ہو سکتا کہ حضرت رب العالمین نے دوران عدت میں نکاح سے منع فرمادیا ہے، ارشاد ہوتا ہے ولا تعزما عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله اور در حقیقت عدة كالتفاضا یہی ہے اور کتب مذہب مہذب میں عدة کو محرمات نکاح میں شمار فرمایا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۲۹، میں ہے لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا في السراج الوهاج اور نکاح خواں نے اگر بقاء عدت کو جانتے ہوئے



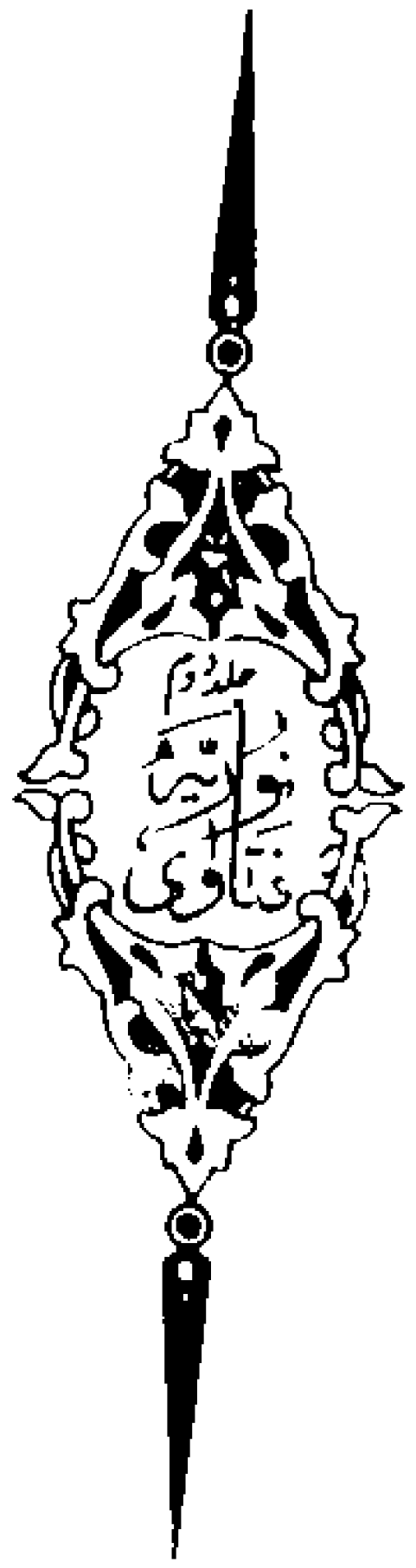
نکاح کیا ہے تو اس کے متعلق نئے فیصلے کی ضرورت نہیں بلکہ قرآن کریم کی صریح
خلاف ورزی کرنے والوں میں شمار ہوگا اور ان کے فیصلہ میں شریک ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام وعلیٰ آلہ وسلم
محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مستتم دارالعلوم ہذا غفر اللہ من ذنبہ من الجاہلین

یکم جمادے الثانیہ ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ
نشاں بی بی دختر امام شاہ پیر کو کاراساکن بھرت گڑھ کی شادی محمد امیر ولد حیدر شاہ پیر
کو کاراساکن نہال مہار سے ہوئی تھی، چند سال گزرنے کے بعد محمد امیر مذکور بقضاء الہی
پوہ بتاریخ ۲۸ مطابق جنوری ۱۹۵۲ء کو فوت ہو گیا ہے اور محمد امیر مذکور کا
بڑا بھائی بنام محمد علی نے حبیت کی ۲ تاریخ کو بمطابق تاریخ ۱۳/۱۹۵۲ء کو محمد امیر
کی زوجہ بیوہ نشاں بی بی کو حمل نہیں تھا، ان کا رواجی نکاح یعنی چاول پھینک کر کر لیا
ہے اور نشاں بی بی نکاح ہذا میں راضی نہیں ہے، کیا یہ شرعاً یہ نکاح صحیح اور درست
ہے یا نہیں؟ جواب آیات قرآنی سے دیں، اجر ملے گا۔

سائل : حفیر بندہ محمد علی امام مسجد بھرت گڑھ



یہ نکاح نکاح نہیں، بالکل لغو اور باطل ہے، حسب ارشاد قرآن کریم: **بیوہ** غیر حاملہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے، اس مدت میں تو صراحتاً نکاح کا پیغام دینا بھی جائز نہیں، **یتربصن بانفسہن اربعۃ اشھر وعشرا - ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یتبلغ الكتاب اجلہ -** واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ اجمعین۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان، شرح متین اندریں مسئلہ کہ ایک عورت کا نکاح ایک مرد کے ساتھ ہوا اور چھ ماہ تک اس کے پاس بطور بیوی بستی رہی پھر ایک شخص ان کو اکڑے گیا اور نو سال اس کے پاس رہی اور دو تین بچے بھی پیدا ہوئے اور اب اس نکاح والے مرد نے طلاق دی اور بعد از طلاق جلدی ہی آئندہ شب میں نکاح کر لیا ایک پیر صاحب کے کہنے اور زور دینے سے تو کیا یہ نکاح جائز ہو گیا یا نہ، اگر جائز نہیں تو نکاح خواں اور گواہوں کے نکاحوں کا کیا حکم ہے جبکہ وہ بیچارے دھوکا میں آگئے ہیں اور ارادۃ انہوں نے یہ کار بد نہیں کیا۔

بینوا توجروا۔

سائل : مولوی ولی محمد صاحب امام مسجد موضع ادھو پاڑی
تحصیل دیپالپور ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۳ھ

نوٹ :- عورت مذکورہ بوقت طلاق غیر حامل تھی۔



اگر عورت مذکورہ مع نوٹ ٹھیک ہے تو یہ نکاح بالکل نہیں ہوگا کہ عورت
مدخول بہا پر عدت لازم ہے جو اس صورت میں تین حصین مکمل ہیں، قرآن کریم میں ہے
والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلثه قروء تو اب تین حصین پورے
ہو جانے کے بعد نکاح ہو سکے گا اور اگر تین حصین پورے ہونے سے پہلے حل
ہو جائے تو وضع حمل کے بعد نکاح جائز ہوگا، قرآن کریم میں ہے واولات الاحمال
اجلھن ان يضعن حملھن، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے سواء
كانت حاملا وقت وجوب العدة او حبلت بعد الوجوب كذا في
فتاویٰ قاضی خان اور نکاح خوان وگواہاں کے نکاح نہیں ٹوٹے کہ وہ بیچارے
دھوکے میں آگئے مگر توبہ واستغفار ضرور کریں کہ بے احتیاطی کیوں کی ذرا ٹھہر جاتے
اور علمائے کرام اہل سنت والجماعت سے باقاعدہ تسلی کر لیتے، ایسے جاہلوں
اور گمراہوں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۳ھ بوقت عصر



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بھاؤ مال اپنی عورت مدخول بہا جو ان غیر عامل کو طلاق دی، عورت نے صرف ایک ماہ سات دن گزار کر عمر و کے ساتھ نکاح کر لیا، کسی مفتی بننے والے نے لکھ دیا کہ یہ خلع ہے صرف ایک حیض ہی کافی ہے اور حدیث ربیع بنت معاذ کا اجمالاً حوالہ دیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟ بینو اما جوہرین من رب العلمین۔

السائل: غلام حسین عفی عنہ چک ۲۲۳، ۱۸۱، سوال المکرم ۶۳۰



نکاح مذکور درست نہیں کہ عدت کے اندر واقع ہوا، شرعاً ایسی مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثہ قروء، رہا مولوی مدعی منصب افتاء کا دعویٰ خلع اور اس کے لئے صرف ایک حیض پر اکتفا تو اولیٰ صورت خلع کی نہیں کما س میں لفظ خلع شرط ہے کما صرح بہ العلماء الاعلام والائمة الکرام بلکہ طلاق بالمال ہے اور ثانیاً اگر بالفرض خلع بن بھی جائے تو بھی طلاق ہی ہے کما صرح بہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسب روایت سید المحدثین البخاری فی صحیحہ اور عند



طلاق قرآن کریم نے بیان فرمادی جو حاملِ جوآن کے حق حیضِ ثلاثہ ہے اور حدیثِ محولہ بالا خبر واحد ہے، قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ وہ بھی قرآن کریم کے موافق احتمال رکھتی ہے یعنی حیضتہ کی تائید تائے وحدت نہ مانی جائے اور تاہن حیضت قرار دی جائے تو موافق قرآن کریم ہو جائے گی حالانکہ توفیق ضروری ہے، اگر نہ ہو سکے تو معارضہ وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو یہ احتمال معین ہوا لہذا اکثر اہل علم صحابہ وغیرہم کا یہی مذہب ہے کما صرح بہ الترمذی فی سننہ، فتاویٰ عالمگیری میں ہے وحکمہ وقوع الطلاق البائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰہل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ علیٰ حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ العفیر البرا بخیر محمد نور الشماخی غفرلہ

۱۸ سوال المکرم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عمرہ ۳ سال اس کو اس کے خاوند نے طلاق دیدی ہے بعدہ اس کے وارثوں سے پوچھا گیا ہے کہ اس کو تین حیض آئے ہیں یا نہیں؟ (اس لئے کہ وہ حاملہ نہیں تھی) انہوں نے کہا تین حیض آگئے ہیں اور وہ عورت بد معاش ہے اور دو ماہ کے بعد استفسار کے بعد اس کا نکاح پڑھا گیا ہے کہ اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیں، ثواب پائیں۔

السائل: علم الدین ولد حاجی غلام فرید قوم رنگریز منڈی سٹیشن ساہوالا
ضلع منٹگمری



ہمارے امام عالی مقام امام عظیم علیہ الرحمۃ کے نزدیک دو ماہ اقل مدت عدت
بجائز ثلاثہ ہے، در المختار طبع مع الشامی ج ۲ ص ۴۴، میں ہے و اقل مدة عدة
عندہ بجبض شہران، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے لا تصدق فی
اقل من ستین یوما الخ اور جب دو ماہ کے بعد وراثت کئے ہیں کہ تین جین
آگے ہیں اور عورت نے نکاح کر لیا ہے تو یہ نکاح بلاشبہ جائز ہے، در المختار ج ۲
ص ۴۴، میں ہے ان اقدامها علی التزوج دلیل الحل۔ واللہ تعالیٰ
اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

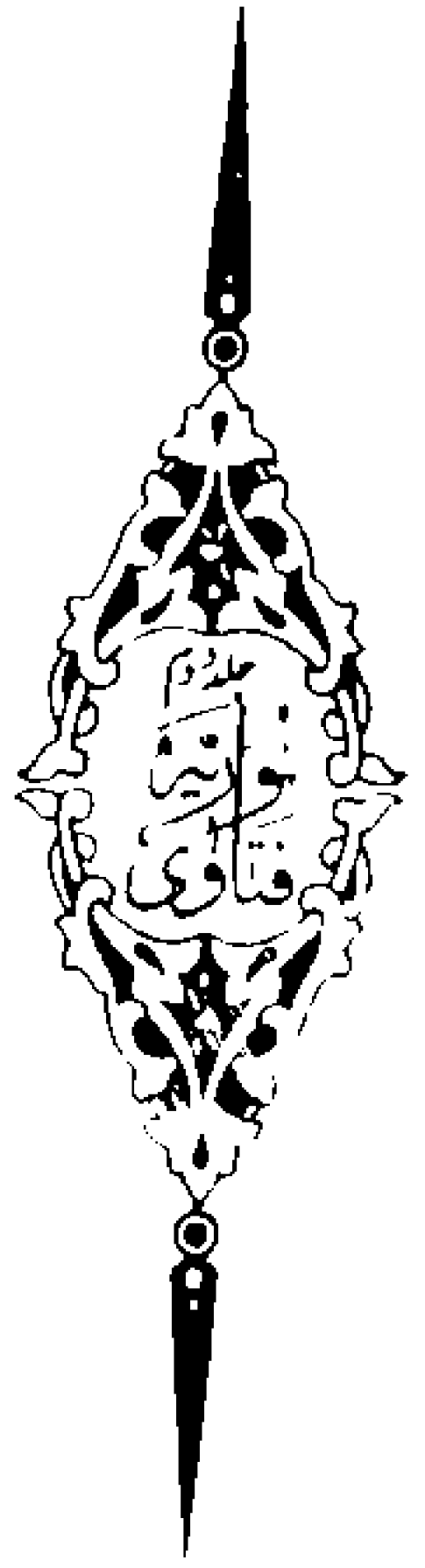
۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسماۃ جنت
دختر مادیق محمد کو مورخہ ۱۵؍ ۱۲ کو طلاق مائل ہوئی جس سے مورخہ ۱۵؍ ۱۲ کو جان محمد
ولد صوبہ امام مسجد پاکپتن نے نکاح کر لیا، مسماۃ جنت کو اس کے حقیقی چچا مولوی شہ بخش
ولد شد دین نے نکاح پڑھایا اور جان محمد کو مولوی سید محمد ولد سردار محمد نے نکاح پڑھایا



جان محمد بیان کرتا ہے کہ اس کو آج سے زائد از ایک ماہ قبل معلوم ہوا کہ مسماۃ جنت اس کی منکوحہ بیوی کو حمل ہے مگر مؤرخہ ۲۵ھ کو اس کا لڑکا بھی پیدا ہو چکا ہے اور مؤرخہ ۲۰ھ سے ایک ماہ تیرہ دن قبل تک یعنی کہ بچہ پیدا ہونے سے ایک ماہ قبل تک وہ مسماۃ جنت سے مباشرت بھی کرتا رہا ہے، اس سے قبل اس کو شبہ پڑتا تھا کہ مسماۃ جنت کا پیٹ کیوں بڑھا ہوا ہے اور مسماۃ جنت سے اس کی وجہ دریافت کی، وہ کہتی تھی کہ اس کو تپ طلا ہے، بچہ پیدا ہونے کی تاریخ سے قبل مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ جنت حاملہ ہے کہ اس کے پیٹ سے بچہ ہلتا جلتا معلوم ہوا، میں نے اس کو کہا کہ یہ تو بچہ ہے، تم مجھے پہلے کیوں جھوٹ بولتی رہی ہو؟ مسماۃ جنت نے جواب دیا کہ پہلے اگر سچ بتا دیتی تو تم مجھ سے نکاح نہ کرتے۔ جب سے مجھے اس حمل کا علم ہوا میں نے مسماۃ جنت سے قطع تعلق قہرسم کر لیا یعنی کہ اس کے ہاتھ کاروٹی یا پانی نہیں کھایا یا پیا مگر مسماۃ جنت رہی میرے گھر میں ہی ہے اور اب تک اسی گھر موجود ہے۔



مسند دریافت طلب یہ ہے کہ اب مسماۃ جنت کو بطور جائز بیوی رکھنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

مستفتی: جان محمد قلم خود از پاکپتن شریف ۲۰ ۲۵ھ ربوہ جمعۃ المبارک
میرے روبرو جان محمد نے تحریر لکھائی ہے۔ سید الطاف حسین شاہ قلم خود
فیض محمد قلم خود، عبد المجید قلم خود

ہم اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ مولوی جان محمد بہت سیدھا سادھا آدمی ہے جو دھوکہ میں آ سکتا ہے۔ فیض محمد قلم خود، عبد المجید قلم خود،
سید الطاف حسین قلم خود

نیز سائل نے زبانی بیان کیا کہ جب حل کا علم ہوا تو میں نے عورت کو گھر سے



نکالنا چاہا مگر عورت نے مجھے ڈرا یا کہ تمہارے خلاف کچھ یوں میں بیان دوں گی کہ اسی کا حمل ہے اور تو ذلیل ہو گا لہذا میں ڈر کے مارے چپ رہا مگر علم کے بعد نزدیکی وغیرہ نہیں کی نیز سائل یہ بھی کہتا ہے کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تم اس عورت کے ساتھ اب جائز نکاح نہیں کر سکتے مگر پہلے گھر سے نکال دو اور عورت اپنے چچا یا بہنوئی کے گھر چلی جائے بعد ازاں تمہیں اور ان کو سزا لگائی جائیگی پھر نکاح کر دیں گے اور صدق دل سے سائل و عورت تائب ہو کر نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

العبد سائل : جان محمد بقلم خود



مسماۃ جنت اور ہر اس شخص نے جس کو حمل کا علم تھا اور نکاح میں کوشاں یا گواہ و حاضر ہوا، بڑے سنگین جرموں کا ارتکاب کیا، وہ سب مستوجب غضب جبار و قہار اور مستحق عذاب نار بنے اور اگر حلال بھی جانا تو اسلام سے خارج ہوئے اور کافرو بے ایمان بن گئے، دونوں صورتوں میں شرعاً مستحق سزا ہیں اور ان پر لازم کہ صدق دل سے توبہ کریں اور صدق دل سے توبہ ہو گناہ اور کفر و شرک سے شرعاً مقبول ہے قرآن کریم میں ہے انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجهالة الاية اور سزا لگانے سے پہلے بھی مقبول ہے، قرآن کریم میں ہے الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم نیز قرآن کریم میں ہے فان تابوا واصلحوا فاعرضوا عنہما ان اللہ کان تواباً رحیماً اور سائل و عورت کا تائب ہونا اپنے

فرض کی ادائیگی ہے، ضرورتاً نائب ہوں اور توبہ بھی ظاہر کریں اور بعد از توبہ بلا کسی شک و شبہ نکاح ہو سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے فَاِنْ كُنْتُمْ حَامِلًا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَا نَحَلَ لَكُمْ وَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِهَا ذُرِّيَّتًا لَكُمْ اُولٰٓئِكَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ مِمَّا عَصَيْتُمْ حَتّٰى تُسَوِّغَ لَكُمْ اُولَٔئِكَ اَمْرًا مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَهُوَ عَلِيمٌ ذٰلِکُمْ اور یونہی احادیث پاک اور مذہب مہذب حنفیہ سے صراحتاً صاف جواز ثابت ہے بلکہ زانیہ تک کا جواز نکاح منصوص ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷ وغیرہ میں ہے وقال ابو حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حامل من الزنا نیز اسی میں ہے اذا تزوج امرأۃ قد زنی ہوبہا وظہر بہا حمل فالنکاح جائز عند الكل نیز ج ۲ ص ۸ میں ہے واذا رأى امرأة تزنی فتزوجها حل وطہا تو ماہ نیم ماہ و مہر نیروز کی طرح واضح و ہریدہ ہو کہ مسامحہ جنت کا نکاح جدید کسی جان محمد سے صورت مذکورہ میں یقیناً ہو سکتا ہے اور بلاشبہ جائز ہے، چونکہ نکاح ناجائز بتائے وہ کوئی آیت یا حدیث یا جزیئہ فقہیہ دکھائے واثی لہ ذلک ہاں گنہگاروں کو حسب قواعد شریعت پاک طاقت کے مطابق سزا دی جائے اور توبہ کرائی جائے مگر یہ نہیں کہ اگر گنہگار خود بخود اپنی رضا و رغبت سے توبہ اور کوئی جائز کام شریعت کی اجازت کے مطابق کرنا چاہے تو اسے منع کیا جائے اور ناجائز بتایا جائے ہمیں تو تعاونوا علی البر والتقویٰ کا حکم دیا گیا ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ توبہ و نکاح بھی نیکی اور پرہیزگاری کا سبب ہیں اور مستحق تعاون ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم جملہ مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشماہی غفرلہ

۱۴ رمضان المبارک ۸، ۱۴۰۵ھ / ۲۳ / ۵۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ ایک عورت جو ان بطن بیا غیر حامل کو تین طلاقیں دی گئیں، وہ کہتی ہے کہ مجھے ایک حیض آیا اور اس کے بعد غیر مطلق کا حمل ہوا اور وقوع طلاق سے تین ماہ گزرنے پر عدت کا پورا ہونا سمجھ کر غیر مطلق مذکورہ کے ساتھ نکاح کیا گیا وضع حمل سے پہلے، آیا یہ نکاح درست ہے؟ بینوایان ما جو رین۔
المستفتی : غلام محمد بصیر لودھی عفی عنہ



نکاح مذکور غیر صحیح ہے کہ مطلقہ مذکورہ کی عدت اولائین حیض تھی کہ قرآن کریم میں فرمان عظیم ہے والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء اور تین ماہ گزرنے سے مطلقہ جو ان عائلہ کی عدت تین حیضوں کے سوا ہر گز ہر گز پوری نہیں ہو سکتی، یہ جہلائے زمانہ کا محض خیال خام ہے اور تین ماہ میں حیض ثلاثہ کا پایا جانا گونگن مگر یہ نہیں کہ یقیناً پائے جاتے ہیں کہ اکثر طہر کی مدت غیر معین ہے اور جب ایک حیض کے بعد اسے حمل ہوا تو اس کی عدت وضع حمل ہو گئی۔ شامی ج ۲ ص ۸۳۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵ والظہر منہا وعدة الحامل ان تضع حملہا کذا فی الکافی سواء کانت حاملاً وقت وجوب العدة او قبلت بعد الوجوب کذا فی فتاویٰ قاضی خان بحر الرائق ج ۴

ص ۱۴۲ میں ہے وان حبلى معتدة عن ثلاث فعدتها بالوضع
 قرآن کریم میں ہے واولات الاحماء لهن ان يضعن حملهن توجب وضع
 حمل سے پہلے نکاح کیا گیا تو یہ نکاح یقیناً عدت میں واقع ہوگا اور جو نکاح عدت کے اندر ہو
 وہ نکاح صحیح ہرگز نہیں ہو سکتا کہ عدت بھی محرمات سے ہے بلکہ فاسد ہوتا ہے، درالمختار
 مطبوع مع الشامی ج ۲ ص ۳۸۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷
 والنظم منها لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذا
 المعتدة كذا في السراج الوهاج، قرآن کریم میں ہے ولا تعزوا عقدة
 النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله، شامی ج ۲ ص ۲۸۲، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۶۹
 وغيره میں ہے والنظم من البحر والمراد بالنكاح الفاسد النكاح
 الذى لم تجتمع شرائطه كزوج الاختين معا والنكاح بغیر شهود
 ونكاح الاخت في عدة الاخت ونكاح المعتدة والخامسة
 في عدة الرابعة والامة على الحرة او نكاح فاسد كالحکم یہ ہے کہ اس کا فسخ
 نہایت ضروری ہے کہ گناہ سے بچیں، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۶۹، درالمختار شامی ج ۲ ص ۴۸۳
 عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ والنظم منها اذا وقع النكاح فاسدا فارق القاضي
 بين الزوج والمرأة، شامی میں ہے ای ان لم يتفرقا عورت مرد دونوں
 میں سے جو چاہے اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵، فتح القدیر
 مصری ج ۳ ص ۲۴۵، درالمختار رد المحتار ج ۲ ص ۴۸۳، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۲ میں ہے
 والنظم للزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولكل واحد من الزوجین
 فسخ هذا النكاح، قبل دخول مطلقا اتفاقا اختيار فسخ ہے اور بعد از دخول بھی
 صحیح یہ ہے کہ مطلقا اختیار ہے کہ عورت مرد جو چاہے تنہا یا دوسرے کے روبرو
 اس نکاح فاسد کو فسخ کرے۔

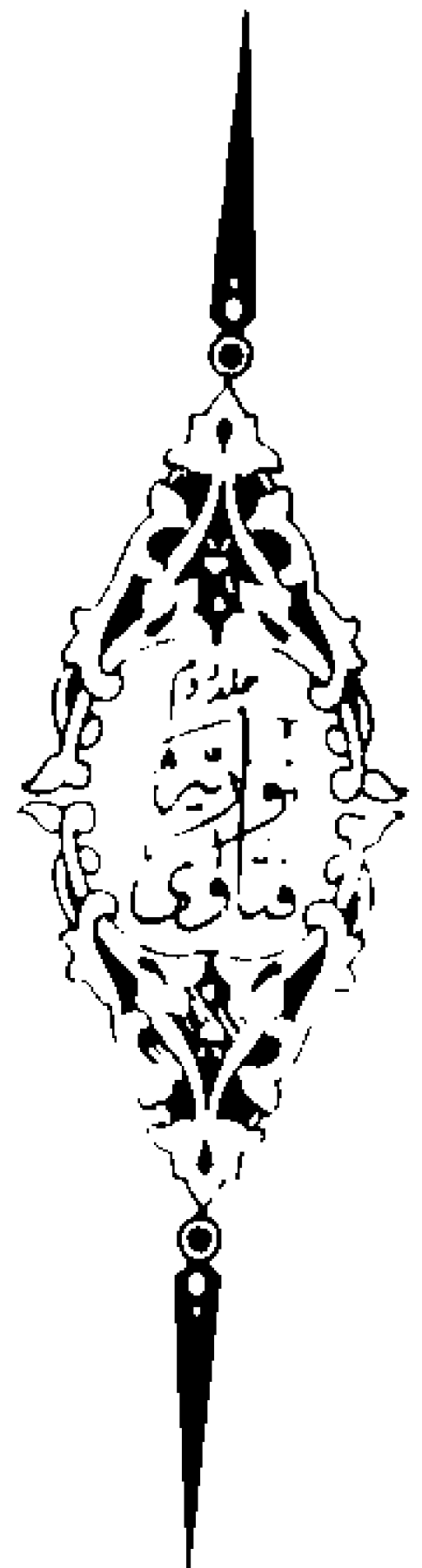


بحر الرائق میں ہے بغير محضر من صاحب عند بعض
المشائخ وعند بعضهم ان لم يدخل بها فكذلك وان دخل
بها فليس لواحد منهما حق الفسخ الا بمحضر من صاحب الخ
هكذا في الخلاصة وهذا يدل ان للمرأة فسخ بمحضر
الزوج اتفاقا ولا شك ان الفسخ متاركة الا ان يفرق بينهما
وهو بعيد والله سبحانه وتعالى اعلم.

در المختار میں ہے ولو بغير محضر من صاحب دخل
بها اولا في الاصح خروجها عن المعصية، شامی میں ہے وقيل
بعد الدخول ليس لاحدهما فسخ الا بمحضر الاخر كما في
النهر وغيره اور ایسے ہی فتح القدیر کے ج ۳ ص ۲۴۵ میں ہے والتعبير
بقيل يقيد الضعف كما هو منصوص في كتب القوم. ہاں جو نسخ
کرسے دوسرے کو جنوا دے کہ دوسرے کا علم شرط صحت ہے. عالمگیری ج ۲
ص ۳۵ و بحر الرائق ج ۳ ص ۲۷۱ میں ہے والنظم من البحر واملا علم
غير المتارك بالمتاركة نقل في القنية قولين صحيحين الاول ان
شرط لصحة المتاركة هو الصحيح حتى لو لم يعلمها لا تنقضي
عدتها ثانيها ان علم المرأة في المتاركة ليس بشرط في الاصح
كما في الصحيح الخ ولا فرق بين المتاركة والفسخ. شامی جلد ثانی ص ۴۸۲
میں ہے فالحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسي في شرح نظم
الكنز. نیز شامی ج ۲ ص ۴۴۲ میں ہے قال في البحر ورجعنا في باب
المهرانها تكون من المرأة ايضا ولذا ذكر مسكين من صورها
ان تقول فارقتك اھ ورجعہ باتفاقهم علی ان لكل منهما فسخ



هذا النکاح والفسخ متارکۃ الخ بعد از فسخ عدت پوری کر کے زوج اول کے
سوا جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے یہ جبکہ نکاح مذکور میں دخول ہوا ہو اور اگر نہیں
تو عدت بھی نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ وغیرہ اسفار فقہ میں ہے فان
لم یکن دخل بها فلا مہر لہا ولا عدة وان کان قد دخل بها
فلہا الاقل مما سہی لہا ومن مہر مثلہا ان کان تمہ مسمی
وان لم یکن تمہ مسمی فلہا مہر المثل بالغلم ما بلغ
وتجب العدة اور زوج اول سے اس لئے نکاح نہیں کر سکتی کہ اس کی مطلقہ
مغلطہ ہے جب تک نکاح صحیح سے دخول متحقق نہ ہو، اس پر حلال نہیں ہو سکتی کہا
فی اسفار الفقہ بل القرآن الکریم واحادیث الرؤف الرحیم صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم اور حکم فساد نکاح جب ہے کہ اسے عدم انصرام عدت کا علم
نہ ہو اور اگر ہو تو یہ نکاح محض باطل ہے، تفریق و فسخ کے بغیر ہی نکاح کر سکتی ہے
بحر الرائق ج ۴ ص ۴۴، شامی ج ۲ ص ۴۸۲ میں ہے اما نکاح منکوحۃ الغیر
ومعتدتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدة ان علم انہا للغیر لانہا
لم یقل احد بجوازہ فلم یعتقد اصلا وفي فتع القدیر ج ۵ ص ۴۰ فی
الکافی لحافظ الدین منکوحۃ الغیر ومعتدتہ ومطلقة الثلاث
بعد التزویج کالمحرم انتہی، ومجیرانہ اذا کان عالما بعدم انصرام
حیض ثلاث واعتقد ان العدة تمت بنمضی ثلاثہ اشہر
خصوصا اذا افتاہ بہذا من اعتقدہ عالما من الجهلۃ هل یعد
الناکح عالما بعدم مضی العدة باعتبار علمہ بعدم وجود الحيض
الثلاث ام غیر عالم لا اعتقادہ ان العدة ثلاثہ اشہر وهل یعتبر
هذا الجهل مخالفا للقرآن والاحادیث وجميع الاسماء فی



دار الاسلام وليحررا ايضا ان حكم المرأة في هذا ما ذوالظاهر
ان لها حكم الرجل في الاخر واما العدة فحق الرجل فليحفظ
والله تعالى اعلم وعلما تم واحكم

عزّه الفقير الوب الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندرین کہ زید نے اپنی عورت کو
تین طلاقیں دیں بعد ازاں عدت گزرنے سے پہلے وہ عورت کسی ناجائز طریقہ سے
عامل ہو گئی۔ اب اس کا نکاح وضع حمل سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا
السائل: محمد سجان از سو جیکے ضلع منٹگمری



بلا شک وشبہ وریب وضع حمل سے پہلے نکاح کسی صورت میں نہیں
ہو سکتا۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واولات الاحمال اجلھن
ان یضعن حملھن (ترجمہ) حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے حملوں کو
جن لیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵، فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۲۶۳۔

خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۴۰، در المختار و شامی ج ۲ ص ۸۳۱، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۲ میں ہے والمنظم من البعہ وان حبلى معتدة عن ثلاث فعدتها بالوضع یعنی اگر تین طلاقوں سے معتدہ حاملہ ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ وضع حمل سے پہلے اس عورت کا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے، جو شخص جائز بنائے تو وہ قرآن کریم کے خلاف چلنے والا ہے، سن چکے کہ قرآن کریم نے صاف فیصلہ کیا کہ عدت والیوں کو حمل ہو تو عدت وضع حمل ہے، اب قرآن کریم کا حکم کسی کی غلط اشکالوں سے نہیں بدل سکتا، جاہل لوگ جہل من زمان کے مسئلہ سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ وہ حکم غیر معتدہ کا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى
على خير خلق محمد وآله وصحبه وبارک وسلم۔

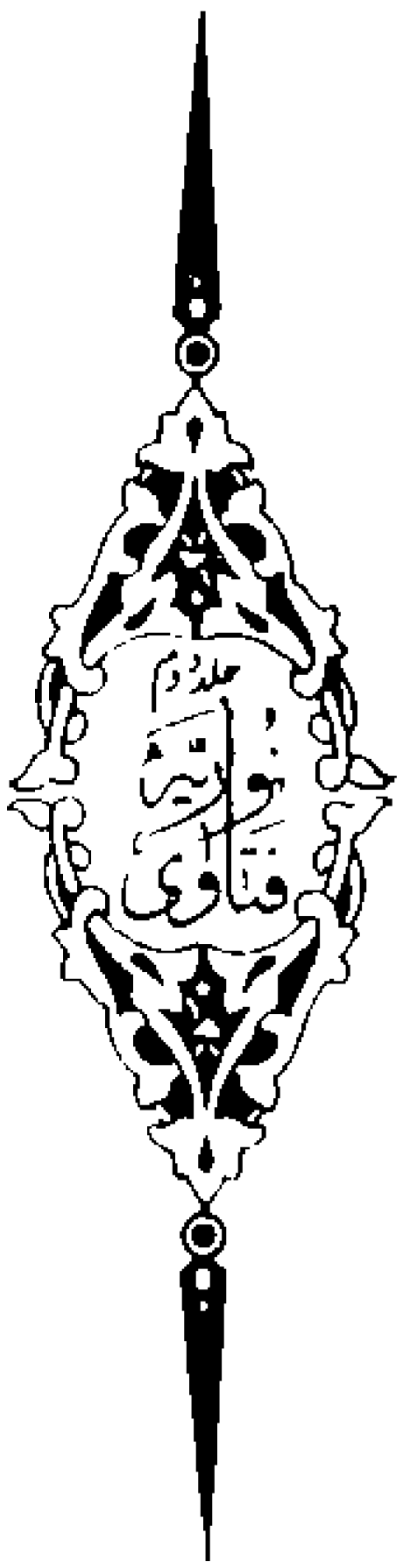
عزہ الفقیر البواکیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۲ شعبان المعظم ۱۴۶۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ پانچ چھ سال اپنے والدین کے گھر جدا از غاوند خود رہی اور اس ہندہ کو ایک شخص اغوا کر کے لے گیا، بعصرہ ایک سال حرام خوری و مقدمہ بازی رہے، سال کے بعد مغویہ مذکورہ کو غاوند طلاق دے اور مغویہ حاملہ ہو جو حرام خوری یا اصلی غاوند کے ہو کیا عدت وضع حمل سے پہلے غاوند ثانی سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور اگر کسی نے نکاح کیا تو نکاح اول

نکاح خواں اور گواہوں کا کیا حکم ہے؟ بیٹو! توجروا۔
السائل: غلام حسین خادم الفقرا ربک نمبر ۱۸/۱-آر
تھیل اوکارہ ضلع فٹکری
۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ



بلا شک و شبہ دریب عورت مذکورہ وضع حمل سے پہلے قطعاً یقیناً کسی اور سے
نکاح کی مجاز نہیں ہو سکتی کہ حضرت رب العالمین کا فرمان میں قرآن کریم میں مصرح طور پر موجود
ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (ترجمہ) اور حمل
والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے حمل جنیں، بسوط بلدہ ثالث ص ۱۵، فتاویٰ سراجیہ ص ۴،
فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۲۶۳، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۴۱، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵،
بحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۳ میں ہے والنظم من الدر و فی حق الحامل
مطلقاً ولو اتمت او کتابت او من زنی رالی ان قال، وضع جمیع حملها
ائمہ عظام نے بیان تک تشریح فرمائی کہ اگر بعد از طلاق بھی حمل ہو جائے یا قبل از نکاح
حمل از زنا ہو تب بھی عدت وضع حمل ہی ہوگی بموجب ارشاد قرآن کریم، در المختار شامی
ج ۲ ص ۸۳۱، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۴۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸، فتاویٰ قاضیخان
ج ۲ ص ۲۶۳، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۲ والنظم من
البحر وان حبلى معتدة عن ثلاث فعدتها بالوضع بحر الرائق
ج ۲ ص ۱۳۵، شامی ج ۲ ص ۸۳۱، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵ والنظم من

الہندیۃ سواء كان الحمل ثابتاً للنسب ام لا ویتصور ذلك فیمن
تزوج حاملاً بالزنا کذا فی البسراج الوہاج . توہ ذرہ روشن کی طرح واضح
لے رہا ہو کہ عورت مذکورہ صورتِ مسئلہ میں قطعاً نکاح نہیں کر سکتی۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ
على سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندیس میری لڑکی مطلقہ حاملہ کا
نکاح ثانی وضع حمل سے پہلے دھوکہ فریب سے کر دیا گیا ہے، از روئے شرع شریف
اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق روشنی ڈالیں اور ایسے نکاح کرنے والوں اور شریک
ہونے والوں کا حکم بھی بیان فرمادیں۔ بینواتوجروا۔
السائل: حلیم قوم شیخ ازکند و وال کلاں تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھ



حمل والی مطلقہ کا نکاح وضع حمل سے پہلے نہیں ہو سکتا کہ اس کی عدت ہے ہی



وضع حمل قرآن کریم میں ہے واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے عدة الحامل ان تضع حملها لهذا ویدہ دانستہ ایسا نکاح کرنے والے اور شرکاء مجلس سب گنہگار اور بدکار مستحق عذاب نار ہیں، ان پر لازم کہ فوراً التوبہ کریں اور اس عورت اور مرد کو علیحدہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى الہ واصحابہ اجمعین۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک عورت کو یونین کونسل کی وساطت سے طلاقیں دی گئیں، بعد ازاں اس کے نکاح کی تجویز ہوئی تو نکاح خواں نے دریافت کیا کہ آیا عدت گزری چکی ہے؟ تو وراثہ نے کہا کہ عدت گزری چکی ہے اور یونین کونسل کا تحریری اجازت نامہ بھی پیش کیا تو نکاح خواں نے نکاح پڑھا دیا مگر دوسرے دن ظاہر ہوا کہ عورت کو طلاق کے بعد صرف دو حیض آئے ہیں، پھر زنا کا حمل ہو گیا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس نکاح خواں اور گواہاں کا کیا حکم ہے جبکہ وہ محض غلط فہمی بلکہ وراثہ کے غلط بیان سے دھوکہ میں آکر نکاح پڑھا یا ہے کہ وہ سب لوگ ایمان اور اسلام سے خارج ہو گئے اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں یا نہیں؟

السائل: غلام محمد عفی عنہ امام مسجد منڈی بہر اسنگھ مسجد تھانے والی ضلع منٹگری ۲۲۶۳



اگر یہ صورت سوال صحیح اور واقعی ہے کہ غلط فہمی اور دھوکہ سے نکاح خواں و گواہاں یہ سمجھ گئے کہ عدت پوری ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں نکاح کرنا یا گواہ بننا موجب کفر و ارتداد نہیں اور نہ ہی کسی کا نکاح فاسد کرتا ہے کہ انسان غلطی اور بھول کا پتلا ہے ہاں اگر دیدہ دانستہ جانتے ہوئے کہ عدت ختم نہیں ہوئی، نکاح کر دیں تو یہ بڑا سنگین جرم ہوگا اور اگر عدت کے اندر نکاح کرنا حلال جانتے ہوئے کر دیں تو پھر ایمان و اسلام سے خارج اور سب کے نکاح فاسد ہو جائیں گے کہ حرام کو حلال جاننا کفر ہے جبکہ حرمت قطعاً ہو۔ امام اہل سنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے المفوظ کے ج ۱ ص ۴۲ میں ارشاد پاک ہے "جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا، اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس سے اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح حلال جانا تو خود اس کا نکاح جائز ہوا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔" بہر حال یہ مسئلہ آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ اگر صورت سوال صحیح ہے تو وہ لوگ حسب سابق ایماندار اور مسلمان اور اپنے نکاحوں پر قائم ہیں اور کسی اس قسم کے طعن و تشنیع کے قابل نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسے معاملوں میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ اس قسم کی دھوکہ بازی عام ہو رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وال وصحبه وبارك وسلم۔

عزہ النعیر البرا الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۲/۵/۶۳



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا خاوند فوت ہو چکا ہے جس کو چار سال تقریباً ہو چکے ہیں، اب ہندہ مذکورہ زنا میں مبتلا ہو گئی اور زنا سے حمل ہو گیا، ابھی حمل وضع نہیں ہوا تھا کہ ہندہ کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ ہو گیا ہے، چند روز کے بعد وہی زانی اس زانیہ عورت کو لے گیا، اب نکاح جو حمل کے اندر ہو چکا ہے، یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وہ زانی بغیر طلاق عدت نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

سائل: عبد الواحد بمقام مولانا ۶۲



سائل زبانی منظرہ کہ انقضائے عدت وفات کے بعد ہند کا حمل زنا ہوتے ہوئے نکاح ہوا، شریعت نراء کے روستے ایسے حمل کی صورت میں نکاح صحیح ہو جاتا ہے گو غیر زانی قربت وضع حمل تک نہیں کر سکتا۔ جب نکاح صحیح ہو گیا تو منکوحہ کا نکاح ثانی قیام نکاح تک نہیں ہو سکتا، بدائع الصنائع، فتاویٰ عالمگیری، در المختار شامی وغیرہ اسفار مذہبِ مہذب میں ہے والنظم من الدرر وصح نکاح حبلی من زنا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ

وبارك وسلم۔

قدوة الفقير البواخير محمد نور الشدائمی غفرلہ

۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک بیوہ جس کی عدت عرصہ سے گزر چکی اور اب اس کو زنا کا حمل ہو گیا ہے تو کیا اس زانی کے ساتھ جس کے زمانے سے حمل ہوا ہے، نکاح جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجسروا۔

السائل: قطباً ولد احمد الدین قوم شاری سکھ ہریکے ڈاکخانہ حویلی ضلع منٹگمری



یہ نکاح ہمارے ائمہ کرام کے اتفاق سے شرعاً جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۱ فی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل، قرآن کریم میں ہے احل لكم ما وراء ذلكم۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

۶ صفر المظفر

الاستفتاء

کیا علمائے کرام فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق اور کیا فتوے دیتے ہیں ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور دو سال تک منکوحہ عورت اس کے گھر میں آباد رہی، بعدہ ان کی مخالفت پڑ گئی اور اس شخص نے اپنی عورت کو مؤرخہ ۲ ذیقعدہ کو ایک طلاق بائن دے دی، اس عورت کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے اور تین حیض بھی آچکے ہیں، اس کے بعد ایک اور شخص اس مطلقہ عورت سے زنا کاری کرتا رہا، اس عورت کو اب حمل ہو گیا ہے اور جس شخص نے زنا کاری کی ہے وہ اس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا اب وہ شخص اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے یا کہ نہیں کر سکتا؟ اب اس کا نکاح کرنا جائز ہے یا کہ جائز نہیں؟



جب مطلقہ کی عدت تین حیضوں سے پوری ہونے کے بعد حمل زنا ہوا تو اس



عورت سے زانی کا نکاح ہمارے ائمہ عظام کے نزدیک بالاتفاق جائز و روا ہے
اور بعد از نکاح مجامعت بھی جائز ہے، فتاویٰ ہندیہ مجیدہ ج ۲ ص ۷۷ میں ہے
وفي مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها
حبلا فالنكاح جائز عند الكل ولما ان يطأها عند الكل وتستحق
النفقة عند الكل كذا في الذخيرة۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم وصلى الله
تعالى على حبيب وآله وصحبه وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

قبلہ مولوی نور اللہ صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ایک عورت طلاق شدہ جس کی عدت طلاق
پوری ہو چکی ہے اور اب اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ ناجائز تعلق سے حاملہ
تقریباً پانچ چھ ماہ کی ہے اور ایک مولوی صاحب نے اسی آدمی کے ساتھ نکاح
کر دیا ہے، اس کے متعلق آپ فیصلہ فرمادیں کہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ فیصلہ تحریری
مع فتوے لکھیں، زیادہ آداب۔

خیر اندیش : غلام محمد خاں از نقشہ تحصیل پاکپتن شریف



اگر واقعی عدت پوری ہو چکی ہے اور حمل عدت پوری ہونے کے بعد ہوا تو نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے وَاِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضِلُوهُنَّ اِنْ يَنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمَا سِرًّا بِالْمَعْرُوفِ فَمَا لَكُمْ بِمَا كَرِهْتُمْ فِي مَجْمُوعِ النِّوَازِلِ اِذَا تَزَوَّجَ امْرَاَةٌ فَتَزَنَّى هُوَ بِهَا وَظَهَرَ بِهَا حَبْلٌ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ عِنْدَ الْكُلِّ مگر یہ تسلی کر لیں کہ واقعی حمل سے پہلے عدت پوری ہو چکی تھی اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جو ان عورت کی عدت یہ ہے کہ اگر بوقت طلاق حمل ہو یا طلاق کے بعد تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے تو بچہ پیدا ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے اور اگر حمل نہ ہو تو بعد از طلاق تین حیض پورے ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے کما فی القرآن الکریم وکتاب المذهب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وال واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت حاملہ



بالزنا کا نکاح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے علاوہ جو کہتا ہے کہ ایسا نکاح کرنا والے کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور گواہوں کا اور جو اس مجلس میں حاضر ہوا ان کا نکاح بھی فاسد ہو جاتا ہے، کیا یہ واقع صادق ہے یا لائق منرا؟



نکاح مذکور جائز ہے کہ حمل زنا غیر ثابت النسب ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں اور وہ عورت عموم احل لکم ما وراء ذلکم اور فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں داخل ہے ہمارے امام عظیم علیہ الرحمہ کا یہی مذہب ہے، ہدایہ، فتح القدیر، غنایہ، کفایہ ج ۳ ص ۱۴۶، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۹، درالمختار رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷، وغیرہ کتب مذہب میں ہے والنظم من الدرر (و) صحر نکاح (حبلی من زنا) البتہ اگر غیر زانی سے نکاح ہوا تو وضع تک جماع نہیں کر سکتا کما فی کتب المذہب اور وہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ ایسا نکاح کرنے والے کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور گواہوں کا اور حاضرین مجلس کا تو وہ شخص مفتری کذاب سراسر باطل پر ہے اور مستحق سزائے سخت ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے اس سخت ترین افتراء سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه وبارك وسلم

حرره الفقير الحقير محمد نور الله النعمي غفر له بسير لوري

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ ایک کنواری عورت کا نکاح کیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس کو زنا کا حمل ہے تو کیا وہ نکاح درست ہو گیا؟ بعض لوگ جو بے علم ہیں کہتے ہیں کہ وہ نکاح درست نہیں ہوا اور نکاح خواں اور گواہوں کے نکاح بھی ٹوٹ گئے، کیا ان کا قول درست ہے؟

السائل: محمد شریف از جلال کوٹ مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ



وہ نکاح حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب مہذب میں بالکل درست ہے اگرچہ نکاح کے وقت بھی حمل زنا کا علم ہو، قرآن کریم کا فرمان ہے و احل لكم ما ورا ذلكم . فانك حواسا طاب لكم . ہدایہ ، فتح القدیر ، غنایہ . کفایہ ج ۲ ص ۴۵۱ ، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۹ ، کنز الدقائق ، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۶ ، تنویر الابصار در المختار ، شامی ج ۲ ص ۴۱۴ . فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۱۴ ، میں ہے والنظر من الهدایۃ فان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح . البتہ اگر غیر زانی نکاح کرے تو صحبت و بوس و کنار سے بچہ پیدا ہونے تک پر سیر رکھے . اور یہیں سے واضح ہو گیا

کہ وہ لوگ جو نکاح کو درست نہیں کہتے، غلطی پر ہیں اور نکاح خواں اور گواہاں کو تنگ کرنا شرعاً حرام ہے اور اس پر یہ کہنا کہ ان کے نکاح ٹوٹ گئے، بڑا سنگین جرم ہے۔ ایسا کہنے والوں پر توبہ لازم ہے ومن ادعی الخلاف فعليه البيان بالبرهان والانصاف۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشاذلی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و بزرگان دین اس مسئلہ کے بارہ میں خالہ کی ایک عورت سے محبت تھی، محبت کے دوران میں عورت مذکورہ کو خالہ کا حمل پڑ گیا، حمل کے وضع ہونے سے قبل عورت کے والدین نے اس کا نکاح خالہ سے ہی کر دیا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟
سائل: محمد صدیق بھٹہ ازبک ۲۸/۲/۲۰۵۳ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری ۲۰/۴/۵۳



اگر صورت مذکورہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح صحیح اور درست ہے، فتاویٰ مانگیر ج ۲ ص ۷ میں ہے اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها حمل فالنكاح جائز عند الكل وله ان يطأها عند الكل۔ واللہ تعالیٰ

اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا محمد وصحبته وسلم.

عزوه الفقير البائس الخیر محمد نور الدین النعمی غفرله

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کنواری لڑکی حاملہ ہے اور حمل نہ نکالے گا ہے، بغیر زانی کے ساتھ نکاح پڑھا گیا ہے۔ اب نکاح خواں پیش امام مسجد ہے لوگ چپ چاپ کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے اگرچہ منع ہے تو کس صورت سے اس کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے یا یہ کہ نکاح درست ہے اور نکاح خواں کو شریعت کوئی جرمانہ یا کفارہ صادر نہیں ہے۔ جب نکاح پڑھا گیا ہے تو لڑکی اپنے خاوند کے ساتھ صحبت بھی باقاعدہ کرتی رہی ہے۔ ساتھ سند کے تحریر فرما دیں، حاملہ ہونے کی خبر نکاح پڑھنے سے پہلے مشہور تھی، تقاضے تک یہ واقعہ گزر چکا تھا، نکاح پڑھنے بعد اس کو منع کیا ہے کہ وٹلی نہ کرنا۔

السائل: حافظ محمد خلیل، مہاجر شاہ پور تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری



صورت مذکورہ میں نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لكم ما وراء

ذکر حمل زنا کا شرعاً لحاظ نہیں، صحیح حدیث مشہورہ میں تصریح ہے وللعاهر الحجر فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۸، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۹، المختار و شامی ج ۲ ص ۴۰۱ میں ہے والنظم من الدرر و صرح نکاح جلی من زنا اور اسی طرح تمام کتب مذہب میں مصرح و مشرح ہے البتہ پیدائش بچہ سے پہلے وطی جائز نہیں، سمجھ والوں کا کام منع کرنا تھا آگے ان کا نہ رکنا صرف ان کا گناہ ہے، امام مسجد بیچارے پر طعنہ و تشنیع حرام اور سخت حرام ہے یہ شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ بلا وجہ شرعی مسلمان کو ذلیل کرنا حرام ہے و الذین یؤذون المؤمنین و المؤمنات بغير ما اکتسبوا فقد اخطوا جہتانا و اثمنا میں اور مروی مشہور ہے کل المسلم علی المسلم حرام تو امام مسجد کو ذلیل کرنا زیادہ سنگین جرم ہے جس سے توبہ لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

الاستفتاء

بیان سائل مظهر کہ سبند کا زوج فوت ہوا اور اس وقت اسے حمل نہیں تھا، تقریباً دو سال بعد وفات سے اس کا نکاح کیا گیا اور نکاح سے پہلے بھی اس سے حلفیہ بیان لیا گیا اور اس نے یہی حلفاً بیان دیا کہ مجھے حمل نہیں

اور یہ بیان اس لئے لیا گیا ہے کہ اس عورت کا اس مرد کے ساتھ جس کے ساتھ اب نکاح کیا گیا، ناجائز تعلقات کا اشتباہ قوی تھا لہذا وہ ہم پڑا تھا شاید اس مرد کا حمل ہو گیا ہو مگر جب اس نے اطمینان دلایا کہ حمل نہیں تو نکاح کیا گیا اب نکاح سے ساتویں ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو اندازاً معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا حمل تھا، عموماً مدۃ حمل نو ماہ ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ میں نکاح جائز و صحیح ہو یا غلط اور اس کے پڑھانے والے اور حاضرین مجلس کے نکاح بھی فسخ ہو گئے۔



اگر بیان سائل صحیح و واقعی ہے تو نکاح مذکور بلا شک و شبہ صحیح و درست ہے، عورت اپنے معاملہ کے بارہ میں امین ہے اور امین کا قول شرعاً معتبر ہے حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے، جب نکاح کے بعد چھ ماہ کو پیدا ہو تو شرعاً وہ بچہ نکاح ہی کا ہوگا۔ یہ وہم کہ عموماً مدۃ حمل نو ماہ ہے محض بے جا اور جہالت اور شرع مطہر کے خلاف ہے لہذا نکاح مذکور بلاشبہ جائز ہے اور جو انکار کرے وہ یا جاہل ہے یا متجاہل، فعلیہ البیان بالبرہان۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی محبوب الاکرم والہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

قبلہ جناب مولوی صاحب

سلام علیکم : ایک مسئلہ کے متعلق دریافت طلب باتیں ہیں جس کا جواب اب
جیسی طرح تحریر فرمادیں :

ایک شخص کا عقد ایک عورت سے تھا، عورت کو حمل ہو گیا، تقریباً چار ماہ
کے حمل میں اس کا نکاح اسی شخص سے ہو گیا،

(۱) کیا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) کیا پیدا ہونے والی اولاد حرام ہوگی یا حلال؟

(۳) پیدائش ہونے سے پیشتر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر نکاح ناجائز ہے تو نکاح پڑھانے والا یا گواہاں کو کیا سزا کے مستحق ہوں گے؟

(۵) اور نکاح کے وقت جو مرد ماں اس مجلس میں موجود ہوں گے ان کے متعلق لاء

ہے؟

اور کتاب یا حدیث کا پتہ تحریر فرمادیں تاکہ کتاب منگو کر دوسرے اشخاص کو
دکھائی جاسکے لہذا امورات کا پتہ تحریر فرمادیں۔ نہایت مہربانی ہوگی۔

جواب کا منتظر : امام مسجد محمد خلیل چک ۱۸۰/۹ ڈاک خانہ خاص

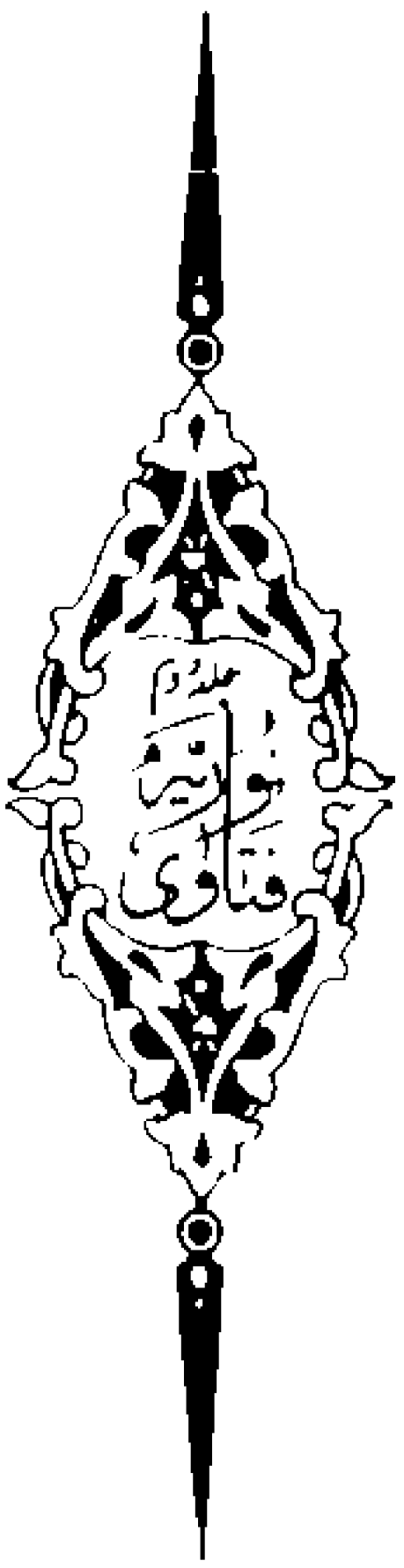
برائے ہر پتہ تحصیل و ضلع ساہیوال





۱۔ جائز ہے، قرآن کریم میں ہے احل لكم ما وراء ذلكم. فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۷ میں ہے وفي مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل اور یہیں سے ۲ کا جواب بھی ظاہر ہو گیا اور ۱۲ اور ۱۵ ساقط ہو گئے۔

۲۔ اگر نکاح کے چھٹے ماہ یا زیادہ پر پیدا ہو تو حلال اور اگر چھٹے ماہ سے پہلے پیدا ہو تو حرام، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۰، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۷۰، شامی ج ۲ ص ۱۴۰ والنظم من الهندية ولو زنى بامرأة فحملت شمر تزوجها فولدت ان جارت لستة اشهر فصاعد اثبت نسبه وان جارت لاقل من ستة اشهر لم يثبت النسب الا ان يدعيه ولم يقل من الزنا اور حلال ہونے کی صورت میں حلال اس وجہ سے ہے کہ جسے حمل زنا سمجھا گیا تھا، احتمال ہے کہ وہ نفع بطن ہو اور حمل بعد از نکاح ہو اور شامی ج ۲ ص ۱۴۰ میں ہے لاحتمال علوق بعد العقد وان ما قبل العقد كان انتفاخا لاحملا، اور یہ اگرچہ احتمال ہے مگر شرعا احتیاطاً حکم اسی پر ہے کہ اثبات نسب میں حتی الامکان احتیاط کی جاتی ہے، اسی میں گویہ محتاط فی اثبات النسب ما امکن، یہ جواب جب ہے کہ تعلق سے مراد ناجائز تعلق یعنی زنا ہو اور مرد نکاح اقرار ہی ہو کہ حمل نہ ناسب ہے اور یہی طرز سوال سے ظاہر ہے لہذا اسی پر بنائے جواب ہے اور اگر تعلق سے مراد زنا نہ ہو یا مرد نسب کا دعویٰ کرے اور



زنا کا حمل نہ کیے تو جواب بدل جائے گا، چھ ماہ سے قبل پیدا ہونے کی صورت میں
ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و
آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب محدث صاحب حضرت مولانا موبوی نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم : مزاج شریف ! احوال آنکہ :

ایک عورت کمواری کو حمل ہو گیا ہے جو زنا سے ہے اور زانی کا پتہ بھی
نہیں اور اس عورت کا زانی کے علاوہ دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہتے ہیں
کیا یہ نکاح حمل کی حالت میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

فتوے مکہ مکرمہ دست عامل رقعہ ہذا ارسال کریں، عین نوازش ہوگی۔
المستفتی : خادم الفقراء عبدالعزیز امام مسجد از سکھالادھو کا ضلع منٹگمری، ہماری بیچ الاولاد



علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج شریف ! ہاں جائز ہے، فتاویٰ عالمگیر
ج ۲ ص ۷ میں ہے بیجوزان بیتزوج امرأة حاملا من الزنا



البتہ جامع اور بوس و کنار سے وضع حمل تک پر ہیز رکھے، اسی میں ہے و کما
لا یباح وطئہا لا یتباح دواعیہ - واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانسی غفرلہ
۱۴ ربیع الاول شریف ۱۴۸ھ

الاستفتاء



مکرم و معظم جناب مولانا مولوی صاحب د اظلمکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مزاج اقدس : مندرجہ ذیل مسئلہ کو پورے ثبوت
سے حل فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔
بچہ نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی، نکاح کرنے کے تیسرے ماہ بعد اس
لڑکی کو لڑکی پیدا ہوئی، یعنی جس وقت نکاح کیا گیا تھا اس وقت وہ لڑکی حاملہ تھی،
سوال نمبر ۱ : کیا حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے؟
سوال نمبر ۲ : اگر وہ نکاح ناجائز ہے تو کیا مولوی صاحب نکاح خواں یا گواہ جو موجود تھے
ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ پورا ثبوت تحریر فرمائیں۔
سوال نمبر ۳ : اگر لڑکی کو جو پہلے حمل تھا اگر وہ حمل بچہ کا ہو جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا
ہے وہ جائز ہے یا کہ نہیں؟
سوال نمبر ۴ : اگر وہ حمل کسی اور مرد کا ہو تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ مکمل ثبوت تحریر فرمائیں۔
السائل : چوہدری برکت اللہ خاں ممبر یونین کونسل جسو کے دھوان
تخصیل دیپاپو ضلع منٹگری



(۱) غیر سجدہ نہ کرے۔ یہی ہو یا بیوہ یا مطلقہ ہو جس کا حمل بلاشبہ زانیہ سے ہی ہو کہ شرعاً اس حمل والے چچے کا کون باپ نہ بن سکے تو ایسی حاملہ کا نکاح ہمارے امام عظیم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بلاشبہ جائز ہے، کسی آیت یا مستند صحیح حدیث میں ایسے نکاح کو حرام نہیں فرمایا گیا بلکہ قرآن کریم میں محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا و احل لكم ما وراء ذلكم (ترجمہ) اور حلال کی گئی ہیں واسطے تمہارے وہ عورتیں جو محرمات مذکورہ کے علاوہ ہیں، حالانکہ حاملہ زنا کا پہلے ذکر نہیں تو یہ بھی حلال عورتوں میں داخل ہوئی۔ ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ شروح ہدایہ طبع مصر ج ۳ ص ۱۴۶ میں بالفاظ متقاربہ ہے انہما من المحملات بالنص وهو قوله تعالى و احل لكم ما وراء ذلكم اور یونہی تبیین المقاتل ج ۲ ص ۱۱۳ وغیرہا میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۷ میں ہے وقال ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا اور حاملہ مندرجہ بالا کے سوا دوسری کسی حاملہ کا نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے وحلی ثابت النسب لا یجوز نکاحہا یعنی ایسی حاملہ جس کے حمل والے بچے کی نسب ثابت ہو اور شرعاً اس کا باپ معین ہو تو اس کا نکاح جب تک حمل رہے، حرام ہے، یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں، لوگوں کو اس میں طرح طرح کی غلط فہمیاں لگ جاتی ہیں۔

۲۔ ظاہر صورت مسئلہ یہ ہے کہ وہ نکاح جائز ہے اور جب جائز ہو تو نکاح

خوال اور گواہوں کا کیا قصور؟

۱۳ اور ہم کے جواب میں ہی آگئے ہیں، کوئی نئی چیز نہیں کہ نئے جواب ہوں
ہاں نکاح جائز ہونے کے بعد اتنا فرق ہے کہ اگر وہ حمل بکر کا ہو تو جس طرح نکاح جائز
ہے اسی طرح بکر کے لئے ہم بستری اور بوس و کنار بھی جائز ہے اور اگر وہ حمل بکر
کا نہیں تو نکاح جائز ہونے کے باوجود بھی بچہ پیدا ہونے تک بکر کے لئے
ہم بستری اور بوس و کنار ناجائز ہے کما فی الفتاویٰ الہندیۃ وغیرہا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و الو
امحاب و بارک وسلم۔

طرح الفقیر البواخی محمد نور اللہ انیس غفرلہ

۶/۱۱/۶۲

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت العلام مفتی الاسلام مفتی اعظم پاکستان محدث عظیم دستبرکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ : حضور! اکرم فرماتے ہوئے مسئلہ درج ذیل پر فتوے
مرحمت فرمائیں :-

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندر میں مسئلہ کہ کنواری حاملہ کے ساتھ حالت حمل میں نکاح
درست ہے؟

۲۔ جس شخص سے حاملہ ہوئی کیا اس کے ساتھ نکاح صحیح ہو سکتا ہے؟
ج۔ جس سے حاملہ ہوئی اس کے سوا دوسرا شخص نکاح (عقد) کرے تو اس کا
نکاح (عقد) درست ہوگا؟

د۔ اگر کنواری حاملہ کے ساتھ نکاح درست نہ ہو تو نکاح خواں اور گواہوں کے بارے شریعتِ مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے؟ نیز نکاح خواں اور گواہ اس کے حمل سے علم نہیں رکھتے تھے مگر بعد میں پتہ چلا کہ یہ حاملہ تھی تو اس صورت میں ان پر حکم شرع کیا ہے؟ بیّنوا تو جروا۔

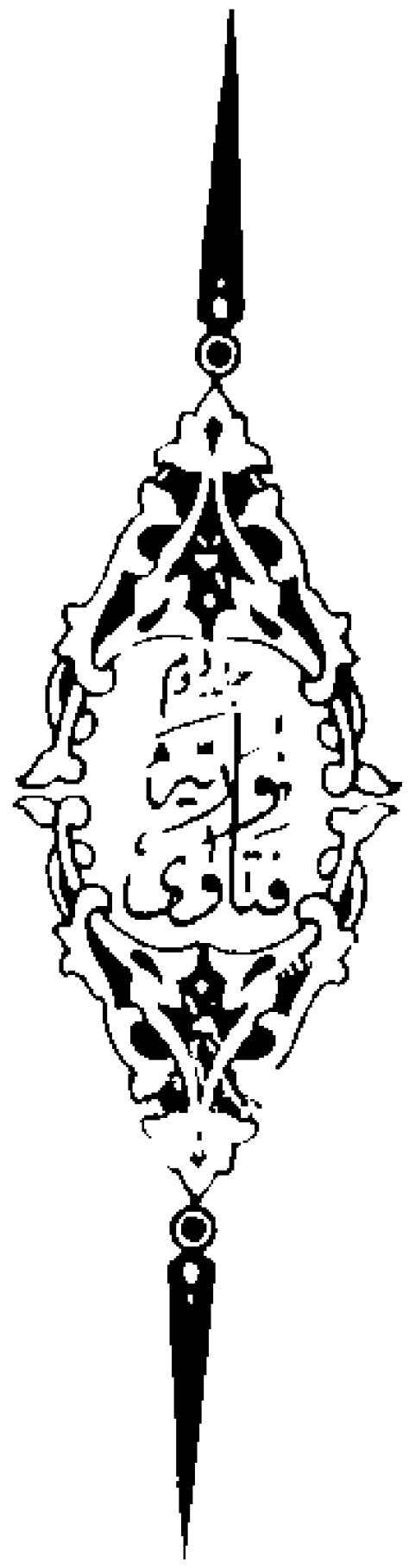
السائل: محمد ششائش قسوری غفرلہ خطیب جامع مسجد حنفیہ اتحاد کالونی تاجپورہ روڈ مغل پورہ لاہور



۱۔ یقیناً درست ہے۔

۲۔ ہاں ہو سکتا ہے۔

۳۔ ہاں درست ہو گا مگر وضع حمل تک ہم بستری نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷ وغیرہ میں ہے اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها و ظهر بها حمل فالنکاح جائز عند الكل وله ان يطأها عند الكل، نیز اسی میں ہے یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا ولا يطأها حتی تضع، مگر یہ جواب ایسی کنواری حاملہ کے متعلق ہے جو واقعی کنواری یعنی اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوا، یہ اس لئے کہ محاورات میں ایسی لڑکی کو بھی کنواری کہا جاتا ہے جس کا نکاح ہو چکا ہو مگر رخصتی نہ ہوئی ہو، اگر ایسی ہو اور اس کو حمل ہو گیا اور زوج نے طلاق دے دی تو اس کا نکاح اس زوج کے ساتھ تو جائز ہے مگر کسی اور کے ساتھ وضع



حمل سے پہلے ہرگز جائز نہیں۔ اسی میں ہے وحیلی ثابت
النسب لا یجوز نکاحہا اجماعاً، نیز اسی میں ہے ویجوز
لصاحب العدة ان یتزوجہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا
ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک
وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۲۱ شوال المکرم ۱۳۸۶ھ یکم فروری ۱۹۶۷ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت
کہ ناجائز حمل سے حاملہ کنواری عورت کا نکاح بعد از وضع حمل ایام نفاس
میں روا ہے یا نہیں؟

سائل: ذ۔ میاں اللہ بخش ساکن چک P.S/۲۳
کھرپہ ضلع منٹگمری



ہاں روا ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراء ذلکم

کسی ایک فقہی کتاب میں بھی یہ نہیں لکھا کہ نفاس میں نکاح جائز نہیں، جو ناجائز بتاتا ہے، غلط بتاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب و
الہ وصحب وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۳۰/۱۲/۶۰



باب المصاهرة

باب المصاهرة

الاستفتاء

سائل منظر کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نہ کیا، زید و ہندہ دونوں اقراری ہیں،
بعد ازاں زید نے ہندہ کی لڑکی سے نکاح کیا، آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بدینوا
توجروا۔



کتب مذہب میں متونا و شروعا و فتاویٰ صراحتہً روز روشن کی طرح مصرح ہے
کہ زانی پر مزنہ کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہے تو نکاح صحیح کیسے ہو سکے لہذا یہ نکاح
واجب الرفع ہے، عورت یا مرد بلا رضا و حضور دوسرے کے ہر ایک فسح کر سکتا ہے
یعنی یہ کہے کہ میں نے اس نکاح کو اٹھا دیا یا چھوڑ دیا یا اس مرد یا عورت کو چھوڑ دیا

وغیرہ الفاظ باین معنی در المختار میں ہے و یثبت لكل واحد منهما فسخ
ولو بغیر محضر من صاحب دخل بها اولاً فی
الاصح خروجاً عن المعصية اور اگر وہ نہ کریں تو صاحب طاقت پر
لازم کہ تفریق کرادے۔ حدیث شریف میں ہے من رای منکم منکراً
فلیغیرہ بیدہ، الحدیث رواہ مسلم وتجب العدة بعد الفسخ
ان کان بعد الدخول وایضاً شیئی کالہرکما صرح بہ فی مظانہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتمو
احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک مرد ایک عورت
سے ناجائز تعلقات سے بدکاری کرتا رہا، اس امر کے چار گواہ چشم دید ہیں، بعد ازاں
اس مرد نے اس عورت کی لڑکی سے جبراً نکاح کر لیا ہے حالانکہ وہ لڑکی بیوہ اولاد
والی ہے اور اس نے ایجاب و قبول بالکل نہیں کیا بلکہ زبردستی اس کا انگوٹھا لگوا یا گیا
ہے اور اسی رات موقع پا کر بھاگ کر اپنے میکے چلی گئی تو کیا یہ نکاح شرعاً صحیح ہے یا
نہیں؟

سائل: حسن احمد ازبیکے تارو، سائل: بشیر محمد ازبیکے شاہ ۳۰/۵





نکاح نام ہے ایجاب و قبول کا، انگوٹھے لگانا ایک رسمی چیز ہے تو جب ایجاب و قبول نہیں ہوا تو نکاح نہیں ہوا اور اس صورت میں تو اگر ایجاب و قبول ہو بھی جاتا، تب بھی نکاح صحیح نہ ہوتا کہ مرنیہ کی لڑکی زانی پر ہمیشہ ہمیشہ حرام ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۱ میں ہے واما رکنہ فالایجاب والقبول نیز ج ۲ ص ۱۵۱ میں ہے فمن زنى بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت۔

والله تعالى اعلم وعلمه اتعروا حكم وصلى الله تعالى على
حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم ومجدو کرم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۰ رجبی الاخریٰ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید ہندو کو اغوا کر کے بدکاری کرتا رہا مگر حکومت مارشل لا نے غاوند کو واپس کرا دی تو کیا ہندو کی لڑکی زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔



حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرمت مصاہرت زنا اور شہوت سے بوس و کنار کے ساتھ بھی حاصل ہو جاتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۰، مبسوط ج ۴ ص ۲۰۴، ۲۰۵ میں ہے والنظر من البدائع وثبت حرمة المصاهرة بالزنا والمس الخ تو سبندہ کی لڑکی زید پر حرام ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے فمن زنی بامرأة حرمت علیہا ما وان علت وابنتها وان سفلت یعنی جو کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو زانی پر اس عورت کی ماں اور لڑکی حرام ہو جاتی ہے نیز اسی میں ہے تثبت بالمس و التقبیل والنظر الی الفرج بشهوة کہ یہ حرمت چھونے اور بوسہ دینے وغیرہ سے جبکہ شہوت سے ہو، ثابت ہو جاتی ہے لہذا زید کے ساتھ اس کا نکاح جائز صحیح نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔



عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضور فیض گنجور جناب حضرت مولانا نور اللہ صاحب دہم اقبالہ



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : کے بعد گزارش ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک شخص بنام خوشی محمد ہے جس کا واقعہ یوں ہوا کہ ایک عورت میرا بی بی کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات رہے جس سے ایک لڑکی بنام حمیدہ بی بی پیدا ہوئی جب اس لڑکی کی عمر پانچ چھ سال ہوئی تو اس کا نکاح اسی خوشی محمد کے ساتھ کرنے لگے جس سے تمام گاؤں والوں جنکو حالات معلوم تھے انہوں نے شور مچا کر شروع کر دیا کہ یہ تو اس کی بیٹی ہے اس کا نکاح کسی لحاظ سے بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس کنبہ والوں نے چوری چپکے سے نکاح کر دیا، جب لڑکی سمجھا رہی ہوئی تو ان کے آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے جس سے لڑکی اپنے خیم دیدہ واقعہ کا ثبوت دیتی ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے تو میں خود دیکھ رہی ہوں کہ ہماری ماں کے ساتھ ناجائز تعلق ہیں اب میں اپنی ماں کی جگہ پر نہیں رہ سکتی، ایک تو ہمارا باپ، دوسرا ہمارا خاوند، میں برگز نہیں رہوں گی، اس وجہ سے شرارت بازی ہے جس کے حالات کے واقف لوگ بدستور گواہی دے سکتے ہیں۔

اب گزارش ہے کہ برائے مہربانی شریعت نبوی کے مطابق فتویٰ تحریر فرمادیں کہ مطابق اسلام محمدی ہونا چاہئے۔

تالبدار : نواب ولد مجیدہ قوم راجپوت

العبد گواہ شد

گواہ شد العبد

غلام محمد ولد سنگھ راجپوت نشان انگوٹھ

نشان انگوٹھا مند ولد فتح محمد قوم راجپوت

العبد گواہ شد

العبد گواہ شد

نشان انگوٹھ دینار راجپوت

نشان انگوٹھا شیر محمد راجپوت

العبد گواہ شد

العبد گواہ شد

نشان انگوٹھ احمد حسن راجپوت

نشان انگوٹھا کرم بخش راجپوت

العبد گواہ شہد
فقیر محمد دستخط

(نوٹ) سائل نے زبانی بیان کیا جب حمیدہ بی بی پیدا ہوئی ہے تو اس وقت اس کی ماں کا خاوند نکاح والا موجود تھا۔



شرعاً حمیدہ بی بی کا باپ اس کی ماں کا جائز نکاح والا خاوند ہی ہے اور زانی باپ نہیں، حدیث پاک میں ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر، ہاں اگر یہ صحیح اور واقعی ہے کہ خوشی محمد کے میراں بی بی کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے ہیں تو خوشی محمد پر حمیدہ بی بی حرام ہے ان کا نکاح جائز و صحیح نہیں ہو سکتا، مبسوط ج ۴ ص ۲۰۴ میں ہے و اذا وطئ الرجل امرأة بملك يمين او نكاح او فجور يحرم عليه امها وبنتها تو اگر بعد از نکاح خوشی محمد نے حمیدہ بی بی کے ساتھ ہم بستری کی ہے تو حمیدہ بی بی پر عدت واجب ہے یعنی جس وقت اس نے خوشی محمد کے حق میں رہنے سے انکار کیا ہے، اگر اس وقت حمل تھا تو بچہ پیدا ہو جائے ورنہ اس وقت کے بعد تین حیض پورے ہو جائیں، بعد ازاں حسب دستور شرع جس سے چاہے جائز نکاح کر سکتی ہے اور اگر ہم بستری نہیں ہوئی تو عدت بھی نہیں مگر یہ صحیح ہو کہ خوشی محمد کے میراں بی بی کے ساتھ ناجائز تعلقات رہ چکے ہیں تب یہ جواب ہے ورنہ جواب بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه

صوہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم جناب عالم دین صاحب دام اقبالہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ واجبا عرض ہے سائل جوانی میں اپنی پھوپھی کی لڑکی سے
بوس و کنار یا ہاتھ درازی کر چکا ہے۔ سائل کو یہ لاعلمی تھی کہ ایسی کوتاہی کرنے سے آئندہ
شادیوں میں بھی حرج ہوتا ہے۔ سوائے اس کوتاہی سے صحبت بالکل نہیں کی ہے
یعنی دخول وغیرہ نہیں کیا ہے۔ اب یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اب سائل کو شادی کی
ضرورت ہے، برادری نے کہا ہے پھوپھی کی لڑکی کی لڑکی سے شادی کر لے مگر سائل
کو یہ شبہ پڑا ہے کہ یہ شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ برادری کو ابھی کوئی جواب نہیں دیا،
برادری کا معاملہ عجیب ہوتا ہے کہ مسئلہ خلوت صحیحہ جو پوچھا جاتا ہے وہ گھروں میں
بے تکلف آنا جانا ہوتا ہے اس لئے یہ واقعہ خلوت والا ہو جاتا ہے۔ سائل یہ
شادی کرنا چاہتا ہے، اگر غلطی کی وجہ سے کفارہ وغیرہ یا کوئی اور صورت ہو تو بتائیں
جب تک یہ مسئلہ صحیح نہ ہو جائے تب تک سائل برادری کو کوئی جواب نہ دے گا،
فقط سلام سنون۔

المستفتی: محمد بشیر احمد مستری ساکن میانوالی خاص، ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ



سائل نے زبانی بتایا کہ وہ لڑکی اس وقت تقریباً چودہ سال کی تھی اور خاہر سوال تحریری یہ کہ بوسہ منہ پر دیا اور یہ سارے افعال بوس و کنار یا ہاتھ دراز می شہوت سے ہی تھے اور خلوت میں تھے تو گو صحبت یعنی دخول بالکل نہیں کیا مگر حرمت مصاہرت ثابت ہوئی لہذا اس لڑکی کی لڑکی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شادی نہیں کر سکتا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے وکسما تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة سواركان بنكاح او ملك او فجور عندنا كذا في الملتقط، نیز اسی میں ہے والمباشرة عن شهوة بمنزلة القبلة وكذا المعانقة هكذا في فتاوى قاضیخان وكذا لو عضها بشهوة هكذا في الخلاصة۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۰ میں ہے اذا قبلها منتشرا فان لا يصدق في دعوى عدم الشهوة، نیز اسی میں ہے وفي المباشرة اذا قال بلا شهوة لا يصدق اور جب ہمیشہ کے لئے حرام ہے تو کفارہ وغیرہ کی کوئی صورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتحر و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

عہ ومثله في الخانية ص ۱۶۶-۱۳



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسمیٰ زید عاقل و بالغ ہے۔ اس کا بیان خدا و رسول کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان ہے :
ایک عورت جو کہ بالغ ہے اور کنواری ہے، زید مذکور اس عورت مذکور کو گلے لگا کر ملتا رہا ہے، منہ چومتا رہا ہے۔ پستان پکڑتا رہا ہے لیکن وطی نہیں کر سکا اب عورت مذکور کو نہ پید اپنے پیسر حقیقی کے لئے لینا چاہتا ہے، آیا وہ شرع محمدی کے نزدیک اپنے پیسر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں کر سکتا تو کون چیز مانع ہے جب کہ زید نے وطی کی؟ جواب سے اندر راہ کدہم ہفتہ کے اندر مستفیض فرماویں، خدا آپ کو اجر دے گا۔

استفتی : خان محمد دوکاندار چک ۴۴/۳-۴، ایل، رحمان آباد
ڈاک خانہ خاص براستہ ضلع منٹگمری



مذہب مہذب احناف کی رو سے ایسی عورت کے ساتھ زید کا لوط کا نکاح نہیں کر سکتا کہ جس طرح زنا کے ساتھ یہ حرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح منہ چومنے یا شوت سے ہاتھ لگانے یا ملنے کے ساتھ بھی ثابت ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری ۲

ص ۴ میں ہے کہ ما تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس و
التقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة نیز اسی میں ہے
والسباشرة عن شهوة بمنزلة القبلة وكذا المعانقة هكذا في
فتاویٰ قاضی خان، نیز ص ۵ میں ہے یفتی بالحرمة في القبلة في الفم
والخد والرأس وان كان على مقنعة نیز اسی میں ہے ولو اخذت ثديها
وقال ما كان عن شهوة لا يصدق لان الغالب خلافه۔
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله وصحبه
وبارك وسلم۔

عزوه الفقير البواخير محمد نور الشان نعمی غفرلہ

۱۷ راہ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک
بالغہ عورت نے نابالغ لڑکے سے بوس و کنار کیا، اس چھوٹے اور دست اندازی سے
حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اب اس لڑکے کا نکاح اس عورت کی
لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

سائل: مستری عبد المجید، گلگو منڈی

سائل نے بعد ازاں لکھا کہ اس عورت نے دس یا نو سالہ لڑکے سے بوس و کنار
کیا اور گلے لگایا اور وہ عورت شہوت والی بالغہ تھی۔

عبدالحق بقلم خود ۲۳/۵/۶۸





اگر بڑا کافی نو یا دس سالہ تھا اور عام لڑکوں جیسا تھا تو حرمیت مصاہرت
حسب تصریح مشائخ کرام ثابت نہیں ہوتی تو اس عورت کی بڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔
شامی ج ۲ ص ۳۸۷ میں ہے فتحصل من هذا ان لا بد في كل منهما من
سن المراهقة واقبله للانثى تسع وللذكر اثنا عشر لان ذلك اقل
مدة يمكن فيها البلوغ كما صرحوا به في باب بلوغ الغلام
وهذا يوافق ما مر ان العلة هي لو طئ الذي يكون سببا
للولد او المس الذي يكون سببا لهذا الوطئ ولا يخفى ان غير المراهق
منهما لا يتأتى منه الولد - والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على
حبيب الاعظم وآله وصحبه وبارك وسلم -

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

بانی دارالعلوم خفیبہ فریدیہ بصیر لویہ

۲۴ محرم الحرام ۱۴۸۸ھ ۲۳/۵/۶۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زینب بنت نورانے



اپنی چھ سالہ لڑکی حلیمہ اپنے بھائی احمد الدین حامل رقعہ نذا کو خدا واسطے بخش دی۔ جب احمد الدین کے زیر پرورش جوان ہو گئی تو احمد الدین ولد نور نے بشیر ولد احمد الدین ولد کندا کے ساتھ عقد نکاح کر دیا، اب زینب بنت نور جو ہمیشہ احمد الدین ولد نور سے، نے شور مچا یا کہ بشیر کے ساتھ نکاح ناجائز ہے، وجہ یہ ہے کہ والدہ بشیر کے ساتھ میرے والد نور کے ناجائز تعلق تھے لہذا بشیر میرا بھائی اور میری لڑکی کا ماموں ہے، جب ناجائز تعلق کا شبہ کیا جاتا ہے، اس وقت بشیر کا والد زندہ تھا، اب پرورش کرنے والا احمد الدین ولد نور کو فکر لاحق ہوا اور اہل شرع سے دریافت کرنا شروع کیا، ملاؤں نے فتوے دیا کہ نکاح حرام ہے، اب آپ جناب کی خدمت گد در نے روانہ کیا کہ وہاں سے حق ثابت ہوگا۔

عرض ہے کہ قرآن و حدیث اور اقوال فقہ سے ثابت کریں کہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ سبینوا توجروا۔

خدا و مصطفیٰ کے واسطے آپ اپنی خاص نظر کرم فرمادیں، سگ در غیر حاضری اور عریضہ نہ حاضر کرنے کی وجہ سے سخت پریشان ہے۔

مستفتی: مولانا ابوالوفار محمد اسمعیل از مٹھہ سید علی داخلی کماں اسلام پور
ڈاک خانہ کماں اسلام پور ضلع منٹو کی ۲۸ رومی القعد المبارک ۱۳۸۸ھ



اگر صورت سوال صحیح ہے یعنی حلیمہ کے نانے نے بشیر کی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہے تب بھی حلیمہ اور بشیر کا نکاح صحیح ہے، زنا کے ساتھ بھائی اور ماموں نہیں بن سکتا



اور نہ ہی ایسی حرمت ثابت ہوتی ہے، شامی ص ۳۸۴ بحوالہ الرائق سے ہے ومجل
لاصول الزانی وفروعہ اصول المسزنی بہا وفروعہا یعنی زانی کے
اصول (باپ، دادا، نانا، ماں، دادی، نانی) اور زانی کے فروع (لڑکا، پوتا، دیوتا
لڑکی، پوتی، دوہتی) زانیہ عورت کے اصول وفروع کے لئے حلال ہے اور صورت
سوال میں حلیمہ نور سے کی فرع ہے اور بشیر اپنی والدہ کی فرع ہے تو نکاح جائز ہوگا اور
قرآن کریم میں توصاف فرمایا احل لکم ما وراء ذلکم اور حدیث پاک میں ہے
للعاهر الحجر یعنی زانی کے لئے پتھر ہے، اور نسب ثابت نہیں ہوتی تو ماموں
کیسے بنا، بدکاری ثابت ہونے کی صورت میں نکاح جائز ہے اور اگر ثابت ہی
نہیں تو بطریق اولیٰ جائز ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان تلاؤں کا
فتوے محض غلط ہے ان پر توبہ فرض ہے کہ وہ شریعت مطہرہ پر چھوٹا اور افتراء
باندھ کر سخت مجرم و گنہگار، مستوجب عذابِ نار بن چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہو اصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و عامیانِ شرع متین کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت
منکوحہ کی سکی ماں سے بد فعلی کا مرتکب ہو تو کیا اس لڑکی کا نکاح قائم رہے گا یا فسخ متصور

ہوگا جبکہ رط کی خود اپنی والدہ کی اس جرم کی غینی شہادت پیش کرے۔



اگر واقعی کوئی ایسا فعل بد کرے تو عورت ہمیشہ ہمیشہ اس پر حرام ہو جاتی ہے
مبسوطِ خسی ج ۴ ص ۲۰۴ میں ہے و اذا وطئ الرجل امرأة بملك يمين
او نكاح او فجور یجرم علیہ امها و بنتها مگر یہ چیز ضروری ہے کہ وہ فعل بد
ثابت ہو جائے، خواہ اقرارِ فاعل سے ہی ثابت ہو۔ یہ فتوے بے سوالِ مذکورہ کا
فیصلہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

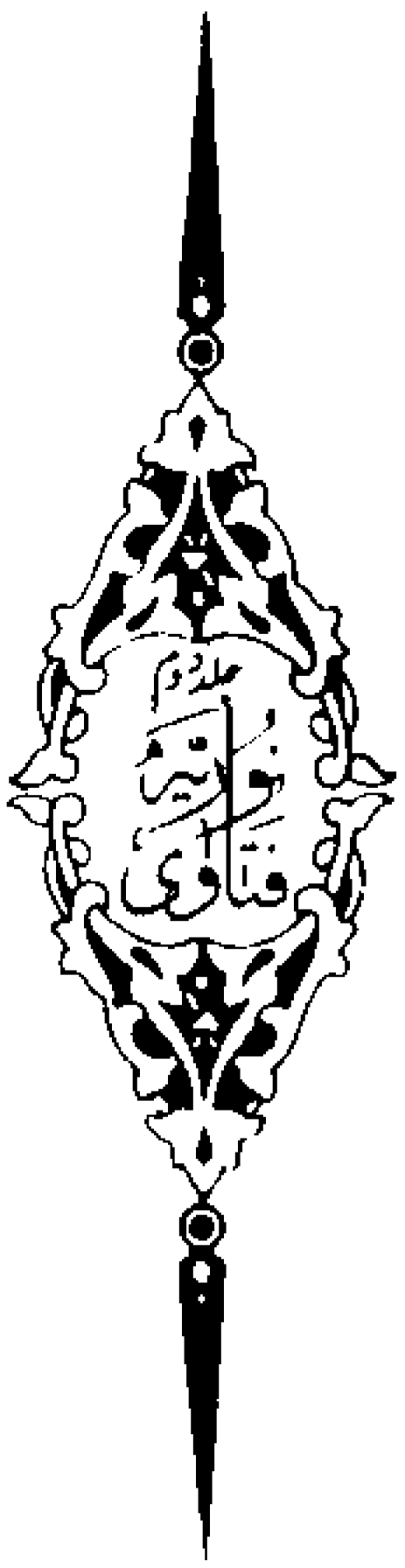
۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی

عینی شہادت سے مراد لڑکی کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے فقط جیسے سائل نے زبانی بیان کیا ۱۲ غفرلہ

بیوی کی والدہ کے ساتھ زنا کرتا ہے اور ایک گواہ نہیں بلکہ دس گواہ گواہی زنا کی دیتے ہیں کہ اس نے تین سال تک اپنی بیوی کی طرح بسایا ہے، آیا اس کا نکاح باقی رہا یا کہ فاسد ہو گیا۔ بحوالہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ شریف کے بعد صفحہ نمبر مشکور فرمادیں۔ بینوا تجروا، اور عدت زنا کرنے سے شروع ہوتی ہے یا جدائی سے؟



اگر یہ فعل شنیع فی الواقع قابل اعتبار شہادتوں سے ثابت ہو گیا تو اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ اس پر حرام ہو گئی اور نکاح فاسد ہو گیا و ذامبین برہن علیہا عامۃ اسفار المذهب المہذب مگر متارکہ کے بغیر دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، در المختار، شامی ج ۲ ص ۳۸۹، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من الدر ومجرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یجل لها التزوج باخرا لا بعد المتاركة وانقضاء العدة اور مدخل بہا کے حق میں متارکت قول سے ہوا کرتا ہے مثلاً کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، شامی میں ہے ان المتاركة لا تتحقق الا بالقول ان كانت مدخولاً بہا کترکتک الخ اور حسب تحقیق صاحب تہذیب الاصل ودر المختار عورت بھی متارکت کی اہل ہے کہ ج ۲ ص ۴۸۳، در المختار علی الثامی جلد دوم میں ہے ینثبت لكل واحد منہما فسخا ولو بغیر محضر من صاحب مدخل بہا ولا فی الاصح خروجا عن المعصية فلا ینافی وجوبہ بل یمجب علی القاضی التفريق بینہما، اور عدت بعد از تفریق یا متارکت شروع ہوتی ہے۔

بحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۲، در المختار شامی ج ۲ ص ۸۴۱ میں ہے والنظم من البحر
والصحيح انه من وقت التفريق الخ شامی ج ۲ ص ۸۳۷ میں ہے ثلاث
حيض ان كن من ذوات الحيض والا فالاشهر او وضع الحمل
وهذا ان كانت المنكوحة نكاحا فاسدا- والله تعالى اعلم وصلى الله
تعالى على سيدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم-

الفقيه ابو الخير محمد نور الله النعمي غفر له البصير فوري

۱۸ رذی القعدة المبارکہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص شادی شدہ
نے اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کیا چنانچہ اس کی ساس بھی اس بیکاری کا اقرار کرتی ہے
اور وہ خود بھی اقراری ہو کر فرار ہو گیا اور ایک معتبر عینی گواہ بھی ہے تو اب اس نکاح
کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کی بیوی کسی اور جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ اس زنا سے پہلے میاں پر
باجم راضی خوشی میاں بیوی بن کر رہا کرتے تھے اور اسے حمل نہیں ہے، بیوا تو جروا۔
السائل: کریم ولد روشن قوم ماچھی سکھ چک نور محمد



اگر سوال واقعی اور صحیح ہے تو اس کا نکاح فاسد ہو گیا اور بیوی حرام ہو گئی کما



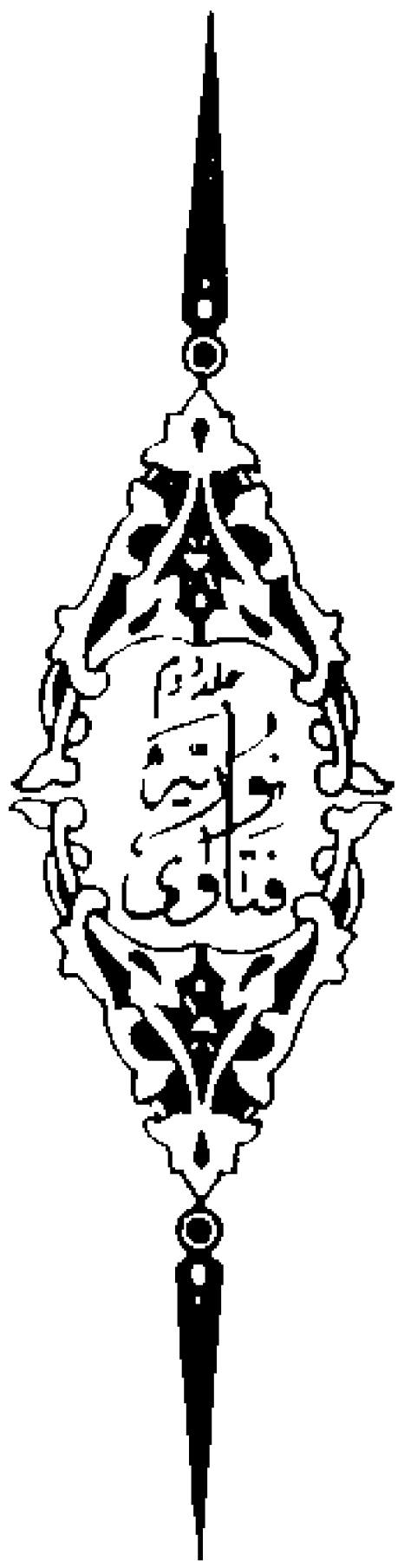
فی عامة المعتبرات اور اس نکاح کا فسخ کرنا ضروری ہے اگر وہ نہیں ملتایا مانتا
 نہیں تو بیوی بھی فسخ کر سکتی ہے، تنویر الابصار، در المختار، رد المختار ج ۲ ص ۸۳ منیر
 میں ہے والنظم من الدر ومثله ویثبت لكل واحد منهما فسخه
 ولو بغیر محضر من صاحب دخل بها ولا فی الاصح خروجاً عن
 المعصية تو بیوی روہر وگواہوں کے اس خاوند کے اس عیب کو بیان کر کے
 کہہ دے کہ میں نے وہ نکاح فسخ کر دیا اور بعد ازاں تین حیض پورے
 ہو جانے کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے؛ انہیں کتابوں میں ہے وتجب
 الحدة بعد الطی لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفريق
 شامی میں ہے ومثله التفريق وهو فسخهما او فسخ احدهما۔ اور اگر
 سوال غلط ہو تو پھر یہ فتویٰ نہیں، اچھی طرح غور سے سمجھا جائے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله و
 صحب وبارك وسلم۔

حرم الفقیر البوالخیر محمد نور الدیوبی القادری الحنفی

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور ضلع منٹگمری

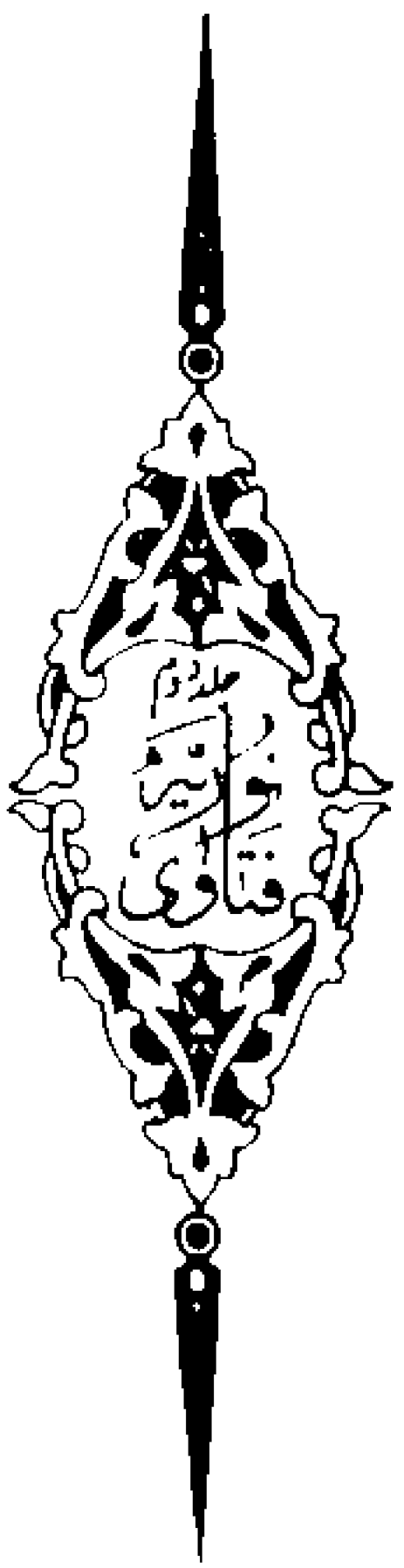
۲۶ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ بزرگ جمعۃ المبارک



حرمة المصاهرة وترفع المناعة

حُرْمَةُ الْمُصَاهَرَةِ تَرْفَعُ الْمَنَاحَةَ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ زید کی ماں نے اس کی رضیمہ بیوی کو اپنا دودھ پلایا یا زید نے بیوی کی ماں سے زنا کیا تو کیا اس کا نکاح زائل و باطل مرتفع و منفسح ہو گیا یا باقی ہے؟ اگر باقی ہے تو طلاق یا تفریق قاضی یا متارکہ کی ضرورت ہے یا کیا کریں؟ اور زوجہ بھی متارکہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ کئی علمائے کرام فرماتے ہیں کہ گو زید کی بیوی زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی مگر حجب تک تفریق قاضی یا متارکہ منفسح بقول نہ ہو نکاح بیشک باقی ہے، قائم ہے، زائل نہیں ہوا، یہ ہرگز نہیں کہ ٹوٹ گیا، منفسح نہیں ہوا عورت نکاح نہیں نکلی اور کسی سے نکاح نہیں کر سکتی کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ المصاہرۃ والرضاع بل یفسد الخ بجر الرائق و در المختار و در المختار میں عبارت مندرجہ بالا کی بنا پر ایسے نکاحوں کو صرف فاسد بتایا کہ بلا تفریق و متارکہ زائل نہیں ہوتے اور عورت کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی اور بعد از تفریق و متارکہ عدت بھی پوری کرے۔ فحققوا الحق عند الاحناف بالدلائل والانصاف من غیر اعتساف ما جورین من رب العلمین۔



الحمد لله رب العلمین وصلى الله تعالى على حبیبہ
الہ واصحابہ اجمعین وسلم فی کل حین۔

الْجَوَابُ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوْبَةَ الْقَبُولَةَ

بلاشبک وشبہ دریب از دوسے مذہب مہذب حنفیہ صورت مذکورہ میں نکاح ٹوٹ گیا، اس کا بطلان آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ عیاں اور اس کے ارتفاع و انفساخ کی تصریحات جلیدہ و جزئیات جلیدہ سے اسفار معتدہ مذہب متروا و شروعاً و حواشی و فتاویٰ گونج رہے ہیں حتیٰ کہ یہی بحر و دریا حواشی شامی بھی ان سے پڑھیں۔ اصل یہ ہے کہ حرمت رضاع یا حرمت مصاہرت (جن میں عموم و خصوص من وجہ ہے) اگر قبل از نکاح موجود ہو تو مانع انعقاد نکاح صحیح ہے اور اگر صحیح و ثابت شدہ پر طاری ہو جائے تو باقی نہیں چھوڑنی



۱۔ لتصادقہما فی ام الزوجۃ وابتہارضا عا و تفارق المصاہرۃ فی امہا وابتہا نسبا ۱۲
۲۔ بدائع ج ۲ ص ۲۵۶ میں ہے فان كانت محرمة علی التابید لا یجوز نکاحہا لان الانکاح
احلال و احلال المحرم علی التابید محال و المحرمات علی التابید ثلاثۃ انواع محرمات
بالقرابة و محرمات بالمصاہرة و محرمات بالرضاع انتہی و مثله بالمعنی فی عامۃ الکتب ۱۳
۳۔ مسوط ج ۴ ص ۲۰۸ میں صورت مسئلہ کی شہ ثانی میں حکم حرمت کی ترجیح میں فرماتے ہیں ان الحرمة بسبب المصاہرة
مثل الحرمة بالرضاع والنسب وذلك كما یمنع ابتداء النکاح یمنع بقاء النکاح فکذلک
هذا یمنع بقاء النکاح كما یمنع ابتداء ۵۔ نیز اس کے ج ۵ ص ۴۱ میں ہے ان المحرمۃ کما تنافی
ابتداء النکاح تنافی البقاء بعد ما انعقد صحیحاً کما لو اعترضت المحرمۃ فی نکاح
المسلمین برضا عا و مصاہرة۔ نیز ج ۵ ص ۱۴۱ میں مسئلہ کی پہلی شق کے متعلق ہے لان المحرمۃ قسمین
النکاح بعلة المنافاة فان بین الحل والحرمة فی المحل منافاة والمنافی کما یؤثر (الی ان قال)
بینافی البقاء اذا طهر علیہ۔ نیز ج ۶ ص ۱۵۶ میں ہے بعد ثبوت حرمة المحل اما بالطلقات الثلاث

نکاح کو سرے سے زائل کر دیتی ہے حکم طلاق میں ہے اس سے جوار ارتفاع نکاح ہوتا ہے وہ بہ نسبت اس ارتفاع کے جو طلاقات ثلاثہ یا فلع ولعان سے ثابت ہو، بہت ہی زیادہ سخت ہوتا ہے کہ یہ حرمت مؤبدہ منکوحہ کو محل نکاح ہی باقی نہیں رہنے دیتی اور ابتدا و بقائے نکاح کی مطلقاً منافی ہے اور طلاقات ثلاثہ وغیرہ منافی ابتداء نکاح نہیں ولو بعد تحلیل او تکذیب کہ محلیت باقی رہتی ہے اور یہ تو نہایت ہی پر زور طور پر ثابت کہ رضاع سابق از نکاح و طاری بر نکاح دونوں تحریم میں برابر ہیں اور قواعد مذہبیہ سے

او بالمصاهرة يتعدى بقاء النكاح حكما، مبسوط ج ۶ ص ۸۸ وكذلك المرأة يجامعها ابو زوجها وابنه او جامع الزوج امها وابنتها فقد وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق لان المحرمية بالمصاهرة تنافي النكاح ابتداء وبقار كالمحرمية بالرضاع والنسب وعليها العدة ان كان قد دخل بها، نیز ج ۹ ص ۸۸ میں ہے اذا حرمت المرأة على زوجها بردها او مطاوعها لابنه او جملها مع امها (ان ان قال) ان ارتفاع النكاح بهذه الاسباب ابلغ منه بالغلم الا ترى انها صارت محرمات على التابيد انتهى اقول والتعليل بصيرورتها محرمات التابيد في المصاهرة وعدمها في الخلع يجيء في الرضاع والطلاقات الثلاث واللعان وغيرها كما لا يخفى۔ بدائع ج ۲ ص ۳۲۰ میں ہے وسنہا رای ما یرفع حکم النکاح المصاهرة الطارئة بان طئ ام امرأة او ابنتها والفرقة فرقة بغير طلاق لانها حرمت مؤبدة كحرمة الرضاع والفرق في هذه الوجوه بائنة، نیز ج ۲ ص ۲۹۵ میں ہے ان الفرقة بغير طلاق تكون فسخا للعقد نیز وہیں ہے ان فسخ العقد رفع من الاصل وجعلہ کان لم یکن اور یہی مضمون آئندہ عبارات کثرت سے بھی ثابت ہے۔
بدائع ج ۲ ص ۱۰، فتاویٰ امام قاضی خان ص ۱۹۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۱، ہندیہ من الحیط ج ۲ ص ۴۳، شامی ج ۲ ص ۵۶۲ میں ہے والنظم لملك العلماء يستوى في تحريم الرضاع المقارن بالنكاح والطارى عليه لان دلائل التحريم لا توجب الفصل بينهما وبيان هذا الاصل في مسائل اور اسی میں کے مسائل کا بیجا ہجرت کے مینوت منیرہ کے آئندہ ہیں ۱۳ من غفرہ

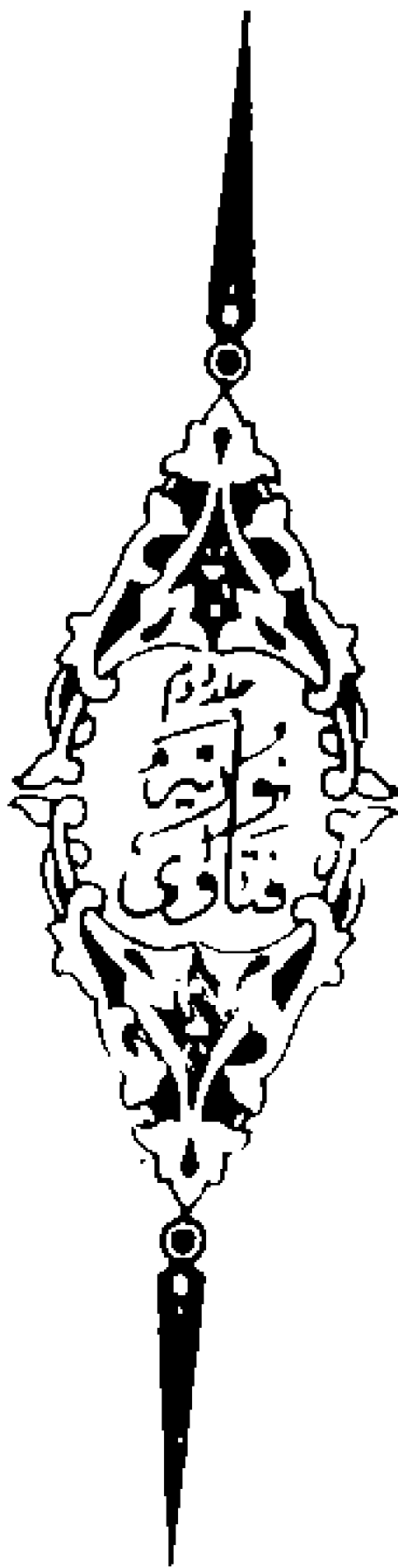
صہ قال في فتح القدير ج ۳ ص ۳۲۲ ان ثبتت الحرمة (ای من الرضاع) لا يقبل عن زوال الملك في باب النكاح لانها مؤبدة بخلاف الحرمة بالحيض ونحوه ۱۳ من غفرہ
للعلم كما سيأتي بيان في ذكر العدة باذن تعالى مفصلا ۱۳ من غفرہ

حرمیت مصاہرت کا رضاع و زنا و تقبیل وغیرہ سے ثابت ہو جانا بھی نہایت نمایاں طور پر ثابت ہے، تعجب ہے کہ ایسا واضح و ظاہر دعیاں امر بعض حضرات اکابر علمائے محققین سے کیے نہاں رہا حالانکہ اصول و مسائل رضاع کتب معتدہ فقہیہ کا سرسری مطالعہ بھی اس وقوع بینونت کی صدفاسافت تصریحیں ہویدا کر دیتا ہے اور ایسے ہی وقوع فرقت

۱۷ کما فی عامۃ المعتبرات ہاں چند کلمے بطور تبرک درج ہیں، قاضی خان ص ۱۶۵ تثبت بالعقد العائز وبالوطی حلالا کان او عن شبهة او زنا، بدائع ج ۲ ص ۲۶۰ میں ہے بالنزنا والمس والنظر بدون النکاح والملك وشبهة ۱۲ منہ

۱۸ اکثر بعض کلمے ماضی ثبت اور بعض مضارع ثبت و مصدر بینونت اور اسم مفعول ابانت ہیں، ان تمام عبارات کا احصاء نہایت ہی مشہور، تو صرف چند کتب معتدہ کی رضاع سے متعلق احوالی اشعار سے کئے جاتے ہیں کہ باعث تنبیہ ہیں۔ مبوط ج ۵ ص ۱۴۲، ۱۴۳ میں دس مرتبہ اور ج ۳ ص ۲۹۸ تا ۳۰۰ گیارہ مرتبہ، فتاویٰ امام قاضی خان ص ۱۶۰، ۱۹۱ سات مرتبہ، بدائع ج ۴ ص ۱۱ تا ۱۳ دس مرتبہ، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ تا ۲۳۱ اٹارہ مرتبہ، عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ نو مرتبہ، فتح القدر ج ۳ ص ۳۲۳ تین مرتبہ، شامی ایک دفعہ تبرکا امام سرخسی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت سنئے اذا تزوج صبیعتین رضیعتین فارضعتہما امراة معا و احد لہما بعد الاخری بانثا جمیعا لانہما صارتا اختین حین ارضعت الثانیة منہما فتقرر الجمع المنافی ولیست احد لہما بطلان نکاحہما باولی من الاخری ۱۲ منہ غفرلہ

۱۹ مبوط ج ۵ ص ۱۴۱ تا ۱۴۳ سات مرتبہ اور ج ۳ ص ۲۹۸ تا ۳۰۰ سات مرتبہ، فتاویٰ قاضی خان ص ۱۹۱ میں ایک مرتبہ، بدائع منائع ج ۴ ص ۱۱، ۱۲ چودہ مرتبہ، بدایہ ج ۲ ص ۳۳۳ دو مرتبہ، فتح القدر ج ۳ ص ۳۲۰، ۳۲۱ چار مرتبہ، در المختار و شامی ج ۲ ص ۵۶۵ ایک ایک مرتبہ ہے، بطور تبرک ہدایہ کے ایک جہد پر اکتفا ہے لان الفارقة جارت من قبلہا ۱۲ منہ غفرلہ



نفل اور فسخ و رفع نکاح یعنی نکاح کا اصل سے اٹھا کر یوں بنا دینا کہ گویا تھا ہی نہیں پھر ارتقاء و انفساخ و ارتفاح نکاح کے جھلکتے جملات تعلیلیہ و تفریعیہ سے شکوک و شبہات طائر

۱۔ اس کی تفسیر بھی بکثرت ہے مگر اختصاراً صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے، مبسوط ج ۵ ص ۱۴۲ میں ہے کہ ایک شخص نے تین شیرخوار لڑکیوں سے نکاح کیا اور کسی عورت نے ان تینوں کو یکے بعد دیگرے دودھ پلایا تو پہلی دونوں نکاح سے جدا ہو گئیں اور تیسری بدستور ہوئی ہے کیونکہ جب دوسری کو دودھ پلایا تو پہلی اور دوسری کا بہن ہونا ثابت ہو گیا فتق الفرقۃ بینہ و بینہما شمار صنعت الثالثۃ و لیس فی نکاحہ غیر ما فبقی نکاحہا، اور یہی ج ۵ ص ۱۴۱، ۱۴۳ اور ج ۳ ص ۲۹۹ میں بھی مقرر و مکرر ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۰ میں ہے لو تزوج رضیعتین فارضعتہا امرأة واحدة معا او واحدة بعد واحدة بطل نکاحہما نیز ایک اور چیز یہی میں لکھتے ہیں و بطل نکاحہا والصغیرۃ الثانیۃ امرأتہ (الی ان قال) و لیس فی نکاحہ غیرہا۔ بدائع منافع ج ۲ ص ۱۳ اور صنعتہا (ای الزوجة الكبيرة التي حرمت) وہی اجنبیۃ المخرج، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۲ من شرطه بطلان النکاح وقد وجد اور ج ۳ ص ۳۲۳ میں ہے بانت الاولیان والثالثۃ امرأتہ لانہن حین ارضعتا حرمتا فحین ارتضعت الثالثۃ لم یکن فی عصمتہ سواہما نیز فرماتے ہیں لم یکن فی نکاحہ غیرہا، نیز مکرراً فرماتے ہیں لم یکن فی نکاحہ غیرہا بحوالہ ج ۳ ص ۲۳۰ میں ہے لم یکن فی نکاحہ غیرہا ۱۲ منہ

۲۔ تبینا مما سبق وقد مر من البدائع تنصیصاً فت ذکر ۱۲ منہ

۳۔ يستلزم السابق وصرح به الشامی ج ۲ ص ۵۶۴ و انفسخ النکاح فی

الاولیین مکرراً، نیز ص ۵۶۵ انفسخ نکاحہا ۱۲ منہ

۴۔ يستلزم السابق وقد مر النص من المبسوط اور بدائع ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لان اقدامہا

حلی الارضاع دلالۃ الرضا بار تفاع النکاح و سیأتی من البدائع

ایضاً باذن تعالیٰ ۱۲ منہ



کو کافر بنا دیتا ہے جن سے پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس حرمت کے طاری ہوتے ہی نکاح اٹھ گیا اور تفریق و متارکہ وغیرہ پر انفسلخ موقوف نہیں رہا اور عدت دخول یا خلوت کی صورت میں شروع ہوگی ورنہ لازم ہی نہیں اور مہانہ کی بنت و اخت سے حسب دستور نکاح جائز ہو گیا اور پانچویں سے عقد کر کتاب ہے لبطلان نکاح السابقات او بعضہا و عدم العدة في صورة عدم الدخول حقيقة و حکماً

لأن الأصل هو الحقيقة ولا يصار الى المحراز الا لمانع وليس
فهنا ۱۲ منہ

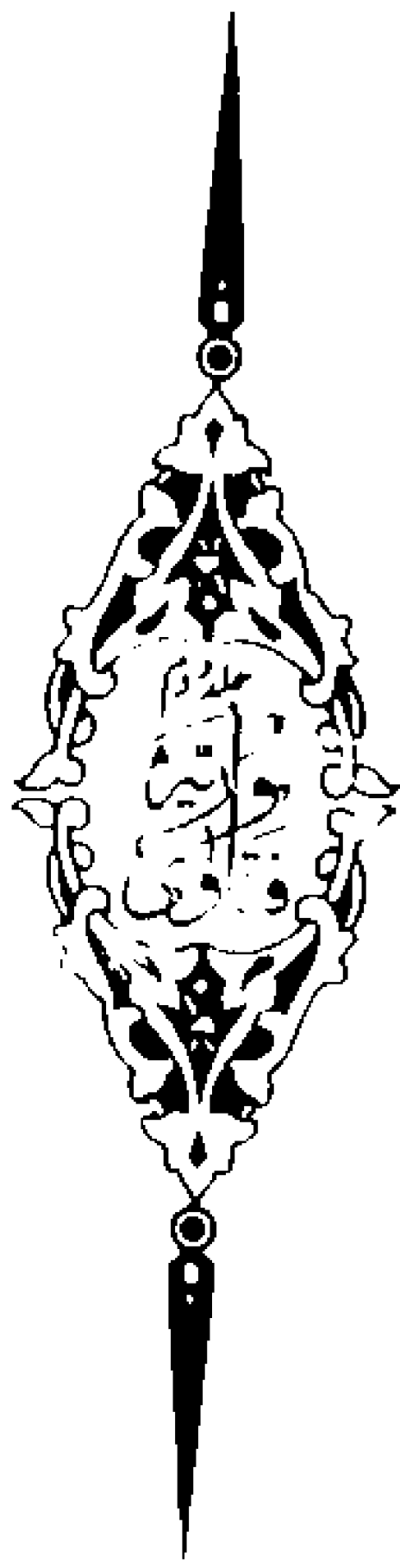
۱۱ بسوط ج ۵ ص ۴۴ میں ہے ان الفرقة بالردة كانت لغوات صفة الحل ذلك
مناف للنكاح الا ترى ان الفرقة لا تتوقف على قضاء القاضى فانه
ينافى النكاح ابتداء وبقائه فيكون نظير المحرمية والملك
يزفرتے ہیں لہذا نہ تتوقف الفرقة على القضاء اشبه الفرقة بسبب
المحرمية ، درالمختار مطبوع مع الشامى ج ۲ ص ۴۲۲ ، شرح المحوى للاشہاء والنظام ص ۲۶۶
تقبیل سببی مع الامیلاہ یا املى اور اسی وقت سے ابتدائے عدت جس کے مرتج
دلائل بغضد و کرم تعلل آگے آرہے ہیں وہ اس عدم توقف کے دلائل مرتج ہیں کہ اگر یہ توقف
ہوتا تو عدت تفریق و متارکہ کے بعد شروع ہوتی کما فی الفاسد ۱۲ منہ غفرلہ

۱۲ صرحوا به في الرضاع ايضا ولكن يكتفى بما ينقل عن ابواب العدة
عن قريب باذن تعالى لان فيه غنية عما سواه ۱۲ منہ غفرلہ

۱۳ کما فی عامة المعتمبرات اور تبرکاً امام قاضی خان ص ۱۹۰ ولہ ان یتزوج الصغیر
بعد ذلك لانها صارت ابنة امراء ولم يدخل بها ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲

ص ۴۳ میں ہے ولہ ان یتزوج واحدة منهن ای کھن شمار ۱۲

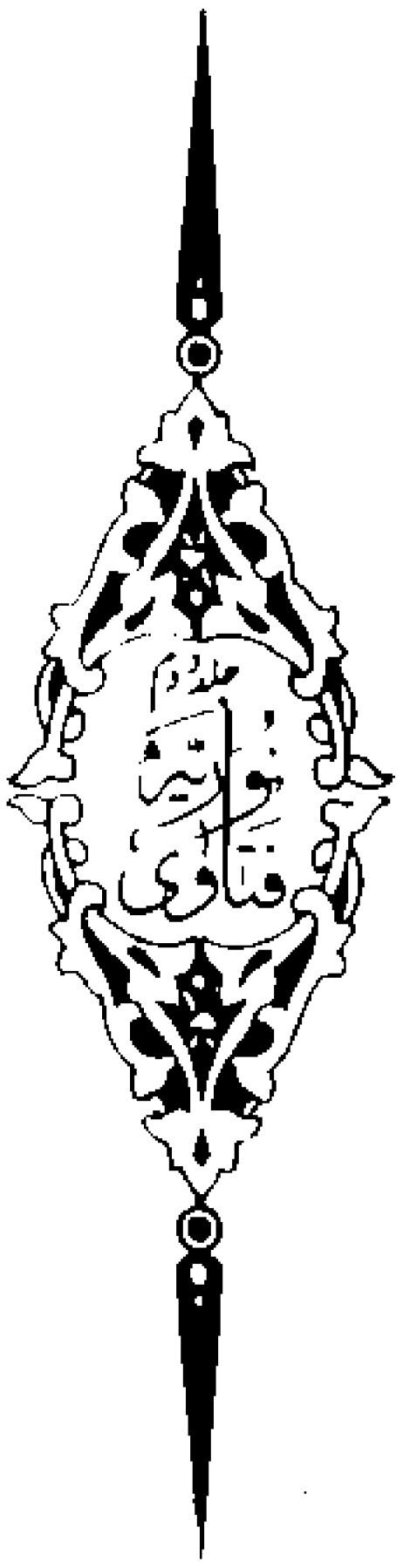
منہ غفرلہ



اور وہ بھی غیر سے نکاح کر سکتی ہے نیز مہر کا بصورت تسمیہ تفصیل معروف سے لزوم نصف کل یا سقوط ثابت ہو گیا ورنہ متعد و مہر المثل کا واجب الاداء ہونا نفیاً یا اثباتاً یہ سب وجود اسی ارتفاع نکاح کا بین ثبوت سے رہے ہیں اور ایسے ہی

لہ فی صورة عدم الدخول الحقيقي لا تقدم العدة وكذا بعد انقضاء العدة عند الدخول وذا ظاهراً جداً مما مضى ولتسمع عبارة المبسوط ج ۳ ص ۲۹۸ ولہ ان يتزوج الكبيرة في الحال لان الصغيرة ليست في عدتها والكبيرة تعتد منه وعدته لا تمنع نكاحاً حوا بعد انقضاء عدة الكبيرة لہ ان يتزوج ايتهما شاء اقول ولا فرق في الزوج بينه وبين غيره الا في الكبيرة اذا كانت معتدة منه ولنظمت في الحال نص على المطلوب لان اعتدائاً الكبيرة في الحال ينفي التفريق او المتاركة بعد الحرمة فاحفظ ۱۲ منہ

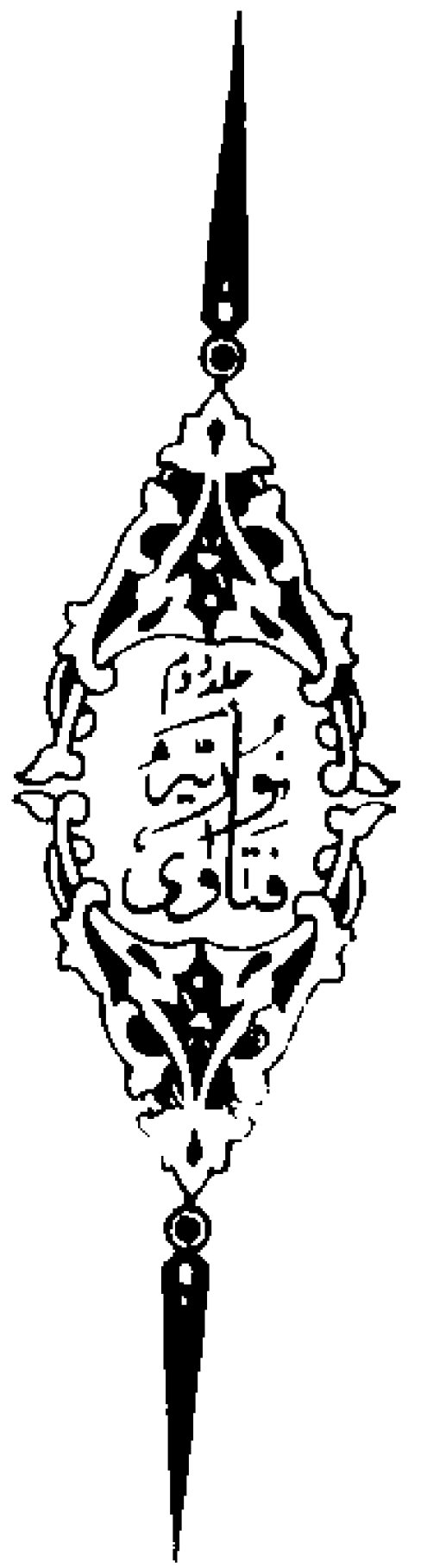
لہ هذا لازم مما مر وجار مصرحاً في الجامع الصغير ص ۴۰، مبسوط ج ۵ ص ۱۴۱ الى ۱۴۳ ج ۳ ص ۲۹۷ الى ۳۰۰، فتاوى قاضی خان ص ۱۹۰ الى ۱۹۲، بدائع صناع ج ۲ ص ۱۱۳، ۱۲، هداية، فتح القدير ج ۳ ص ۳۲۲ الى ۳۲۳، كنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۱ الى ۲۳۲، تنوير الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۵، هندیہ ج ۲ ص ۴۴، ۴۳، في اكثرها مع التفصيل والتعليل ولكن يكتفي بالكلمات الموجزة من الجامع الصغير لمحمد المذهب عليه الرحمة لامامتہ واصالتها قال رضي الله تعالى عنه رجل تزوج صغيرة وكبيرة فارضعت الكبيرة الصغيرة ولم يدخل بالكبيرة وقد هلست الكبيرة ان الصغيرة امرأه - فعليه للصغيرة نصف المهر ولا يرجع به على الكبيرة الا ان تكون تعدت الفساد ولا شيء للكبيرة في الوجهين اقول لا شك ان هذه في صورة التسمية وعند عدم التسمية تكون المتعة وهو مهر المثل كالسهر وذا مقر عنهم وسيأتي التصريح به باذن تعالى ۱۲ منہ



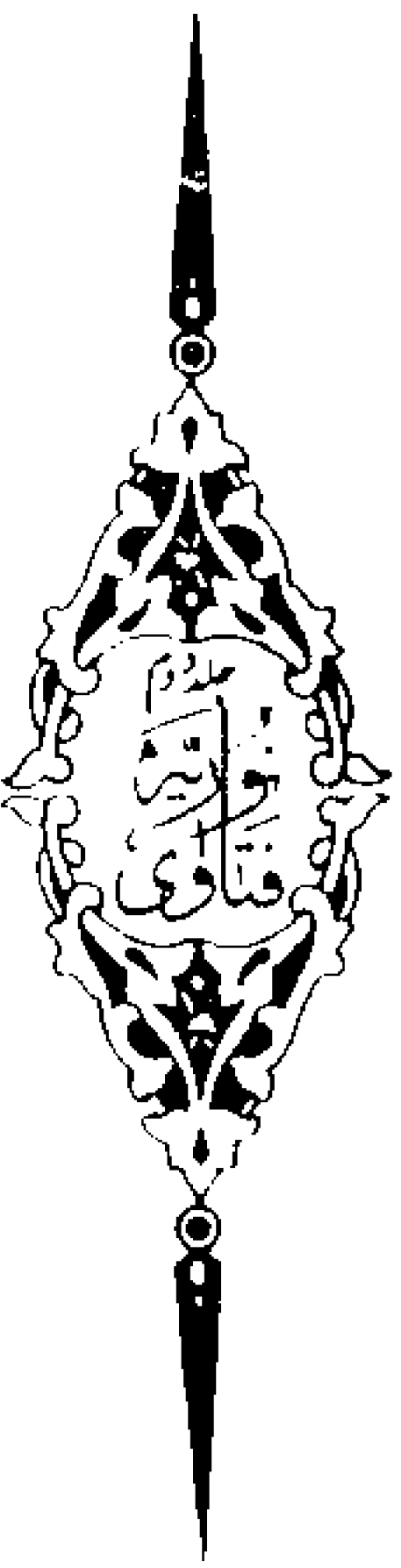
ابواب المهر کے قواعد و خبریات بیونت و فرقت ارتفاع مذکور کی روشن ترین نشاندہی

۱۔ ہندیہ ج ۲ ص ۲۱ میں ہے واذا تاکد المهر لم یسقط وان جارت الفرقته من قبلها بان ارتدت او طاعت ابن زوجها بعد ما دخل بها او خلا بها وقبل ذلك یسقط جمیع المهر لمجیی الفرقته من قبلها کذا فی المحيط۔ نیز بسوط ج ۶ ص ۶۲، قاضی ص ۱۵، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۴۷ میں ہے والنظم من القاضی خان اذا وقعت الفرقة بین الزوجین قبل الدخول بها بفعل من قبل المرأة كالردة وتقبيل ابن الزوج وخيار البلوغ (الی ان قال) یسقط کل المهر ولا یجب شیء۔ نیز تزویر و در میں ہے ویجب نصفه بطلاق قبل وطئ او خلوة۔ اس پر علامہ شامی نے ج ۲ ص ۴۵۶ میں فرمایا ولو قال بكل فرقة من قبله لشمل مثل رده وزناه وتقبيله ومعانقته لام امراته وبناتها قبل الخلوة فتاتی من النظم، نیز قول درو تزویر ویتا کد عند وطئ او خلوة کے تحت فرماتے ہیں ج ۲ ص ۴۵۴ افاد ان المهر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطه بردها وتقبيلها ابنه او تنصف بطلاقها قبل الدخول، نیز وہیں فرماتے ہیں قال فی البدائع واذا تاکد المهر بما ذکر لا یسقط بعد ذلك وان كانت الفرقته من قبلها لان البذل بعد تاکده لا یحتمل السقوط، نیز سقوط وغرم مهر کے مسائل کثیرہ بسوط ج ۳ ص ۳۰۴ سے ۳۰۹ تک بھی ہیں جن پر کتاب کا اختتام ہے، نیز مرد کی طرف سے فرقت قبل از دخول ہو تو وجوب متعہ ہوتا ہے۔ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰، شامی ج ۲ ص ۶۱، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۱۳ والنظم من الغفر لا تجب المتعة الا اذا كانت الفرقة من جهة كالفرقة بالطلاق والایلاء واللعان والحب والعنت و رده و ابائہ وتقبيلها بها او ابنتها بشهوة۔ اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو ساقط ہو جاتا ہے، انیس کتابوں سے ہے والنظم له وان جارت الفرقته من جهتها فلا تجب كودتها وابائها الاسلام وتقبيلها ابنه بشهوة والضاع الزكوا عبارات اخر تركت اختصاراً علیها بمجیی الفرقته فی جمیع الصور مع التفصیل ۱۲ منہ

۲۔ البتہ مرد مذہب کی ایک عبارت تبرکاً لکھی باقی ہے امرأة قالت ان تزوجت فمهری صدقة فتزوجت علی الف او شیء من الکیل والوزن بغیر عینہ ثم ارتدت ولم یدخل بها او قبلت ابن الزوج بشهوة وطلقها الزوج وقد قبضت المهر فرددته علی الزوج اوردت نصفه فی الطلاق نعمت بمثل جمیع المهر الا فی الردۃ



طہ علیہ السلام نے تصریح فرمائی کہ اگر زوج کی مرض الموت میں بوجہ تقبیل المرأة ابن زوجها وغیرہ صورتوں سے ہو تو عورت وراثت نہیں ہوتی، بحر الرائق ج ۴ ص ۴۹، فتح القدیر ج ۴ ص ۵، بدائع ج ۳ ص ۲۲۰، ہندیہ ج ۲ ص ۱۰۶، شامی ج ۲ ص ۱۸، ہایہ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲، قاضی خان ص ۲۶۷، مبسوط ج ۶ ص ۱۶۴ میں ہے والنظم من البهران الفرقة لو وقعت بتقبیل ابن زوجها لا تثر مطاوعة او مكرهته اذ لا ركر باپ نے اس کے کو کہا کہ عورت کو مجبور کر کے بدکاری کرے تو اس بدکاری سے عورت کا حق ساقط نہیں ہوتا کہ فرقت زوج کی طرف سے ہے۔ مبسوط بدائع کے انہیں صفحات میں ہے والنظم من المبسوط فان كان الزوج امرأته بذلك كان لها الميراث لانه قاصد الى ابطال حقها المزمع ہندیہ ج ۲ ص ۱۰۶ میں محیط سے ہے کہ اصل میں تحریر مذہب علیہ الرحمہ کی یہ نص ہے اذا جامعها ابن المریض مكرهته لم توث قال فی الاصل الا ان يكون الاب امرأته بذلك فينتقل فعل الابن الى الاب فی حق الفرقة كانه باشر بنفسه فیصير فارقا كذا فی المحيط اور جامع الفصولین ج ۲ ص ۱۷۴ میں برزہل اسی طرح ہے اور شامی نے ج ۲ ص ۱۸ پر اسے نقل کر کے فرمایا ومثله فی الذخيرة معنيا للاصل وكذا فی الولو اجية والهندية اور اگر مطلقة الرجعي مطاوعة وتقبیل مذکورہ کرے تو وراثت نہیں ہوتی کہ بدائی اسکی طرف سے آئی۔ تہذیب، در، شامی ج ۲ ص ۲۰، بحر الرائق ج ۴ ص ۴۹، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۱ میں ہے والنظم من الفتع اذا اطاعته بعد الرجعي لا تثر كما لو طاعته حال قيام النكاح اور ایسے ہی اگر عورت اپنے مرض میں ایسے افعال سے جدائی کرے تو مرد وراثت ہوتا ہے۔ جامع کبیر ص ۱۰۷، بدائع ج ۳ ص ۲۲، فتح القدیر ج ۴ ص ۵، تہذیب لا بصار، در، شامی ج ۲ ص ۲۱، بحر الرائق ج ۴ ص ۴۴ میں ہے والنظم لمحرر المذهب فی باب من الفرقة فی المرض وكذلك امرأة ارتدت فی مرضها او قبلت ابن زوجها او دعت او اباه الى جامعته ففعل ورايے ہی اور کئی مسائل وقوع فرقت پر دلالت کرتے ہیں صرف ایک پر اختصار کیا جاتا ہے ہایہ میں فرمایا بخلاف ما اذا اطاعته فی حال قيام النكاح لانها تثبت الفرقة فتكون راضية بطلان السبب، حناہ شرح الہدایہ اور فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲ میں فرمایا وهو النكاح، بدائع ج ۳ ص ۲۲۰ میں ہے وراثت البینونة من قبل المرأة كما اذا قبلت ابن زوجها او اباه بشهوة طاعة او مكرهته او اذ ابرأ نفسها فی خيار الادراك او العتاق او عدم الكفارة فان كان ذلك فی حالة الصحة فانها لا يتوارثان بالاجماع كما اذا كانت البینونة من قبل الزوج ۱۲ منہ

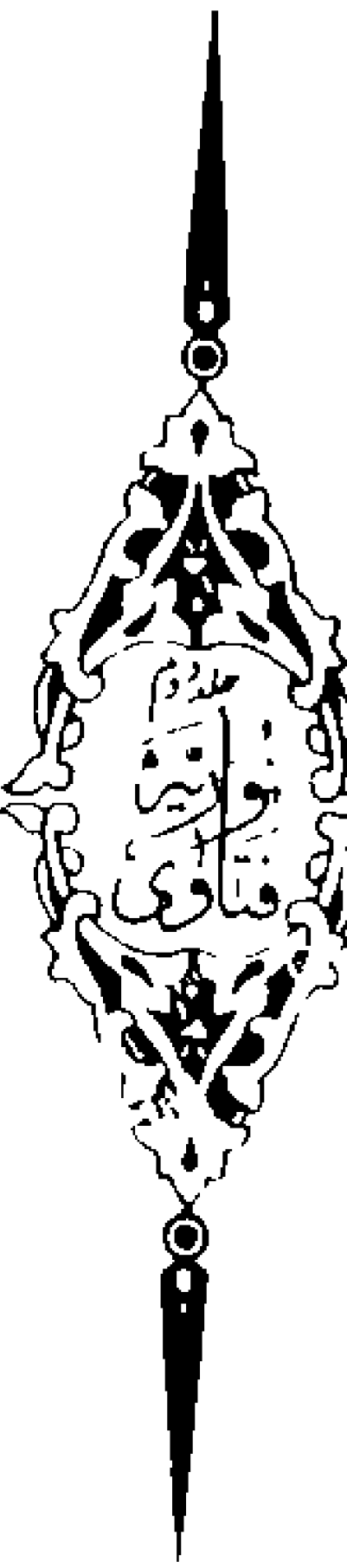


اور کتب حدوسے بھی اس بینونت کبریٰ کا پتہ چلتا ہے، پھر ضوابط و فروع کثیر ابواب
عدت نے تو صریح فیصلہ ہی کر دیا کہ یہ فرقت طلاق بائن کا حکم رکھتی ہے کہ قبل از دخول
خلوت ہو تو عدت ہے ہی نہیں ورنہ لازم اور وقتیت فرقت ہی سے شروع ہو جاتی

۱۔ ایسی فرقت میں مدنیہ لگتی اگرچہ حرام جانتا ہو، مبسوط ج ۹ ص ۸۸، قاضی خان ص ۸۲۰ میں ہے و النظم من
قاضی خان و کذا الوازتدت و حرمت علیہ او حرمت بجماع امہا او ابنتہا او عبطا و عنہا
ابن الزوج ثم جامعہا وان قال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ و کذا فی البحر ج ۵ ص ۱۲
والفتح ج ۵ ص ۳۵ والدروہاشیۃ الشامی ج ۲ ص ۲۰۹ ف ذکر و امع الردۃ و فی المبسوط
ف فی لقیاس اندیلزم الحد لان ارتفاع النکاح بہذہ الاسباب ابلغ منه بالخلع الا ان
انہا صارت محرمۃ علی التامید و لکنہ استحسن فلفظ عند الحد الخ ۱۲

۲۔ عدۃ الحرة للطلاق و الفسخ الخ یہ تنویر لا بصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۲۵، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۴
ص ۱۲۸، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۴۴ میں ہے اور ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے او وقت
الفرقة بغير طلاق، ہدایہ میں ہے والفرقة اذا كانت بغير طلاق ذہی فی معنی الطلاق، والفتا
میں ہے و منہ الفرقة بتقبیل ابن الزوج و کردہ الشامی بتقبیر حسن و نحوہ فی شرح الوقایہ
بحر الرائق میں ہے لوجوبہا اسباب منہا الفرقة فی النکاح الصحیح سواء كانت بطلاق او
بغير طلاق بعد وطئ او خلوة نیز ص ۱۲۹ میں ہے و شمل جمیع اسبابہ من الفسخ الی ان
قال، والفرقة بتقبیل ابن الزوج و نحوہ، منہ الفاقی میں نیز الفائق سے ہے ان الفرقة بالتقبیل من الفسخ منہ
۳۔ ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۵، در، تنویر، شامی ج ۲ ص ۸۳۹، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۰، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴، کنز، بحر

ج ۴ ص ۱۴۴ میں بالفائز متعارف ہے و مبدأ العدة بعد الطلاق او الموت، بحر الرائق میں ہے من
وقت و کذا فی الہدایۃ و غیرہا، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۵۴ میں ہے فیکون مبدأ العدة من غیر
فصل بالضرورة اور اس الطلاق میں یقیناً فرقت بوجہ رضاع و معاہرت طارہ بھی داخل ہے لہذا من
قربا و بعید نیز ایسے مسائل میں طارہ نے اس شمول کی تصریح بھی فرمائی۔ بحر الرائق ج ۴ ص ۱۵۰ میں تحت قول کنز
تعد معتدة البت ہے اطلقہ فشملت الطلاق واحدة او اکثر والفرقة کافی الخانیۃ
نیز ص ۱۵۲ تحت قول الکنن ولا تخرج معتدة الطلاق من بیئہا ہے والمراد معتدة الفرقة



ہے جس میں بشرط معتبرہ عورت پر عدا اور بیت فرقت میں رہنا لازم اور مرد پر پان دن نفقہ

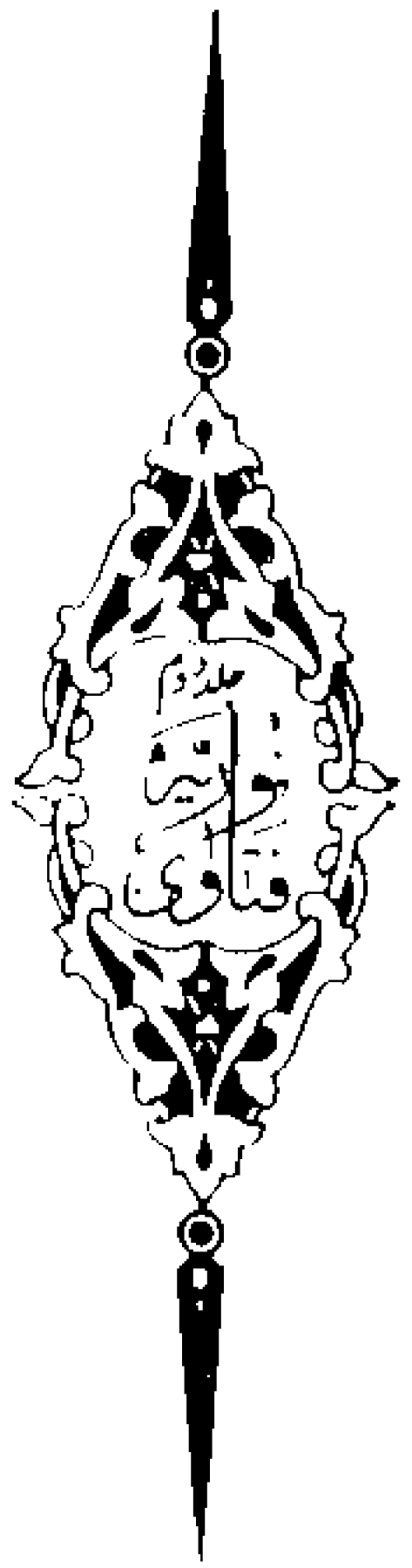
سواء كانت بطلاق أو بغيره ولو كانت بمعصية كما في البدائع نیز شامی ج ۲ ص ۶۱ تحت قول المتن طلقت قبل الوطی ہے والمراد بالطلاق فرقة جاءت من قبل الزوج (الی ان قال) وتقبيلا بنتها او امها بشهوة نیز ج ۲ ص ۱۰۰ قال ط والطلاق ليس بقيد بل كذا لك لو ابانها بخيار بلوغا وتقبيلا امها او بنتها اوردت كما في البدائع وكأنه كنى به عن فرقة الخ ۱۲ منه

له من الاسلام والعقل ونحوهما في الحداد والنفقة والسكنى ونحوهما ۱۲ منه
کے مسوط ج ۲ ص ۶۱، قاضی خان ص ۲۶۶، ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۰، فتح القدر ج ۲ ص ۱۶۰، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۲، کنز الدقائق
بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۰، بدائع ج ۳ ص ۲۰۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۰، تنویر در شامی ج ۲ ص ۸۴۹ میں ہے والنظم من
المسوط والعدة بعد الفرقة من نكاح صحيح يجب فيها الحداد وتدخل فيها المبتوتت
بطارئ الرضاع والمصاهرة وذا ظاهرا جدا منه ۱۲ منه غفر له

کے قاضی خان ص ۲۶۵، مسوط ج ۲ ص ۳۲، ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۸، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۳، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۲
ص ۱۵۲، تنویر در شامی ص ۸۵۲، ۸۵۳، بدائع ص ۲۰۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۰ میں ہے و
النظم من البحر تحت قول الكنز ولا يخرج معتدة الطلاق من بيتها والمراد معتدة الفرقة
سواء كانت بطلاق أو بغيره ولو كانت بمعصية كتقبيلا ابن الزوج كما في البدائع نیز منیہ

میں ہے لو قبلت المسلمة ابن الزوج حتى وقعت الفرقة لوجبت العدة اذا كان بعد الدخول
فليس لها ان تخرج من منزلها كذا في البدائع نیز اسی میں ہے علی لمعتدة ان تعتد في المنزل
الذي يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت كذا في الكافي انتهى وكذا في الهداية

کے مسوط ج ۵ ص ۲۰۳، ۲۰۴، بدائع ص ۲۰۶، ۱۶، ۱۷، ۱۸، فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۰۰، فتح القدر ج ۲
ص ۲۱۵، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۰۹، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۰، تنویر در شامی ج ۲ ص ۹۲۲ میں بالفاظ متقاربة ہے و
النظم من الفتح ان الفرقة اما من قبله او قبلها ففي الاول لها النفقة مطلقا سواء كانت بغير
معصية مثل الفرقة بطلاقا ولعانه او هنت او جب بعد الخلوة (الی ان قال) او بمعصية
مثل الفرقة بتقبيلا بنت زوجة (الی ان قال) واما الثاني فاما بمعصية مثل تمكينها ابن الزوج



اور سکنی و کسوت کو کسی صورتوں میں ضروری اور کہاں ضروری نہیں اور اسی بیان سے وزیر روشن

اوابا تھا اذا اسلم هو وہی وثنية او مجوسية وردتها فلا تجب لها نفقة لانها والحالة هذه حايست

نفسها بغير حق فكانت كالناشزة واما بغير معصية مثل الفرقة بخيار البلوغ والحق وعدم الكفارة

وطي ابن النزوج لها مكهه تجب لانها حبست نفسها بحق لها وعذرت شرعافيه ولها السكنى

في جميع الصور لان القرار في منزل النزوج حق عليها فلا يسقط بمعصيتها اما النفقة فحق لها فتجاري

بسقوط بمعصيتها محرر مذهب عليه الرمة کے جامع کلمات جامع کبیر ص ۱۹۳ کے یہ ہیں جو بطور تبرک درج ہیں وکل

بینونة جارت من قبل الزوج بمعصية او غيرها او جارت من قبل المرأة من غير معصية فلها

السكنى والنفقة في العدة وكل بينونة جارت من قبل المرأة بمعصية فلا نفقة لها، پیرس کے تحت

فرایا امرأة ارتدت ثم اسلمت اولم تسلم فلا نفقة لها ولها السكنى وكذلك لو قبلت ابن الزوج به یا به

ج ۲ ص ۲۲۴، عنایہ ج ۴ ص ۲۱۵، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۴ ص ۲۰۰ نیز ج ۴ ص ۱۵۳، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۵۶ نیز

ج ۲ ص ۸۸۹ میں ہے والنظم من الهداية وكل فرقة جارت من قبل المرأة بمعصية مثل الردة

وتقبيل ابن النزوج فلا نفقة لها الخ ويفهم من هذا باعتبار المفهوم كما مر الان مفصلا بدائع

صنائع ج ۴ ص ۱۷۰، بحر الرائق ج ۴ ص ۲۰۰، شامی ج ۲ ص ۹۲۳، کفایہ، عنایہ، فتح القدير ج ۴ ص ۲۱۶، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۸

میں ہے والنظم من البدائع ولو طأ وعت ابن زوجها او اباه في العدة ولمسته بشهوة فان

كانت معتدة من طلاق وهو رجعي فلا نفقة لها، ہندیہ کے ماسوا سب نے بالفاظ متقاربة ایک ہی علت

بیان فرمائی والنظم من العناية لان الطلاق الرجعي لا يقع به الفاقة وكان وقوع الفرقة

بسبب وجده منها وهو معصية فيوجب ذلك سقوط النفقة، نیز فتاویٰ قاضی خان ص ۱۹۴ میں

باتعین ہے وكذا اذا طأ وعت ابن النزوج او قبلت اذا فعلت ذلك في العدة عن طلاق

رجعي سقطت النفقة، جامع کبیر ص ۱۹۴ میں ہے امرأة طلقها زوجها ثلاثا او واحدة بائنة

الى ان قال، ثم قبلت في العدة ابن النزوج ولمسته لم تبطل نفقتها، اور اس کی مثل اور

بہت سی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی اپنے مفہوم مخالف سے سلسلہ سابقہ پر بھی دال ہے ومفہوم الكتب

معتبر، کنز، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۹۸، تمهيد البصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۹۲۱ میں ہے والنظم من البحر

والمنقول في الذخيرة والحانية والعنايت والمجتبی ان المعتدة تستحق الكسوة ۱۲

کی طرح روشن ہوا کہ ایسی صورت میں نکاح صحیح فاسد بن کر بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ فاسد میں فرقت پائی نہیں جاتی بلکہ تفریق قاضی یا مستار کہ دفع سے لائی جاتی ہے پھر اس میں مدت کا ابتداء بھی تفریق وغیرہ کے قبل نہیں ہو سکتا اور وہ بھی صرف خلوت سے نہیں بلکہ بشرط دخول ہے اور عورت پر حد

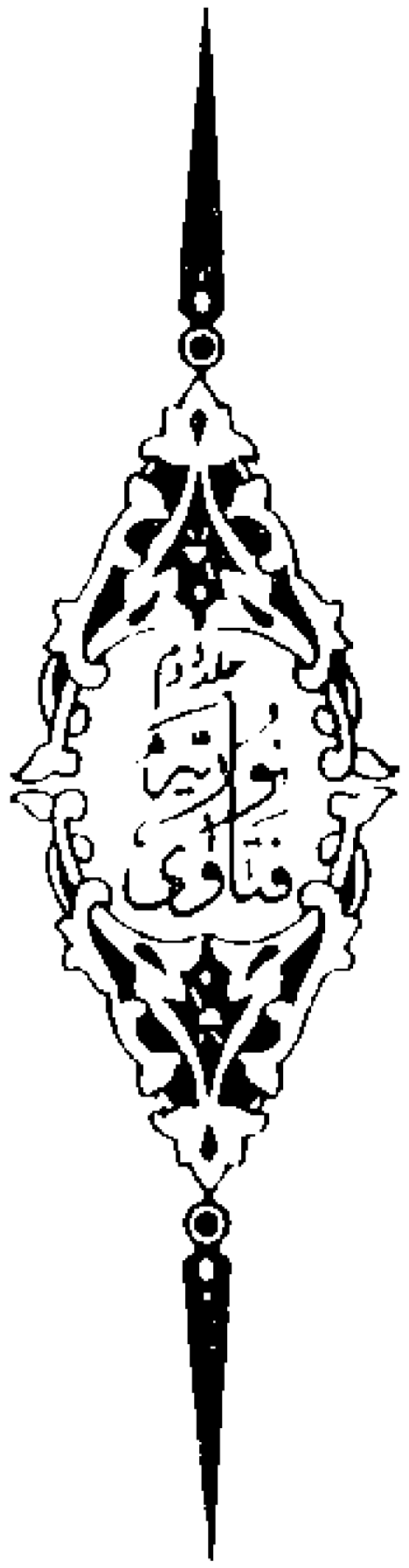
۱۵ کما فی عامة المعتبرات مرتفع القدر ج ۳ ص ۲۴۵ کی عبارت پر اکتفاء کیا جاتا ہے و دفع هذه الشبهة بالتفریق او بالافتراق اذ لا يتحقق الطلاق في النكاح الفاسد فلا یرفع الاجماع لنا الا في

۱۶ ہدایہ ج ۲ ص ۴۵، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۰، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۷، فتح القدر ج ۳ ص ۲۴۵ و ج ۲ ص ۱۵۵، عنایہ ج ۳ ص ۲۴۵، و ج ۲ ص ۱۵۵، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۶ میں ہے والعدة في النكاح الفاسد حقیب التفریق نیز فتاویٰ قاضی خان ص ۲۶۳، خلاصة الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے والنظم من الهندية كان عليها الاعتداد من وقت التفریق وكذا لو كانت الفرقة بغیر قضاء كذا في الظهيرية، تنوير الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۴۱، ۸۴۲، فتح القدر ص ۱۵۵ و عنایہ ج ۲ ص ۱۵۵ میں ہے والنظم من الدر ومثله ومبدأها في النكاح الفاسد بعد التفریق (الی ان قال) او المتاركة ای اظهار العزم من الزوج على ترك وطئها بان يقول بلسانه تركتك الخ ۱۲

۱۷ فتاویٰ قاضی خان ص ۲۶۳، فتح القدر، عنایہ ج ۳ ص ۲۴۵، شامی ج ۲ ص ۸۳۵، نیز تنوير الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۸۳، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے والنظم من التنوير مع الدر ونجب العدة بعد الوطئ لا الخلوة الخ ۱۲

۱۸ بسوط ج ۶ ص ۵۸، ۵۹، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۷، ہدایہ، فتح القدر، عنایہ ج ۲ ص ۱۹۴، قاضی خان ص ۲۶۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۲، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱، بدائع صنائع ج ۳ ص ۲۰۹، تنوير الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۵۰ میں ہے والنظم لقاضی خان والمعتدة عن النكاح الفاسد تخرج ولاحداد علیها ۱۲

۱۹ الفرقة زوال النكاح او شبهة، شامی ج ۲ ص ۵۲۸ ۱۲



اور بیت فرقت میں رہنا لازم نہیں اور نہ ہی مرد پر نان و نفقہ و سکنی و کسوت رہا عیارت
مذکورہ فی الاستغناء استدلال تو وہ بھی خالی از اختلاف نہیں کہ اس کا تعلق دررالحد کے ساتھ ہے جس
لئے نکاح کا وجود کیا شبہ بھی ضروری نہیں جیسے استیجار علی الزنا وغیرہ بکثرت ایسی صورتیں ہیں کہ جن
میں نکاح یا شبہ نکاح کا قطعاً نام و نشان تک نہیں اور حد بھی لازم نہیں تو اصطلاحاً ان میں مجامعت پر
لفظ زنا کا اطلاق نہ ہوگا، ہندیہ ج ۲ ص ۲۲۷ میں ہے الطحاوی الموجب للحد هو الزنا کذا فی الکافی
حالانکہ معنوی طور پر زنا ہی ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ حکم ان النکاح لا یرتفع بوجه بقاء
العدة وغیرہا ہو کہ آثار نکاح ہیں جیسے معتدہ طلاق بائن کی وطی مستلزم حد نہیں

۱۵ ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۸، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۳، ج ۳ ص ۱۴۶، درالمختار، شامی ج ۲ ص ۸۵۶، ۲۶
ص ۸۵، بدائع صنائع ج ۳ ص ۲۰۷، قاضی خان ص ۲۶۶، غلامتہ الفتاویٰ ص ۱۱۸ میں ہے و
النظم من البدائع واما المعتدة فی النکاح الفاسد فلها ان تخرج لان احکام
العدة مرتبة علی احکام النکاح بل هی حکام النکاح السابق فی الحقيقة بقیت
بعد الطلاق والوفاة والنکاح الفاسد لا یفید المنع من الخروج
فکذا العدة ۳ من غفرله

۱۶ فتاویٰ قاضی خان ص ۲۰۱، بدائع صنائع ج ۳ ص ۲۱۱، شامی ج ۲ ص ۹۲۱ میں ہے والنظم
للسامی تحت قول المثنی و لمطلقة الرجعی والبائن والفرقة بلا معصية كخيار
عتق النفقة والسكنى والكسوة وقييد بالرجعی والبائن احترازاً عما لو اعتق
ام ولده فلا نفقة لهما فی العدة كما فی کافی الحاكم وعما لو كان النکاح فاسداً
(الی ان قال) وفي المجتبى ونفقة العدة كنفقة النکاح ۳ من غفرله

۱۷ بالتفصيل بین مبانة الثلاث والخلم بین مبانة الاذف
من الثلاث كما فی حدود هامة الكتب ۱۲

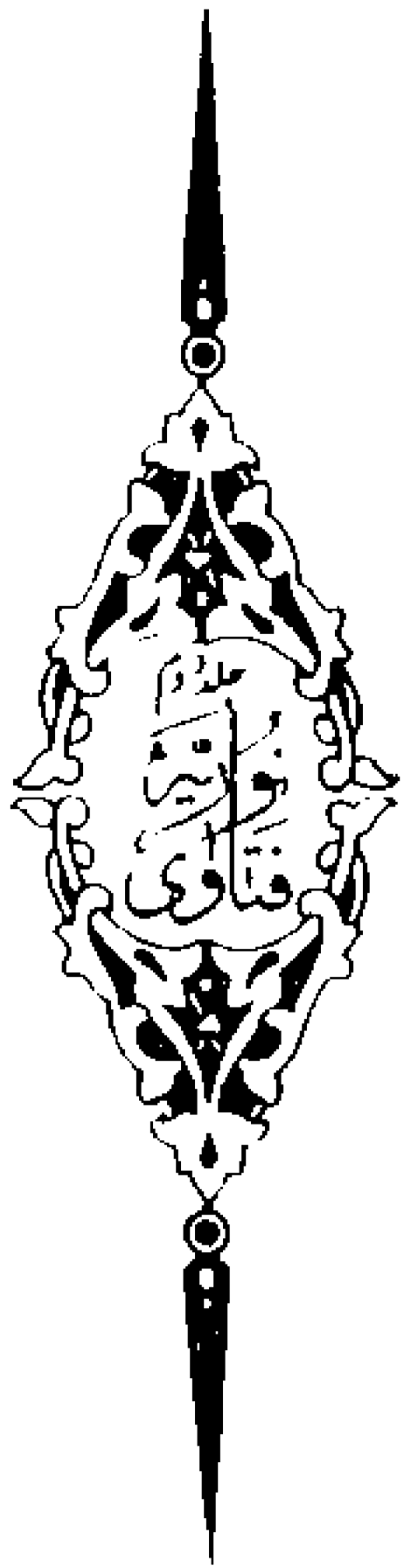
منه غفرله

اور فساد یعنی بطلان بھی شائع ذائع ہے تو حاصل یہ ہو کہ حکم نکاح انعدام حد الواطی بوجہ بقائے عدت مرتفع نہیں ہوتا اور نفس نکاح باطل ہو جاتا ہے یا لا یرتفع کا یہ معنی ہو کہ لا یرتفع عند جمیع الامتہ

۱۱۱۱۔ کما فی فساد الوضوء والصلوة بل وفی النکاح ایضاً یرد بمعنی البطلان کما لا یخفی علی من طالع کتب المذهب ففی احکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۲ للامام ابی بکر الجصاص المتوفی سن۳۸۰ فی بیان المناظرۃ فی ثبوت المصاهرة بالزناہام الزوجیة وغیرہا ان احدا لا یمتنع من اطلاق القول بفساد صلوتہ اذا فیہا ما یوجب بطلانہا کما لا یمتنع من اطلاق القول بفساد النکاح اذا وجد فیہ ما یبطلہ فان کان الذی اوجب لفرق بینہما انہ لا یطلق اسم الفساد علی الصلوة مع بطلانہا مع اطلاق الناس کلمہ ذلک فیہا فانہ لا یعوز خصمہ ان یقول مثل ذلک فی النکاح انی لا اقول ان نکاحہ یفسد والنکاح لا یتکون فاسدا فانما فعلہ وهو الزناہ القاسد فاما النکاح فلم یفسد ولكن المرأة بان ت منه وخرجت من حبلہ فہما سوار من هذا الوجه ۱۲ منہ غفرلہ

۱۱۱۲۔ اقول هذا هو المقصد وصرح بہ فی تعلیل عدم حد الواطی بعد حرمة المصاهرة فی مبسوط ج ۹ ص ۸۸، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲، در المختار والشامی ج ۳ ص ۲۰۹ والنظم من المبسوط قال واذا حرمت المرأة علی زوجها بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ مع امہا ثم جامعہا وهو یعلم انہا علیہ حرام ففی القیاس انہ یلزمہ الحد لان ارتفاع النکاح بہذہ الاسباب ابلغ منہ بالخلع لا ترى انہا صارت محرمۃ علی لتابید ولكنہ استحسن قدر عنہ الحد لان العلماء یختلفون فی عدتہا ومنہم من یقول یتوقف زوال الملك بالردة علی نقضاء العدة وكذلك یختلفون فی ثبوت حرمة المصاهرة بالوطی الحرام بل الشامی قال لختلاف المتألفی رحمہ اللہ تعالیٰ احر وقد صرحوا بعدم الحد فی وطی المبانة بالکنايات ولو بنیۃ الثلاث للاختلاف کما فی الہدایۃ والعناية ج ۵ ص ۳۵ وفتح القدیر ج ۵ ص ۳۴ والبحر الرائق ج ۵ ص ۱۱ والدر المختار ورد المحتاج ج ۳ ص ۲۰۸ ۱۲ منہ غفرلہ

۱۱۱۳۔ بطور ۹ ص ۸۸ میں ہے وبسبب العدة لم علیہا ملک الید وقد بینا ان ملک الید معتبر فی الاشتباه بدائع ص ۲ ج ۲ ص ۲۶۸ میں ہے ان بعض احکام النکاح حالۃ العدة قائم فكان النکاح قائما من وجہ الثبت من وجہ کالتابیت من کل وجہ۔ ہدایۃ، عنایۃ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۲ ان نکاح الاولی قائم لبقا بعض حکمہ اور ایسے ہی اور بہت سی کتابوں میں بھی ہے ۱۲ منہ غفرلہ



فی جمیع الصور کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک زنا وغیرہ حرام کاری سے مصاہرت
ثابت ہی نہیں ہوتی اور ایسے ہی رضاع قبیل سے بھی حرمت نہیں مانتے تو ان کے نزدیک
بعض مواد میں نکاح باقی رہ گیا اور بعض ائمہ کے نزدیک نکاح کا ہونا درالحمد کیلئے کافی ہے اور
قبل التفریق کی قید اس لئے کہ تفریق قاضی اختلاف اٹھا دیتی ہے کہ ماحر حواہ فی حکم القاضی
فی المجتہد فیہ، میرے خیال میں بعض متاخرین حضرات کو اسی قبل التفریق سے زیادہ دھوکا لگا کہ

۱۳۱۳ شامی ج ۱ ص ۱۳ میں ہے قلت فحیث علمت وجوب اتباع الراجح من الاقوال وحال
المرجع له تعلم انه لا ثقة بما یفتی به اکثر اهل زماننا بجمع ومراجعة کتاب من الکتب المتأخرة
خصوصا غیر المحررة کشرح النفاية للمقستانی والمدرا المختار والاشباه والنظائر ونحوها فانها الشدة
الاختصار والایجاز کانت تلحق بالانقاز مع ما اشغلت علیه من السقط فی النقل فی مواضع كثيرة
وقرئیم ما هو خلاف الراجح بل ترجیح ما هو مذهب الغير مما لم یقل به احد من اهل المذهب
در المختار نے سدا حصان میں دلی بنکاح فاسد و ملک فاسد کو برابر فرمایا، اس پر شامی فرماتے ہیں کذا فی شرح الوهبانية
عن المنتف وتبعها المصنف فی المنع وهو خلاف نص للمذهب ففی کافی الحاكم رجل اشترى جاریة
شراء فاسد ا فوطها ثم قذفه انسان قال علی قاذف الحد الخ شامی ج ۲ ص ۸۴۱ میں قول در وقیدہ
فی البحر بمشاکونہ بعد العدة لعدم الحد بوطی المعتدة کے تحت ہے قدرہ الساعی بان هذا
البحث وان تابعه علیه غیر واحد فیہ غفلة عن فهم تعلیل المسئلة الخ نیز امرأة الفار کے ایک مسئلہ میں
در المختار میں قوت فرمایا، شامی میں ہے صوابہ لم ترتب نیز اسی صفحہ میں ہے وللرحمق هنا کلام مصادم للنقول
فہو غیر مقبول اور اس کی نظائر بے شمار ہیں، شامی علیہ الرحمۃ ثلاثین ج ۱ ص ۱۳ میں فرماتے ہیں
وقد يتفق نقل قول ف نحو عشرين کتابا من کتب المتأخرين
ویکون القول خطأ أخطأ به اول واضع له فیاقی من بعده ویقلده من و
هكذا ينقل بعضهم عن بعض كما وقع ذلك فی بعض مسائل ما یصح تعلیقه
وما لا یصح هما ننبه علی ذلك العلامة ابن نجيم فی البحر

منہ مخضر لہ

الرائق الخ ۱۲

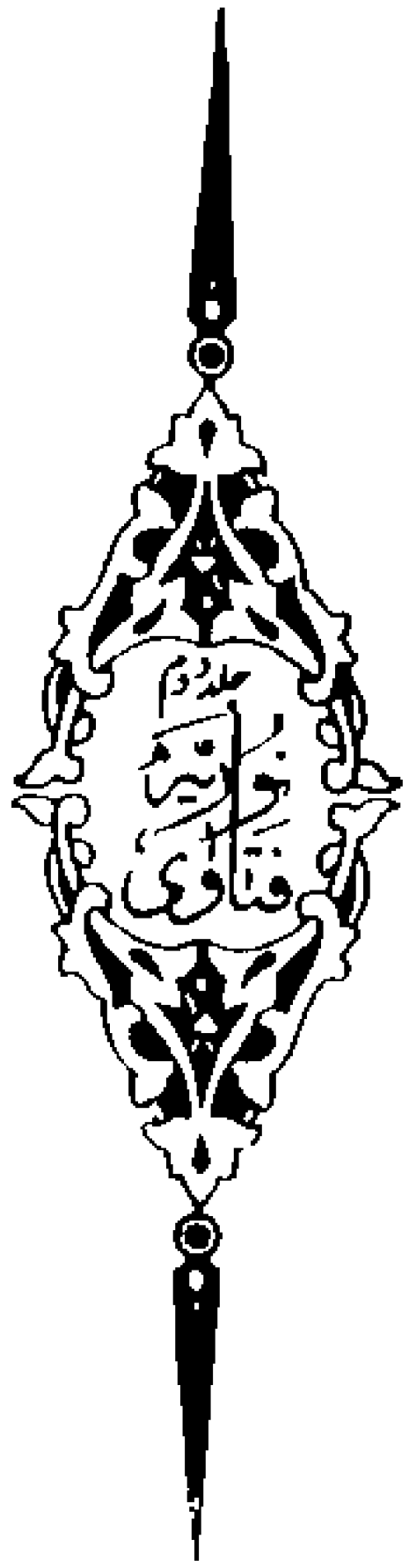
لہ ج ۳ ص ۲۳۲

نکاح فاسد میں بھی تفریق قاضی ہوتی ہے پھر بیل یفسد کو جس سے اصل شہہ پیدا ہوا تھا نکاح فاسد اصطلاحی پر محمول کر کے وان مضی علیہ السنون وغیرہ احکام نکاح فاسد چسپاں کر دئے یا اس نکاح سے مراد ہی نکاح فاسد ہو تو مطلب یہ بنا کہ نکاح فاسد حرمت طارئة سے مرتفع نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہی رہتا ہے کما فی طہارة المعذور مع الناقض الطاری فی الوقت اور اس میں بھی مد نہیں ان توجہیوں سے تضاد اقوال اٹھ گیا، والفقان القیام عبارات ثابت ہو گیا اور یہی بہتر ہے، عبارات امہ و مشائخ میں اس کی نظائر بکثرت ہیں کہ تقییدات سے تطابق پیدا کیا جاتا ہے بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ اطلاقاً فقہاء غالباً ایسی قیدوں سے مقید ہوتے ہیں جنہیں فہم مستقیم واسے پہچانتے ہیں وان اطلاق سے ان کا ایک خاص مقصد بھی ہوتا ہے اور اگر کسی صاحب کو اصرار ہی ہو کہ

لے موطع ۹ ص ۸۸ میں ہے قال الرجل طلق امرأته ثلاثاً وخالعها ثم وقع عليها في عدتها فان قال ظننت اني حمل لي فلا حد علي وان قال علمت انها على حرام فليأخذ وفي الاصل او طلقها واحدة بائنة والمراد الخلع فانما ما يكون بلفظ البينونة قد ذكر بعد هذا انه لا حد عليه على كل حال اور اس کے بے شمار نظائر خادم کتب پر معنی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

۱۳ شاہین ج ۱ ص ۲۳۵، بحر الرائق ج ۱ ص ۴۴ میں ہے ان اطلاقا الفقہاء فی الغالب مقیدہ بقیود یعرفها صاحب الفہم المستقیم الممارس للاصول والفروع و انما یسکتون عنها اعتماداً علی صحة فہم الطالب ۱۲

۱۴ شامی، رد المحتار ص ۲۲۰ بدلول میں فرماتے ہیں قال الرجسقی واطلق اعتماداً علی ما تقدم ویأتی کما هو عادہ تہر فی الاطلاق اعتماداً علی التقیید فی محلہ قال فی البحر و قصد ہر بیدلک التلاید علی علم ہر الا من زاحمہم علیہ بالکرب و لیعلم انہ لا یحصل الا بکثرة المراجعة و تتبع عباراتہم والخذ عن الاشیاء الخ ۱۲ منہ غفرلہ
۱۵ شامی ج ۲ ص ۳۹۰ میں فرماتے ہیں وان کان فاسداً یسمى نکاحاً حکماً شامی عباراتہم ۱۲ منہ غفرلہ



یہ عبارت اپنے اطلاق پر ہی ہے تو معروض کہ چونکہ یہ عبارت مبسوط کی ہے جسے اصل کہا جاتا ہے طویل
اول تصانیف ظاہر الروایہ ہے اور ثانی تصنیفات جامع کبیر میں متعدد جزئیات صریحہ و قریحہ بنیزنت
بہ حرمت مصاہرت و رضاع موجود ہیں اور جامع صغیر ثانی تصانیف میں بھی ہیں حالانکہ ماخوذ و ممول بہ
قول آخر ہی ہوتا ہے کہ سابق و متأخر میں تعارض نہیں ہو سکتا تو وہی مذہب بنا اور پہلا مرجع عندہ قرار پایا لہذا
مبسوط مخری میں حرمت مصاہرت میں صاف صاف فرمادیا لان ارتفاع النکاح بهذه الاسباب

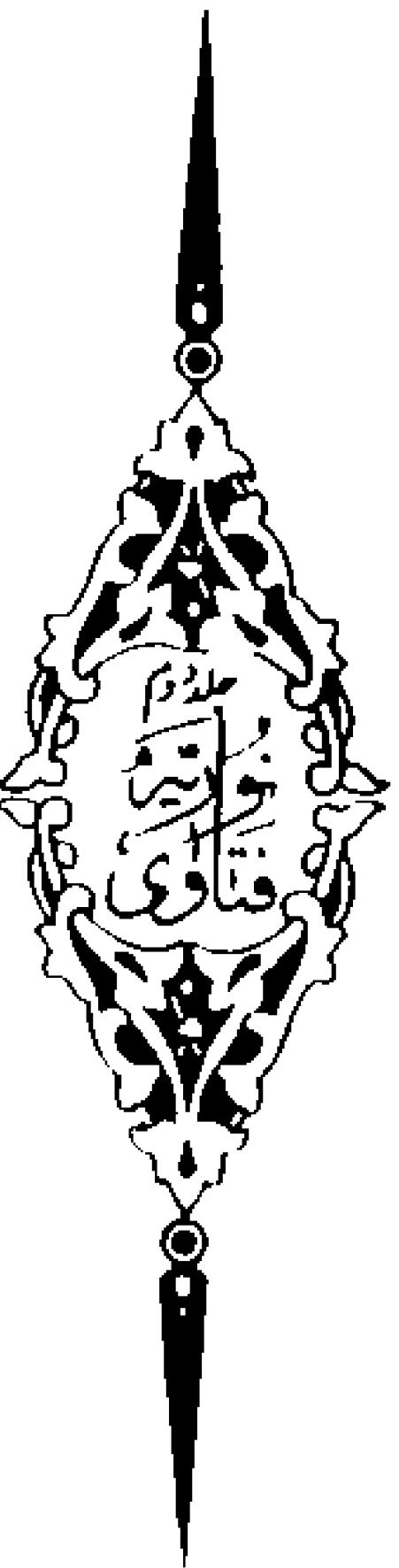
۱۰ جامع کبیر ص ۱۰۰ باب من الفرقة فی المرض میں ہے اوقلت ابن زوجها او دعتہ او اباه الی مجامعتها
ف فعل ص ۱۰۰ میں ہے اوقلت ابن الزوج بشهوة نیز باب من الوكالة والتقص من الوكالة ص ۹۹ میں ہے
او زوجا ختها فقد انتقض نکاح الاولی اور اسی طرح دو اور سکوں میں بھی فرمایا نیز ص ۱۰۱ میں ہے ثم زوجہ
الاخرا ختها انتقض نکاح فی الاولی، نیز ص ۱۹۳ میں ہے وکل بیونہ جارت من قبل المرأة بمعصية
فلا نفقة لها نیز اس کے تحت فرماتے ہیں امرأة ارتدت ثم سلمت ولم تسلم فلا نفقة لها وكذلك اوقلت ابن الزوج
۱۱ جامع صغیر طبع موی ص ۴۰ رجل تزوج صغیرة وکبیرة فارضعت الکبیرة الصغیرة ولم یدخل بالکبیرة
وقد علمت الکبیرة ان الصغیرة امرأتہ فعليه للصغیرة نصف المهر ولا یرجع به علی الکبیرة الا
ان تكون تعمدت الفساد ولا شیئ للکبیرة فی الرجوعین ۱۲ مد غفرہ

۱۳ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۸، شامی ج ۱ ص ۶۵، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹ میں ہے والنظم للشامی وفي باب لعیدین
من البحر والنهران الجامع الصغیر صنف محمد بعد الاصل فمافیہ هو المعول علی
ثم قال فی المهر سمل الاصل اصلا لانه صنف اولاً ثم الجامع الصغیر ثم الکبیر ثم الزيادات کذا
فی غایة البیان انتہی اقول ولذا بعینه اقول مافی الجامع الکبیر هو المعول علیہ ایضاً بالنسبة
الی الاصل ۱۲ ابو الخیر ^{نعم} عفرہ

۱۴ شامی ج ۱ ص ۶۲ میں ہے واعلم ان من کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشہید و
هو کتاب معتمد فی نقل المذهب شرح جماعۃ من المشائخ منهم الامام
شمس الائمة السرخسی وهو المشہور بمبسوط السرخسی قال العلامة الطرسوسی
مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفه ولا یرکن الالیہ ولا یفتی ولا یعول الاعلیٰ کذا فی ثلاثین
للشامی علیہ الرحمۃ ج ۲ ص ۲۰ وفيه زیادة من النظم ۱۲ مد غفرہ

ابن مہد بالخلع ج ۹ ص ۸۸ بلکہ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ اصل سے ہی امام محمد علیہ الرحمۃ کی نص مل گئی ہے
جامع الفصولین ج ۲ ص ۱۴۲ ابرمز اصل ہندیہ ج ۲ ص ۱۰۶ محیط سے شامی ج ۲ ص ۱۸۷
میں ذخیرہ سے الفاظ متقاربہ ہے والنظر من الہندیۃ اذا جامعہا ابن المایض
مکرہتہ لم ترت قال فی الاصل الا ان یکون الاب امر الابن بذلك فینقل
فعل الابن الی الاب فی حق الفرقة کانه باشر بنفسه فیصیر فاراً تو
صاف صاف حکم فرقتہ ہے اور ایسے ہی فار ہونے کا حکم بھی لگا دیا حالانکہ فار فرقت و ہینوت
میں ہی بنتا ہے حتیٰ کہ طلاق رجعی سے فار نہیں بنتا کما هو مقرر اور اس جزئیہ رسوال
میں جو اصل سے منقول ہوا حتیٰ غائبہ سے نفی مد کا صاف صاف ذکر ہے جو قرینہ اختصاف
حکم عدم ارتفاع بغی الحد ہے تحقیق مسائل و تنقیح حق کے لئے یہ ضروری ہے کہ صرف
ظاہری اطلاق پر نظر نہ رہے بلکہ تفسیر خفی کا بھی لحاظ رکھا جائے اور وجہ الحکم پر نظر رکھی
جائے ورنہ اشتباہ و حیرت کا ہونا لازمی ہے، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۷ میں ہے ان
فہم المسائل علی وجہ التحقيق یحتاج الی معرفۃ اصلین احدهما
ان اطلاقاۃ الفقہاء فی الغالب مقیدۃ بقیود یعرفہا صاحب الفہم
المستقیم الممارس للاصول والفروع وانما یسکتون عنہا اعتماد علی
صحۃ فہم الطالب والثانی ان ہذہ المسائل اجتنادیۃ معقولۃ المعنی لا
یعرف الحکم فیہا علی الوجه التام الا بمعرفۃ وجہ الحکم الذی بنی علیہ وتفرع
عندہ والا فتشتب المسائل علی الطالب ویمارذہنہ فیہا لعدم معرفۃ
الوجہ والمبنی ومن اہمل ما ذکرناہ حارفی الخطأ والغلط۔

بیان سابق پر ادنیٰ غور صاف صاف بتا دیتا ہے کہ یہی صورت یہاں پیش آئی
کہ ان النکاح لا یرتفع الی اخوہ میں ظاہری اطلاق پر نظر ہی اور بنائے حکم کا خیال بھی
نہ کیا گیا تو حیرت و خطا و غلطی سے واسطہ پڑ گیا۔

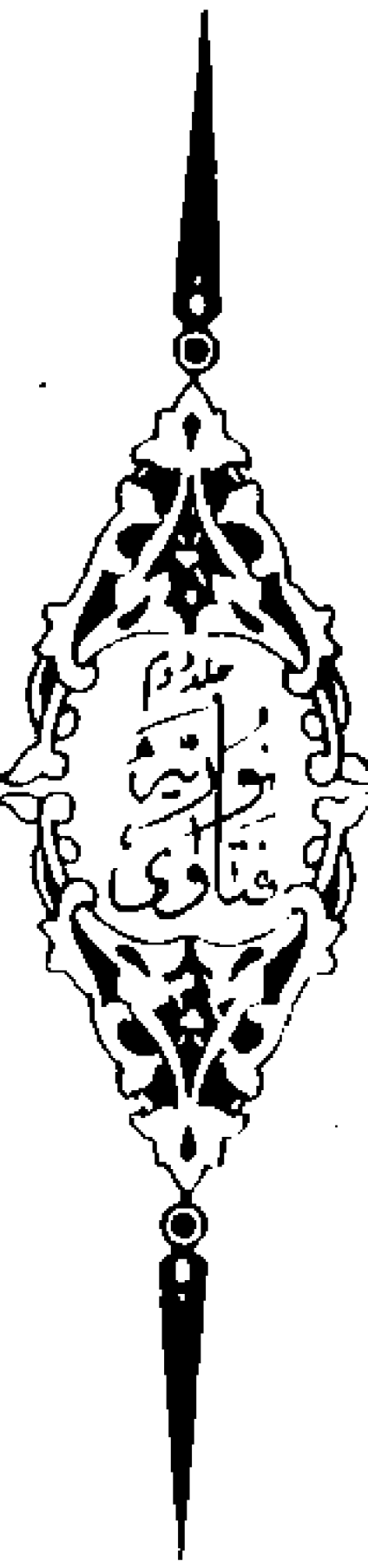


بہر حال حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے ارشادات عالیہ سے ہی ثابت ہو گیا کہ
بینونت ہو گئی، پھر صد ہا ضوابط و اصول و فروع جن کی جانب اجمالی اشارے ہو چکے
نہایت پر زور منادی کر رہے ہیں کہ مذہب یہی ہے کہ نکاح بالکل باقی نہ رہا تو وہ
استدلال بھی بسیار منشور ہو گیا تو اس کو کالعدم تصور کیا جائے نہ یہ کہ اس کی وجہ
سے صد ہا نصوص اصول و ضوابط و جزئیات مذہبیہ صریحہ کو پامال کر دیا جائے۔

لہذا الحمد کہ بتوفیقہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح و ہدیا ہو گیا
کہ صورت مذکورہ کی دونوں شقوں میں نکاح اصلاً باقی نہ رہا، زائل و باطل و منسوخ
ہو گیا اور عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی اور یہ نہیں کہ بصورت فاسد باقی
رہ گیا کہ صحیح تو اٹھ گیا اور فاسد ٹھہرای نہیں اور نہ ہی نئے سرے سے منعقد
کیا گیا تو رہا کیا؟

رہا یہ شبہ کہ اگر حرمت سابقہ ہو اور قصد انکاح کیا جائے تو بصورت
فاسد منعقد ہو جاتا ہے لہذا حرمت طارۃ میں بھی بصورت فاسد باقی رہ جانا
چاہئے تو یہ محض دھوکا ہے، اگر یہ قیاس صحیح ہوتا تو جن جن چیزوں کے ہوتے
ہوئے نکاح صحیح منعقد ہو جایا کرتا ہے، ان کے طاری ہونے کی صورت میں
صحیح ہی رہتا حالانکہ کئی ایسی چیزیں ہیں کہ طاری ہو جائیں تو صحیح کیا فاسد کی شکل میں
بھی نہیں رہتے دیتیں جیسے طلاق بائن و خلع وغیرہ کے بعد مطلقہ و مملوۃ سے
نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر نکاح صحیح پر طلاق بائن یا خلع طاری ہو جائے تو بالکل
زائل ہو جاتا ہے۔

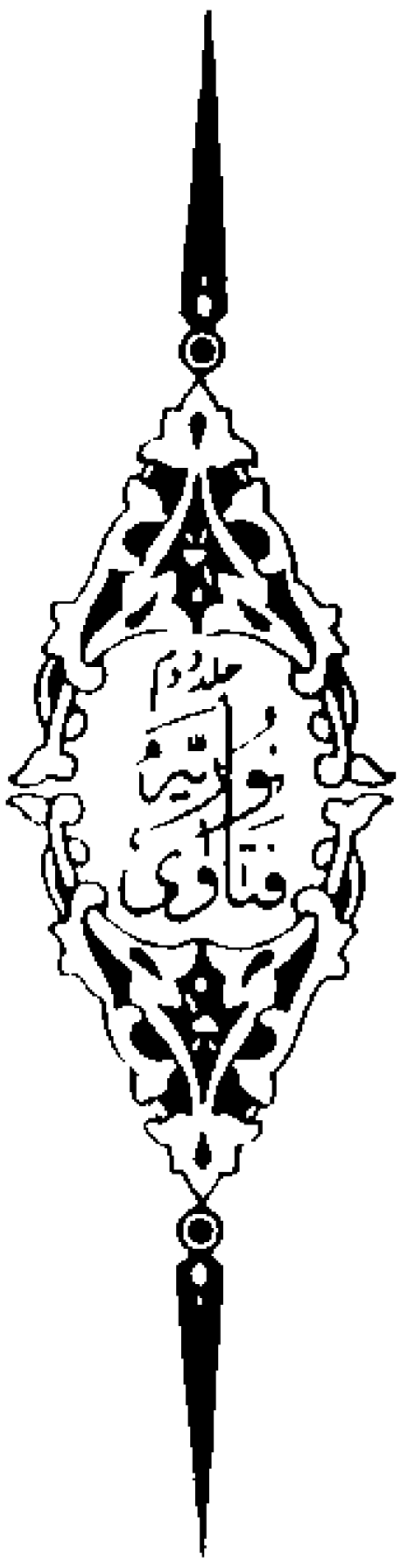
صورت مسئلہ عنہا کی دونوں شقوں کے صریح جزئیے بھی بکثرت کتب
فقہیہ میں موجود ہیں بطور مثال صرف ایک پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ بدائع صنائع
ج ۲ ص ۳۴۰ وجوہ ما یرفع حکم النکاح کے بیان میں ہے ومنها الرضاع
الطارئ علی النکاح کمن تزوج صغیرۃ فارضعتھا امہ یا منت منہ لانہا
صارت اختالہ من جہت الرضاع نیز اسی میں ہے ومنها المصاہرة الطارئة



بان وطئ امرأتہ او ابنتہا والفرقة بها فرقة بغیر طلاق لانہا حرمة مؤبدہ کحرمة الرضاع والفرق فی هذه الوجوه کما باسنة نیز اسی کے ج ۲ ص ۲۹۵ میں ہے ان الفرقة بغیر طلاق تكون فسخا للعقد نیز اسی میں ہے ان فسخ العقد رفعه من الاصل وجعله كان لم یکن اور اس وضاحت حق کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان اکابر حضرات (جو بقا نکاح مع الفساد کا حکم دے کر نکاح فاسد کے احکام ضرورت تفریق و متارکہ وغیرہ ثابت کرتے ہیں) سے سو و نسیان ہو گیا ہے اور انسان پر سو و نسیان کا طاری ہو جانا کوئی نئی چیز نہیں، پھر یہ سو و ر سو بھی ہو گیا کہ مطلقاً تفریق و متارکہ ضروری قرار دیتے ہوئے متارکہ و فسخ کو مختص بہ زوج اور وہ بھی مقید بہ قول کہ دیا حالانکہ اگر بالفرض نکاح فاسد بن کر باقی رہ بھی جاتا جب بھی حق جواب ہر گز ہر گز یہ نہ ہوتا بلکہ یوں ہونا تھا کہ اگر دخول حقیقی فساد نکاح سے قبل اور بعد مطلقاً نہیں پایا گیا تو صرف متارکہ ہی کافی ہے گو بہ نیت عدم عود تفریق ابدان

۱۔ قاضی خان ص ۲۶۳، بدائع ج ۳ ص ۱۹۲، کنز دبحر ج ۳ ص ۱۷۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴، تنویر، درء شامی ج ۲ ص ۴۸۳ میں ہے والنظم من الدر مع المتن ونجيب لعدة بعد الطی لا الخلوة للطلاق لا للسوت من وقت التفريق او متاركة الزوج الخ وكذا في الكتب المعتمدة الاخر ۱۲ منہ

۲۔ ہدایہ، حایہ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۵۵، کنز الدقائق، بحار الرائق ج ۴ ص ۱۴۶، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۷، تنویر، درء شامی ج ۲ ص ۸۴۱، ۸۴۲ و ج ۲ ص ۵۶۹ میں ہے والنظم من التنویر مع الدر مبدأها فی النکاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما (الی ان قال) او المتاركة ای اظهار العزم من الزوج علی ترك وطئها (الی ان قال) لو مدخولة والا فیکفی تفرق الابدان فتح القدیر ج ۳ ص ۲۴۵ میں ہے ولا تتحقق المتاركة الا بالقول (الی ان قال) قال الشيخ (الهام) فخرالدین قاضیخان هذا فی المدخول بها اما فی غيرها فیتفرق الابدان بان لا يعود علیها۔ بحار الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ میں ہے او المتاركة بالقول فی المدخولة و فی غيرها ینکفی بتفرق الابدان ۱۲

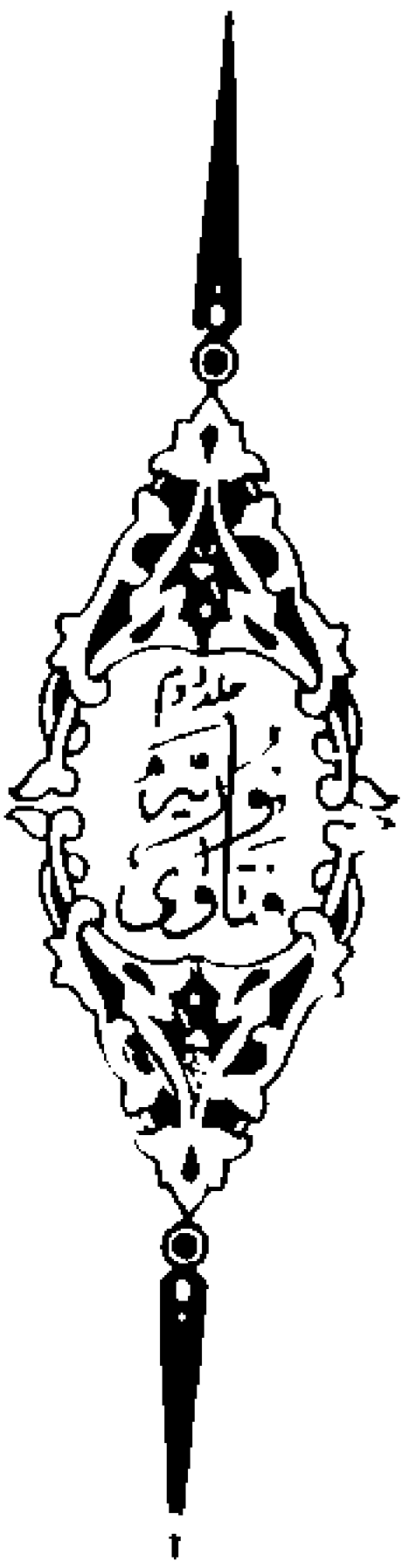


سے ہی ہوا اور عدت ہرگز ہرگز نہیں کما مر اور فساد نکاح سے پہلے ہی دخول ہوا تھا بعد میں نہ ہوا تو چونکہ فاسد من حیث ہو فاسد میں دخول نہ پایا گیا لہذا اس صورت میں بھی ہی تفرق ابدان ہی کافی ہے کہ نکاح فاسد کا قبل از دخول کوئی حکم ہی نہیں اور نکاح صحیح میں دخول حکماً بھی دخول فی الفاسد نہیں بنتا اگرچہ العقد فاسد استقللاً لا ہو البتہ نکاح اول کے دخول بلکہ خلوت کی بھی عدت من حیث ہی حکم الاول لازم ہوگی اور اگر فاسد ہونے کے بعد دخول ہوا تو متاثر کہ بالقول ضروری ہے اور سب صورتوں میں عورت بھی حق متاثر رکھتی ہے کہ نکاح فاسد واجب

لہ غانیہ ص ۱۶۰، ہندیہ ج ۲ ص ۳۵، ۳۶، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۱، بدائع صنایع ص ۳۳۵ میں ہے
والنظم من البدائع وما النکاح الفاسد فلا حکم له قبل الدخول وكذا في الكتب
الآخر ۱۲ من غفر له

لہ فتح القدیر ج ۴ ص ۱۵۸، قاضی خان ص ۱۶۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۹، شامی ص ۸۴۳ میں ہے والنظم
من الفتن ولو كان على القلب بان تزوجها صحيحاً ولا ثم طلقها بعد الدخول ثم
تزوجها في العدة فاسداً لا يجب عليه مهر ولا عليها استقبال العدة ويجب
عليها تمام العدة الاولى بالاتفاق والفرق لهما انه لا يتمكن من الوطئ في
الفاسد فلا يجعل واطناً حكماً لعدم الامكان حقيقة ولهذا لا يجعل
واطناً بالخلوة في الفاسد حتى لا يجب عليها العدة بها ولا عليها المهر ۱۲
لہ فتح القدیر ج ۳ ص ۲۴۵، ج ۲ ص ۱۵۵، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰، شامی ودر ج ۲ ص ۵۶۹ و شامی
ج ۲ ص ۵۶، وغیرہ میں ہے والنظم من الفتن العا بع وفي الخلاصة والنصاب المتاركة
في النکاح الفاسد بعد الدخول لا تكون الا بالقول الخ ۱۲ من غفر له

للعہ تنویر، درہش ج ۲ ص ۴۸۳، شامی ج ۲ ص ۸۴۲، خلاصہ ج ۲ ص ۴۱، ہندیہ ج ۲ ص ۳۵، فتح افق
ج ۳ ص ۲۴۵، غانیہ ج ۳ ص ۲۴۵، بحر من الذخیرہ ج ۳ ص ۱۷۲ والنظم من التنویر مع الدر
فاتہ اتم واتقن و یثبت لكل واحد منهما فسق ولو بغیر محض من
صاحب دخل بها اولاً فی الاصح خیر وجا عن المعصیۃ فلا ینافی
وجوب ۱۲ من غفر له



الرفخ اور مرد کی طرح عورت بھی مکلفہ ہے، اس پر بھی گناہ سے فرار لازم ہے۔ ہاں بعض حضرات لفظ متارکہ میں مناقشہ کرتے ہیں کہ مختص بفسخ مرد ہے تو لفظی بحث ہے فسخ المرأة سے تعبیر کر لیا جائے تو وہ مناقشہ بھی نہیں رہا تعدد فساد کا عذر بوجہ نقصان عقل تو وہ بھی غیر مسموع کہ فقہائے کرام نے تعدد فساد بصورت ارضاع و تقبیل وغیرہ میں بھی صریح حکم بینونت ہی مقرر رکھا فضلا عن حق الفسخ اور اگر یہ عذر بالفرض مسموع بھی ہوتا تو پھر بھی مختص بمحصیۃ المرأة ہی ہوتا نہ یہ کہ مطلقاً وہ حکم جبروتی لگا دیا جائے کہ یت طلأ میں عورت حق فسخ نہیں رکھتی گو زوج یا کسی اور کے فعل مباح یا ظلم صرح سے ہی ہوا لکن ایسے مسائل میں المرأة کا لقاضی مامورۃ باتباع الظاہر فرامین فقہائے کرام سے ثابت ہے اور اگر مرد و زن متارکہ نہ کہیں تو قاضی پر تفریق لازم ہے کما لا یخفی علی من طالع الاسفار المذهبیۃ۔

بہر حال بفضلہ و کرمہ تعالیٰ حق نہایت ہی واضح ہے اور یہ بھی واضح کہ سہو خطا اگرچہ کسی نمایاں شخصیت سے سرزد ہوا قابل اقتدار نہیں اور نہ ہی قابل مواخذہ و طعن و تنبیہ والحق احق بالاحذ والافتار۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعلیٰ والہ واصحابہ اولی
الصدق والصفاء وبارک وسلم فی الأخوة والاولی۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدائسی غفرلہ

۱۴ اشہر رمضان ۱۴۲۵ھ

تنبیہ

ابتدائے عدت نکاح فاسد میں جو اختلاف ہے کہ عند الاکتمۃ الثلاثۃ من التفريق

سہ کما فی تقبیل ابن الزوج بشہوة ونحوہ ۱۲ منہ غفرلہ





او التارکہ ہے وعند زفر من آخر الوطأت ہے فتح القدير میں ہے کہ یہ قضاء ہے اور دیانۃ نہیں، ج ۳ ص ۲۴۵، ج ۴ ص ۱۵۶ میں ہے والنظر من الثالث ويجب ان يكون هذا كله في القضاء اما فيما بينهما وبين الله تعالى فاذا علمت انها حاضت بعد اخروطى ثلثا ينبغي ان يحل لها التزوج فيما بينها وبين الله تعالى على قياس ما قدمناه من نقل العتاجي اور جلد رابع میں فرماتے ہیں و مقتضى ما قدمناه في باب المهر من قول طائفة من المشائخ وهو الوجه انها لو تزوجت عالمة بانها حاضت ثلاث حيض بعد وطئ كان صحيحا فيما بينها وبين الله تعالى انما اشترط كونها بعد الترك في القضاء بحر الرائق ج ۳ ص ۲، ثالث فتح القدير نقل کرتے ہوئے فرمایا ومحلہ فیما اذا فرق بينهما اور جلد رابع ص ۱۴۶ میں اس نقل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ان وجوبها فيها انما هو في القضاء اما في الديانة لو علمت انها حاضت بعد اخروطى ثلاثا حل التزوج من غير تفريق ونحوه اور شامی علیہ الرحمۃ نے ثالث بحر الرائق کی نقل مع ومحلہ فیما اذا فرق بينهما ج ۲ ص ۴۸۳ میں برقرار رکھی اور اسی طرح عبارت رابع بھر کی ج ۲ ص ۸۴۲ میں برقرار رکھی اور بھر کی ان دونوں عبارتوں کے آخری جملوں میں تعارض ہے البتہ اگر من غیر تفريق ونحوه کو حاضنت کے متعلق کیا جائے اور محلہ فیما اذا فرق بينهما کو تزوجت عالمة کی قید بنایا جائے تو بن سکتا ہے وهذا هو الظاهر اور فتح القدير میں ابوالقاسم صفار علیہ الرحمۃ سے اختیار قول زفر علیہ الرحمۃ نقل فرمایا، دونوں جلدوں کے صفحات مزبورہ میں اور توجیہ قول زفر علیہ الرحمۃ ج ۴ ص ۱۵۵ میں تحقیقا ذکر فرمائی۔

ابوالخیر النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین انڈر مسئلہ کہ ایک شخص اپنی ساس کو بد معاشی کے ارادے سے لے کر چلا گیا اور سال بھر تک اس سے فعل حرام کا ترکب ہوا اس کے بعد وارثان عورت بد معاشہ مذکورہ کو واپس لائے تو آیا اب اس کی بیوی جو اسی ساس کی لڑکی ہے اس پر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مبینا توجروا من رب العالمین۔

سائل: مہربان از موضع سا با ضلع فنگری ۱۵/۵



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو شخص مذکور پر اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔ بدائع ج ۲ ص ۳۴۰ میں ہے ومنہا ای ما یرفع حکم النکاح المصلحة الطائفة بان ولحق ام امرأت لوانبتھا والفرقة بها فرقة بغير طلاق لانها حرمة مؤبدة كحرمة الرضاع والفرق في هذه الوجوه، بسوط ج ۲ ص ۲۰۸ میں ہے ان الحرمة بسبب المصاهرة مثل الحرمة بالرضاع والنسب وذلك كما يمنع ابتداء النکاح یمنع بقاء النکاح فکذلك هذا یمنع بقاء النکاح اور ایسے ہی کتب مذہب مہذب

حنفیہ میں متنازعہ و فتاویٰ و حواشی ملاحظہ مذکور و نصیر ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و اصحابہ و
بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۵/۵۸

الاستفتاء

بخدمت جناب مولوی محمد نور اللہ صاحبی دام اقبالہ

جناب عالی

عرض یہ ہے کہ ستمی شاہ محمد قوم رنگریز سکھ چک ۵/۴۲ آپ کی خدمت میں
ماضیہ پورہ ہے اور سائل سے زبانی بھی دریافت کر لیا ہے اور میں تحریر کرتا ہوں کہ ایک
شخص جس کا نام ستمی ظہور احمد ہے وہ اپنی غورت نکاحی ہوئی چھوڑ کر اپنی سس کے ساتھ
برا کرتا ہے، آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس کو لے کر کہیں بھاگ گیا۔ اس بات کو دس ماہ
کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب آپ کی خدمت میں عرض یہ کہ بطور شریعت کے اس کی نکاحی ہوئی
غورت کا نکاح خارج ہوا یا کہ نہیں؟ اس لئے آپ جناب مہربانی فرما کر شریعت پر
مد نظر رکھتے ہوئے فتویٰ مشکور فرمادیں، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

تحریر کنندہ محمد زبیر بقم خود ، شاہ محمد سکھ چک نمبر ۵/۴۲

محمد صدیق امام مسجد بقم خود گواہ شد نوشیر

گواہ شد عطیہ ارخان محمد قوم گنیال ، نشان انگوٹھا نمبر ۵/۴۲

نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ مسیحی ظہور احمد کی ساس اس کی بیوی کی حقیقی ماں ہے۔



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو جس دن سے پہلی مرتبہ مسیحی ظہور احمد نے اپنی ساس یعنی بیوی کی حقیقی ماں کے ساتھ بدکاری کی، اسی دن سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور وہ نکاح بالکل باطل ہو گیا، عدت پوری ہونے کے بعد حسب دستور شرع جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ مبسوط خشری ج ۲ ص ۲۰۸، بدائع صنائع ج ۲ ص ۳۲۰ میں ہے (و النظم لملك العلماء رحمة الرحمة) ومنها (رای من اسباب وقوع الفرقة) المصاهرة الطارئة بان وطئ ام امرأتہ او ابنتها والفرقة بها فرقة بغير طلاق لانها حرمة مؤبدة۔ نیز مبسوط ج ۹ ص ۸۸ میں ہے ان ارتفاع النكاح بهذه الاسباب ابلغ منه بالخلع الا ترى انها صارت محرمات على التابيد۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ سجل مجده اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

الجواب صحیح
ابوالیسر محمد اسماعیل الفردی الفافقی، ۲۳ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۹ھ

الاستفتاء

حضرت محترم علامہ زماں شیخ الحدیث والفقہ دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج عالی !

قبل ازیں چند مسائل کے استفسار پر مثل عرضیہ پیش خدمت ہوا ہوگا جس کا جواب اب تک نہیں آیا، امید کہ آپ جناب تکلیف محسوس نہیں فرمائیں گے کہ یوں اتفاق سے راہ حق متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل نصیب فرمائے۔ آمین۔ چند اور صورتیں درپیش ہیں، جواب باصواب سے نوازیں:-

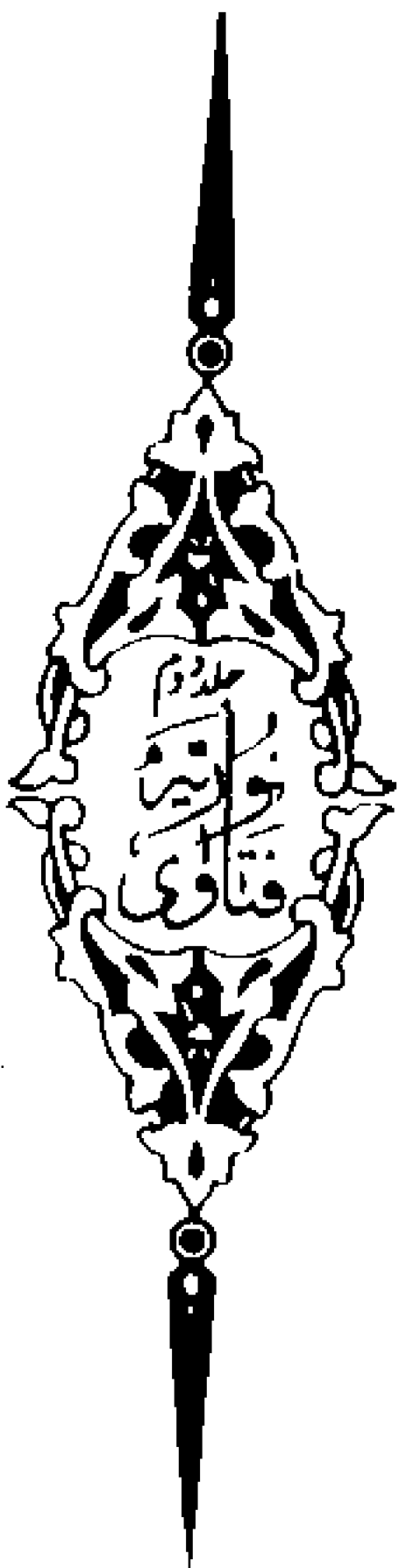
- ۱۔ اگر کوئی عورت کچھ عرصہ سے غیلا باد ہو اور عرصہ غیر آبادی اس قدر ہو کہ اس کا غیر حاملہ ہونا متیقن ہو مثلاً تین سال اور اس کو اب اسی حالت میں طلاق ہو جائے سو کیا اب بھی بوجہ احترام نکاح سابق عدت لازم ہوگی یا کہ فوری نکاح کرنا جائز ہوگا۔
- ۲۔ اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا ہو تو بقاعدہ و طی الامہات یحرم البنات (قاضی خان) اس کی بیوی تو اس پر حرام ہو جائے گی تو کیا اب وہ (بیوی) عورت دوسری جگہ پر نکاح کر دے سکتی ہے اور اب اس صورت میں مزید شوہر سے طلاق کہلوانا تو ضروری نہیں ہو گا یا ہوگا؟ اور کیا زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جائے گا جبکہ اس کے اقرار کے دو گواہ موجود ہوں۔ بیوا تو جبروا۔

السائل: قاضی غلام محمد خطیب جامع مسجد عید گاہ نیا محلہ جہلم شہر
(تقریباً ۱۵ رجب ۱۴۲۹ھ کے بعد کا لکھا ہوا ہے مگر سائل نے تاریخ نہیں لکھی)

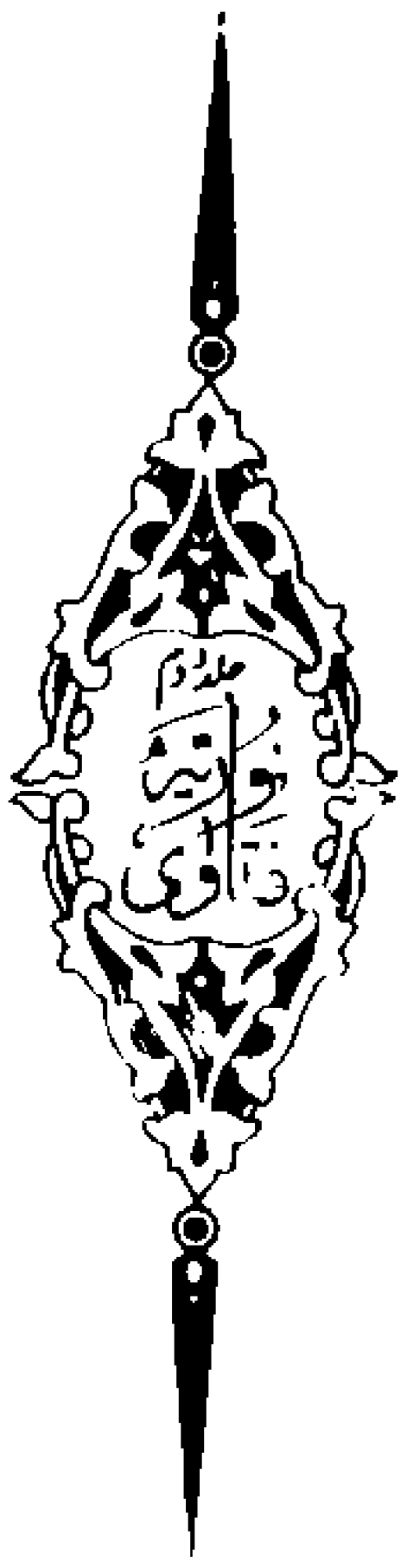


۱۔ ایسی مطلقہ جس کا نکاح دخول سے متاكد ہو چکا ہو اس پر عدت بحکم قرآن کریم لازم ہے اگرچہ طلاق سے پہلے کئی سال غیر آباد رہ چکی ہو، ارشاد ہے والمطلقات يتربصن الآية، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۳۴۱ میں ہے ہی انتظار مدۃ معلومة يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة او شبهة المتأكد بالدخول او الموت الخ وكذا في سائر أسفار المذهب المذهب وهذا مما لا يخبر عليه۔

۲۔ اگر قبل از نکاح زنا کیا ہو تو نکاح منعقد ہی نہیں اور بعد از نکاح واقع ہو تو فاسد یعنی باطل و زائل ہو جاتا ہے اور یہ بطلان متاكد یا قضاے قاضی پر موقوف نہیں، اگر عورت مدخول بہانہ ہو تو فوراً کسی ور سے نکاح کر سکتی ہے اور مدخول بہا ہو تو بعد از انقضاء عدت، یہ ہے ہمارا مذہب جو فقہائے متقدمین نے متفقہ طور پر بیان فرمایا اور متاخرین نے بھی۔ مبسوط امام بخاری ج ۶ ص ۱۵۶ میں ہے بعد ثبوت حرمة المحل اما بالطلقات الثلاث او بالمصاهرة يتعد رابقاء النكاح حکماً ^{اور میں ہے} وكذلك المرأة يجامعها ابو زوجها او ابنه او جامع الزوج امها او بنتها فقد وقعت الفرقة بينها بخير طلاق لان المحرمية تنافي ^{بالمصاهرة} النكاح ابتداء وبقاء كالحرمة بالرضاع والنسب وعليها الحدة ان كان دخل بها بدائع صنائع ج ۲ ص ۳۴۰ میں ہے (وجوه ما يرفع النكاح) بعد ازال فرمایا ومنها المصاهرة الطارئة



بان وطی ام اموات او بنتها والفرقة بها فرقة بغیر طلاق
لانها حرمة مؤبدۃ نیز اسی کے ص ۲۹۵ میں فرمایا ان الفرقة بغیر طلاق
تكون فسخا للعقد، نیز اسی میں ہے ان فسخ العقد رفع من
الاهل وجعلہ کان لم یکن مگر متاخرین میں سے بعض حضرات کو حضرت محمد المذنب
امام محمد علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت سے اشتباہ لگا تو حکم لگا دیا کہ نکاح مرتفع نہیں ہوتا جب
تک کہ متارکہ نہ کرے یا قاضی کی تفریق نہ ہو کما فی البحر والدر والہندیۃ
والشامیۃ اور زمانہ حال کے مفتی حضرات یہی فتوے دے رہے ہیں مگر فقیر کی نظر
قاصر میں حق وہی ہے کہ نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے اور اس اشتباہ کا رد بلیغ خود حضرت
محرر المذہب کی تصریحات جلیبہ اور مشائخ و فقہائے متقدمین کی صدہا توضیحات و نصوص
جلیبہ سے روز روشن کی طرح روشن ہے جس کی قدر سے تفصیل فقیر کے فتاویٰ نوریہ
جلد ثانی کے ص ۲۳۸ سے ۲۵۸ تک ہے اور چونکہ اس دور میں تقلید جامد عروج
پر ہے لہذا بہتر و مناسب یہ کہ متارکہ کر لیا جائے۔



۳۔ ہاں زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جاتا ہے جبکہ قاضی اسلام کے
سامنے چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرے اور غیر قاضی کے پاس قلمی سے ثابت نہیں
ہو سکتا، یہ اس زنا کے متعلق ہے جو موجب حد ہے کما فی الہندیۃ ج ۲ ص ۲۲۵،
البنت حرمت مصاہرہ اس سے ثابت ہو سکتی ہے، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۵
میں ہے لو اقرب حرمت المصاہرة یؤاخذ به ویفرق بینہما
نیز اسی میں ہے وتقبل الشہادة علی الاقرار بالمس و

۱۔ فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے کا حوالہ دیا گیا ہے بحوالہ بلا فتویٰ "حرمت المصاہرہ ترفع الناکحہ" کے نام سے
رسالہ کی صورت میں فتاویٰ نوریہ کی زیر نظر جلد ص ۵۵۱ تا ۵۷۹ شامل کر دیا گیا ہے (محبت)

التقبیل بشہوة، اور یونہی در المختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ
۱۹ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء

(خط میں لکھا)

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نے آپ کے فتوے کے خلاف فتوے
دیلتے۔ آپ کا فتوے آپ کے نام سے ظاہر نہیں کیا گیا البتہ حوالے دکھانے پر زور صرف نے
فرمایا کہ یہ فتوے غلط ہے، کیا خیال ہے کہ جناب کا فتوے جناب کے اسم گرامی سے ظاہر
کر دیا جائے، آپ کا مشورہ تو یہ تھا کہ متار کہ کرا لیا جائے مگر مصیبت یہ ہے کہ سابق شوہر اس پر
کسی صورت راضی نہیں ہے۔ اب اس کی رضامندی کے بغیر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور
عورت عرصہ تقریباً تین سال سے لٹکی ہوئی ہے۔ اگر طبیعت ٹھیک ہو تو کسی وقت مزید حوالے
اور مفصل بیان لکھ بھیجیں، ممکن ہے کہ ضرورت پڑ جائے۔ والسلام
دعا جو دھاگو : ناچیز غلام محمد خاں از جامع مسجد عید گاہ جہلم ۲۹-۱۱-۶۵

مع علائقہ طبع کی بنا پر یہ لکھا ۱۲



بسم الله الرحمن الرحيم وصلى الله تعالى على حبيب الاحب الكريم
الرحيم العليم وعلى اله وصحبه باللطف العظيم.

حضرت محترم المقام لازالت شمول فضلم بارغمة

وعليكم السلام ورحمة وبركاته : مزاج سامي ! عنایت تامہ ملا تفصیلی اطلاعات سے
سرور ہوا۔ رسالہ مکبر الصوت پوسٹ کر دیا ہے، امید کہ مل چکا ہوگا، پورا پڑھنے کے بعد
اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں، اس کے علاوہ بھی مسئلہ کے متعلق تحقیقی مضامین
فتاویٰ نوریہ میں ہیں، دل چاہتا ہے کہ مکمل چھپ جائے مگر سر دست کوئی خاص
صورت نہیں، اس سال کوئی خاص کاتب بھی نہیں کہ موثوق بہ نقل کر سکے، کیا ہی اچھا
ہو کہ رمضان المبارک کی رخصتوں میں پہلے اطلاع دے کر تشریف لائیں تو مفصل مکالمہ
ہو سکتا ہے۔



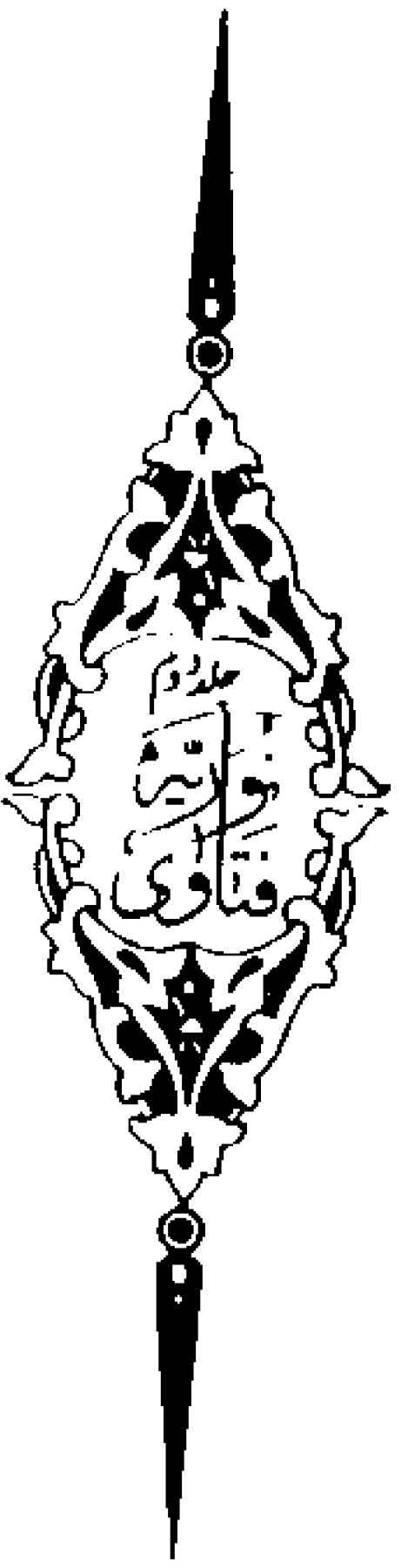
مسئلہ مصاہرۃ کے متعلق فقیر کے پاس کتب معتبرہ کی اتنی نقول و خبریات ہیں کہ
ان کا احصاء متعذر اور بالقرض جمع کئے جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے۔ بفضد و کرمہ تعالیٰ
یہ مسئلہ آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ اصل اشتباہ کا موجب حضرت محرم المذہب
امام محمد علیہ الرحمۃ کے ایک مسئلہ اصل (مبسوط) کے نہ سمجھنے بلکہ غیر محل پر حمل کرنے سے
پیدا ہوا، شامی ج ۲ ص ۳۸۹ سے ہی سنئے ذکر محمد فی نکاح الاصل
ان النکاح لا یرتفع بحرمة المصاہرة والرضا بل یفسد حتی لو

وطئها الزوج قبل التفريق لا يجب عليه الحد۔

یہ جزئیہ عدل کے متعلق ہے کہ اختلاف ائمہ کے سبب عدل لازم نہیں ہوتی جیسے طلاق کناہ میں بھی یہی صورت ہے اگرچہ اس سے طلاق بائن واقع ہو چکی ہو اور لا یرتفع کا معنی ہے لا یرتفع حکم من کل وجہ (طحطاوی علی لدر) اور یرتفع الحد بوجہ شبہ للاختلاف ہے کما فی الطحطاوی ایضا اور شامی میں ہے والوطئ فیہا لا یکون زنا لانہ مختلف فیہ اور یہ تو واضح ہی ہے کہ اصطلاح فقہاء میں زنا اس وطئ کا نام ہے جس پر مد لگتی ہے کما فی الہندیۃ وغیرہا اور یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ نکاح باقی رہتا ہے اور متارکہ ضروری، نکاح بالکل نہیں رہتا جتنے کہ غیر دخول بہا ہو تو اسی وقت اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں عبارت اصل میں مصاہرت اور رضاع کو ایک ہی حکم دیا ہے، اب کتب فقہیہ کی معتبریت سے رضاع بعد از نکاح کا حکم دیکھیں نیز مہر عدت طلاق الفار، وراثت وغیرہ کے جزئیات سے پسند بڑا واضح ہو جاتا ہے مبسوط ہرخی ج ۹ ص ۸۸، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲، درالمختار، شامی ج ۳ ص ۲۰۹ میں ہے والنظم من المبسوط واذا حرمت المرأة علی زوجها بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ معہا ثم جامعہا وهو یعلم انہا علی حرام ففی القیاس انہ یلزمہ الحد لان ارتفاع النکاح بھذہ الاسباب ابلغ منہ بالخلم الا ترى انہا صارت محرمۃ علی التامید ولكنہ استحسن قدرہ عن الحد الخ فتاویٰ قاضی خاں ج ۱ ص ۱۹۰ میں ہے لو تزوج رضیعتین فارضعتہما امرأة واحدة معا او

سہ تفريق قاضی خلاف اتحادی ہے تو بعد از تفريق عدل لازم ہوگی ۱۲



واحدة بعد واحدة بطل نکاحهما۔ نیز ایک اور خبر یہ میں وبطل نکاحها
ہے، آگے فرماتے ہیں وليس في نکاحه غيرها کتاب نکال کر دیکھئے خوب واضح

ہے۔

غرضیکہ بیشتر جزئیات بیہودت و بطلان میں، بطور تنبیہ اختصاراً عرض کہ مبسوط
ج ۵ ص ۱۴۲، ۱۴۳ میں دس مرتبہ اور ج ۳ ص ۲۹۸ تا ۳۰۰ گیارہ مرتبہ، قاضی خان
ص ۱۹۰، ۱۹۱ سات مرتبہ، بدائع ج ۴ ص ۱۱ تا ۱۳ دس مرتبہ، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ تا
۲۳۱ اٹھارہ مرتبہ، عالمگیر ج ۲ ص ۴۴ نو مرتبہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۳ تین
مرتبہ ہے، کلمات والفاظ متقاریہ میں، تبرکاً امام شری علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت سنئے
اذا تزوج صبیعتین رضیعتین فارضعتہما امرأة واحدة معا واحدا
بعد الاخری بانما جمیعاً الى ان قال، وليست احد منہما بطلان
نکاحها باولی من الاخری۔

غرضیکہ بیشتر جزئیات کثیر ہیں جو جامع صغیر اور جامع کبیر امام محمد علیہ الرحمۃ بلکہ ان کی سب
میں بھی موجود ہیں اور حکم بڑا واضح ہے اور اگر متار کہ ہی ضروری فرماتے ہیں علماء کرام
عصر حاضر، تو مرد پر ہی کیوں موقوف رکھتے ہیں، عورت بھی تو متار کہ کر سکتی ہے، دیکھئے
تذویر الابصار اور در المختار میں ہے ویشیت لكل واحد منہما فسخه ولو
بغيره حضر من صاحب دخل بها اولاً فی الاصح خروجاً عن
المعصية الخ وقرده الشامي ج ۲ ص ۴۸۳ وكذا فی البحر وغيره
بلکہ قبل الدخول تو تفرق بالابدان بھی بعض کے نزدیک کافی ہے، بلکہ شامی ج ۲ ص ۸۴۲
طحاوی علی الدر ج ۲ ص ۲۲۴ میں ہے وان وجوبها دای لعدة فی النکاح الفاسد

۵ قاضی خان کی کچھ عبارت پہلے نقل بھی ہوئی ہے ۱۲

بعد المتارکت، فی القضاء اما فی الدیانة لو علمت انها حاصت بعد اخر
وہی ثلاثا حل لہا التزوج بلا تفریق و نحوه۔

بہر حال مسئلہ بڑا واضح ہے مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ زنا بالام بھی واضح ہی ہو ورنہ اپنا
مشاہدہ وغیرہ جو عورت یا اس کا سرپرست دعویٰ کرے بلا دلیل کون مانے گا اور یونہی جب
تک اپنے علماء کرام کا اتفاق نہ ہو زوج بھی آرام نہیں کرنے دے گا بلکہ مقابلہ میں فتویٰ لیکر
مقدمہ بازی وغیرہ سے تنگ کرے گا لہذا اس کا حل تلاش کر کے قدم اٹھائیں نیز مجھے
اپنوں سے مناقشہ وغیرہ قطعاً پسند نہیں، اسی بنا پر لکھا تھا کہ متاثر نہ کر لیا جائے۔
میرے نام یا فتوے ظاہر کرنے میں بھی حرج نہیں اور حضرت مولانا العلامة الحاج مفتی
احمد یار خاں صاحب نعیمی تو میرے بڑے نعیمی بھائی اور کرم فرما ہیں ان کے دکھانے
میں تو کیا خدشہ ہے، اگر وہ توجہ فرمائیں اور اتنا وقت نکالیں کہ ان کتب و ابواب
اسفار مذہبیہ کا مطالعہ فرما سکیں تو ہو سکتا ہے کہ موافقت یا کوئی راہنمائی فرمادیں مگر
شاید اتنا وقت وہ نکال نہ سکیں۔ اس مسئلہ پر حضرت مولانا الحاج ابو الفضل محمد دراز احمد
صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محدث لائلپور کے ساتھ بھی مشافہتہ گفتگو ہوئی تھی مگر وہ
بھی وقت نہ نکال سکے، ایسے مسائل میں صرف آپ جیسے اہل علم سے بطور مشورہ تو
کچھ لکھ دیا جاتا ہے مگر فقیر فتوے نہیں دیتا، والسلام۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

۱۲/۶۵



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندیل کہ زید کو بکرہ نے یہ تممت لگائی کہ اس نے اپنی ساس سے زنا کیا اور میں نے خود دیکھا ہے کہ اس نے اپنی ساس سے زنا کیا مگر تحقیق کی گئی تو ثابت ہوا کہ اس نے غلط التزام لگایا تو اسے کہا گیا کہ تم قسم اٹھاؤ یا گواہ پیش کرو وگرنہ اس نے زنا کیا ہے مگر قسم اٹھانے سے اس نے انکار کیا اور گواہی پیش نہ کر سکا۔ آخر ایک شخص نے کہا زید کو کہ اپنی ساس کو کس طرح جانتے ہو تو اس نے کہا کہ میں تو اسے بجائے ماں کے جانتا ہوں تو اس شخص نے کہا اگر تو سچا ہے تو اپنی ماں کا پستان اپنے منہ میں پا، تو اس نے اس غرض سے پستان منہ میں پایا تو اس کا سچا ہونا ظاہر ہو گیا اور ثابت ہوا کہ وہ التزام غلط ہے۔ ایک سال کے بعد اب وہی التزام لگانے والا کہتا ہے کہ زید کی عورت زید پر حرام ہے کہ اس نے اپنی ساس کا پستان منہ میں ڈالا ہے اور میں نے اسے اپنی ساس سے زنا کرتے بھی دیکھا ہے حالانکہ ثابت ہو چکا کہ زنا کا التزام محض غلط ہے اور پستان کا منہ میں ڈالنا کسی بری نیت و شہوت سے نہیں بلکہ ماں سمجھ کر اور بجائے ماں ہونے کے ثابت کرنے کے لئے تھا اور ساس بھی اسے اپنا بیٹا ہی تصور کرتی ہے تو کیا واقعی زید پر زید کی

عورت حرام ہو چکی یا نہیں؟ بیہنو اتوجروا
سائل: لال خاں ولد فتا وٹو مانیکا

از کھگا مہر شاہ ۱۳۶۲ھ





اگر بیان سائل صحیح و درست ہے تو زید کی عورت زید پر حرام نہیں ہوئی، محض غلط
 نیت سے خصوصاً جبکہ اس کا غلط ہونا بھی ظاہر ہو چکا، کیونکہ حرام ہو سکتی ہے اور قرآن
 حال سے یہی واضح ہے کہ اس نے شہوت و بری نیت سے پستان منہ میں نہیں ڈالا
 اور وہ بیچارہ کہتا بھی یہی ہے اور ساس بھی اسے بیٹا تصور کرتی ہے اور اس کا ظاہر
 حال بھی یہی بتاتا ہے تو اس کی عورت اس پر حرام نہیں ہو سکتی جب تک وجہ حرمت
 محقق و ثابت نہ ہو، فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے وان انكر الشهوة
 فالقول قوله الخ بجر الرائق و شامی میں جوہرہ سے ہے لو مس او قبل وقال
 لما شئت الخ شامی میں ہے اما اذا ظهر عدم الشهوة فلا تحرم ولو
 كانت القبلة على الفم فتاویٰ عالمگیری میں مجملًا اور فتح القدیر میں مفصلاً ہے
 والنظر من الفتحة قال القاضی الامام يصدق في جميع المواضع حتى
 رأيت ا فتی فی المرأة اذا اخذت ذكر الختن فی الخصومة فقالت كان عن
 غیر شهوة انها تصدق اه ولا اشكال فی هذا فان وقوعه فی حالة الخصومة
 ظاهر فی عدم الشهوة پس ظاہر ہوا کہ زید کی عورت زید پر حرام نہیں ہوئی اور بکر پر
 لازم کہ توبہ کرے اور جموٹے الزام سے باز آئے اور اپنے خدائے قدوس سے
 ڈرے۔ واللہ ورسولہ اعلم وجل جلالہ وعلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
 والہ وصحبہ وسلم۔

حرره الفقير لوالخير محمد نور الله المحض القادري النعمي نور ربہ وقواه علی کل غی و غوی ۱۳۶۲ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت الحاج مخدومنا الاکبر قبلہ فقیر عظیم محدث پاکستان امت برکاتہم اللہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید نے
اپنے نابالغ لڑکے کی منکوحہ بالذہ کے ساتھ جو اس کی سالی بھی ہے، زنا کیا ہے، کیا
اس صورت میں زید کے لڑکے کا نکاح برقرار ہے یا نہیں؟ یا زید کی منکوحہ اس پر
حلال ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو کیا اب وہ یعنی زید کے لڑکے
کی منکوحہ بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

(نوٹ) زید نے اور اس کی بہو نے روبرو گواہوں کے ناکا باقاعدہ اقرار کیا ہے
سینوا توجروا۔

(نوٹ) لڑکی کی والدہ کا بیان ہے کہ نکاح کے وقت لڑکا آٹھ سال کا تھا اور اب
دس سال کا ہے اور اس بری حرکت کو چھ ماہ ہو گئے ہیں اور اس وقت سے لڑکی
میرے گھر ہے، اس وقت لڑکے کی عمر ساڑھے نو سال تھی اور ان دونوں میاں بھوی
کی خسلوت نہیں ہوئی تھی۔

غلام محمد تقی خود امام مسجد جمال کوٹ۔
السائل: حافظ فتح محمد صاحب وٹو
۷ ارجون ۱۹۷۷ء



اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو زید کے لڑکے کا نکاح ختم ہو گیا اور جبکہ لڑکا نابالغ ساڑھے نو سالہ نے اپنی بیوی سے نزدیکی اور خلوت بھی نہیں کی اور نہ ہی اس کی عمر نزدیکی کے قابل تھی تو عدت بھی نہیں لہذا دوسری جگہ حسب دستور شرع نکاح کر سکتی ہے بسوط بخاری ج ۲ ص ۲۰۴ میں ہے واذا وطئ الرجل امرأة بملك يمينه او نكاح او فجور يحرم عليها او بنتها وتحرم هي على ابائه و ابنائه نیز ج ۲ ص ۲۰۸ هذا يمنع بقاء النكاح كما يمنع ابتداءه نیز ج ۲ ص ۸۸ میں فرمایا وكذلك المرأة يجامعها ابو زوجها او ابنه او جامع الزوج امها او بنتها فقد وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق الخ ابنته لبعض متأخرين نے کہا کہ ایسی صورت میں خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کا یہ کہنا کہ میں نے یہ نکاح یا خاوند یا عورت کو چھوڑ دیا یا کوئی اور ایسا لفظ کہنا ضروری ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵، تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۲۸۳ میں ہے والنظر من التنوير والدر و ثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه الخ نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۲ اور در المختار اور شامی ج ۲ ص ۲۸۳ میں ہے والنظم منهما در المختار میں ہے وتجب العدة بعد الوطئ لا الخلوة شامی نے فرمایا ای لا تجب بعد الخلوة المجردة عن وطئ الخ لئلا يراه لوطی کی جواباً لہذا اور فائدہ ہے گواہوں کے روبرو یہ کہہ دے کہ میں نے اس خاوند کو چھوڑا کیونکہ اس

کے باپ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور پھر حسبِ ستورہ شرع کسی اور شخص سے
نکاح کر سکتی ہے اور زہد کی بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹا، درالمختار میں خلاصۃ الفتاویٰ سے ہے
(وقررہ الشامی ج ۳ ص ۳۸۶) وطی اخت امرأت لا تحرم علیا امرأتہ
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وعلى اله
وصحب وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ ، ۱۸/۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیانِ عظام خصوصاً حضرت فقیہ اعظم اس مسئلہ
کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی حلال بیوی کے موجود ہوتے ہوئے اپنی سگی سالی سے
فعلِ حرام کرے کہ جس سے حمل پڑ جائے جس کا اقرار بھی طرفین کر لیں تو آیا اس آدمی کا
اپنی بیوی سے نکاح رہ جائے گا یا نسخ ہو جائے گا اور حمل حرام سے جو بچہ پیدا ہو اس
کے متعلق کیا حکم ہے کہ کس کی زیر نگرانی پر ورش پائے یا طرفین کو کیا سزا ہونی چاہیے؟
جس وقت کہ ملک میں اسلامی قانون رائج نہیں ہیں۔ فقط والسلام
السائل محمد شریف بدر نوری خطیب بول شریف ضلع راولپنڈی

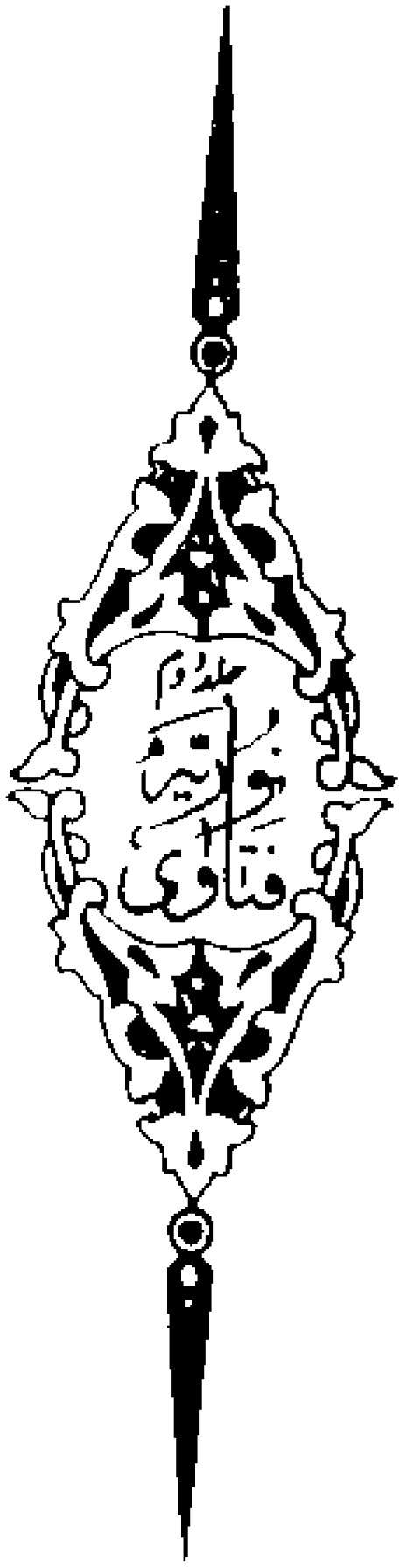
تخصیل کوہ مری

نمبردار محمد زمان، ممبر بنیادی جمہوریت پاکستان





سالی سے فعل بد بیوی کو حرام ابدی نہیں کرتا یعنی نکاح فسخ نہیں کرتا اگرچہ حمل بٹھ جائے
البتہ اگر بھول سے ایسا ہو جائے مثلاً اندھیرے میں سالی کو بیوی جان کر جماعت کر لی
تو سالی پر عدت لازم ہو جاتی ہے اور پھر اس عدت کے پورے ہونے تک بیوی سے
پرہیز ضروری ہے اور ایسی صورت میں حمل ہو جائے تو شرعاً بچہ اسی آدمی کا بنے گا تو
پرورش بھی اسی کے زیر نگرانی ہوگی یعنی پرورش کا خرچہ اسی کے ذمہ ہوگا اور اگر دیدہ دانستہ
کے ساتھ زنا کرے تو عدت لازم نہیں ہوتی اور نہ ہی بیوی سے پرہیز لازم اور بچہ بھی اس کا
نہیں بنے گا اور نہ ہی پرورش اس کے ذمہ ہوگی، پھر اگر اس سالی کا خاوند ہے یا خاوند
کی عدت میں ایسا حمل ہوا تو بچہ خاوند کا بنے گا اور پرورش اسی کے ذمہ ہوگی ورنہ بچہ
صرف ماں کا بنے گا تو پرورش بھی اسی کے ذمہ ہوگی، ہاں اس زنا والی صورت میں گو
حلال بیوی سے پرہیز لازم نہیں مگر عدت کے انداز سے مستحب ہے کہ پرہیز کرے
در المختار اور شامی ج ۲ ص ۳۸۶ میں ہے وفي الخلاصة وطئ اخت امرأته
لا تحرم عليه امرأته (هذا من الدر وقال الشامي) فالمعنى
لا تحرم حرمة مؤبدة ولا فتحرم الى انقضاء عدة الموطورة
لوشبهة نیز شامی ج ۵ ص ۳۳۵ میں ہے ومنها رای من انواع الاستبراء
المستحب اذا زنى باخت امرأته او بعمتها او بخالتها او
بنت اخيها او اختها بلا شبهة فان الافضل ان لا يوطأ امرأته
حتى تستبرأ المزنبة فلوزنى بها بشبهة وجب عليها العدة



فلا یطأ امرأتہ حتی تنقضى عدة المزنیه: فتاویٰ عالمگیری ج ۲
ص ۱۳۹ میں ہے وکل امرأة وجب علیہا العدة فان نسب ولدها
یثبت نیز اسی کے ج ۲ ص ۱۴۹ میں ہے نفقة الاولاد الصغار علی الاب
لایشارك احد اور حدیث متفق علیہ میں ہے الولد للفراش وللعاهر
الحجر۔

باقی سزا کیا ہونی چاہئے؟ تو سزا دینا حکومت کا کام ہے، ہاں پنچائتی طور پر
ہر وہ جائز طریقہ جو ایسے افعال بد سے باز رکھے، اختیار کر سکتے ہیں اور حتی المقدور
ضرور کرنا چاہئے کہ حدیث صحیح میں ہے من رأى منكم منكرا فليغيره
بیده الحدیث۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاکم
واله وصحبه وبارک وسلم۔

حقوق الفقیر البواخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۸ھ
۸/۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ زید نے ایک عورت سے نکاح
کیا جس کا لڑکا پہلے خاوند سے موجود تھا بعد ازاں زید نے ایک اور عورت سے نکاح
کیا تو پہلی عورت کے اس بچہ کے لڑکے نے اس دوسری عورت کو اغوا کر لیا تو کیا وہ

عورت اغوار شدہ زید پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ بیینواتوجروا۔
سائل: مولوی شیر محمد از شہادہ ضلع منٹگمری



وہ عورت زید پر حرام نہیں ہوئی بلکہ باقاعدہ نکاح زید میں ہے کہ وہ اغوار کنندہ
زید کا لڑکا نہیں، اگر زید کا لڑکا ہوتا تو ضرور حرام ہو جاتی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے
تحرم المزنی بہا علی ابار الزانی واجدادہ اور قرآن کریم میں ہے و احل
لکم ما وراہ ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتحدوا حکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

سرزمی القعدۃ المبارکہ ۷۷ھ

الاستفتاء

مکرمی جناب مولانا صاحب مولوی محمد نور اللہ صاحب دکم
السلام علیکم: حسب ذیل واقعات کے مطابق حکم شریعت سے آگاہ فرمادیں :-
زید نے اپنے نابالغ لڑکا کی شادی نابالغ لڑکی سے کی اور لڑکی کو اپنے گھر

رکھا، جب لڑکی سال ڈیڑھ سال کے بعد جوان ہوئی تو اس سے حرام کاری کرنی شروع کر دی، پہلی بیوی سے خود بخود تعلقات خراب ہو گئے۔ لوگوں نے لعنت ملامت کی تو انکار جرم سے کرتا رہا مگر لڑکی نے اپنے باپ اور دیگر آدمیوں سے تمام واقعات بھی بیان کر دئے کہ میرے ساتھ میرا سرہ بغیر میری مرضی کے جبراً حرام کاری کرتا ہے، کسی نے اعتبار نہ کیا اور زید نے انکار کیا، آخر سال کے بعد لڑکی کو حمل ہو گیا، پھر دریافت کرنے پر زید نے اپنے فعل کا اقرار نہ کیا، لڑکی تو پہلے بھی ظاہر کر چکی تھی، لڑکا اس وقت بھی نابالغ ہے، جماع کے قابل نہیں، اب اس کے متعلق کیا حکم ہے شریعت کا؟ زید بڑے الفاظ میں اقرار انکار کرتا رہا ہے، واقعات اس کو پاک نہیں کرتے، آگے خدا جانتا ہے۔

السائل : محمد خدایار مانیکا ۱۴۵۳ھ



اگر یہ صحیح اور ثبوت شرعی سے ثابت ہے کہ زید نے اپنے لڑکے کی بیوی سے حرام کاری یعنی زنا یا شہوت سے بوس و کنار وغیرہ کیا ہے اگرچہ صرف ایک مرتبہ ہی ہو تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ حرام ہو گئی، اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہ رہی مگر وہ عورت کسی اور سے اپنے طور نکاح بھی نہیں کر سکتی جب تک اس کا خاوند بالغ ہو کر متار نہ کرے مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا اور اگر حاکم شرع بعد از ثبوت جہائی کا حکم کر دے تو پھر بھی نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے کما صرح

به الفقہاء، اور زنا کے شرعی ثبوت کے لئے چار چشم دید نیک گواہ ضروری ہیں قرآن کریم میں ہے لولا جاورا علیہ باربعة شہداء اور شہوت سے بوسہ و کنار وغیرہ کا ثبوت دو چشم دید گواہوں کی شہادت سے بھی ہو سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے واشہدوا ذوی عدل منکم اور اگر چشم دید گواہ نہ ہوں تو صرف واقعات یا عورت کا کہہ دینا قابل اعتبار نہیں، نہ عورت حرام ہوتی ہے اور نہ ہی نکاح فاسد ہوتا ہے، ہاں اگر خاوند بالغ ہونے کے بعد تصدیق کر دے تو عورت حرام ہو جائے گی اور خاوند پر فرض ہوگا کہ اسے چھوڑ دے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵ میں ہے قال لہا من افضلک فقالت ابوک ان صدقہا الزوج بانتم منہ (الی ان قالوا) وان کذبہا فہی امرأتہ کذا فی الظہیریۃ اور ایسے ہی زید کے دے بے الفاظ سے اس کے لڑکے کا حق نکاح سلب نہیں ہو جاتا کہ باپ کی ولایت نظریہ ہے ضرر محض کا منتار نہیں کما صرح جوابہ قاطبۃ البتہ بعد بلوغ لڑکا تصدیق کر دے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الاول ثمریف ۱۴۴۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کو اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید



نے اپنے لڑکے بکر کی شادی کی، پھر چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ زید خود بھی چوری
اپنے لڑکے کی موطور کے ساتھ وطنی کرتا ہوا پکڑا گیا، تمام چک میں شہرت ہو گئی کہ زید اپنی
ہے، اب وہ لڑکی بکر کے لئے حلال ہے یا حرام؟ مکمل جواب با جواب سے آگاہ
فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

استفتی: محمد یوسف جالندھری



اگر واقعی زید نے ایسی بدترین غلطی کی ہے تو وہ عورت زید کے لڑکے بکر پر ہمیشہ
ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، بکر پر لازم کما سے چھوڑ دے اور وہ عدت گزار کر حسب
دستور شرع کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے کما فی عامۃ المعتبرات فی المذہب
المہذب الحنفیہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى اله
واصحابه وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۹ شوال المکرم ۱۴۰۵ھ

سہ سال لے یونہی لکھا ہے ۱۲

الاستفتاء

فیضہ رحمت حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : مزاج اقدس ! حامل رقعہ ہذا بخدمت عالیہ حاضر آتا ہے، چونکہ ایک غیر مقلد مولوی نے حنفی مذہب کے بھلاؤں فتوے تحریر کیا ہے جو کہ حنفیوں کے کسر شان ہے اور ساتھ ہی تحریر کیا ہے کہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حنفی مذہب پر بہتان لگاتا ہے۔ یہ فتوے میاں صاحب میاں نور اللہ خاں کے پیش کیا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں برائے تصدیق مسئلہ کے بھیجا ہے لہذا آپ براہ کرم فتاویٰ عالمگیری کی اصل عبارت بمعہ خلاصہ متن اور صورت مسئلہ بطور جواب تحریر فرمادیں۔

مستفتی : قطب الدین قلم خود از دیو اسنگھ صنع منٹگری
(نقل فتویٰ مولوی عبدالعزیز غیر مقلد از دیو اسنگھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کو شہوت کی وجہ سے آلت میں انتشار آگیا تو اس نے اپنی بیوی یعنی جود کو طلب کیا تو وہ نہ ملی لیکن شہوت سے آلت اسی طرح ہے تو وہ شخص اپنی بیٹی کی ٹانگوں میں آلت داخل کر دے تو کیا یہ حنفی مذہب میں جائز ہے۔
سائل بسیمان زرگر

(جواب)

ہاں حنفی مذہب میں بلا شک و بے دھڑک جائز ہے، فتاویٰ عالمگیر کتاب النکاح ج ۱ ص ۹۹ میں ہے فمن انتشرت الت فطلب امرأتہ واولجها

بین فخذی ابنتها لا تحرم علیہا امہا ما لم تزاد انتشارا کذا
فی التبیین، خلاصہ یہ کہ حنفی مذہب میں یہ جائز ہے بلکہ آلت کے زیادہ منتشر ہونے
سے اس کی جو روح حرام ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

کتبہ عبدالعزیز مہاجر، ۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

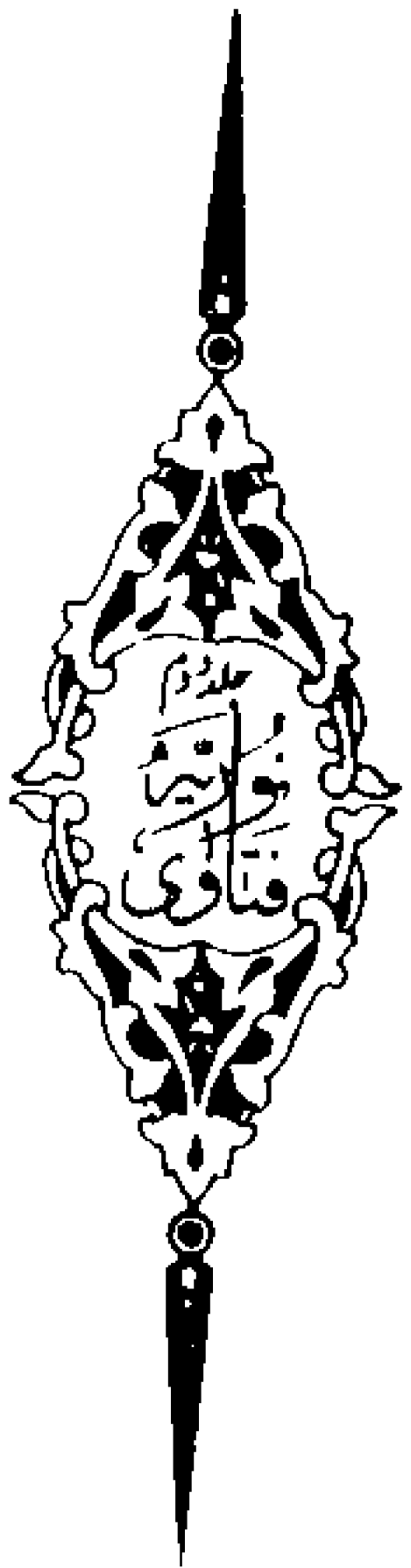


یہ فتوے فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے اور محض بہتان ہے، بلا شک و شبہ و
ریب مذہب مذہب حنفی میں یہ فعل شنیع ہر گز ہر گز جائز نہیں اور نہ ہی کوئی عقلمند اسے
جائز کہہ سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیر اور تمام کتب مذہب میں صاف صاف تصریح ہے
کہ لڑکی کی محرمات ابدیہ سے ہے، لڑکی کے ساتھ کسی صورت میں بھی نکاح نہیں ہو سکتا
اور جب نکاح ہی نہیں ہو سکتا تو یہ فعل شنیع کیسے جائز ہو؟ فتاویٰ عالمگیر کی اصل
عبارت یہ ہے فمن انتشرت التہ فطلب امرأتہ واولجہا
بین فخذی ابنتها لا تحرم علیہا امہا ما لم تزاد انتشارا کذا
فی التبیین جس کا ترجمہ ہے پس جو شخص منتشر ہوئی آلت اس کی، پس طلب کیا اس
نے اپنی بیوی کو اور داخل کیا اسے اپنی عورت کی لڑکی کے دونوں رانوں میں تو اس
شخص پر اس لڑکی کی ماں حرام نہیں ہو جاتی جب تک انتشار زیادہ نہ ہوا ہو، اس طرح
تبیین میں ہے: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلب کرے اور



رات وغیرہ کے اندھیرے میں بھول کر بیوی کے بجائے بیوی کی لڑکی کے رانوں میں داخل کر دے اور جدا ہو گیا، زنا نہیں کیا تو اگر اس وقت انتشار زیادہ ہو گیا تو اس کی بیوی حرام ہو جائے گی کہ لڑکی کے ساتھ صرف اتنی ہی شہوت رانی سے اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے گو غلطی سے ہی ہو اور اگر انتشار زیادہ نہ ہو تو بیوی حرام نہیں ہوتی کہ لڑکی پر شہوت نہ پائی گئی، اور طلب بیوی والی شہوت ہی رہی تو یہ مسئلہ صرف بیوی کے حرام نہ ہونے کا ہے اور اس عبارت میں اس فعل کے جائز ہونے کا کوئی تذکرہ ہی نہیں اور نہ ہی اس عبارت میں اپنی بیٹی ہے تو وہ بیہودہ بات خلاصہ کیسے بنی؟ تو ثابت ہوا کہ غیر مقلد صاحب کا فتوے غلط ہے اور غیر مقلد صاحب کے علم کا کیا کہنا کہ یہ چھوٹی سی عبارت بھی صحیح نہ لکھ سکا، "علیہ کو علیہا"، "مالم تزدد" کو "مالم تزدداد"، "التبیین" کو "التبیین" لکھا، جسے اتنی سمجھ ہے وہ یونہی شور برپا کرتا ہے ورنہ اپنے بزرگوں کو بھی دیکھنا کہ وہ کیا لکھ گئے ہیں، ان کے بڑے بزرگ قاضی شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۴۱۰ پر لکھتے ہیں "تحریم علیہ امراۃ اذا ذنی باہا او بائنتھا (ترجمہ) نہیں حرام ہوتی مرد پر اس کی عورت جس وقت زنا کرے اس کی ماں یا اس کی لڑکی کے ساتھ، تو کیا وہ مولوی صاحب اس عبارت سے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک اپنی لڑکی اور ساس کے ساتھ زنا جائز ہے؟

تعجب ہے کہ ان کے نزدیک تو ساس اور عورت کی لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے بھی عورت حرام نہیں ہوتی اور اعتراض کرتے ہیں مذہب احناف پر، حضرت رب العالمین جل و علا ہایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام وعلیہ السلام وعلیہ السلام اتھرو احکم وعلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک



عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک عورت اور اس کا خاوند دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے داماد نے تقریباً عرصہ ڈیڑھ سال ہو چکا ہے کہ رات کے وقت جبکہ اس کی بیوی اور ساس ایک ہی چار پائی پر اکٹھی سوئی ہوئی تھیں، آکر اپنی ساس کو اپنی بیوی سمجھ کر خچوہا اور پاؤں دبائے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ نکاح ٹوٹا ہے یا نہیں، جبکہ ان کا داماد اس کا قطعاً انکار کرتا ہے اور مدعیان نے بھی اس وقت اظہار نہیں کیا بلکہ اب جس وقت خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا ہے تو ایسا کہتے ہیں، وہ ان کا داماد قسم اٹھانے کو تیار ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور اس کی ساس قسم اٹھانے کو تیار ہے کہ ایسا ہوا ہے، تو ان میں کس کی قسم لی جاسکتی ہے؟

السائل: حافظ محمد اسلم (ساہیوال)



شرعاً داماد کا اپنی ساس کا پاؤں چھونا یا دبانا، اگر شہوت سے ہو تو نکاح ختم ہو جاتا

ہے مگر اندری صورت جبکہ داماد انکار کرتا ہے، ثبوت مشکل ہے کیونکہ ساس مدعیہ ہے اور داماد منکر ہے اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر حالانکہ یہاں کوئی گواہ نہیں، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۵ میں ہے وانکر الزوج ان یکون بشهوة فالقول قول الزوج، تزویر الابصار، در المختار، شامی علی الدر ج ۲، ص ۳۸۹ میں ہے (وان ادعت الشهوة فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ) (وانکر الرجل فهو مصدق) یوں ہی شامی نے فرمایا لانہ ینکر ثبوت الحرمة والقول للمنکر، خصوصاً دو سال کے بعد دعویٰ کرنا اور وہ بھی جبکہ زوجین میں جھگڑا پیدا ہوا، بظاہر ساس کی تکذیب کا قرینہ ہے حالانکہ فقہائے کرام نے قرآن کا بھی اعتبار فرمایا ہے کما فی الشامیۃ فی هذا الباب ایضاً لہذا اگر داماد حلف شرعی اٹھائے کہ متس ہی نہیں کیا، یا کیا ہے مگر ثبوت سے نہیں تو نکاح بدستور سابق برقرار ہے اور ساس کا کہنا قابل اعتبار نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا الحبیب
الاعظم و علی آلہ واصحابہ و باریک وسلم۔

حسبہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ ، ۱۶ ۱۲



باب الرضاع

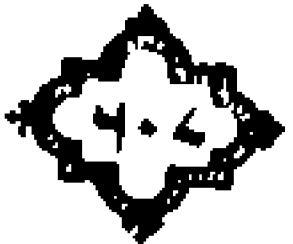
باب الرضاع

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر یہ صورت کہ خیر الدین چار ماہ چند دن کا تھا کہ ہندہ کی پرورش میں گیا، اس وقت ہندہ کی گود میں اس کا لڑکا نیاز احمد پلہ سال کا تھا، ہندہ فوت ہو چکی ہے اور مدت ۱۸ سال گزر چکی، خیر الدین نیاز احمد اور ان کے قریبی تو کہتے ہیں کہ خیر الدین نے ہندہ کا دودھ پیایا ہی نہیں، ہندہ کے دودھ ہی نہ تھا، نیاز احمد بڑا ہو چکا تھا بلکہ گائے کے دودھ پر پرورش کی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ خیر الدین نے ہندہ کا دودھ پیایا تو ان حالات میں ہندہ کے کسی لڑکے کی لڑکی خیر الدین کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور کوئی مانع نہیں۔ بیدنوا تو جروا
از پاکستان شریف بمعرفت مولانا الحاج محمد شریف



صورت مذکورہ بالا میں جب تک نصاب شرعی شہادت یعنی دو مرد عدل یا دو

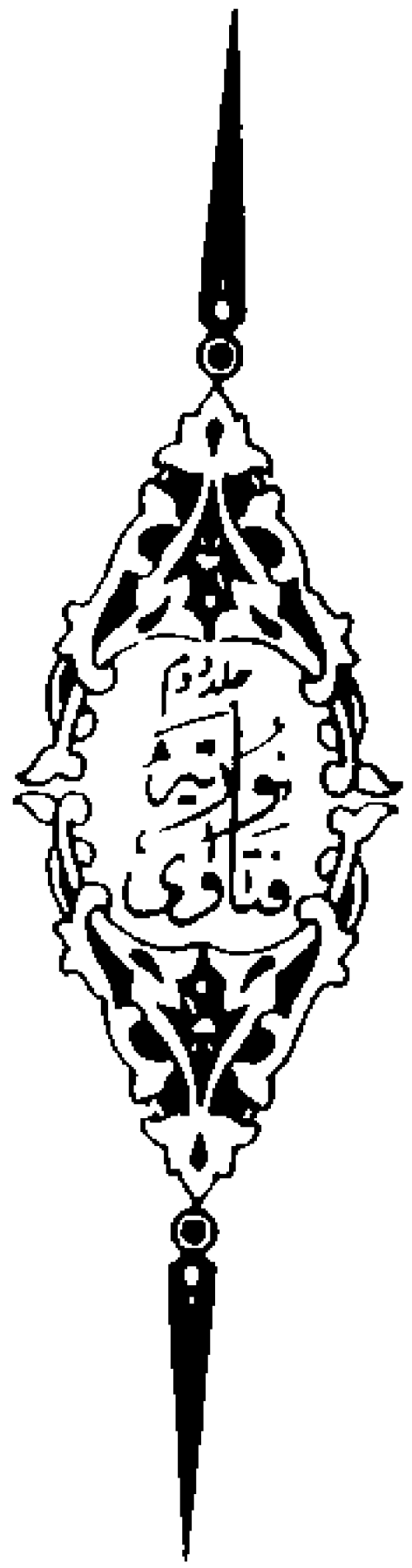


عورتیں اور ایک مرد عدول کی شہادت نہ ہو، خیر الدین پر ہندہ کی کوئی پوتی حرام نہیں ہو سکتی خواہ کئی عورتیں عدلات یا غیر عدل متعدد مرد اپنا دیکھا بیان کریں، شہادت دیں البتہ اگر خیر الدین ان کی تصدیق کر دے تو حرمت ثابت ہو جائے گی اگرچہ ایک عورت ہی کی تصدیق کرے، فتاویٰ عالمگیری بدائع صنائع میں ہے والنظم من الہندیۃ ولا یقبل فی الرضاۃ الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول کذا فی المحيط وھکذا فی الخانیۃ والمبسوط والدر وغیرھا من اسفار المذہب المہذب ہندیہ وغیرہا میں ہے وان صدقھا الرجل وکذبۃ المرأة فسد النکاح البتہ اشتباہ کی صورت میں پرہیز بہتر ہے، جتنا شبہ قوی ہوگا اتنا ہی بچنا بہتر ہوگا کہ یہ عمر بھر کا معاملہ ہے، ایسا نہ ہو کہ بھتیجی کو جو لڑکی کا حکم رکھتی ہے بیوی بنائے رکھے مگر حرمت کا حکم بلا شہادت شرعیہ یا تصدیق یا اقرار کے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔
الفقیر البواخیر محمد نور الدین لا شرفی غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معین بشرح متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ شمشیر علی بھروسہ سال کا نکاح پھوپھی زادہ بہن مسماۃ نوراں سے ہوا، شادی نہیں ہوئی، بوقت نکاح نکاح خواں کے روبرو کسی قسم کا کوئی ذکر اذکار یا اغراض نہ ہوا اور نہ ہی ذاتی طور پر نکاح خواں کو کوئی کلمہ تھا لیکن چند دن بعد شنید میں آیا کہ شمشیر علی مذکور نے اپنی دادی مسماۃ جگاں کا دودھ پیا ہوا ہے نکاح خواں نے شمشیر علی کے والد مسمیٰ رب نواز اور چچا امیر محمد کو بلا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا



کہ شمشیر علی کی عمر تقریباً ایک سال کی تھی کہ اس کی ماں بیار ہو گئی، حکماء کے فرمان کے مطابق شمشیر علی کو ماں کا دودھ پلانا بند کر دیا گیا تھا پھر بکری کے دودھ مکھن اور چوری پر پرورش شروع کی، ماہ دو ماہ بعد شمشیر علی کی ماں فوت ہو گئی اس کو دادی مسماۃ جگاں نے پرورش بدستور جاری رکھی، اس وقت مسماۃ جگاں کی عمر تقریباً ۶۵ سال کے قریب تھی دوسرے اس کے ہاں شیر خوار بچہ نہ تھا مسماۃ جگاں کے آخری بچہ مسمیٰ خدا بخش کی عمر تقریباً پندرہ سال سے زیادہ تھی نہ اس کے پستانوں میں دودھ تھا نہ اس نے اپنے پستان اپنے پوتے کے منہ میں دئے، ہم نے اپنی آنکھوں سے پستان ناکح کے منہ میں نہیں دیکھے، اس وقت ناکح کی دادی مسماۃ جگاں فوت ہو چکی ہے ورنہ خود بیان کرتی نیز تسلی کے لئے نکاح خواں سے ناکح کے چچا ملوک اور خدا بخش چچی گانمی، اللہ و سائی پھو بھی، جٹو مائی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی ناکح کی پیدائش کے ایک سال بعد اس کی والدہ بیار ہو کر ماہ دو ماہ بعد مر گئی تھی، ناکح کو دادی نے پالا پوسا تھا مگر پستان نہ تھے شمشیر علی کے منہ میں نہیں دیکھا مسماۃ جگاں (دادی) کی عمر ۶۵ سال کے قریب ہو گئی اور اس کے ہاں کوئی شیر خوار بچہ نہ تھا، اس کے آخری بچے خدا بخش کی عمر بھی پندرہ سال سے زیادہ تھی، یہ سب لوگ ناکح کے قریبی رشتہ دار صاحب اتفاق خیر خواہ اور قریبی ہی یہ ہیں پھر ان رشتہ داروں سے دریافت کرنا شروع کیا جن سے ناکح کا اتفاق نہ تھا، مسمیٰ اللہ بخش ناکح کی دادی کا سگا بھائی بھرم ۹۰ سال مسماۃ امناں ناکح کی دادی کی بھادجہ بھرم ۸۸ سال مسماۃ امناں ناکح کی مانی کی ماں بیوہ فضلہ بھرم ۸۰ سال مسمیٰ عطا محمد بھرم ۷۷ سال ناکح کا ماموں مسماۃ احمد، ناکح کی مانی مسماۃ بھراواں، مسماۃ گنہور، ناکح کی مانی کی بہنیں مسماۃ پیٹانی زوجہ لال، ناکح کی دادی کی بھادجہ بھرم ۶۰ سال، ان سب کے بیان بھی یہی رہے کہ واقعی مسمیٰ شمشیر علی ناکح کی ماں بیار ہو گئی تھی، اس وقت ناکح کی عمر تقریباً ایک سال تھی، ماہ دو ماہ بعد اس کی ماں مر گئی، اس کی دادی جگاں بھرم ۶۵ سال نے پالا پوسا تھا، اس کے ہاں شیر خوار بچہ نہ تھا، اس کے آخری بچے خدا بخش کی عمر اس وقت پندرہ سال سے

زیادہ بھتی مگر دادی جگاں کا پستان شمشیر علی ناکح کے منہ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا
انہی لوگوں میں سے دو گواہ اور بھی ملے جن کے بیان درج ذیل ہیں، ان کا ناکح کے ورثہ سے
کچھ برادری تنازع بھی ہے۔

مسمیٰ کریم بخش و مسمیٰ عظیم بخش پسران لال قوم چیمبہ ناکح کے رشتہ دار ہیں، کلمہ پڑھ کر
اپنے خدا کی قسم اس طریقہ سے اٹھائی کہ ہمیں قسم ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں پیدا کیا جو عالم
الغیب ہے، ہم اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ مسمیٰ شمشیر علی ناکح کو اپنی دادی کا پستان منہ دبا
دیکھا تھا مگر دودھ کا ہمیں علم نہیں ہے کہ آتا تھا یا نہ، ویسے یہ ٹھیک ہے کہ مسماۃ جگاں
کے ہاں کوئی دوسرا شیر خوار بچہ نہ تھا اور اس کے آخری بچے خدا بخش کی عمر پندرہ سال سے
زیادہ تھی، اس وقت ہماری عمر فیض محمد ولد شیر محمد کی عمر کے برابر تھی، فیض محمد کو بلا کر دیکھا گیا
جس کی عمر تقریباً دس بارہ سال کے قریب ہے مسماۃ پٹانی مذکور مسمیٰ کریم بخش و عظیم بخش کی
ماں ہے جس کے بیان مندرجہ بالا بیانات میں گزر چکے ہیں اور اپنے بیٹوں کے خلاف میں
یہ سب بیانات ایک کثیر مجمع میں دوبارہ لئے گئے اور پڑھ کر سنائے گئے لہذا انہما جس
کہ اذروئے شرع شریف واضح فرمادیں کہ شمشیر علی ناکح کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اگر
نہیں تو ناکح ہنکوہ، نکاح خواں، وکیل، گواہاں، ورثہ اور شامل شدگان نکاح کے لئے
کیا حکم ہے؟ بیٹو! توجروا۔



اگر صورت سوال درست ہے تو نکاح صحیح ہے کیونکہ رضاع صرف بے سر و پاشنید
سے ثابت نہیں ہوتی، اس کا ثبوت اقرار یا نکاح یا شہادت شرعیہ سے ہی ہو سکتا ہے یعنی



پابند شریعت دومر دیا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں
 ہے الرضاع یظهر بامرین احدهما الاقرار والثانی البینة کذا
 فی البدائع ولا یقبل فی الرضاع الا شہادة رجلین اور رجل وامرأتین
 عدول کذا فی المحيط۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ
 وبارک وسلم۔

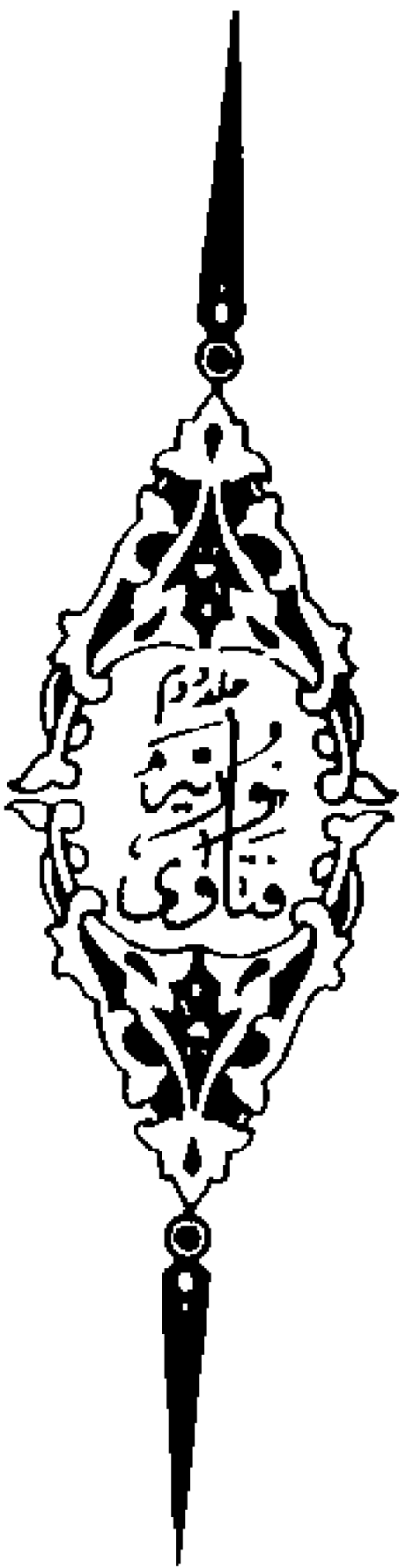
عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ، ۲۸-۶-۷۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اندر یہ صورت کہ لڑکی لڑکے کا نکاح ہونے
 کے بعد بھی اور بچہ بھی لڑکی اور لڑکے کی مائیں کہتی تھیں کہ لڑکی کی ماں نے لڑکے کو دودھ
 پلایا ہے اور کوئی ان کے علاوہ گواہ نہیں، لڑکی اور لڑکا کہتے ہیں کہ دودھ نہیں پلایا گیا ہاں البتہ
 شریعت اس نکاح کو منہج کر دے یہی شریعت منظور ہے۔ لڑکے کی والدہ کہتی ہے ایک دفعہ
 پلایا گیا ہے اور لڑکی کی والدہ مطلق کہتی ہے کہ بس پلایا ہے۔ بیوا تو جدوا۔

اسئل: محمد صنیع چک ۴/۲ تحصیل اوکاڑہ





صورتِ مسئلہ اگر واقعی اور صحیح ہے تو یہ نکاح نافذ و غیر منقض ہے کہ رضاع دوم دیا ایک مرد، دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ سب گواہ عادل ہوں فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے ولا یقبل فی الرضاع الا شہادة رجلین او رجل وامرأتین عدول کذا فی المحيط، ہدایہ ج ۲ ص ۳۳ میں ولا یقبل فی الرضاع النساء منفردات اور اخبار قبل نکاح اور بعد نکاح میں بھی ظاہر الروایۃ میں کوئی فرق نہیں، شامی ج ۲ ص ۵۶۸ میں بحر الرائق سے ہے ان ظاہر المستون انه لا یعمل به مطلقا فلیکن هو المعقد فی المذهب المذہبی، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۵ میں ہے ان کذابا ہاذا النکاح بحالہاں بہتر اور افضل یہ ہے کہ مفارقت کر دیں مگر لازم نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین،

ایک بچے کی پیدائش کے بعد اس کی والدہ بیمار ہو گئی اور علاج کے لئے اپنے دیوار

کے ہاں چلی گئی، وہاں ایک رات بچے کی والدہ بیمار کی وجہ سے بیہوش ہو گئی تو بچے کی چچی نے اس کو اپنے ساتھ سلا لیا، اب شک گزار ہے کہ سوتے میں بچے نے دودھ نہ پی لیا ہوا اب اس بچے کی شادی اس کے چچا کی لڑکی سے ہونے والی تھی تو چچی نے وہم میں ڈال دیا ہے موقع کا کوئی گواہ بھی نہیں ہے اور وہ لڑکی اس لڑکے سے چار پانچ سال چھوٹی ہے کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے؟
السائل: اللہ دتہ ڈسک کلاں مکان ۸۹، ضلع سیالکوٹ



چھوٹے بڑے ہونے کا تو اعتبار نہیں مگر صفت شبہ سے رضاع ثابت نہیں ہوتی
در المختار ج ۲ ص ۲۰۹ میں ہے لو التقم الحلمة ولم يدرا دخل اللبن في
حلقه ام لا لم يحرم لان في المانع شكاً لهذا يكاح جائز ہے، واللہ تعالیٰ
علی سید فامحمد وعلی الیہ وصحب وبارک وسلم۔

حرره الفقیر الی الخیر محمد نور الدین النعمی غفرلہ

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ
۲۲/۹

الاستفتاء

کیونکہ میں علامت کرام اندریں مسئلہ کہ ایک لڑکی نے دوسری عورت کا شیر پی لیا

طبع احمدی، دہلی

دوسری عورت کا لڑکا اس لڑکی کے ہم سن تھا، اب اس لڑکے کی شادی اس لڑکی کی بڑی
ہمشیرہ کے ساتھ کرے، کیا وہ اس کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟
سائل: مستری محمد رمضان فریدی عفی عنہ



جائز ہے، بدائع صنائع ج ۴ ص ۵ میں ہے یجوز للرجل ان یتزوج اخت
اختہ من الرضاع وهذا ظاہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وصلى
اللہ علی حبیب و صحبہ و بارک وسلم۔

عقدہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشاذلی غفرلہ

الاستفتاء

السلام علیکم: عرض احوال یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں رقمہ ارسال ہے کہ جناب کو عرض
کیا ہے کہ دو بہنیں ہیں، بڑی بھین کے لڑکے کو چھوٹی بھین نے شیر پلا دیا ہے۔ عرض یہ ہے
کہ شیر دے لڑکے کے علاوہ بڑا لڑکا یا چھوٹا لڑکے کو اس کی لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے یا
نہیں؟ عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تحریر کہ دی جائے۔
سائل: محارغاں وٹو ماہیون کا سکھ لالو پور تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری



وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ :

شیر پینے والے لڑکے کے علاوہ اس کے بڑے بھائی یا چھوٹے بھائی کے ساتھ شیر پلانے والی کی لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ میں ہے وتحل اخت اخت رضا عا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مفتی الفقیہ ابو النجیر محمد نور الدین عفی عنہ

مورخہ ۶۴ - ۸ - ۳۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید نے سلمیٰ سے نکاح کرنا چاہا مگر سلمیٰ کی والدہ ہندہ غیر عدلہ نے کہا کہ میں نے غلطی سے زید کو بچپن میں اپنا دودھ پلایا ہے اور اس پر کوئی شاہد نہیں اور زید وغیرہ اسے تسلیم بھی نہیں کرتے تو کیا زید کا سلمیٰ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیواؤں جروا۔



صورت مسئلہ میں زید کا نکاح سلی سے ہو سکتا ہے کہ رضاع خصوصاً بغیر عدلہ کے قول سے ثابت نہیں ہو سکتا، مبسوط خری ج ۳ ص ۳۰۲، ۳۰۳ میں ہے شہادۃ المرأة الواحدة على الرضاع لا تتم حجة الفرقۃ عندنا الى ان قال ولا فرق في الفصلين بين ان تكون الشہادۃ بعد عقد النکاح او قبلہ۔ شامی ج ۲ ص ۵۶۸ میں ہے لا تقبل شہادۃ المرضعة عندنا بی حنیفۃ واصحابہ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے ولا تقبل فی الرضاع الا شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین عدول کذا فی المحيط اور ایسے ہی کنز اور تنویر اور در المختار وغیرہ اسفار فقہ میں ہے بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۲، شامی ج ۲ ص ۵۶۸ میں ہے افادانہ لا یشیت بخبر الواحد امرأة کان اور جلا قبل العقد او بعده صرح به فی الکافی والنهاية الى ان قال، ظاهر المتن انہ لا یعمل به مطلقاً لیکن هو المعتمد فی المذهب، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۱ ان اراد الرجل ان یخطب امرأة فشہدت امرأة قبل النکاح انہا ارضعتہما کان فی سعة من تکذیبہا نیز فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۱ میں ہے وکما لا یفرق بینہا بعد النکاح ولا تثبت الحدیث بشہادۃنہن فکذلک قبل النکاح کرجب ان کے دل میں یہ پڑے کہ یہ عورت سچی ہے تو بہتر ہے کہ بچے۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے وان کان المخبر واحدا ووقع فی قلبہ انہ صادق فالاولی ان یتنزه ویاخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده ولا یجب علیہ ذلک کذا فی المحيط۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتحدوا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی
خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حمدہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ فی القادری نورہ ربہ وقواہ علی کل غیبی و غوی

۱۳۶۲-۶-۴

الاستفتاء

سائل منظر کہ مسماۃ عرشاں نے جب ڈھائی سال کی تھی تو اس نے اپنی مانی کا دودھ پین
شروع کیا اور تقریباً چھ ماہ پیتی رہی تو اس کا نکاح مسیحی محمد صدیق کے ساتھ جائز ہے؟ حالانکہ یہ
صدیق مسماۃ عرشاں کا ماموں اسی مانی کا لڑکا ہے جس کا دودھ پیتی رہی تھی۔
السائل: چراغ ولد اسماعیل قوم ماچھی چک B.E/۱۶۱ ڈاکخانہ فتنہ ضلع منٹگمری
(نشان انگوٹھا سائل)



اگر مسماۃ عرشاں نے صدیق کی ماں کا دودھ ڈھائی سال قمری کے اندر پیا ہے اگرچہ
ایک ہی قطرہ پیابو تو وہ صدیق کی بہن بن جائے گی اور صدیق کا لڑکا محمد اس کا بھتیجا اور وہ اس
کی بھوپھی ہوئی تو ان کا نکاح نہیں ہو سکتا، اور اگر پورے ڈھائی سال قمری کے پیچھے دودھ
پیسا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نکاح جائز ہوگا، ابھی طرح تحقیق کر لیں، عمر بھر کے لئے

حرام و حلال کا معاملہ ہے غذا خواستہ اگر غلطی کریں تو عمر بھر زنا کا گناہ سب ذمہ داروں کو بھی ہوگا
 قمری سال بارہ ماہ کا چاند کے لحاظ سے ہوتا ہے اور انگریزی اور دیسی سال سے تقریباً دس
 دن چھوٹا ہوتا ہے، اچھی طرح حساب لگالیں، حدیث شریف میں ہے یہ حرم من
 الرضاع ما یحرم من النسب۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے حل من
 تحرم بالقراۃ والصحریۃ تحرم بالرضاع، ص ۴۲ میں ہے و وقت
 الرضاع فی قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مقدر بثلاثین شہراً۔ قرآن
 کریم میں ہے ان عدة الشہور عند اللہ اثنا عشر شہراً فی کتاب اللہ یوم
 خلق السموات والارض۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ
 وبارک وسلم۔

حقہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ ایک عورت نے زید کو ایک
 سال کی عمر میں تقریباً دو دھ پلایا، آیا وہ عورت زید کو اپنی لڑکی دے سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا
 توجروا۔

السائل: محمد رمضان از رتیاں ٹبیاں ضلع منٹگمری





زید عورتِ مذکورہ کا دودھ پینے کی وجہ سے لڑکا بن گیا ہے تو اس عورت کی لڑکی
زید کی بہن بنی اور بہن سے نکاح یقیناً حرام اور سخت حرام ہے، اس میں کوئی ایماندار شک
نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ سیدنا
محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مستی زید کی زوجہ
منکو حہ جس میں سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، بعد پرورش مذکورین موشن کے یا قبل مذکور
مستی زید قضاے الہی سے فوت ہو گیا تو فوت ہونے کے بعد مسات مذکورہ نے کسی اور
رجل سے نکاح کیا پھر اسی رجل کے نکاح میں حاملہ ہوئی اور ایک لڑکا جنی تو اس لڑکے کی مادر
نے کسی اجنبی لڑکے کو دودھ پلایا، کیا وہ پہلی دونوں لڑکیوں سے یہ اجنبی نکاح کر سکتا
ہے یا نہیں؟



وہ لڑکیاں اور اجنبی لڑکا رضاعی بہن بھائی ہیں لہذا اس پر حرام ہیں اور اس صورت میں تو، اگر لڑکے نے دودھ بھی پیا ہو تا تب بھی اس پر حرام تھیں کہ دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن کریم میں ہے واخوانک من الرضاۃ اور حدیث شریف میں ہے یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب اخرجہ الشیخان نیز قرآن کریم میں ہے وان تجمعوا بین الاختین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعروا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

قید حضرت صاحب

السلام علیکم : بعد از سلام سنون !
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ہمیشہ کی سوکن کی لڑکی میرے لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں جبکہ میرے لڑکے نے میری ہمیشہ کا دودھ پیا ہوا ہے، کیا رضاعت ہمیشہ کی سوکن کی لڑکی کے ثابت ہے؟ بینا توجہ دوا۔
السائل: محمد یعقوب قوم ارانیں نزد مسجد بی کاو فی تلج کاٹن ملز اوکاڑہ ۱۶/۳/۱۶



اگر اس سوکن کی لڑکی کے باپ کا دودھ آپ کے لڑکے نے پیا ہے باپ صورت کہ
آپ کی ہمیشہ کا دودھ جو پیایا ہے وہ ہمیشہ کے اس بچے کے ہونے کی وجہ سے ہے جو
اس لڑکی کے باپ سے ہوا ہے تو آپ کا وہ نسی لڑکا اس لڑکی کے باپ کا رضاعی بیٹا
بن گیا ہے اور لڑکی کا رضاعی بھائی لہذا ان کا نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر ہمیشہ کا وہ بچہ
کسی اور خاوند سے ہے جس کے ساتھ آپ کے لڑکے نے دودھ پیایا ہے یا وہ لڑکی سوکن
کے کسی اور خاوند سے ہے تو پھر رضاعی بہن بھائی نہیں بنیں گے اور نکاح جائز ہے کما
ہو مبین و مستبین فی اسفار المذهب المہذب الحنفی۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
الاعلیٰ و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
۲۳ ۲۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسمیٰ محمد کا بچہ پیدا ہوا
تو اس کی بیوی نے جو اس بچہ کی ماں ہے مسمیٰ رجب علی کو ماریت رضاع میں دودھ پلایا اور

اس وقت یہ خیال نہ تھا کہ رجب علی کو رشتہ دیں گے، تو کیا رجب علی مسٹی محمد کی لڑکی جو اس دودھ پلانے والی بیوی کے پیٹ سے ہے، نکاح میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز مسٹی محمد کی دوسری بیوی کے پیٹ سے جو لڑکی ہو اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نکاح ہو سکتا ہے بینو اما جو دین من رب العلمین۔
ابوالوفار از مٹھ سید علی



لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم بھائی کا نکاح بہن کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے بلا شک و شبہ و گنجائش ریب مسئلہ مسئلہ میں مسٹی محمد رجب علی کا رضاعی باپ بن گیا اور اس کی تمام لڑکیاں اس کی رضاعی بہنیں بن گئیں اور شریعت مطہرہ میں بہنوں کے ساتھ نکاح قطعاً نہیں ہو سکتا، خواہ باپ یا ماں دونوں یا ایک کے ذریعہ سے بہن بنے اور خیال نہ رہنے کا عذر یہی وہ ہے نبی لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں کسی کو یہ خیال اور وہم نہیں آتا کہ اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کرے گا تو کیا بعد میں کر سکتا ہے؟ قطعاً نہیں! قرآن کریم میں صراحتاً ارشاد ہے و اخواتکم من الرضاۃ اور احادیث محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نمایاں طور پر یہی ثابت کر رہی ہیں، بخاری شریف ج ۲ ص ۷۸۸، سنن نسائی ج ۲ ص ۶۷، سنن ابن ماجہ ص ۸۸، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۰، سنن ترمذی ص ۱۴۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۲، کنز العمال ج ۳ ص ۲۴۷ وغیرہ مکتب معتبرہ حدیث شریف میں ہے بالفاظ متعارفہ مرفوعاً بحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ وغیرہ اسفار مذہب مذہب میں بالکل صاف صاف یہی فتوے اور حکم مندرج



ہے والنظر من الہندیۃ فالکل اخوة الرضیع و اخواتہ ، یہ تو رضاعی باپ
کی نسی لڑکیاں ہیں شرعاً رضاعی لڑکیاں بھی رضاعی لڑکے پر حرام ہیں، سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۵۳
کنز العمال ج ۳ ص ۲۴۵، مبسوط ج ۳۰ ص ۲۹۳ وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کا یہ فتوے موجود ہے سئل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن رجل
یکون لہ امرأتان فترضع احدهما صبیا والاخری صبیۃ قال
لا اللقاع واحد لا یحل لہ۔ اور یہی حکم متون و شروح و فتاویٰ سے ثابت و برہن و
مبین ہے، پس آفتاب نیمروز اور مستاب نیم ماہ سے بھی نمایاں طور پر ثابت ہوا کہ جب علی
مسمیٰ محمد کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا، اس حکم کا خلاف وہی کرے گا جو محض جاہل اور
شرعی احکام سے غافل ہو یا بالکل دیوانہ یا شیطان کا فرزند فرزندانہ ہو۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتروا حکم و صلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

النور غفرلہ

، رذی القعدة المبارک ۱۲۷۷ھ

الاستفتاء

چند سوالات کے مختصر جوابات





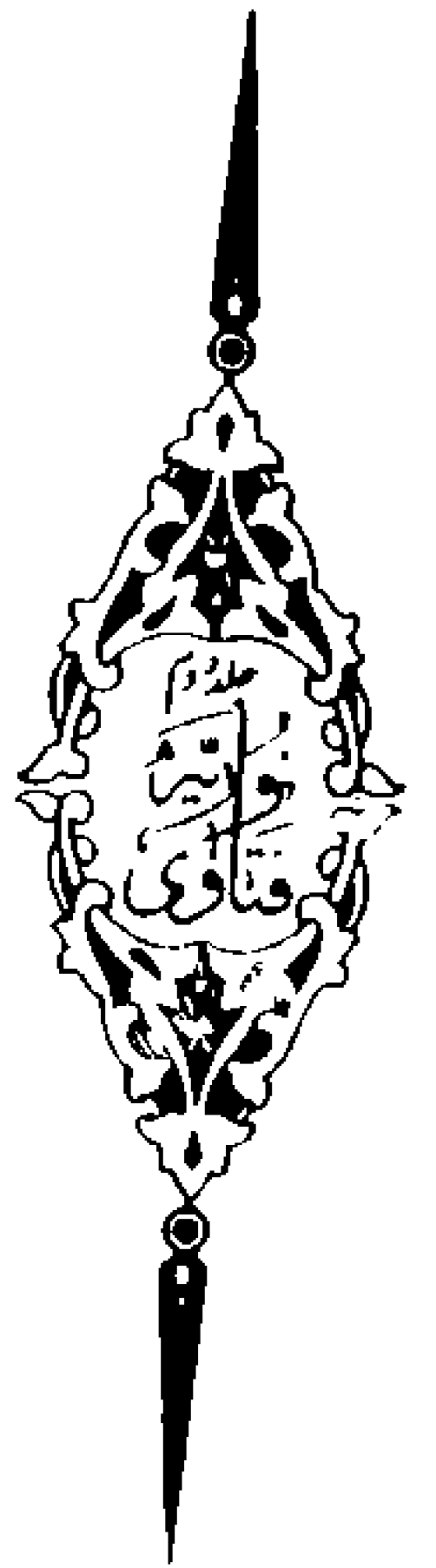
وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ

جوابات

سوالات

سوال نمبر ۱: زید اور شمیم خاندان بھائی ہیں،
زید نے شمیم کے ہمراہ اس کی والدہ کا دودھ پیا
ہے اس طرح یہ دونوں رضاعی بہن بھائی
بھی ہوئے۔

(۱) کیا ان دونوں کی شادی ہو سکتی ہے؟
(ب) کیا زید شمیم کی چھوٹی یا بڑی بہن سے
شادی کر سکتا ہے؟



۱) ہرگز نہیں حکم قرآن کریم بہن بھائی ہیں۔
(ب) شمیم کی کوئی بہن یا بھتیجی یا بھانجی یا اور
کوئی ایسی لڑکی جو شمیم کے والد یا والدہ کی
اولاد سے ہو، زید کے نکاح میں حکم حدیث
شریف نہیں آسکتی البتہ شمیم کی ایسی
رضاعی بہن جو شمیم کے والدین میں سے
کسی ایک کی رضاعی بچی بن سکے تو وہ جائز
ہے مثلاً کسی اجنبی عورت کا شمیم نے
دودھ پیا تھا تو اس عورت کی رضاعی یا
نسبی لڑکی شمیم کی رضاعی بہن ہوگی اور زید
کے لئے جائز ہوگی۔

(ج) ہاں جائز ہے بحکم القرآن الکریم۔

(د) جائز ہے۔

(ا) مدت رضاع (دو یا ڈھائی سال) کے بعد حرمت رضاعیہ ثابت نہیں ہوتی بحکم الحدیث الشریف، لہذا کوئی رضاعی رشتہ نہیں بن سکتا۔

(ب) ہرگز نہیں۔

(ج) ہاں کر سکتے ہیں بحکم القرآن الکریم۔

(ج) کیا شمیم کی شادی زید کے دوسرے چھوٹے یا بڑے بھائیوں میں کسی کے ساتھ ہو سکتی ہے؟

(د) کیا شمیم اور زید کے علاوہ ان کے دوسرے بہن بھائیوں کی ایک دوسرے سے

شادی ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۲:- مسرت حبیب اور شرف الدین کی آپس میں کسی قسم کی رشتہ داری نہیں اور نہ ہی ایک قوم کے ہیں، مسرت حبیب نے اپنا دودھ شرف الدین کے کان میں ڈالا جبکہ اس کے کان میں درد تھا، ایسی عمر میں جبکہ یہ شادی شدہ بھی ہیں اور نوجوان بھی، (ا) کیا اس دودھ کی وجہ سے شرعی حیثیت سے ان کے ایک دوسرے پر کوئی حقوق واجب ہو جائیگے؟

(ب) کیا یہ بربادری رشتہ میں منسلک ہو جائیں گے؟

(ج) اگر کچھ عرصہ بعد دونوں آپس میں شادی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں؟

(د) کیا ان دونوں کے بچوں کی ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۳۔ کیا بیوی کو خاوند کے کان میں دودھ ڈالنا چاہئے جبکہ اس کو تکلیف ہو؟

(د) ہاں ان کے بچوں کی بھی ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ہے۔

(۳) ہاں ڈال سکتی ہے کہ مدت رضاع کے بعد حرمت نہیں ہوتی البتہ اگر خاوند بالکل چھوٹا بچہ مدت رضاع کے اندر ہو تو ہرگز نہ ڈالنا چاہئے کہ ثبوت حرمت پیچھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى عليه وسلم۔

عزہ الغفر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۴ شعبان المعظم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ابھی دو ماہ کا بچہ تھا، اس کی والدہ مر گئی، زید کی دادی جو معمر تھی اور اس کی اولاد بھی ۵ سال پہلے سے بند ہو چکی تھی، بچہ کو اپنی گود میں لے لیا، ازراہ محبت دادی کو قدرے دودھ بھی اتر آیا لیکن اس سے بچے کی خوراک پوری نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے گلے کا دودھ بھی بچے کو پلانا شروع کیا، یہ دودھ بھی بچہ کو ہضم ہوتا رہا اور اسی کے سہارے بچہ میعاد معین تک پرورش پاتا رہا، اب بچہ جوان ہے، دادی کی اولاد دودھ شریک ہونے کی وجہ سے بچہ مذکور کے بھائی بہن ہیں، نسبی رشتہ کے لحاظ سے چچے، بھوپھیاں ہیں اور یہ سب صاحب اولاد ہیں کیا ان کی ریکیاں اس کے نکاح میں آ سکتی ہیں؟ بینوا تو جردا۔ ۵۱-۶-۲۹



صورتِ مسوئہ میں زید کی دادی زید کی ماں اور اس کی اولاد زید کے نسبی چچے 'تائے' پھوپھیاں اب بہن بھائی بن گئے اور ان کی اولاد بھتیجے بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں بن گئی لہذا ان کی لڑکیاں زید کے نکاح میں نہیں آسکتیں، اولاد بند ہونے یا دودھ کے کم ہونے کا قطعاً اعتبار نہیں حتیٰ کہ مردہ عورت کا دودھ گو ایک قطرہ بچے کے پیٹ میں چلا جائے تو حکم حرمت ثابت ہو جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ میں ہے حتیٰ ان الموضعة لو ولدت (الی ان قالوا) فالكل اخوة الرضيع و اخواته و اولادهم اولاد اخوته و اخواته نیز اسی میں ہے لبن الحیة و السمیة سوار فی التحريم نیز اسی میں ہے قلیل الرضاع و کثیرہ اذا حصل فی مدة الرضاع تعلق به التحريم، تو گائے وغیرہ کے دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں البتہ اگر عورت کا دودھ دوا جائے اور اس میں گائے بکری کا ملا دیا جائے تو بعد ازاں بچے کو پلا دیا جائے تو غالب یعنی زیادہ کا اعتبار ہوگا، فتاویٰ مذکور کے ص ۴۳ میں ہے ولو خلط لبن المرأة الخ اور یہاں ملانے کی شکل نہیں لہذا حرمت مذکور و ثابت اور نکاح حرام ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آل
و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور الدین غفرلہ

الاستفتاء

بعض رفیض گجور منبع شریعت طریقت حقیقت معرفت دہم علیکم السلام
السلام علیکم ورحمۃ کے بعد بندہ درگاہ رب العالمین سے آپ کے در دولت کی عز و جاہ کا ہر
خواستگار ہے۔

ایک عورت بیمار ہو جاتی ہے اور اس کی حالت نازک کے وقت صرف دو دن اس کی
بہن نے بیمار عورت کے بچے کو دودھ پلایا ہوا ہے لہذا دودھ پلانے والی کی گود میں بھی اس
وقت لڑکا ہی تھا اور پھر دوبارہ دودھ پلانے والی عورت کے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی،
آپ مطلع فرمادیں کہ بیمار عورت کے بچے کو وہ لڑکی عقد میں آسکتی ہے یا نہیں؟ عین نوازش
ہوگی، جواب جلدی لکھ کر مشکور فرمادیں۔

السائل: مستری عبدالعزیز از شیر گڑھ براستہ ریئادہ خور و ضلع منٹگمری



وہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی ماں کی لڑکی ہے تو اس کی رضاعی بہن بنی اور حکم قرآن کریم
حرام قطعی ہے، قرآن کریم میں ہے و اخواتکم من الرضاۃ (پ) فتاویٰ قاضی خان ج ۱
ص ۱۸۹ میں ہے تتعدی الی اصول المرأة و فرجها۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

محترم جناب مفتی صاحب مدرسہ اسلامیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ : عرض ہے کہ عرصہ تقریباً ۲۰ سال ہو گئے ہیں کہ میری بھانج سخت بیمار ہو گئی تھی اور اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی جس وقت وہ بیمار ہوئی تھی اس کی گود میں دو ماہ کا بچہ تھا، بچہ ماں کا دودھ نہیں پی سکتا تھا، اس مجبوری کی وجہ سے میری بیوی جس کی گود میں اس وقت ایک لڑکا تھا، اس کی عمر بھی تقریباً دو ماہ کی تھی تو میری بیوی نے میری بھانج کے لڑکے کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد اس کی ماں صحت یاب ہو گئی، پھر میری بیوی کے ہاں تقریباً اڑھائی سال بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا، پھر اس کے تقریباً تین سال بعد ایک لڑکی میرے ہاں پیدا ہوئی۔ اب ہمارا خیال میری بھانج کے لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ کرنے کا ہے، میری بھانج بیوہ ہے اور اس کا ایک ہی وہ یتیم لڑکا ہے آپ مہربانی فرما کہ فتوے ارشاد فرمائیں کہ کیا ان دونوں کی یعنی میری لڑکی اور میری بھانج کے لڑکے کی شادی ہو سکتی ہے؟

از فرزند علی دوکاندار پور پورالہ دکان چھ و ماڑی بازار پور پورالہ



وہ لڑکا جس نے آپ کی بیوی کا دودھ پیا، آپ کا اور آپ کی بیوی کا رضاعی لڑکا بن گیا لہذا آپ دونوں کی یا کسی ایک لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بہن بنے گی لہذا ایسی کوئی لڑکی جو آپ کی اسی بیوی سے یا آپ کی کسی اور بیوی سے ہو، اس لڑکے کے نکاح میں نہیں آسکتی، ایسا کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے، یہ قرآن کریم اور حدیث پاک اور فقہ شریف کا مضبوط حکم ہے، قرآن کریم چوتھے پارے کے آخر میں ہے وَاخْوَاتِكُم مِّن الرِّضَاعَةِ يَعْنِي تَهَارِي رِضَاعِي بَهْنِينَ تَمَّ بِرَحَامٍ كِي كُنَّ يَهْنِينَ۔
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۸ صفر الخیر ۱۳۸۹ھ ۲۶/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ کے بارہ میں کہ ایک لڑکا جس کی والدہ بچپن یعنی شیرخوارگی میں فوت ہو گئی، اس کے بعد اس بچے کی سگی چچی نے اس بچے کو گود میں لیا اور شیر پلایا، شیر پکڑ پرورش پائی، اس بچے کے ساتھ اس کی چچی کی لڑکی نے بھی

دودھ پی لیا۔ اس سے پہلے مذکورہ چچی کی دو بڑی لڑکیاں تھیں، ان دو میں سے ایک بڑی لڑکی اس لڑکے کے گے ماموں کے نکاح میں آئی، اس لڑکے کے ماموں کی اب ایک نوجوان لڑکی ہے اور وہ بچہ بھی اب نوجوان ہے، ازراہِ کرم مطلع فرمادیں کہ اس لڑکے کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرما کر نوازیں

والسلام

تحریر ۸ اگست ۱۹۷۳ء سائل
سکنہ چک ۵۰۵/۱۰۰ تحصیل منڈی زینا ضلع بہاولپور



اس لڑکے کا نکاح اس ماموں زاد لڑکی سے نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ لڑکی اسکی بھانجی بھی ہے جس عورت کا دودھ پلایا جائے اس کی تمام اولاد دودھ پینے والے کے بہن بھائی بن جاتے ہیں کما فی الاحادیث المبارکۃ و کتب المذہب المہذب الحنفی، ہاں اگر وہ لڑکی ماموں کی کسی اور بیوی سے ہو تو اس کے مطابق حکم ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و

الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

۱۱



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ سے متعلق، میری حقیقی خالہ نے حقیقی بڑے بھائی کے ساتھ میری حقیقی والدہ کا دودھ پیا ہے، دودھ پینے کی مدت دو تین بار صرف لمحات بنی ہے، دودھ خالہ کو شغلًا پلایا گیا ہے، کیا خالہ کی لڑکی کا عقد میرے ساتھ شرعاً جائز ہے؟ یاد رہے کہ خالہ نے میرے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر دودھ پیا ہے، میرے ساتھ مل کر نہیں پیا۔

باقر حسین ایکسپریس سب انسپکٹر پاکپتن ۶۵-۱۲-۳



آپ کی وہ حقیقی خالہ دودھ پینے سے آپ کی حقیقی رضاعی بہن بن گئی تو اس کی لڑکی آپ کی بھانجی بنی اور بھانجی سے نکاح شرعاً حرام ہے اگرچہ رضاعی ہو اور اس بات میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ آگے پیچھے پینے سے بھی رضاع ثابت ہو جاتی ہے اور یہ فرق بھی نہیں کہ قصدًا پلایا جائے یا شغلًا بلکہ دودھ حلق سے اتر جائے اگرچہ کم ہو تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۲ میں ہے قلیل الرضاع و کثیرہ اذا حصل فی ملة الرضاع تعلق بہ التحريم نیز اسی میں ہے والقلیل مفسر بما یعلم انه وصل الی الجوف اور ص ۲۳ میں ہے ان القطرة من اللبن اذا دخلت حلق الصبی تکفی لثبوت الحرمة، نیز اسی میں (ص ۲۴)

ہے حتیٰ ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل الارضاع
او بعده الخ نیز ص ۶ میں ہے کل من تحرم بالقراۃ والصہریۃ تحرم
بالرضاع۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ النعیمیہ الامام محمد نور الدین غفرلہ

الاستفتاء

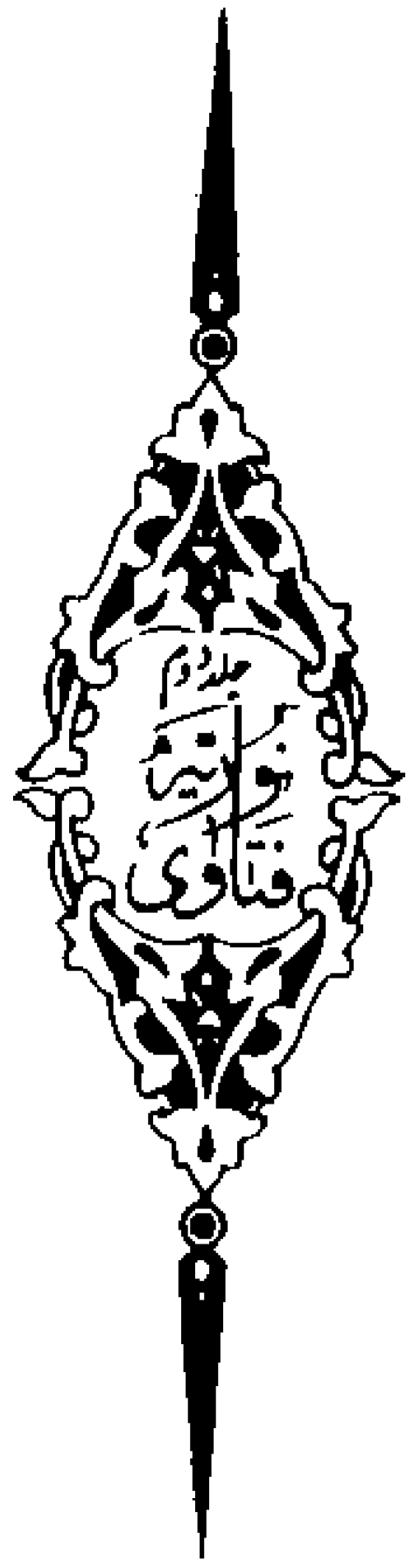
گرامی قدر جناب مفتی اعظم صاحب دام سلامت

السلام علیکم، مزاج گرامی!

دہلی بیوی، ایک بیوی خاتون بی سے حاجی عطا محمد دوسری بیوی سترار بیگم سے

محمد اسلم جہان خاں محمد اشرف ممتاز احمد امتیاز احمد سعید احمد مظہر نسیم

پہلی بیوی ۱۹۴۴ء میں فوت ہو گئی، دوسری شادی ۲۶ مئی ۱۹۵۷ء کو ۲۹ کو
فوت ہو گئی، دوسری بیوی کے امتیاز احمد کے ساتھ ایک کس جاوید اقبال کو میری بیوی سترار بیگم
نے اس وقت دودھ پلایا جبکہ جاوید اقبال کی والدہ کا دودھ نہ تھا، وہ تنگ بھتا،
ہماری نظروں میں جاوید اقبال جلد سات بھائیوں کا بھائی ہو گیا ہے، کیا شرعیہ درست ہے
ہے؟ اب جہان خاں اپنی لڑکی کا رشتہ جاوید اقبال کو دنیا چاہتا ہے، کیا شریعت
میں یہ رشتہ جائز ہے یا نہ؟



براہ کرم فتویٰ مرتب فرما کر ارسال فرمائیں، مشکور ہونگا، کوئی خدمت؟

حاجی عطا محمد ۱۳-۱۱-۷۳

حاجی ملک عطا محمد صاحب ریٹائرڈ A.S.P یعنی اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس



وَعَلَيْكُمْ السَّلَام وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ : مزاج بہا یوں !

ہاں آپ کا نظریہ درست ہے، جاویداقبال آپ کا لڑکا اور آپ کے سب لڑکوں کا بھائی بن گیا ہے تو جہان خاں کی لڑکی اس کی بھتیجی ہے اور اس پر حرام ہے، متفق علیہ حدیث شریف میں ہے الرضاۃ تحرم ما تحرم الولادۃ یعنی وہ رشتے جو ولادت حرام کرتی ہے، ان کو دودھ پینا بھی حرام کر دیتا ہے تو جیسے جہان خاں کی لڑکی امتیاز احمد پر حرام ہے ویسے ہی جاویداقبال پر بھی حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ میں ہے یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاۃ و اصولہما و فرعہما من النسب والرضاۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

ال و صحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۲۲ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ

۱۸/۱۱



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید نے اپنی چچا زاد سے نکاح کیا اور ایک بچہ پیدا ہو کر فوت ہوا اور دودھ خشک ہو گیا، بعد ازاں اسے حمل نہیں ہوا اور عورت کی شیرخوار بہن کو پرورش کئے لے لی اور عورت کو دودھ اتر آیا اور شیرخوار پیتی رہی تو کیا یہ لڑکی زید کے بھائی عمرو کے نکاح میں آسکتی ہے؟ بینوا تو جروا

اس نل: (مولانا محمد عظیم نوری، امام مسجد چک نواہل تحصیل و ضلع ساہیوال

۱۴ - ۶ - ۷۷



ہاں بشرط صحت سوال جائز ہے کہ زید کا بھائی اس سے نکاح کرے کیونکہ زید کی بیوی کا یہ دودھ جو اس لڑکی نے پیسا ہے زید کے بچہ پیدا ہونے سے نہیں اترتا بلکہ ویسے ہی اترتا ہے تو دودھ لڑکی زید کی نہیں بلکہ صرف زید کی بیوی کی لڑکی ہے اور پہلے کافی مدت جو بچہ ہوا اور دودھ اترتا تو وہ خشک ہو چکا تھا چنانچہ مسئلہ ابن العفل فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۹۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۳، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۳، کفایہ علی الدرایہ ج ۳ ص ۳۱۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۶، شامی ج ۲ ص ۵۶۵، موطاویٰ علی الدر ج ۲ ص ۹۴، حاشیہ کتاب الفقہ ج ۲ ص ۲۶۹ میں باغایہ متقاربہ والنظم للاول رجل تزوج امرأة فولدت منه ولدا فارضعت ولدها ثم بیس لبنها ثم درلها لبن بعد ذلك فارضعت حبیباً کان



لهذا الصبی ان یتزوج اولاد هذا الرجل من غیر المرضعة ، اور جب زید کی لڑکی نہ بنی تو نکاح جائز ہے کہ بنت العم کی طرح بنت العم بھی مادر ارذاکم میں نخل اور حلال ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم و
علی الہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

مترجم الفقیر البواخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (ضلع ساہیوال)

۱۴-۶-۷۷

۲۶ رباعی الاخریٰ ، ۱۳۹ھ



باب الکفو

باب الکفو

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ ایک لڑکی مراہقہ کھل قوم جس کا چچا حقیقی او
مہائی عاقل بالغ موجود تھے کسی کے اغوار سے ضلع بہاولنگر سے ضلع ملتان چلی گئی اور ایک غریب
موچی کے ساتھ نکاح کر لیا اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت بالغ بھی ہو گئی ہو تو کیا یہ نکاح جائز
ہے یا نہیں حالانکہ کھل مشرب قوم ہیں اور ان کا رشتہ موچی کے ساتھ نہیں کیا جاتا اور
بڑا باعث عار شمار کیا جاتا ہے۔

سائل : مولوی نور محمد، نور احمد صاحبان



بشرط صحت سوال حسب تصریح مفتیان عظام یہ نکاح، نکاح ہی نہیں بلکہ ایک عقد باطل

ہے، فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۵۵، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۷، خیرہ ج ۱ ص ۲۵، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۰، مفتی الابحر، مجمع الاسر، درالمنقی ج ۱ ص ۳۳۲، تنویر الابصار، درالمختار، ردالمحتار ج ۲ ص ۲۰۸ و ۲۰۹ میں ہے والنظر من الدر مع التنویر (ویفتی) فی غیر الکفر بعد جوازہ اصلاً وهو المختار للفتویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم، وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

مہر دارالعلوم ہذا

ما قال الفقیہ الاعظم هو الصحیح الاحکم
ابو الصیاء محمد باقر صد مدرسین دارالعلوم ہذا غفرلہ
تاریخ تخریر ۲۲ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۴۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اندیز مسئلہ کہ ایک یتیم نابالغ لڑکی جو اپنی خالہ کے پاس پرورش پاتی تھی وہ اپنی بہن کو طے گئی تو ایک غیر قوم نے اس کو اغوا کر لیا اور جبراً اپنی مرضی سے آپ نکاح کر لیا۔ دو سال کے بعد جب لڑکی نے تنگی محسوس کی تو کسی جیلے بہانے سے بھاگ کر اپنی خالہ کے پاس آگئی، بعد ازاں جوان ہوئی تو اس نکاح کا صاف صاف لفظوں میں رد کر دیا، اب سو سال سے خالہ کے پاس ہی ہے تو کیا وہ لڑکی اپنی مرضی سے

اپنے کسی ہم قوم کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا پہلے ہی نکاح کی پابند ہے؟ مینو اتوجروا
السائل: محمد حسین بمقام یک کبرہ ڈاکا نہ حجرہ شاد مقیم تحصیل دیپالپور ضلع منٹھری
(نوٹ) اس مقیم لڑکی کے وارثوں سے صرف تالیازاد بھائی ہیں، جب ان کو اس نکاح
کا علم ہوا تو پسند نہ کیا۔
نشان انگوٹھا سائل محمد حسین



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو لڑکی اس نکاح کی ہرگز ہرگز پابند نہیں، اس
بیچاری پر بڑا سخت ترین ظلم ہوا لہذا اپنے اختیار سے اپنے کسی ہم قوم کے ساتھ حسب
دستور شرع نکاح کر سکتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ میں ہے وثبتت الولاية
باسباب اربعة الخ نیز ص ۱۱ میں ہے نفذ نکاح حرة مكلفة الخ والله تعا
اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزوة الفقير البواکیر محمد نور الشان نعمی غفرلہ

۶۱-۵-۳

الاستفتاء

نوٹ: ذیل کا فتویٰ مولانا نصیر الدین رکن پوری علیہ الرحمہ سے طلب کیا گیا
تو موصوف نے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کی طرف رجوع کیا۔

بخدمت جناب فیض آب مولانا مولانا مولوی محمد نصیر الدین سلمہ اللہ تعالیٰ عنہ المصائب
بعد از السلام علیکم معروض آنکہ مسمیٰ محمد دین قوم بھٹہ عرصہ تقریباً اڑھائی سال ہوئے کہ اس
کی شادی موضع بابوساڑ و ریاست بہاولپور مسمیٰ علاؤل قوم گھرا یا کی لڑکی کے ساتھ ہوئی و اتفاقاً
یوں میں کہ میں نے اپنے بڑے بھائی اور دیگر شخص کو رشتہ کے لئے بھیجا جس پر لڑکی کے
باپ نے کہا کہ ہم تمہارا گھر بار دیکھ کر فیصلہ کریں گے چنانچہ کچھ دنوں کے بعد لڑکی کا چچا میر
گھرایا اور دیکھ کر جاتی دفعہ ان کو کہا آپ کچھ دنوں تک آجائیں، ہم صلاح و مشورہ کر کے
آپ کو مکمل جواب دیں گے۔ جب یہ دوبارہ گئے تو انہوں نے کہا ہم مبلغ ۶۰۰ روپے نقد
آپ سے لیں گے تب کریں گے، بعدہ باپ نے نکاح کر دیا اور بخیر و عافیت چھ ماہ گزر
گئے تو وہ آئے اور میری عورت کو اپنے ساتھ لے گئے، وہاں جا کر انہوں نے عورت
میرے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا، برادرانہ کوشش کرنے کے بعد مجبوراً عدالت میں
دعوئے دائر کر دیا، دعویٰ کے آٹھ ماہ بعد انہوں نے بھی فسخ نکاح کے لئے عدالت میں
دعویٰ کر دیا ہے کہ مسمیٰ محمد دین ہمارا ہم کنو یعنی ہم قوم نہیں حالانکہ ہمارے اور ان کے درمیان
پہلے آشنائی اور ایک دوسرے سے ہمیشہ ملتے رہتے ہیں، بیان کا محض غلط بیان ہے
اس کے متعلق شرعی فیصلہ کیا ہے؟ بینا تو جروا۔



اگر صورت واقعہ یہی ہے جو سائل نے بیان کی تو ظاہر ہے کہ لڑکی اور اس کے والد کو
مسمیٰ محمد دین کے متعلق اچھی طرح واقفیت ہوگی خصوصاً جبکہ لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ ہم تمہارا
گھر بار دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور لڑکی کے چچا نے گھر بار دیکھ کر کہا کہ آجائیں، صلاح و

مشورہ کے بعد مکمل جواب دیا جائے گا اور مکمل جواب یہ دیا کہ رشتہ دینا منظور کر لیا اور معاوضہ بھی مقرر کر لیا پھر نکاح ہوا اور خود باپ نے کر دیا اور چھ ماہ خیر و عافیت سے گزرے لڑکی خاوند کے پاس رہی، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ان کو مسیحی محمد دین کے متعلق ہم قوم ہونا معلوم نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہوگا بلکہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۱ اور درالمختار تحریراً ردالمحتار میں تقریر ہے ج ۲ ص ۴۳۷ والنظر من المہندیۃ وان کان الاولیاء هم الذین باشر و اعقد النکاح برضاہا ولم یعلموا انه کفو او غیر کفو فلا حیار لواحد منہما تو صورت سورہ میں بطریق اولیٰ جواز ثابت ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وحلمہ جل مجدہ اتعوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ والہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عزیز الفقیر ابوالخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

الاستفتاء

آج مسیحی ماں ولد جو ایسا امام متوفی کا چچا قوم کو کار آیا اور مسماۃ فاطمہ والدہ امام بھی آئی اور ان دونوں نے آپس میں سمجھوتہ کر لیا اور متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ متوفی امام کی نابالغ لڑکی جو اپنی والدہ مسماۃ اللہ جو ابائی کے پاس ہے حالانکہ وہ ایک غیر کفو کے ساتھ نکاح کر چکی ہے تو وہ لڑکی مسماۃ فاطمہ کو جو اس کی حقیقی دادی ہے دی جائے اور مسیحی ماں نے تسلیم کیا کہ میں دادی پوتی دونوں کی نگرانی اور پرورش کرتا رہوں گا، لڑکی دادی کے سپرد کی جائے اور شرعی حکم کے سائل ہوئے۔

نشان انگوٹھ مسماۃ فاطمہ

نشان انگوٹھ سائل ماں





اگر حقیقت سوال درست ہے اور لڑکی کی والدہ غیر کفو کے ساتھ نکاح کر کے لڑکی سمیت اس کے پاس ہے تو اس کا لڑکی پر کوئی حق نہیں۔ تمام مستند شرعی کتابوں میں یہی حکم ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۱ میں ہے اور مستزوجة بغیر محرم اور جب ماں کا حق نہیں رہا اور لڑکی کی نانی بھی نہیں (حسب بیان سالکوں) تو دادی ہی حقدار ہے اور یہ بھی تمام مستند کتابوں میں ہے، فتاویٰ عالمگیری کے لفظیہ میں فام الاب اولیٰ من سواہا اور دادی گو پیر پتر ہے مگر بالکل کمزور نہیں اور ساتھ ہی ماں مذکور بھی ذمہ داری قبول کرتا ہے تو لڑکی دادی کے پیر کی جائے اور ماں کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ سجل مجدہ انتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۳۰ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلے میں ایک جوان لڑکی کو جبراً بیجا کر ایک غیر قوم کے لڑکے نے لڑکی کی رضا مندی کے بغیر جبراً نکاح کر لیا، لڑکی کے والدین



غیر قوم کے ہونے سے رضا مند نہیں اور ایسی قوم کو رشتہ دینا سخت بے عزتی اور ہتک سمجھتے ہیں کیا لڑکی کا نکاح از روئے شریعت محمدی جائز ہے یا نہیں؟
خیر اندیش : چوہدری فضل محمد ولد چوہدری نور محمد قوم ارہیں
درگاہ بازارہ پاکستان شریف ۳-۱۰-۵



جوان لڑکی کا نکاح جبراً یعنی اس کی رضا و اجازت کے بغیر ہرگز نہیں ہوتا، یہ مسئلہ مذہب مہذب حنفیہ کی تمام کتب فقہیہ میں مؤرخین کی طرح واضح موجود ہے مثلاً کنز الدقائق میں ہے لا تجبر بکرب اللفۃ علی النکاح لئلا غیر قوم کے سوال کی ضرورت ہی نہیں البتہ اگر لڑکی صرف دل سے رضا مند نہ تھی مگر بظاہر راضی ہو گئی اور اجازت دے دی تو ایسی صورت میں غیر قوم کا مسئلہ ہے تو اگر وہ غیر ایسا گھٹیا قوم کا ہے کہ عام عرف اور رواج کے لحاظ سے لڑکی کے والد اور اقربا کے لئے اس قوم کو رشتہ دینا سخت بے عزتی اور ہتک سمجھا جاتا ہو تو فتوے اس پر ہے کہ وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں چنانچہ فتاویٰ ام قاضی خاں ص ۱۵۵، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۸۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۰، تنویر البصار در المختار رد المحتار شامی کے ص ۴۰۸، ۴۰۹ میں ہے والنظم من التوبیر والد (یعنی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلاً) وهو المختار للفتویٰ (لفساد الزمان) واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم وعلى

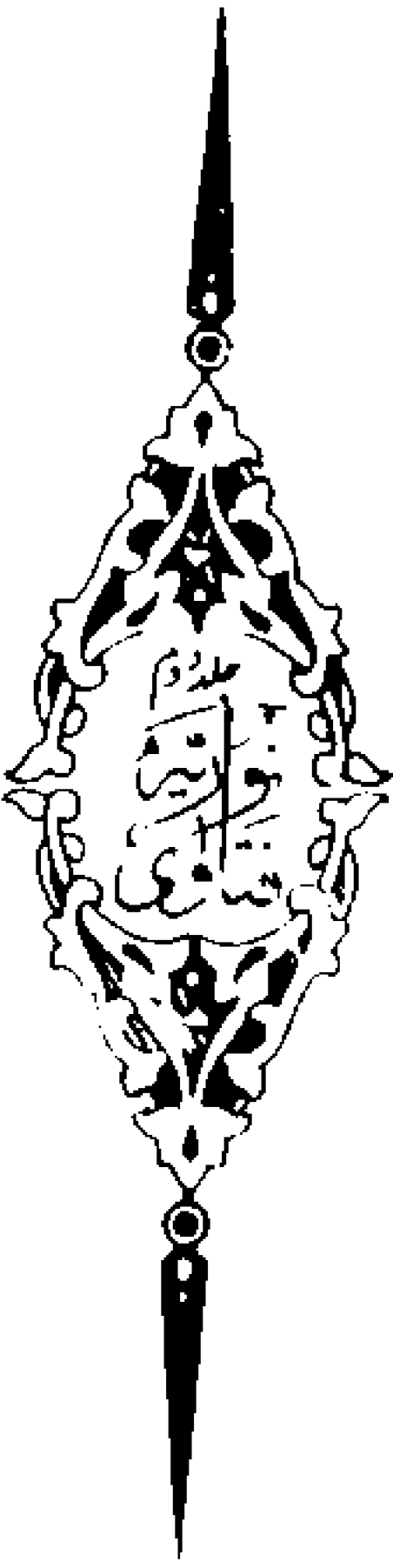


عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ ۱۳/۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی عمر تقریباً آٹھ دس سال جس کا والد فوت ہو چکا ہو اور اس کی والدہ اور بھائی عمر تیرہ سال دونوں اس لڑکی کے وارث ہیں، لڑکی کا ایک حقیقی چچا بھی ہے جو لڑکی کی ماں سے بالکل ترک تعلق کئے ہوئے ہے، لڑکی کی ماں اپنے آپ کو اسلامی شرعی قیود سے مستثنیٰ سمجھنے ہوئے ہے حتیٰ کہ کلمہ شریف تک نہیں مانتی اور نہ ہی لڑکی کا بھائی نماز روزہ کو جانتا تک ہے، لڑکی کی ماں لڑکی کو ساتھ لیکر لڑکی کے تیرہ سال بھائی کی موجودگی میں حسب رضا مندی خود کچھ روپے لے کر لڑکی کا نکاح شرعی کسی لڑکے سے کر دیتی ہے۔ لڑکی نابالغ ہے اپنے سرال کے گھر دو مہینے رہتی ہے، مابعد لڑکی کی ماں اور بھائی اسے لیکر فرار ہو جاتے ہیں اور سابقہ نکاح سے تقریباً دو برس بعد اسی لڑکی کا نکاح دونوں ماں بیٹا مل کر کسی اور آدمی سے کچھ روپے لے کر کر دیتے ہیں، ابھی تک لڑکی نابالغ تھی، دوسرے سرال کے گھر جا کر لڑکی بالغ ہو کر حقوق زوجیت ادا کرتی ہے، عرصہ دو سال تک دوسرے خاوند کے گھر رہ کر لڑکی کو بچہ پڑا، اغوا کر لیتی ہے اور اپنے بڑے لڑکے کی رضا مندی سے اپنے پاس لے آتی ہے۔ اب وہ عورت اپنی اس لڑکی کو ایک تیسری جگہ فروخت کرنا چاہتی ہے، لڑکی اب جوان ہے، تیسری جگہ فروخت ہونے اور بھائی اور ماں کی رضا پر بیک کہنے کو ہرگز تیار نہیں، اب اس لڑکی نے اپنے ماسی زاد بھائی کے پاس پناہ لی ہے



وہ آدمی نماز روزہ کا پابند اور شرعی حدود قیود سے کچھ واقف ہے، لڑکی کے حصول کے لئے ماں اور بھائی دونوں بہرا ہی سئے خریداران کو شاں ہیں، لڑکی کی آرزو ہے کہ میں گنگاری کی زندگی سے نجات پاؤں اور جائز زندگی بسر کر دوں، وہ پوچھتی ہے کہ میرا جائز ٹھکانہ کونسا ہے یا مجھے اب کہاں زندگی گزارنی چاہئے، اب وہ جائز طور پر نکاح کی خواہاں ہے، اس صورت میں شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے؟ پہلے نکاح کے وقت بھائی اگرچہ بلحاظ سن و سال نابالغ تھا تاہم حالات دنیا سے متاثر اور والدہ بڑھئی عورت جو عیاشی قسم کے کاموں میں مشغول رکھتی ہے اور کیا اب اس پناہ دینے والی لڑکی کے ماسی زاد بھائی کو کیا کرنا چاہئے جبکہ لڑکی کی ماں اور بہرا ہی تیسرے خریداران اس سے لڑکی طلب کرتے ہیں؟

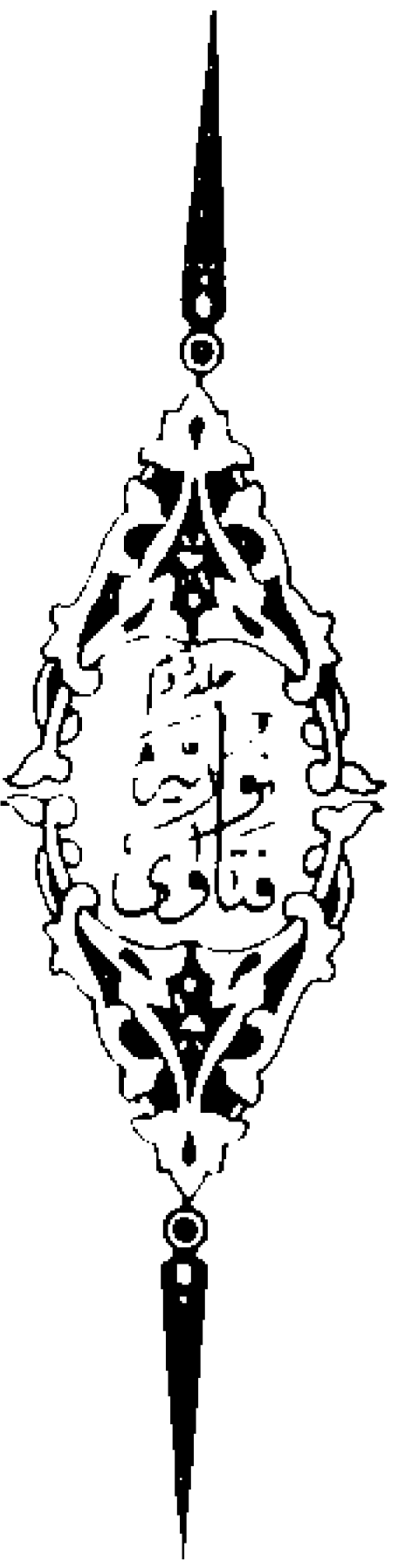
السائل : عبد اللطیف مجروح، منڈی میر سنگھ

چند امور کے متعلق استفسار پر سائل نے دوبارہ سوال بھیجا جو درج ذیل ہے:

ابوالخیر غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کا والد فوت ہو چکا ہے اور اس کا بھائی تیرہ چودہ سالہ اچھا سڈول اور قد و قامت رکھنے والا ہے اور اس کی والدہ جو دونوں علم شریعت سے قطعی طور پر نا آشنا ہیں حتیٰ کہ نماز تک بھی نہیں جانتے، لڑکا اپنے آپ کو جوان محسوس کرتا ہے اور اس کے ذہن سے جوانی کے تاثرات ذیل کے اشخاص تک بھی پہنچے اور ان کے سامنے اس نے اپنے جوان ہونے کا دعویٰ کیا، والدہ اور بھائی دونوں نے مل کر ایک غیر رشتہ دار سے کچھ رقم لیکر اس نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا، کچھ عرصہ بعد لڑکی کو اس کے سسرال کے گھر سے لیکر فرار ہو گئے اور ایک دوسری جگہ ان سے کہیں دور رہائش پذیر ہو گئے، دو سال بعد دوبارہ والدہ اور بھائی نے ایک اور جگہ سے کچھ اور غرض میں لڑکے کے لئے بیوی لیکر



دوبارہ فروخت کر دی اور نکاح بھی کر دیا۔ نکاح ثانی پر بھی لڑکی نابالغ تھی، نکاح سے کچھ ماہ بعد لڑکی جوان ہو گئی، جوان ہونے کے بعد لڑکی کے دل میں اپنے موجودہ شوہر کے متعلق نفرت رہی اور ان کا باہمی ربط قائم نہ رہ سکا ویسے وہ بطور میاں بیوی رہے، اب والدہ نے لڑکی کو اس جگہ سے بھی نکال لیا اور تیسری جگہ سے کچھ روپے لیکر فروخت کر دینا چاہا مگر لڑکی نے انکار کر دیا، لڑکی عہد نامہ پہلے سہراں کے گھر جانے پر رضا مند ہے اور نہ دوسرے کے ہاں، وہ دونوں سے نفرت کرتی ہے۔ لڑکی کا ایک حقیقی چچا بھی ہے جس نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد اپنی بھانجہ کی بے قاعدگیوں سے متاثر ہو کر اس کو بالکل عاق کر دیا تھا، وہ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا، کوئی رائے یا اعتراض ان کے کسی معاملہ میں نہیں کرنا چاہتا۔ اب لڑکی کہیں فروخت نہیں ہونا چاہتی، اب اہل شریعت کیا فتوے دیتے ہیں کہ اس لڑکی کا جائز وارث کون ہے؟ اب جبکہ تیسرے فریق اس کی والدہ اور بھائی کی معیت میں لڑکی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ پہلا نکاح لڑکی کا اس کی والدہ اور بھائی نے غیر کف میں کیا تھا جو اس کے لئے باعث عار تھا۔

خوشی محمد ولد محمد اسماعیل ساکن منڈی ہیر سنگھ۔ عبد اللطیف مجروح منڈی ہیر سنگھ
محمد اسماعیل مٹری ساکن منڈی ہیر سنگھ



اگر سوال واقعی اور صحیح ہے تو حسب تصریح ائمہ احناف علیہم الرحمۃ نکاح اول جو غیر کفو میں ہوا سرے سے شرعاً ہوا ہی نہیں اور اگر چچا بھی اجازت دیتا تب بھی نہ ہوتا کہ غیر باپ دادے کا کیا ہوا نکاح نابالغ غیر کفو میں منعقد ہی نہیں ہوتا باتفاق ائمہ کرام، فتاویٰ عالمگیری

ج ۲ ص ۱۵ میں ہے اجمعا علیٰ انہ لا یجوز ذلک من غیر الاب والجد
ولا من القاضی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور وہ دوسرا بھی اگر غیر کفو میں ہوا یا
مہر میں کمی فاحش کے ساتھ ہوا تو وہ بھی نہ ہوا کہ باپ دادے کا غیر ایسا نہیں کر سکتا
کما مر، اور اگر وہ دوسرا خاوند ہم کفو تھا اور مہر بھی فاحش کی والا نہ تھا تو وہ نکاح منعقد
ہو گیا کہ بھائی کے ہوتے چچا ولی نہیں البتہ لڑکی کو بعد از بلوغ اختیار نسخ تھا مگر لڑکی وہ بھی
ضائع کر بیٹھی کہ نفرت دل میں رہی، زبان سے کچھ نہ کہا اور پھر بطریق میاں بیوی رہی تو اب
اختیار نہیں رہا، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰ میں ہے وانما یبطل خیارھا اذا رضیت
بالنکاح صریحا او یوجد منها فعل یستدل به علی الرضا کالتمکین
من الجماع الخ تو اس صورت میں لڑکی پر لازم ہے کہ وہ اس دوسرے خاوند کے
گھر جا کر آباد ہو جائے اور اتفاق نہ بنے تو طلاق حاصل کر لے اور پہلی دو صورتوں میں خود مختار
ہے اپنی رضا و رغبت سے حسب دستور شرع جہاں چاہے نکاح کر لے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سادات کرام کی عورتوں

عہ کہ مہر مثل مثلاً یکصد تھا اور پچاس بنا دیا ۱۲

کائنات ہاشمیوں کے سوا کسی غیر قوم کے آدمی کے ساتھ اگر اس عورت کے وارث منعقد کریں
تو کیا سید زادی کا نکاح کسی دوسری بیچ قوم کے آدمی کے ساتھ منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

السائل: غلام مہر علی، فاضل حزب الاحناف، مہتمم مدرسہ عربیہ نور المدارس
مسجد نور مسجد منڈی چشتیاں شریف



پُر ظاہر کہ عورتوں سے مراد عاقلات بالغات ایامی راضیہ بالنکاح ہیں اور ایسے ہی
وارث سے دلی شرعی ناکح حسب نسب سے قبل از عقد واقف مراد اور آدمی سے مسلم مائل
بالغ تو ایسے نکاح کے انعقاد و نفاذ کا لزوم از روئے تصریحات کتب مذہبیہ متون شرع
حواشی و فتاویٰ اس و شمس کی طرح واضح و ہدیا ہے اور خدام اسفار ائمہ کے نزدیک
ضروریات ادلیہ سے اطمینان قلب کے لئے فتاویٰ مبارک رضویہ کتاب النکاح حصہ سوم
ص ۱۱۷-۱۱۸ کا ایک مختصر مگر جامع فتویٰ حوالہ قلم ہے :-

مرسلہ حاجی موسیٰ عربی ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے
غیر قوم غیر سید مثل شیخ بھٹل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے برقبیلہ

سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی ہو یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی
 رہے غیر قریش جیسے انصاری یا منہل پیٹان ۱۰ ان میں عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے بھی
 مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ نکاح
 کر لے والا ولی باپ دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اگر باپ
 دادا اپنی کسی بڑی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے لئے بھی نہ ہو سکے گا،
 اور اگر بالغ ہے اور اس کا ولی نہیں تو اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی
 ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا یا پردادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود
 ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحتاً اس نکاح کی اجازت
 دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔

ان تمام مسائل کی تفصیل درالمختار و ردالمختار وغیرہما کتب معتدہ مذہب و رفیق
 کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم، انتہی بلفظ الکیم
 وصلى الله تعالى على حبيبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مورخہ ۴ صفر ۱۳۷۳ھ



باب الولى

باب الولیٰ

الاستفتاء

عالی جناب قید و کعبہ جناب مولوی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ
السلام علیکم :

کیا فرماتے ہیں آپ دربارہ نکاح بالغہ بشرع دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی
ایک عورت بنام ہاجرہ بی بی دختر کا لو قوم کھٹیاں مسلمان عمر قریباً چودہ سالہ جس کو عرصہ دس ماہ
سے خون حیض باقاعدہ جاری ہوا اور اس نے بونٹے خود قریباً سات ماہ خون حیض
جاری ہونے کے بعد مسمیٰ ظہور حسین ولد فیروز الدین جعفری قرشی مسلمان سے بچہ نکاح
رد پیہمیل وغیرہاں نکاح کیا ہوا یا وہ نکاح بلحاظ شریعت بچہ خود مختاری بالغہ جائز ہو سکتا
ہے یا نہیں جبکہ بالغہ کا والد کچھ عرصہ سے فوت ہو چکا ہو ؟

العبد : ظہور حسین ملازم شفا خانہ چک بیدی

۱۶ ۵



اگر سوال واقعی اور درست ہے تو مسامحہ ہاجرہ بی بی شرعاً بالغ ہو چکی ہے تکملہ بچہ الراق

ص ۸۵، شامی ج ۵ ص ۱۳۲، ہدایہ ج ۳ ص ۳۴۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۶۰۲ میں ہے
والنظر من الهندية بلوغ الغلام بالاحتلام او الاحبال او الانزال
والجارية بالاحتلام والحیض او الحمل كذا في المختار اور بالغه باختيار
خود بغير رضائے ولی نکاح کر سکتی ہے، درالمختار، ردالمحتار ج ۲ ص ۴۰۷، فتح القاریہ ج ۳
ص ۱۵۷، ہدایہ، کفایہ، عنایہ ص ۱۵۷، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱
ہے والنظر من الهندية نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولی
عند ابی حنیفہ و ابی یوسف فی ظاہر الروایۃ كذا فی التبيين
لہذا صورت مسوئلہ میں نکاح صحیح اور درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ
على سيدنا ومولانا محمد وعلى ال سيدنا ومولانا محمد بقدر
حسنہ وجمالہ وجودہ وافضالہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ قادری لنعیمی غفرلہ

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی عاقل بالغ عمر میں
۱۰ برس کے ولی حقیقی باپ نے بغیر رضامندی لڑکی کے ایک شخص سے نکاح کرنا شروع کر دیا
لڑکی کا کوئی رجوع نہیں تھا بلکہ پہلے دو تین دفعہ باپ کو عرض کی کہ میں اس سے شادی

کہنے کو تیار نہیں ہوں۔ واضح ہو کہ لڑکی کا منگناں پہلے اور جبکہ یعنی اس کے ماموں کے بیٹے سے ہوا جس پر وہ راضی تھی تفصیل یہ ہے کہ اس کے باپ نے قاضی اور پنچاوت کو حکم دیا کہ لڑکی کا نکاح کر دے جس پر وہ راضی نہ تھی چنانچہ لڑکی مذکورہ مکان کے اندر جا کر اندر سے آلا لگالیا اور رونا پیٹنا شروع کیا۔ غرض لڑکی نے نہ کوئی کلمہ پڑھا، نہ ایجاب قبول، نہ رجسٹر پر نکاح درج ہوا نہ انگوٹھا وغیرہ لگایا گیا۔ چند دن کے بعد لڑکی کے حقیقی برادر حقیقی والد نے لڑکی کا نکاح پہلے منگیترے کے ساتھ کر دیا جس پر وہ راضی تھی بعد انہوں نے ڈھونگ رچایا کہ لڑکی کا نکاح پتے کیا گیا۔ برائے مہربانی جواب کتب وراثت رسول اکرم سے جواب بحوالہ دیں۔ اللہ آپ کو اجر عظیم دے گا۔ جواب جلد از جلد مہربانی کر کے اسی سوال کے نیچے درج فرمائیں، خدایکے لئے بواسطہ رسول اکرم جواب تحریر کر کے روانہ فرمادیں۔

السائل: صوفی مولوی محمد حیات امام مسجد الف ۳۶ نظام قرنہ



جوان عورت عاقد بالغہ کنواری یا بیوہ اپنے آپ کی اپنے دلی باپ وغیرہ سے زیادہ حقدار ہے، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۷، ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲، معانی الآثار طحاوی ج ۲ ص ۵ وغیرہ کتب احادیث میں سینا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے الا یسرا حق بنفسہا من ولیہا لہذا ابلا اجازت عورت کسی کو اجازت نہیں کہ نکاح کر سکے، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، سنن ابی داؤد



ج ۱ ص ۲۸۵، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲ وغیرہ
کتاب حدیث میں بالفاظ متعارفہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع
ہے لا تنکح الا یسرحتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن
تو اگر دلی عورت کی ناپسندیدگی کی صورت میں نکاح کر دے تو عورت خود مختار پر لازم نہیں
ہوگا، خصوصاً صورت مذکورہ میں بوجہ انکار محض مرد و نادر و اہو گیا سنن ابی داؤد ج ۱
ص ۲۸۵، ۲۸۶، سنن نسائی ج ۲ ص ۸۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۷،
۱۱۸ وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے ہے ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکرت لہ ان اباہا زوجہا وھی کارہۃ
فخیرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۷، میں حضرت
ابن عباس سے یہ بھی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد
نکاح بکر و ثیب انکحہما ابوہما وھما کارہتان اور جب باپ
ظالم کا کیا ہو انکاح مرد و دواطل ہو گیا تو دوسرا نکاح جو رضائے لڑکی سے کیا گیا صحیح ہوا۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

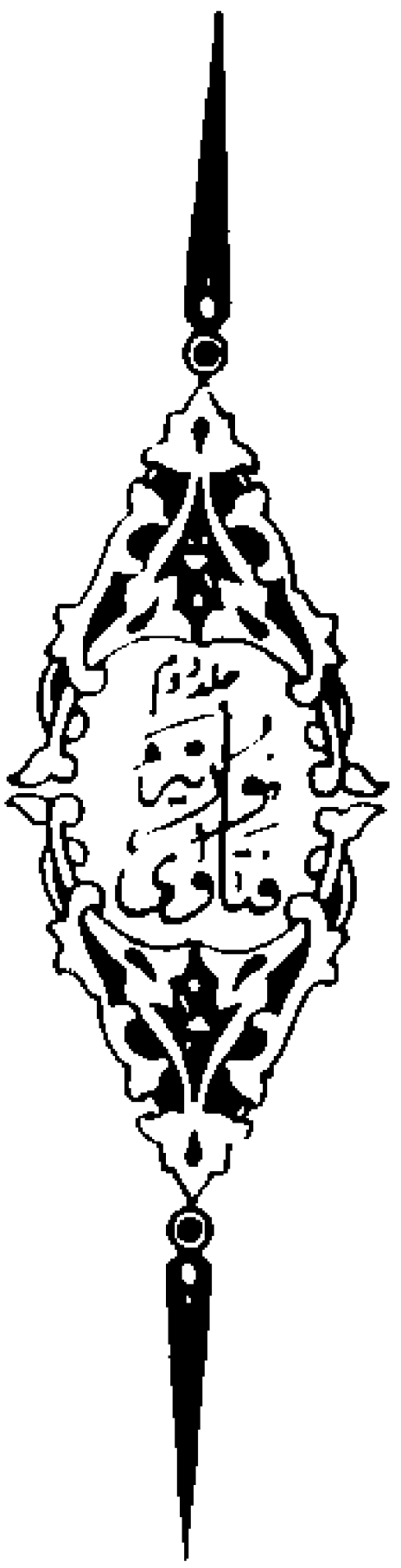
عزہ الغفر الہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ عجاں قوم شیخ
نومسلم کی شادی مسٹی سراج نومسلم کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکا مسٹی امین پیدا ہوا اور

سراج فوت ہو گیا تو دو سال کے بعد عجاں مذکورہ نے غلام محمد نو مسلم (جو ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوا تھا) سے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی مسماۃ ہاجراں پیدا ہوئی اور غلام محمد بھی فوت ہو گیا، اس کے بعد دو سال گزرے تو عجاں مذکورہ نے مسیحی نوشیر قوم مراٹھی سے نکاح کر لیا، اس وقت سے مسیحی نوشیر مذکور نے امین اور ہاجراں مذکورہ کی پرورش شروع کی، کئی سالوں کے بعد جب لڑکی جوان نہیں ہوئی تھی، نوشیر نے امین کو کہا کہ ٹکوں پر ہاجراں کی شادی کر دیں مگر امین اور اس کی والدہ عجاں نے کہا کہ ہم خود بڑھاپے کے، طلب گار آئے مگر امین کو رشتہ دینے پر کوئی بھی راضی نہ ہوا، جب نوشیر کے پرورش کرتے ہوئے بیس سال گزر گئے اور نوشیر نے ہاجراں کی شادی کا سامان بھی تیار کیا ہوا تھا کہ ایک نو مسلم بڑے پر ہاجراں کی شادی کرنا چاہتا تھا مگر ہاجراں نے اس نو مسلم کو پسند نہ کیا اور مسیحی ماہو شیخ نو مسلم کے ساتھ اغوار ہو کر چلی گئی اور اپنی رضا و رغبت کے ساتھ اس سے باقاعدہ نکاح کر لیا اور نوشیر کا تیار کردہ سامان شادی کا جو تقریباً مبلغ یکصد کا تھا وہ بھی ساتھ لے گئی تھی، بعد ازاں نوشیر نے بڑی کوشش کی اور ڈیڑھ ماہ تک لگاتار تک دو کھانا کرایہ اور رکھائی رشوت وغیرہ پر روپیہ خرچ کرتا رہا تو وہ لڑکی مسماۃ ہاجراں بچھڑی گئی اور نوشیر مذکور نے اس کو اپنے گھر واپس لے آنا چاہا تو مسماۃ ہاجراں کہنے لگی کہ میں چونکہ غلام محمد نو مسلم کی لڑکی ہوں تو مسیحی نوشیر مراٹھی کا میرے اوپر کوئی حق نہیں اور مسیحی امین جو سراج شیخ نو مسلم کا لڑکا ہے اس کا بھی میرے اوپر کوئی حق نہیں کہ وہ غیر قوم کا ہے اور میرے باپ کے دوسرے سارے رشتہ دار ہندو تھے وہ انقلاب کے وقت ہندوستان چلے گئے ہیں لہذا میرے اوپر کسی کا کوئی حق نہیں، میں غافلہ باللہ ہوں، اپنی خوشی سے خاوند چن لیا ہے اور نکاح کر لیا ہے اس جگہ کافی پہریں اکھٹی تھی تو پہریں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مراٹھی نے چونکہ تمہاری پرورش اور حفاظت میں سال تک کی ہے تو یہ وارث اور حقدار ہے تو پہریں نے ہاجراں نوشیر



کے قبضہ میں دے دی اور وہ اپنے گھر لے کر آ گیا۔ اب امین مذکور کہتا ہے کہ ہاجراں کا مالک میں ہوں، میری ہمیشہ رہے اور نوشیر مرانی کہتا ہے کہ حقدار میں ہوں کہ میں نے بیس سال تک پرورش کی ہے اور اس کے واپس لانے پر یہ مرکھائی دشوت وغیرہ پر کافی روپیہ خرچ کیا ہے، میرے اوپر قرض چڑھ گیا ہے، قرض وائے مجھے تنگ کرتے ہیں، اس لئے میں بھی حقدار ہوں، امین کہتا ہے تو کوئی حقدار نہیں، میں اس لڑکی اور اس کے باپ کے مال کا بھی مالک ہوں۔ ہاجراں کا ایک بھائی نابالغ مسٹی ستار نوشیر مرانی کا لڑکا بھی ہے، تو شریعت اس میں کیا فیصلہ فرماتی ہے، کون سچا ہے، بینوا توجروا۔

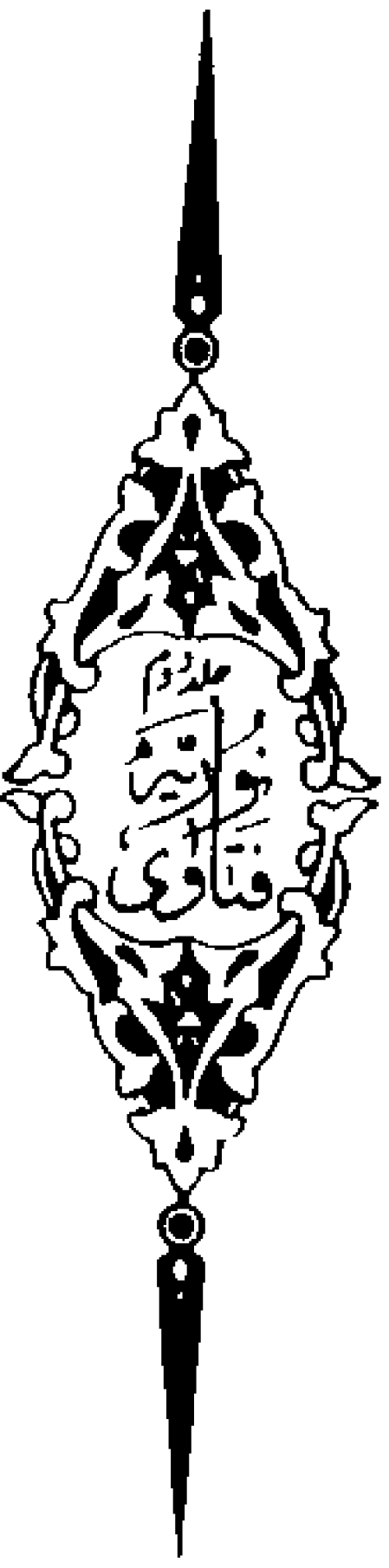
العبد : علی محمد ولد میاں سلیمان کلاس حمید . نشان انگوٹھا



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو مسماۃ ہاجراں سچی ہے اور نوشیر مرانی اور امین شیخ یا ستار مرانی کا اس پر ایسا کوئی حق نہیں کہ جہاں چاہیں اس کا نکاح کر دیں یا فروخت کر دیں یا اس کے اپنے کئے ہوئے نکاح کو توڑ دیں مسماۃ ہاجراں کی عمر بائیس سال سے بھی زیادہ بنتی ہے اور ہے عاقلہ بالغہ تو اس پر ان لوگوں کا کیا حق ہو سکتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل خصوصاً امین کا کہنا کہ میں اس کا مالک ہوں اور اس کے باپ کے مال کا مالک ہوں کہ لڑکی کے باپ کا نہ وہ لڑکا ہے اور نہ ہی کوئی اور وارث ہے بلکہ اس کی قوم کا ہی نہیں ہاں سجاں کا صرف آٹھواں حصہ غلام محمد متوفی کے کل ترکہ سے حق ہے باقی سب لڑکی ہاجراں کا حق ہے کہ غلام محمد کا کوئی اور وارث ہی نہیں تھا، اس کے دوسرے رشتہ دار سب



بند و تنگے اور ہندو مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا لہذا امین کا دعویٰ محض اور بیہودہ ہے اور جب ہاجراں خود مختار ہے اور یہ لوگ بطع زیر بار شہتہ اس پر ظلم کرتے رہے اور اس کی شادی اس کی مرضی کے مطابق نہ کی، پھر اس نے اپنی شادی اپنی رضا سے کر لی تو اس کا نکاح شرعاً جائز و نافذ ہے، کوئی اسے توڑ نہیں سکتا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی تو مراثی نو شیر کا کوشش کرنا اور رشوت مرکھائی کرایہ وغیرہ پر اس سے خرج کرنا کہ لڑکی کو واپس لائے، یہ لڑکی پر ظلم ہے، اہل اسلام پر لازم کہ اس مظلومہ لڑکی کی امداد کریں اور ان لوگوں سے اس کو نجات دلائیں، ہاں اگر لڑکی اس کا سامان لے گئی ہے تو وہ لڑکی کی غلطی ہے، واپس کر دے اور اگر اس کے باپ غلام محمد کا مال ہے تو اس سے اپنے شرعی حصہ کی حقدار بھی ہے۔



باقی نو شیر کا اس لڑکی کے نان و نفقہ پر خرج کرنا تو لڑکی سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، غدا واسطے خرج کیا، مسلمان یتیموں پر برائے ثواب خرج کیا ہی کرتے ہیں اور اس کا مطالبہ یتیموں سے نہیں کرتے اور اگر بعض مال خرج کیا تھا اور لڑکی کا مال اسی وقت لڑکی کی ماں نے بطور قیمت دے دیا تھا تو اس میں کچھ گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور اگر کہے کہ لڑکی کو فروخت کر کے روپیہ لوں گا تو یہ محض غلط اور بے اصل ہے، آزاد کی بیع شرعاً بالکل باطل ہے کما نصوا علیہ قاطبیت، اور اگر نکاح کے عوض روپیہ کا آرزو مند تھا تو یہ بھی غلط ہے کہ وہ رشوت ہے کما فی رد المحتار والبحر وغیرہما۔

رہا پیر کا مراثی کو لڑکی کا وارث بنا دینا تو یہ بھی شرعاً ناجائز ہے کہ وہ آزاد خود مختار ہے، مال نہیں ہے بکہ بلا وجہ مال بھی میراث نہیں بن سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغیر البرا الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ
، حجابی الاولیٰ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندر یہ صورت کہ بکر نے اپنی لڑکی سلمیٰ کا رشتہ زید کو دینا کیا اور پھر دن مقرر کر دئے کہ فلاں تاریخ کو نکاح کر دوں گا مگر اس مقرر تاریخ سے پہلے میں دن اپنے پختہ وعدوں سے پھر گیا، اس وقت سلمیٰ مذکورہ کی عمر پچیس سال کی تھی تو لڑکی اپنے آپ چند دن کے انتظار کے بعد زید کے گھر چلی گئی اور زید نے ڈپٹی صاحب کے پاس سلمیٰ کے بیان دلو کر نکاح کر لیا اور نکاح سلمیٰ کی اجازت صریحہ سے ایک مولوی صاحب نے پڑھایا اور گیارہ ماہ سلمیٰ اس کے پاس رہی اور اسے حمل بھی ہو گیا مگر انقلابِ حاضر میں ہجرت کر گئے ہوئے پاکستان کی سرحد کے قریب سلمیٰ کے باپ نے زید سے جبراً بلا رضائے سلمیٰ، سلمیٰ کو مار پیٹ کر چھین لیا بعد ازاں سلمیٰ سے لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے باپ نے بعض علماء سے فتوے حاصل کر لیا کہ یہ نکاح دلی کی اجازت سے نہیں ہوا لہذا باطل ہے، بناءً علیہ بکر نے سلمیٰ کا نکاح کسی اور جگہ کر دیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا نکاح مذکورہ زید و سلمیٰ صحیح ہے یا نہیں؟ اور بکر نے جو دوسرا نکاح کر دیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا اتوجروا۔

سائل : ابراہیم ولد سوہنا قوم ترکھان مساجر حال جبرو شاہ مقیم

۳ رجب المرجب، ۱۳۶۷ھ، ۱۳ مئی ۱۹۸۸ء



اسلام نے جہاں جہاں والوں کو جو رو استبداد کے آہنی پنجوں سے نجات دلوائی،

وہاں مظلوم عورت کو بھی مظالم سے آزادی عطا فرمائی، آیات قرآن شریف اور احادیث شریفہ
اس مدعی پر ثواب عائد ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے حتی تنکح زوجاً غیرہ
نیز حکم ہوتا ہے فلا تعصلوہن ان ینکحن ازواجہن اور فرمایا ہے فلا جناح
علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف، نیز فرمانِ بین ہے یا ایہا الذین
امنوا لا یحل لکم ان تتوا النساء کرها اور فرمایا ہے و اخذت منکم
میثاقاً غلیظاً۔ ان ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت عاقلہ بالغہ حرہ نکاح کے
معاملہ میں مختار ہے اور احادیث شریفہ سے بھی اس امر کا ثبوت بکثرت ملتا ہے بلکہ صراحۃً فرمان
والا شان ہے امر و النساء فی انفسہن فان الثیب تعرب عن نفسہا
و البکر رضا، ہا صمتہا۔ سنن بیہقی ج ۱، ص ۱۲۳، کنز العمال ج ۸ ص ۲۴۶، نیز کنز العمال
ج ۸ ص ۲۴۶ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے امر النساء
بایدیہن و اذنہن سکوتہن اور اسی صفحہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے ہے لا نکاح الا باذن الرجل و المرأة اور سنن نسائی ج ۲ ص ۸۷ و کنز العمال
ج ۸ ص ۲۴۶ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے استأمر و النساء فی
ابحاضہن۔ صحیح مستدرک ج ۲ ص ۱۶۷، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے لا تنکح
النساء حتی تستأمر وھن فاذا سکتن فھو اذنہن اور سکوت بکر کے حق میں
ہی اذن ہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲، کنز العمال
ج ۸ ص ۲۴۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۸
وغیرہ کتب حدیث شریف میں بکلمات متقاربہ یہ مضمون حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے مرفوعاً
ہے لا تنکح الا یمح حتی تستأمر و لا تنکح البکر حتی تستأذن بلکہ صحیح مسلم
ج ۱ ص ۴۵۵، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۶، نسائی ج ۲ ص ۱۷۱، ترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، ابن ماجہ
ص ۱۳۶، طحاوی ج ۲ ص ۷۶، بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲ وغیرہ کتب حدیث میں سیدنا ابن عباس



رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا یحاق بنفسہا من ولیہا، بے خاوند عورت اپنے آپ کی دلی سے زیادہ حقدار ہے اور چونکہ کنواری عادت شریلی ہوتی ہے اس لئے اس کی تخصیص بعد تعمیم فرمادی اور فرمایا والی بکر تستاذن فی نفسہا واذنہا صما تہا اور کنواری سے اذن مانگا جائے اس کی ذات میں اور اذن اس کا سکوت ہے۔

ان تمام احادیث شریفہ کا خلاصہ یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ حرمہ خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ یا مطلقہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور وہ خود مختار ہے اور خود مختار بھی ایسی کہ دوسرے کو بھی مختار بنا سکتی ہے کہ اسی کا نام اذن اور اجازت ہے اور عقل سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مشروعیت نکاح کے مصالح اور فوائد اسی صورت میں باحسن وجوہ پورے ہو سکتے ہیں اور حقوق زوجیت کا بارگراں صرف عورت پر ہی ہوتا ہے تو عاقلہ بالغہ حرمہ کو اپنے فرائض کی ادائیگی پر خود مختار نہ غور نہایت ہی ضروری ہوتا ہے البتہ بہترین صورت یہی ہے کہ اپنے والد اور والدہ کی وساطت سے غور و غوض کرے کہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو مگر والدین جب خود غرضی کی لعنت میں گرفتار ہوں اور عورت کو مجبور کرنا چاہیں تو قطعاً نہیں کر سکتے حتیٰ کہ اگر اس کی اجازت کے سوا نکاح کیا جائے اگرچہ اس کا باپ ہی کرے تو بغیر اس کی اجازت صریحہ کے جائز نہیں ہو سکتا بخاری ج ۲ ص ۷۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱۹، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۶، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۶ میں شیب کے متعلق ہے والنظر من البخاری عن خنساء بنت خدام الانصاریۃ ان اباہا زوجہا وہی شیب فکرمہ ذلک فانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحہا اور بکر کے متعلق سنن نسائی ج ۲ ص ۷۸، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱۸، ۱۱۹، کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما



ہے ان جاریہ بکرا انت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فذکرت لہ ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرها النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم یزید بن ہبیتی ج ۲ ص ۱۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے ہے ان رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد نکاح بکر و ثیب
 انکحہما ابوہما و ہما کارہتان فرد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نکاحہما اور بن نسائی ۱۱۱ ماجہ کی روایات کے آخر میں ہے والنظم
 من ابن ماجہ فقالت اجزت ما صنع ابی ولكن اردت ان تعلم
 النساء ان لیس للابار من الامر شیء یعنی اس کنواری لڑکی نے عرض کیا کہ میں
 نے اپنے باپ کے کہنے کو جائز رکھا مگر میرا مطلب یہ تھا کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے
 کہ نکاح کے بارے میں ان کے باپوں کو کچھ اختیار نہیں تو اس دس دس کی طرح واضح اور
 واضح ہوا کہ صورت مذکورہ میں سلمیٰ کا نکاح زید سے ہو گیا اور آئین شرعی حکومت مغلیہ
 کا بھی یہی حکم تھا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ
 بلا ولی نیز اسی میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل
 من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او شیبۃ حتی کہ فرنگی حکومت
 نے بھی اسلامی قوانین کی رو سے یہی حکم جاری کیا ہوا تھا جس پر آج تک حکومت خداداد پاکستا
 بھی عامل ہے اور سلمیٰ مقلد بالغہ حرہ نے بڑے انتظار کے بعد اپنے اختیار و اذن سے
 نکاح کر لیا ہے اور اس کے اذن کی ضرورت تھی چنانچہ صحیح حدیث متفق سے گزر چکا
 حتی تستأذن وہ پوری ہو گئی اور عبارة النساء والاغذیر بھی نہیں ہو سکتا کہ نکاح خواں
 مرد ہے، باقی وہ احادیث جن سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ولی کی اجازت کے سوا
 نکاح نہیں ہوتا تو گو وہ بظاہر دلائل مجوزہ مذکورہ سے متصادم و متعارض ہیں مگر طرق
 معمودہ ترجیح و توفیق سے تفسیق و تطبیق ہو سکتی ہے کہ وحی ملی و خفی میں حقیقتہ تعارض

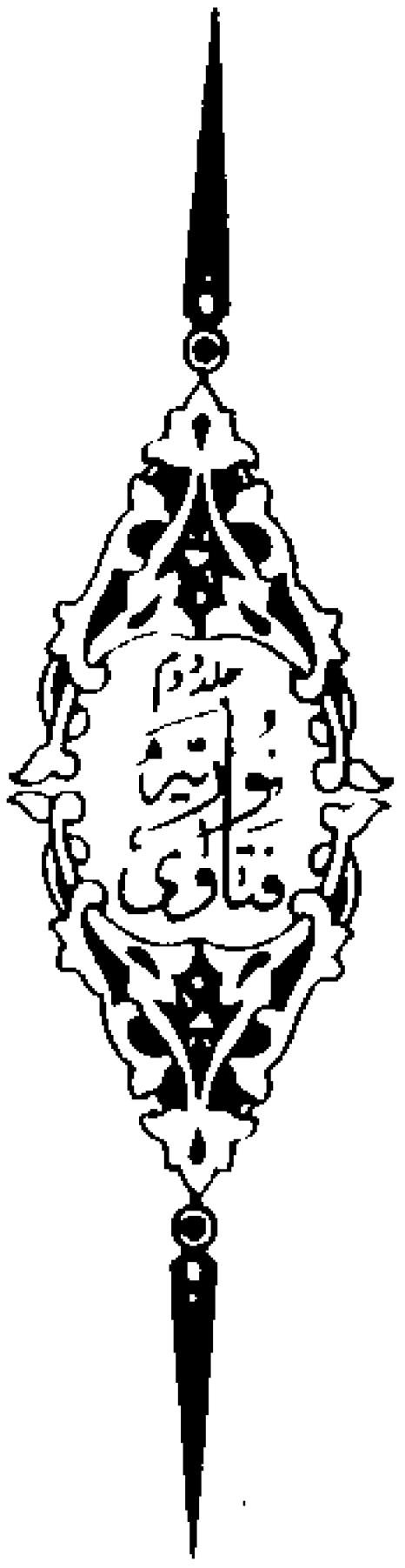


ناممکن ہے صرف ہمارے قصور عقل سے ہی صورتِ تعارض پیدا ہو جاتی ہے۔
 جسے ائمہ دین متین و محققین سلف صالحین نے باحسن وجہ رفع فرما دیا اولاً تو امارت
 اختیار قوت کے لحاظ سے ارجح ہے کما بین فی محلہ وحق و تقویٰ باتفاق
 الصحیحین والسنن الاربعۃ علی تخریج احادیث الاستیذان
 ثانیاً یہ کہ توفیق دلائل طرفین ممکن ہے تو اسلم ہی ہے کہ اسی راہ کو اختیار کیا جائے یعنی
 دلائل اختیارِ حرہ عاقلہ بالغہ کے ساتھ مخصوص ہیں اس کی اہلیت غور و استصواب کی
 بنا پر اور دوسرے دلائل غیر بالغہ یا مجنونہ یا کنیز کے ساتھ مخصوص ہیں کما ان میں اہلیت
 استصواب و غور نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولی سے مراد ہی مولیٰ ہو چنانچہ ابو داؤد
 سنن بیہقی کی احادیث میں بالترتیب ہے بغیر اذن موالہا اور بغیر اذن
 مولاہا وارد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولی سے مراد وہ ہو جسے عورت اجازت
 اختیار نکاح دے خواہ کوئی ہو کہ ولی معافی متعذرہ کے لئے لغت عرب میں مستعمل ہوتا
 ہے بلکہ ولی کا یہ معنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع سے مستفاد ہے
 کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶ میں ہے قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا نکاح الا
 بولی قيل یا رسول اللہ من الولی قال رجل من المسلمین یعنی ولی کے
 سوا نکاح نہیں، عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہولی کون ہے؟ فرمایا کوئی مرد
 مسلمانوں سے! اور اس معنی کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا ہے والمؤمنون
 والمؤمنات بعضهم اولیاء لبعض، اور احتمالات مذکورہ کے علاوہ اور بھی احتمالات
 ہیں، تو اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے ولی کا ایک معنی متعین کر کے عرض دلائل اختیار
 کو ترک کر دینا نہایت ہی بعید ہے۔

کاش ہمارے مہربان نزاکتِ زمانہ کو ملحوظ فرماتے ہوئے ایسی حرکات سے
 باز آجاتے حالانکہ صورتِ مذکورہ میں تو سلمیٰ کا باپ بکر ولی ہونے کے قابل ہی نہیں کہ

اس نے فرمانِ خداوندی اور ابوالعقود کی خلافت ورزی کی اور انکحوا الایامی
منکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پچیس برس تک لڑکی کو مقید رکھا، اور شکوة شریف کی
حدیث مرفوع میں تورات شریف سے منقول ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کو پہنچے
تو اس لڑکی سے جو گناہ ہو وہ باپ پر ہے اور اس ظالم نے بارہ اور بارہ چوبیس سال
سے بھی ایک سال زائد مقید رکھا۔ آخر لڑکی نے ناراض ہو کر راہ فرار اختیار کیا اور حدیث
شریف میں آیا ہے کہ مسخوط یعنی جس پر ناراضگی ہو، ولی نہیں بن سکتا۔ کنز العمال ج ۸ ص ۲۴۷ میں
ہے فان انکحها ولی مسخوط فنکاحها باطل اور سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۴ میں
ہے فان انکحها ولی مسخوط علیہ فنکاحها باطل اور حضرت امام شافعی جن
کے دامان میں یہ لوگ اکثر پناہ لیا کرتے ہیں وہ بھی فاسق کو ولی شمار نہیں فرماتے، میزان شمرانی
ج ۲ ص ۱۱۶ اور رحمة الامہ فی اختلاف الائمہ ج ۲ ص ۶۲ میں ہے ولا ولاية للفاقد
عند الشافعی واحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بہر حال ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی مانند روشن و بیدار ہو کہ سلمیٰ کا نکاح زید کے ساتھ
منعقد و صحیح ہو گیا اور پھر دخول وغیرہ سے متاکد ہو گیا کہ کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶ اور سنن بیہقی
ج ۷ ص ۱۱۲ میں ہے والنظر من الکنز کان علی اذا رفع الی رجل
تزوج امرأة بغیر ولی فدخل بها امضاه تو ان علماء کو حجت نہیں تھا کہ بطلان
نکاح کا فتوے دیتے اور بکر کو بھی جائز نہیں تھا کہ نکاح پر نکاح کرتا، کیا قرآن کریم کا
ارشاد مبین صراحتہ موجود نہیں والمحصنات من النساء لهذا نکاح ثانی باطل
ہے اور نہایت ہی ضروری ہے کہ عورت کو زید کے گھر بھیجا جائے کہ وہ صاحبِ نکاح
صحیح ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم وعلیہما السلام واحکم جل جلالہ ربنا
المعطى وصلى الله تعالى على رسولہ وحبيبہ العاطی فالمتعطى وعلى



الحمد والصلوة والسلام

حرمہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری الاشرافی النعمی غفرلہ

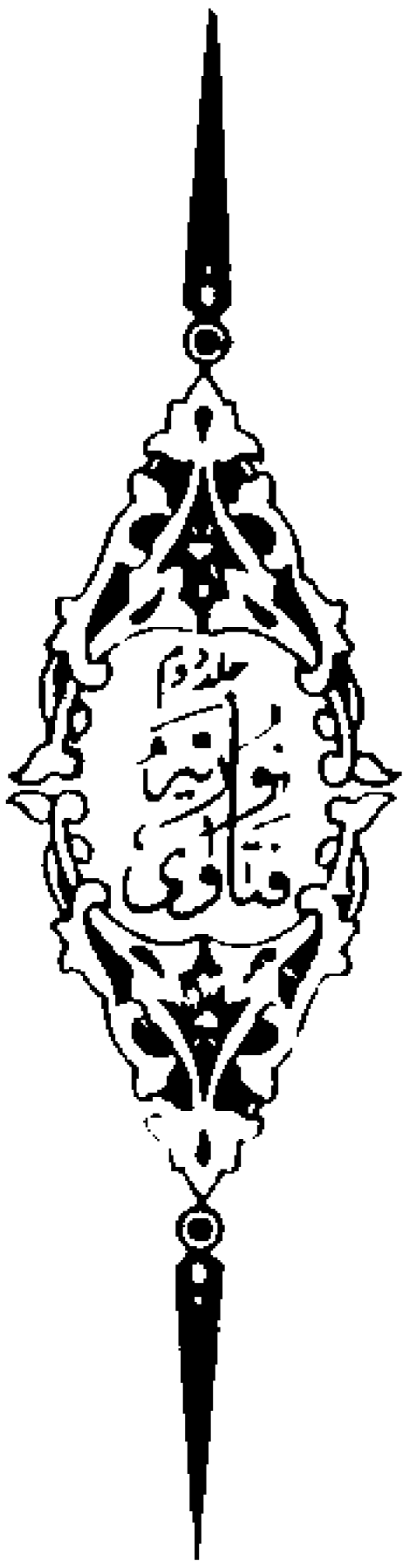
الجواب صحیح والمحبیب مصیب

العلیہ المذنب زبیر احمد ملتوطن بکڑی ضلع منٹگمری

۲۱/۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت عدت و فاق گزالی ہی ہے اور عدت میں اس کے چلا جانے کا غالباً وہم ہے، بناثر علیہ عدت کا لحاظ رکھتے ہوئے رد بر و حاضرین مجلس کے ایک قاضی صاحب نے برائے جس کے ایک عورت اور مرد کے بالتراضی انگریز لگا کر کہہ دیا کہ تمہارا نکاح ہو گیا ہے اور وہ اپنا نکاح سمجھ کر گھر واپس ہو گئے ہیں حیلہ اس لئے کیا گیا تا کہ عورت کے نہ جانے پر اطمینان ہو جائے، پھر عدت گزرنے پر نکاح کر لیا جائے گا، اس حید مذکورہ سے نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو عدت میں ہوا لہذا کن کرانے والے پر کیا تعزیر ہونی چاہئے؟ اگر نہیں ہوتا تب بھی اس کے متعلق تحریر فرمادیں کیونکہ زنا کرانے پر یہ بھی ایک طریقہ جائز ثابت کر دینا ہے، بجواب کتب و ادلہ صحیحہ جواب تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔





یہ فعل شنیع قطعاً نکاح نہیں کہ صرف انگوٹھے لگانا نکاح نہیں بن سکتا اگرچہ عورت عدت میں بھی نہ ہو کہ نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے اور وہ الفاظ ہیں، فتاویٰ علیگر ج ۲ ص ۱ میں ہے واما رکنه فالایجاب والقبول کذا فی الکافی والایجاب ما یتلفظ به اولاً من ای جانب کان والقبول جوابه هکذا فی العناية اور صورت مذکورہ میں تو ایجاب وقبول کے الفاظ کہ لینا بھی قطعاً نکاح نہیں ہو سکتا کہ عورت عدت میں ہے اور حقیقت عدت مدت مقررہ تک نکاح کرنا اور زینت زینت لگانا لزومی طور پر چھوڑنا ہے، شامی ج ۲ ص ۲۳۸ میں ہے فحقیقته الترتک للزوج والزینة اللانم شرعاً فی مدة معينة شرعاً. قرآن کریم میں ہے ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله یعنی نکاح کی گرہ پچی نہ کرو عدت کے پورے ہونے تک؛

فقہائے عظام نے فرمایا کہ عدت پورے ہونے تک پہلا نکاح نکاح ثانی کے حرام ہونے کے حق میں حکماً جمیع وجوہ سے قائم رہتا ہے۔ بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۸، ۲۶۹ اور ج ۳ ص ۲۰۲ میں ہے والنظر منه واما المطلقة مثلثاً واثناً والمتوفی عنها زوجها فلان النکاح حال قیام العدة قائم من کل وجه لقیام بعض اثاره کالثابت من کل وجه فی باب الحرمة، اور جب حکماً پہلا نکاح قائم ہے تو وہ عورت عدت پوری ہونے سے پہلے شرعاً محل نکاح ہی نہیں فتح القدیر ج ۳ ص ۱۱۴، ۱۱۸ میں ہے وانقضاء محلیة المرأة للنکاح شرعاً باسباب (الی ان قال) الخامس حق الغير کالمکوحه والمعتدة

تو دوسرے نکاح کے جواز و انعقاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا کوئی امام بھی اس نکاح کا قائل نہیں اور کسی کے نزدیک منعقد نہیں ہوتا، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۶ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۱ میں ہے والنظم للامام فقیہ النفس ولا يجوز نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدة الغیر عند الكل۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲، شامی ج ۲ ص ۸۳۵ میں ہے لم یقل احد بجوازہ فلم ینحقد اصلاً اور یہی وجہ ہے کہ عدت کے اندر صراحتاً مطالبہ نکاح اور وعدہ نکاح بھی ممنوع ہے، قرآن کریم میں ہے ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکتنتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولكن لا تواعدونھن سرا الا ان تقولوا قولاً معروفاً بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۹ میں ہے لا يجوز التصريح بالخطبة فی حال قیام العدة توجہ شخص عدت پوری ہونے سے پہلے دیدہ و دانستہ نکاح کرنا حلال جانے، قاضی ہریا گواہ یا کوئی اور تو وہ کافر ہو جاتا ہے فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۹ میں سوال و جواب میں ہے الذین یطلقون نساءھم فی تزوج الرجل منھم زوجة الاخر المدخولة بعد طلاقہ بجمعة او اقل وكذلك بعد الموت لا یعتدون مطلقاً و یتحلون ذلك (الی ان قال) من استحل حکماً علماً مرہ و حرمہ فی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فہو کافر، تو ان سب پر لازم کہ کلمہ اسلام از سر نو پڑھیں اور سچے دل سے تائب ہوں اور چونکہ ان سب کے اپنے اپنے نکاح بوجہ کفر ٹوٹ چکے لہذا انکاح از سر نو کریں اور اگر عدت کے اندر نکاح کرنا حلال تو نہیں جانتے مگر محض عورت کے ڈرانے اور پابند کرنے کی وجہ سے کوئی مصنوعی صورت بنائیں تو کافر نہیں ہوں گے مگر پھر بھی یہ کام سراسر ظلم اور فریب اور جھوٹ ہے، شرعاً صحیح وعدہ بھی ممنوع ہے تو مصنوعی صورت نکاح



بنانا اگرچہ تراضی سے ہو کیسے جائز ہو سکتا ہے؛ ہرگز ہرگز نہیں بلکہ محض حرام اور
خمر و خنزیر کے برابر ہے اور پھر عورت کے محسوس اور پابند کرنے کا کیا معنی؛ کافروں
کا یہ دستور تھا کہ خاوند مرنے کے بعد خاوند کے قریبی رشتہ دار عورت پر قبضہ
جایا کرتے تھے تو حضرت رب العالمین جل وعلا نے یہ حرام کر دیا، ارشاد فرمایا
یا ایہا الذین امنوا لا یجمل لکم ان تراثوا النساء کما کماہن اسے یان الو
تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی۔

تفسیر در المنثور ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اخرج البخاری و ابوداؤد والنسائی
والبیہقی فی سننہما ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم من
طریق عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا
لا یجمل لکم ان تراثوا النساء کما کماہن اذ مات الرجل کانت
اولیاءہ اہق بامراتہ ان شارب بعضہم تزوجہا وان شارب زوجہا
وان شارب المیزوجہا فہم اہق بہا من اہلہا فنزلت ہذہ
الآیۃ فی ذلک بلکہ عاقلہ بالغہ عورت پر اگرچہ کنواری ہی ہو، کوئی جبراً نکاح نہیں ٹھوس
سکتا اگرچہ سلطان اسلام ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا یجوز نکاح
احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بخیر اذ نہا
بکراکانت او شیباً اور صورت مذکورہ میں گویا یہی ہے کہ وہ قاضی اور حاضرین
مجلس عدت کے اندر نکاح کرنا حلال نہیں جانتے اور محض ڈرانے اور پابند کرنے
کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے مگر پھر بھی گناہ عظیم سے بچ نہیں سکتے کہ عورت کی رضا
حاصل کرنے کے لئے نکاح کا صاف صاف نام لیا اور نکاح بنایا اور کہا کہ نکاح
ہو گیا ہے، یہ سب حرام اور جھوٹ ہے، پھر وہ عورت و مرد سمجھ گئے کہ نکاح ہو گیا
ہے، یہ ان کے حق میں بدترین دھوکا کیا گیا جو گمراہی اور گمراہ گری ہے اور بیشمار



زنا کاریوں کا دروازہ کھولنا ہے، وہ قاضی اور گواہان و حاضرین سب کے سب ان بدکاریوں میں شریک ہیں، ان سب پر فرض عین کہ سچے دل سے توبہ و تائبہ کریں اور اس مرد و عورت کو واضح طور پر بتادیں کہ یہ نکاح ہرگز ہرگز نہیں ہوا تا کہ وہ زنا سے بچیں اور دھوکا میں نہ رہیں ورنہ بدترین عذاب جہنم کے لئے تیار رہیں، باقی رہی تعزیر تو وہ بہت بڑی سخت ہے مگر جب کوئی لگا لگا والا ہی نہیں تو لکھنے کا کیا معنی؟ اس دورِ آزادی و بے باکی میں کیا کہا جائے؟ یہی غنیمت ہے کہ سچے دل سے علانیہ تائب ہو جائیں اور ایسا فعالِ شنیعہ سے باز آجائیں والی اللہ المشتکی و هو المستعان و علیہ التکлян، ہاں عدت گزرنے کے بعد اگر عورت اپنی رضا و رغبت اور اختیار سے پسند کرے تو اسی مرد کے ساتھ حسبِ دستور شرعی نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و مصلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزیز النعمیر ابوالخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم : مزاج شریف !

لڑکی شمیم ختر کا ماموں دشمن پارٹی کی بہو سے بدکار تھا، وقوعہ کی رات

دشمنان کسی بہانہ سے لڑکی کے ماموں کو گھر سے بلا کر کنوئیں پر لے گئے تو دشمن کی عورت کے دل میں خیال آیا کہ میرا خاوند لڑکی مذکورہ کے ماموں کو قتل کر دے گا، اس نے دوڑ کر لڑکی کی نانی کو خبر کر دی کہ میرا خاوند جو تمہارے لڑکے کو اس وقت بلا کر کنوئیں پر لے گیا ہے تمہارے لڑکے کو قتل کر دے گا اس واسطے دو چار آدمی ساتھ لیجاؤ اور لڑکے کو ٹھہرا لاؤ، چنانچہ لڑکی کے نانکے دونوں میاں بیوی اسی وقت کنوئیں پر گئے اور ساتھ ہی لڑکی کو اس خیال پر لے گئے کہ لڑکی ساتھ بطور مسیلا یعنی کنبہ کے ہوگی اور ان کے دل میں رحم آجائے گا تو لڑکے کو چھوڑ دیں گے، چنانچہ کنوئیں پر جا کے ان سے دونوں میاں بیوی نے کہا لڑکے کو چھوڑ دو مگر انہوں نے کہا کہ تم لڑکی کا نکاح ہمیں دے دو تو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ ہم تمہارے لڑکے کو ضرور قتل کر دیں گے لہذا دونوں میاں بیوی نکاح دینے پر رضامند نہ ہوئے تو انہوں نے زبردستی شروع کر دی یعنی نانے کو علیحدہ مکان میں بند کر دیا اور نانی کو علیحدہ مکان میں بند کر کے ہلکی سے زبردستی نکاح پڑھوانا شروع کر دیا، لڑکی کو کہا اگر تو نے نکاح نہ پڑھا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے، تمہیں مار چھوڑیں گے چنانچہ لڑکی نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے نکاح پڑھتی رہی جو کہ صحیح لفظوں میں بھی نہ پڑھ سکی کیونکہ لڑکی کی رضامندی نہیں تھی، نانی نانا کی مرضی نہیں تھی، یہ سارا کھیل ڈرا دھمکا کر کھیلا گیا چونکہ میں سٹی جلال دین لڑکی کا تانا بان میں اس وقت یہاں کھریے میں اپنے گھر تھا، یہ کھیل پاکپتن کے علاقہ کے گاؤں لندرا میں کھیلا گیا یعنی نہ تو نانا کوں کی مرضی تھی اور نہ ہی میری مرضی تھی، اصل وارث تو میں ہی ہوں اور لڑکی کے دونوں جوان بھائی بھی وارث ہیں وہ دونوں بھی اس وقت یہاں موضع کھریے میں تھے اس لئے ہم وارثوں کی رضامندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہماری قوم بھٹی ہے اور وہ لوگ جٹ۔ لڑکی اس وقت جوان ضرور تھی۔

خیر اندیش : جلال دین موضع ۳۴/۴۱/۴۱/۴۱ پی کھریے ضلع مظفر گڑھی

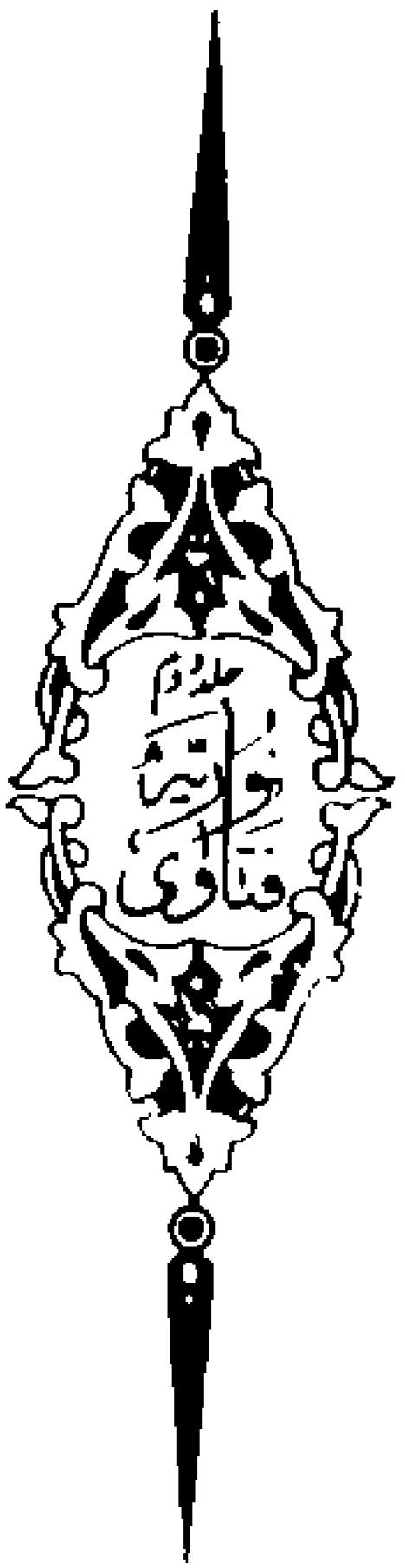
نوٹ :- جلال دین نے بیان دیا ہے کہ لڑکی اس وقت تیرہ سال کی تھی اور جوان نہیں تھی تو میں نے کہا کہ تحریر میں جوان لکھی ہے تو اس نے کہا کہ میں نے جوان نہیں کہا تھا مکہ میں خود جابل ہوں، لکھنے والے نے یوں لکھ لیا، بہر حال لڑکی جوان نہیں تھی۔

عزہ الغفر الراجح محمد نور الدین النعمی غفرلہ

الردی القعدة المبارکة ۱۷۷۷ھ



اگر سوال بمع ترجم بیان زبانی صحیح و درست ہے تو شمیم اختر کا یہ مصنوعی نکاح قطعاً نہیں ہوا، بغیر بالغ لڑکی کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں ہوتا اور ولی عصبہ ہے، عصبہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا ولی نہیں کما فی الہندیۃ وغیرہا من المعتبرات بلکہ اگر یہ ولی بھائی یا تایا بھی نکاح کر دیتا جب بھی غیر کفو ہونے کے سبب منعقد نہ ہو سکتا، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۵ میں ہے واجمعوا علی انہ لا یجوز من غیر الاب والجد ولا من القاضی کذا فی فتاویٰ قاضیخان بلکہ اگر لڑکی جوان ہوتی اور اپنے طور خوشی سے نکاح پڑھتی تب بھی صورت مذکورہ میں مفتی بہ قول پر اصلاً منعقد نہ ہوتا، تنویر الایصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۰، ۹۰ وغیرہ اکتب معتدہ مذہبیہ میں ہے ویفتی فی غیر الکفر بعدم الجواز اصلاً و هو المختار للفتویٰ، بہر حال یہ نکاح، نکاح نہیں۔



والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله واصحابه
وبارك وسلم

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الشاذلی نعیمی غفرلہ

ارذی القعدة المبارکة ۱۴۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ہندو کا نکاح
ہندو کی مرضی کے خلاف اور اس کے والدین و دیگر ورثاء کے ساتھ جبر و ظلم زد و کوب
کے پڑھا گیا، ہندو کے والدین اور ورثاء یہی کہتے رہے کہ ہم نکاح نہیں دیتے،
زمینداران دیہ اور نکاح خواں نے جبراً و ظلاً و قہراً نکاح کا ایجاب و قبول کر لیا، آیا یہ
نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ مکرر معروض کہ ہندو کا نکاح غیر کفو میں کیا گیا ہے۔

استفتی: ابوالیسر محمد امین عفا اللہ عنہ المہتمم دارالعلوم غوثیہ

الواقعة فی قریة چک ٹوانہ، اشعبان المعظم ۱۴۷۷ھ



صورت مذکورہ میں نکاح صحیح نہیں ہوا کہ ہندو اگر عاقلہ بالغہ ہے تو اس کا نکاح
اس کی رضا کے بغیر نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر کسی کا جبر ہو سکتا ہے اگرچہ باپ یا بادشاہ

بی ہوا اور اگر صغیرہ یا مجنونہ ہے تو ولی کے سوا اس کا نکاح کوئی نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲، فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۱۵۵ شرائط نکاح میں ہے منہا رضا المرأة اذا كانت بالغة بکرا كانت او شیا فلا یملک الولی اجبارها علی النکاح عندنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا درالمختار، ردالمحتار ج ۲ ص ۴۱۰ کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۰، ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۱ میں ہے والنظر من الهدایۃ لا یجوز للولی اجبار البکر بالغۃ علی النکاح، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۳، مبسوط ج ۴ ص ۲۱۹، ج ۴ ص ۲۲۳، ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹، درالمختار، شامی ج ۲ ص ۲۸ کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۸، ۱۱۹ میں ہے والنظر من الهدایۃ والترتیب فی ولایۃ النکاح کالترتیب فی الارث والابعد محجوب بالاقرب، مبسوط ج ۴ ص ۲۲۲ میں ہے ولا یجوز لغير الولی تزویج الصغیر والصغیرۃ۔ ان تصریحات مذکورہ اور ان کی ہم مثل متعدد کتب مذہب مہذب اور آیات احادیث سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ انکار عاقدہ ولی کی صورت میں اجنبیوں کا ایجاب قبول غیر معتبر و ہیودہ حرکت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعروا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک لڑکی جس کا والد اور دادا دونوں فوت ہو چکے ہیں اور نہ ہی کوئی حقیقی بھائی ہیں اور اس لڑکی کے پانچ حقیقی چچے زندہ موجود ہیں، اس لڑکی کے ایک حقیقی چچے کے ساتھ اس لڑکی کی والدہ کا نکاح بھی ہے، اس لڑکی کی والدہ اپنے خاوند سے گھر پر معاملات کی وجہ سے ناراض ہو کر کہیں چلی گئی اور اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف اس کے چچوں کی عدم موجودگی اور عدم علم میں کسی آدمی سے کر دیا، جب چچوں کو علم ہوا تو انہوں نے سخت ناراضگی اور مرٹنے کا اظہار کیا یہاں تک کہ خانہ جنگی کا سخت خدشہ ہے۔ وہ لڑکی اب بالغ ہو چکی ہے اور بالغ ہوتے ہی اس نے اپنے نکاح سے انکار کر دیا اور دو گواہوں کے اور اب تک لڑکی اس لڑکے سے الگ رہی ہے جس سے نکاح کیا گیا تھا، یہ بیان لڑکی کی والدہ اور چچے کا ہے، نیز وہ لڑکی اپنے چچوں کی مرضی کے مطابق کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا! توجروا۔

السائل : حافظ فتح محمد وٹو سکھ جالکوٹ تحصیل دیالپور ضلع ساہیوال
گواہ شد : حاجی محمد عارف وٹو مولوی غلام محمد و مولوی محمد طفیل نوری

(نوٹ) یہ استفتاء حافظ فتح محمد خاں صاحب وٹو نے اپنی تحقیق اور تسلی کر کے اپنی طرف سے بھیجا ہے۔



یہ نکاح جو نابالغ لڑکی بارہ سالہ عمر کا اس کی ماں نے اس کی مرضی اور حقیقی پانچ چچوں کی اطلاع و اجازت کے بغیر کر دیا، نکاح موقوف تھا یعنی اگر کوئی چچا اطلاع پا کر اجازت دے دیتا تو جائز ہو جاتا مگر جب سب چچوں نے اطلاع پاتے ہی سخت ناراضگی اور مرہٹے کا اظہار کیا تو وہ نکاح موقوف باطل ہو گیا اور جبکہ لڑکی اس لڑکے سے بالکل علیحدہ رہی ہے تو عدت بھی نہیں لہذا اب لڑکی کو اجازت ہے کہ حسب دستور شرع شریعت اور نکاح کر سکتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۵ طبع مصر میں ہے وان زوج الصغیر او الصغیرۃ بعد الاولیاء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولاية توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ، نیز اس کے ص ۲۸۳، ۲۸۴ میں ہے وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغیر والصغیرۃ المہجۃ بہر حال ماں (جو چچوں کے ہوتے ہوئے ولی نہیں بن سکتی) کا یہ کیا ہوا نکاح ختم ہو چکا اور لڑکی کو نکاح جدید کی اجازت ہے بشرطیکہ سوال صحیح اور واقعی ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم والہ
واصحابہ وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ ۶-۶-۱۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اندر اس صورت کہ زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کی نسبت ایسے مرد سے کرنے کا فیصلہ کیا جو بہرا اور گونگا ہے اور دس پندرہ دن کے بعد منگنی بھی کر دی۔ پھر یہ بات تمام برادری اور بہت سے دوسرے لوگوں میں بھی مشہور ہوئی۔ منگنی سے تقریباً ڈیڑھ سال بعد تقریباً ایک ماہ کے دن مقرر کر دئے، اس دن والی میں زید کی ہمیشہ نے بھی کہا اور کئی دوسرے افراد سے بھی جو معززہ شمار کئے جاتے تھے کھلوایا مگر زید نے ایک نہ مانی، زید کو ہمیشہ نے یہ بھی کہا کہ ایک ہزار روپیہ بھی زیورات بھی، روٹی وغیرہ بھی ہم دیتے ہیں، یہ رشتہ میرے لڑکے کو دے دے حالانکہ اس کا لڑکا بے عیب اور ہم کفو تھا اور اس بات پر میرا جھوٹا بھائی عاقل بالغ ولا بھی متفق تھا کہ بھائی کے کو رشتہ دیا جائے۔ ایک زمیندار نے بھی ہدایت کی کہ برادری جس طرح کنتی ہے تیرے لئے وہی بہتر ہے مگر زید ہر چیز ہی جواب دینا رہا کہ میں زبان کر بیٹھا ہوں لہذا ادھر ہی رشتہ کروں گا، منگنی کے دن مندرجہ ذیل اشیاء زید نے یعنی مقرر کیں :-

چار سو روپیہ کچھ زیور اور دو وقت کی روٹی ،
اب جبکہ دن مقرر ہو گئے تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ روٹی ہم نہیں دیں گے
تو زید نے جواب دیا کہ پھر ماہ کا تک میں آئیں، اب میرے پاس بھی روٹی نہیں چنانچہ
کافی لے دے کے بعد طے پایا کہ دو سو روپیہ زید کو اور دس دیا جائے اور روٹی
زید ہی کے ذمہ رہے اور نکاح ہوا۔

القصد اب جبکہ لڑکی بالغ ہوئی تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ تو بالکل ناکارہ



ہے، نہ بات سننے کا نہ کرنے کا چنانچہ وہ اب جبکہ میکے چھوڑ کے جاتی نہیں، زید کو محسوس ہوا اور مسئلہ پوچھنے چلا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قسم کی بے احتیاطیوں اور سو راہنہ یوں کے باوجود نکاح صحیح نافذ ہوا یا نہ؟ بینو اما جو دین من رب العلمین۔

سائل: مسمیٰ محمد سلیمان اندر وڑھ میاں خاں

میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ بات ٹھیک ہے۔

(عطا محمد یقلم خود، اندر وڑھ میاں خاں)

میں اس کی تاکید کرتا ہوں۔ (خادم حکیم محمد عارف منڈی بصیر پور)



اگر سوال و بیان مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو از روئے تحقیق ائمہ کرام و علماء عظام شرع مطہر مذہب مذہب حنفیہ میں یہ نکاح باتفاق و اجماع باطل ہے، ایسے غلط نلط اور بے جوڑہ شے سراسر باعث تکلیف و نقصان اور محض وبال جان، عمر بھر کے لئے مرض لاعلاج اور سوہان مزاج ہوا کرتے ہیں، پھر ڈیڑھ سال سے زائد زمانہ تک یہ مشہور و معروف اور موضوع بحث بنا رہا اور خویش و اقربا و دیگر بھی خواہ مشورے دیتے رہے، سمجھاتے رہے مگر اس نے نہ ملنے ہوئے سراسر غافلت و طمع نہ را اور پھر حیرت جالبہ و نام نہاد زبان پروری کے لحاظ سے نکاح کر دیا، تو ایسی صورت میں باپ مختار و مجاز نہیں رہتا تھا کہ خود ولایت نظریہ کا یہی تقاضا ہے، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۴۵ میں ہے والا ضرار لا یدخل تحت ولایت الولی۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۴، کفایہ ج ۳ ص ۱۹۵

بحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۵، فتاویٰ غزی ص ۲۵، فتاویٰ عالمگیری عن السراج الوہاج ج ۲ ص ۵،
تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۱، منحة الخالق عن النہر الفائق وشرح الجمع لابن ہک
ج ۳ ص ۱۳۵ میں ہے والنظر من شرح المجموع لو عرف من الاب سوء
الاختیار لسفه اول طبع لا يجوز عقده اتفاقا نیز شامی علیہ الرحمہ
نے فرمایا والحاصل ان المانع هو كون الاب مشهورا بسوء الاختیار
قبل العقد خصوصا یہاں تو ہم کفر و قابل رکھا بھی غائب و طالب تھا تو یہ محض ظلم
ظلمات بعضها فوق بعض بنا جو اس و شمس کی طرح ولایت نظریہ کی علانیہ خلاف در زہی ہے
بنائے علیہ یہ نکاح صحیح و نافذ نہیں بلکہ محض باطل و ناروا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عفو الفقیر ابو الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۶ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ ۲۸/۵/۱۴۳۳

اصاب من اجاب

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

الجواب صحیح عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد الضعیف غلام علی غفرلہ الولی

المدرس فی لمدرسۃ العربیۃ الکائنۃ فی اوکاٹہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ بکر منکوحہ زید کو

اغوار کر کے لے گیا اور اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے چار سال کی عمر میں لڑکی کا نکاح بلا اجازت زید کر دیا اور زید نے اس کا نکاح رد کر دیا۔ آیا یہ نکاح شرعاً نافذ ہے یا نہیں؟ بینوا ما جورین من رب العالمین۔



منکوہ زید کی لڑکی زید کی لڑکی ہے، بیکر کا اس پر کوئی حق ولایت نہیں تو بیکر کا نکاح کر دینا فضولی ٹھہرے گا اور فضولی ہونے کی وجہ سے رد زید سے باطل و مردود ہوگی لہذا یہ نکاح باطل و مردود ہے جس کے نفاذ کی اب اصلاً کوئی صورت نہیں الولد للفرأش وللعاہر الحجر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلتم رجل مجتہد اتمو احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعمی نورہ اللہ ربہ وقواہ علی کل غبی وغوی وشفقی۔

۲۸ رذی الحجۃ ۱۳۶۳ھ

الجواب صحیح لاریب فیہ

فقیر غلام رسول غفرلہ

نائب مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ فریدیہ پور جاگیر ضلع مظفرگڑی

عہ حال شیخ الحدیث جامع ضویہ فیصل آباد (محبت)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و بزرگانِ شرع متین ایک عورت کا نکاح زید سے ہے
بموجب رسم و رواج شادی نہیں ہوئی تھی، اس کے والدین نے بلا طلاق حاصل کئے اسکو
کسی اور جگہ بیاہ دیا، کچھ عرصہ کے بعد عورت سے لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی تولد ہونے
کے چار سال بعد ثانی خاوند عورت نے ایک لڑکے کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح کر دیا
آیا وہ نکاح درست ہے؟



ثانی محض زانی ہے، عورت کا خاوند اور لڑکی کا باپ شرعاً وہی ہے جس کے ساتھ
نکاح ہوا تھا، رسمی شادی کا قطعاً اعتبار نہیں لہذا یہ نکاح بلا اجازت والد شرعی شرعاً درست
نہیں کہ وہی ولی ہے اور نکاح نابالغہ کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہے وکل ذل
ابین من ان یبیین و اظہر من ان یدہن ۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتعوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم ۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی منکوحہ بیوی بغیر طلاق حاصل کئے عمر کے ساتھ چلی گئی، عمر کے ہاں ازدواجی زندگی بسر کرنے کے دوران میں اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نکاح عمر نے گیارہ سال کی عمر میں کسی جگہ کر دیا، اس نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے حالانکہ وہ لڑکی نابالغہ تھی اور جبکہ زید اس نکاح میں قطعاً رضامند نہیں تھا۔

سائل: محمد صدیق بھٹہ ساکن ۲۸/۴-۲ تحصیل وکارتہ ضلع منٹگمری



شرعاً وہ لڑکی زید کی ہے تو اس کا نکاح جب تک نابالغ رہے، زید کر سکتا ہے، عمر کے لئے حق ولایت نہیں تو وہ نکاح موقوف بر اجازت زید تھا اور جب تک وہ اجازت نہ دے، رد کر سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ میں ہے تثبت الولاية باسباب اربعة الخ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه وبارک وسلم۔

مترجم الفقیہ ابوالخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسیحی فلک شیر
کالنکاح عرصہ دس سال سے مسماۃ چراغاں کے ساتھ کیا گیا ہے اور مسیحی فلک شیر کی
عمر دس سال کی تھی اور اس کا ولی شرعی چچا رحمت علی تھا جس کی اجازت سے نکاح ہوا
اور مسماۃ چراغاں کی عمر نیز دس سال کی تھی اور ولی شرعی اس کا چچا ولی محمد تھا جس نے نکاح
کر دیا اور نکاح میں کوئی مانع شرعی نہ تھا اور مسماۃ چار سال سے بالغ ہو چکی ہے، آیا یہ نکاح
صحیح ہو چکا ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا۔

المستفتی : رحمت علی ساکن چک بیدی نانک سر۔
والمستفتی الثانی : ولی محمد ساکن چرامانیکا۔



اگر صورت مذکورہ بالا واقعہ ہے کہ وقت نکاح لڑکے اور لڑکی کے ولی شرعی چچے
تھے یعنی ان کے ماسوا کوئی ولی اقرب موجود نہ تھا اور انہی نے نکاح کر دیا اور مانع شرعی
کوئی بھی موجود نہ تھا تو صحت نکاح مذکورہ میں کوئی شک و شبہ نہیں، فتاویٰ عالمگیری
ج ۲ ص ۹ میں ہے وکل هؤلاء لهم ولایۃ الاجبار علی البنت والذكر
فی حال صغرهما و حال کبرهما اذا اجنا کذا فی البحر الرائق و کذا فی

سائر اسفار المذهب المذهب متونا وشروحا وفتاویٰ
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ علی
حبیب سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔
حررہ الفقیر البوالخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعمی نورہ ربہ و قواہ علی کل غی و غوی و شقی

الجواب هو الموافق للصواب
خادم الطلبة: محمد چرانغ دین مدرس دارالعلوم خفیه فریدیہ نعیمیہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب
خادم العلماء محمد بشیر احمد صدہ مدرس مدرستہ آستانہ عالیہ بی ثریف ہوشیار پورہ
حال دارہ دارالعلوم خفیه فریدیہ فریدیہ پورہ جاگیر
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

باسمہ تعالیٰ

ایک لڑکی نابالغ کا نکاح والد کے چچانے کر دیا تھا اور والد نے انکار کر دیا، مجلس
نکاح سے چلا گیا، لڑکی کی عمر تین سال کی تھی، جب نو دس سال کی ہوئی تو لڑکی نے انکار
کر دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے، اب تک کہتی ہے کہ یہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے
اور والدہ اس کی کہتی ہے کہ جب میری لڑکی کو پہلا حیض آیا تو اس نے انکار کر دیا، العزن
قبل بلوغ بعد بلوغ انکار کرتی رہی، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو قابلِ فسخ
ہے یا نہیں؟

اندر کن پورہ



صورتِ مسئلہ میں نکاح نہیں ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے و ان زوج الصغیرا والصغیرۃ بعد الاولیا فان کان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولاية توقفت نکاح الابعد علی اجازت یعنی اگر نابالغ اور نابالغہ کا نکاح دور کا ولی کر دے اور نزدیک ولی حاضر ہو اور وہ قابل ولایت بھی ہو (دیوانہ یا بچہ یا کافر نہ ہو) تو یہ نکاح نزدیک ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور جب باپ انکار کرتا ہے اور راضی نہیں ہوا تو یہ نکاح جائز نہیں البتہ اگر عدم اہلیت ولایت ہو اور اس کے چچا سے قریب کوئی اور ولی نہ ہو تو نکاح جائز ہو گا اور اس کا نسخ لوط کی کے انکار مذکور کے ثبوت شرعی پر بشرط القضاء ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ انصاری غفرلہ

۲۰/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ۱۹۳۸ء



میں اپنے حقیقی لڑکے کا نکاح مسمیٰ قطبہ ولد تریج کی لڑکی کے ساتھ کیا، بموجب دواج رسوم علاقہ تمام برادری والوں کی بھی شمولیت ہوئی اور قطبہ کی طرف سے اس کے تینوں بھائی یعنی لڑکی کے حقیقی چچے اور لڑکی کے دادا دادی بھی شامل تھے، لڑکی اور لڑکا نابالغ ہونے کی وجہ سے چونکہ قطبہ لڑکی کا باپ تھا اور میں لڑکے کا بموجب حکم شرع شریف ایجاب وقبول ہم دونوں کے موضع چک ۲۳/۴-۱ ایل قطبہ کے گھر میں ہوئی، احتیاطاً لڑکے اور لڑکی کو بھی کلمات پڑھا کر روبرو گواہاں کے ایجاب وقبول کرایا گیا، اب قطبہ مذکور اپنی لڑکی کا نکاح اور جگہ کرنا چاہتا ہے اور ساتھ کہتا ہے کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ اس وقت لڑکی نابالغ تھی اور رجسٹر پر بھی انگوٹھے نہیں لگے، اس واسطے پہلا نکاح ناجائز ہے لہذا بموجب حکم شرع شریف و کتب فقہ و احادیث سے ثابت کریں کہ پہلا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر پہلا نکاح جائز ہے تو دوبارہ نکاح کرنے والے یا جن کی اس نکاح میں شمولیت ہو گئی، کس سزا کے مستحق ہوں گے اور ان کا کیا حشر ہوگا، کتب و احادیث محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے جواب دیں، اجر ملے گا۔

السائل: بہادر علی ازمنڈی حویلی متصل سٹیشن وسا والا ضلع منٹگرمی



بلاشبہ و شبہ و ریب صورت مسئلہ میں نکاح منعقد ہو چکا، اس کے انعقاد میں ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق و اجماع ہے اور اس انعقاد و جواز پر

قرآن کریم ناطق ہے، ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰی یَسِّنُ مِنَ الْمَحِیْضِ مَنْ
نِّسَاءَ کُمْ اِنْ اَرْتَبْتُمْ فَعَدَّتْھُنَّ ثَلٰثَ اَشْھَرٍ وَاللّٰی لَمْ یَحْضَنْ ، عدت
فرع نکاح ہے اور نکاح اصل اور اصل کے بغیر فرع کا وجود متصور ہی نہیں تو اس آیت
کریمہ سے صراحت ثابت ہو گیا کہ نبالغہ کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور طلاق ہونے پر عدت
پڑتی ہے اور احادیث طیبہ سے متواتر طور پر اس کا ثبوت صریح ہے کہ حضرت صدیق اکبر
ابوبکر خلیفہ اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لخت جگر حضرت صدیقہ ام المؤمنین محبوبہ
محبوب رب العالمین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح صرف چھ سال کی عمر میں کر دیا
اور پھر حضرت قدامہ بن مظعون بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت زبیر حواری حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنی لڑکی کا نکاح پیدا ہونے کے دن ہی کر دیا
اور کسی صاحب نے اس کا انکار نہ کیا، کتب مذہب مہذب حنفیہ میں صراحت اس کا ثبوت
بین موجود ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے وَکُلُّ هُوْلَاءِ لَهَا وَلَا یَسْتَلِیْ
اِلَّا جَبَار عَلٰی الْبَنَاتِ وَالذَّکَرِ فِیْ حَالِ صُغُرِھُمَا۔

باقی رہا یہ عذر خام کہ رجسٹر پر انگوٹھے نہیں لگے، محض بے بنیاد اور کھوکھلا ہے
جس پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلائل شرعیہ اس کا رد کرتی ہیں، یہ انگوٹھوں والا رجسٹر اس
زمانہ پرفتن کی نئی ایجاد ہے، شرعاً نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ
میں ہے ینعقد بالایجاب والقبول تو اس کا یہ عذر شریعت مطہرہ پر افتراء بلکہ
شریعت بیضار کا مقابلہ ہے۔

الحال اس وشمس کی طرح واضح ولاح ہو کہ نکاح مذکور صحیح وناقد ہے تو دوبارہ
نکاح کرنا نکاح پر نکاح کرنا ہو گا جس کی حرمت قرآن کریم سے صاف ثابت ہے ارشاد ہوتا
ہے وَالْمَحْضٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اور اس جرم عظیم کے ترکیب کی سزا کے وہی مدارج و
اقسام ہیں جو شریعت مطہرہ کی کھلی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے معهود و معلوم ہیں لہذا



اہل اسلام پر لازم کہ اس کو اس فعل شنیع کے ارتکاب سے حتی المقدور سختی سے روکیں کہ حدیث میں وارد ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ہے من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فليذكره بالحدیث - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکمہ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا، ایجاب و قبول دونوں کے والدوں نے کیا ہے، شاہدین موجود ہیں، کیا یہ نکاح صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟
الاستفتیٰ: نور محمد مجتہد سکنہ چک ۲۱۹ لکھنؤ الہ ہر ربيع الاول شریف



ایسا نکاح صحیح و نافذ ہوتا ہے کہ ایجاب و قبول رکن نکاح بلامانع پائے گئے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱ میں ہے فاما ركن فالايجاب والقبول نیز اسی میں ہے ج ۲ ص ۱۰ فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما او ابي

ہی تمام کتب مذہب میں صراحتہ مذکور و مبرہن و مبین ہے اور احادیث حضور پر نور فداء
روحی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ قرآن کریم سے صاف صاف ثابت ہے وللتفصیل وقت
اخذ ولا خفاء علی من لا ادنی ربط جہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عزہ الغیر البر الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ مسیحی محمد دین کی لڑکی آٹھ سالہ نابالغہ
کا نکاح اس کی اجازت کے سوا کیا گیا، اطلاع ملنے پر مسیحی مذکور نے سخت ناپسند اور رد کر دیا
تو شرعاً اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ کیا اس لڑکی کا نکاح اور جگہ کیا جاسکتا ہے۔

سائل: گیلانی سید محمد علی شاہ سکندری لکھا



سائل زبانی منظرہ کہ نکاح کفو میں ہوا حالانکہ والد لڑکی کا نزدیک ہی موجود و معلوم تھا تو
شرعاً یہ نکاح موقوف برا جانت والد لڑکی مسیحی محمد دین مذکور تھا جو اس کے رد سے رد ہو گیا
لہذا اب لڑکی مذکورہ کا نکاح اور جگہ کر سکتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰، در المختار
رد المختار ج ۲ ص ۳۲ میں ہے والنظر من الدر فلزوج الابد حال

قیام الاقرب توقف علی اجازت۔

بہر حال صورت مذکورہ بالا میں وہ نکاح مردود ہو چکا اب اور جبکہ نکاح ہو سکتا ہے کہ باپ عاقل قابل و اہل ولایت ہی اقرب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع رسول کریم اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی بعمر دس برس کا نکاح والد کے موجود ہوتے ہوئے لڑکی کی والدہ کسی سے نکاح کر دیتی ہے اور والد کی مرضی کے برخلاف نکاح کیا گیا، کیا یہ نکاح شریعت جائزہ رکھے گی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

جواب بحوالہ کتب معتبرہ فقہ یا حدیث دیا جاوے۔

تصدیق کیا جاتا ہے کہ لڑکی تقریباً بعمر گیارہ سالہ نابالغہ ہے، میں نے چشم خود دیکھی ہے۔

حکیم محمد عبدالحق ولد حاجی مولوی جلال الدین بقلم خود

(نوٹ، لڑکی کے والد نے زبانی بیان کیا کہ یہ نکاح میرے پس پشت ہوا ہے اور جب مجھے پتہ چلا تو میں نے کہا بُرا کیا، میرے اجازت کے سوا کیا میرے بیٹے میں گولی لگا دی اس سے تو بہتر تھا کہ میں مرجاتا اور اب تک میں ناراض ہوں اور اجازت نہیں دی، تو اس نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینو اما جوین۔



اگر صورتِ مندرجہ بالا صحیح ہے اور باپ نے یہ کلمات رد نکاح کے کہے تو وہ نکاح مردودِ باطل ہو گیا ہے، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱ میں ہے کہ اگر فضولی کو صاحبِ اجازت کے بیس ماصنعت تو ظاہر الروایۃ کی رو سے یہ رد ہے اور اسی پر فتوے ہے وفی ظاہر الروایۃ یکون رد او علیہ الفتوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ اجمعین۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح باپ کے روکنے کے باوجود دادا نے کر دیا اس طبع پر کہ اس لڑکی کے عوض اپنے

لڑکے کے لئے رشتہ حاصل کرے، لڑکی مذکورہ کے باپ نے پہلے بھی مخالفت کی اور بعد میں بھی مخالفت کر رہا ہے اور نکاح اس کی غیر حاضری میں ہوا ہے باوجودیکہ وہ اسی گادول میں تھا، اب لڑکی مذکورہ بالغ ہو چکی ہے اور وہ بھی نکاح مذکورہ کی سخت مخالفت ہے تو اندریں صورت شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل : محمد علی از بھینی عثمان خاں گدھوگا

ریاست بہاولپور

۷ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو نکاح مذکورہ سرے سے ہوا ہی نہیں کہ باپ کے ہوتے ہوئے باپ کی مرضی کے خلاف کسی کو نکاح کا اختیار نہیں کما فی اسفار المذہب المہذب متونا و شروحا و حواشی و فتاویٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: زید نے بچہ کی بیوی کو اغوا کر لیا اور

ساتھ ہی اس کی شیر خواہ بچی کو بھی لے گیا، پیچھے بکرنے اس کی بیوی کو اپنے گھر بٹالیا۔ اس کے تین چار سال بعد زید قتل کے مقدمہ میں سزا ہو گیا، عورت وہاں اکیلی رہ گئی۔ اس نے اس نابالغ لڑکی جس کو اس وقت ماہواری شروع نہیں ہوئی تھی، عمر نو سال تھی اور وہ ساتھ لے گئی تھی، نکاح وہاں کے کسی باشندے سے کر دیا۔ اس کے بعد جب زید سزا ختم ہونے پر واپس آیا تو اپنی مغویہ کو لڑکی کے نکاح کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اپنی مغویہ کو جمعہ بچی کے لے کر واپس جہاں سے گئے تھے آگیا یعنی بکر سے اس کی رسائی ہو گئی۔ بکر کو جب معلوم ہوا کہ اس کی نابالغ بچی کا نکاح ہو گیا ہے تو اس نے بہت نااضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا اب لڑکی جو بالغ ہو چکی ہے بالغ ہونے پر اس لڑکی نے اس نکاح سے انکار کر دیا ہے اور وہ اس نکاح کو نکاح تصور نہیں کرتی جو اس کی اور اس کے والد کی مرضی کے خلاف ہوا ہے لہذا اس کے متعلق فتوے صادر فرمایا جاوے کہ آیا وہ نکاح جو نابالغی کی حالت میں اور باپ کی عدم موجودگی اور اجازت کے بغیر ہوا تھا، جائز ہے یا نہیں؟

نشان انگوٹھا شباب دین

العبد: شباب بن ولد رمضان قوم مسلم شیخ سکند شاد سے والا ۲۱ ۱۱/۳
میں تصدیق کرتا ہوں کہ سائل کا بیان مندرجہ پشت ہذا درست ہے۔
محمد ہاشم علی تعلیم خود بصیر لورہ



سائل زبانی مظہر والد کو نکاح کا علم چھ سات ماہ کے بعد ہوا اور اس وقت بھی لڑکی

نابالغ ہی تھی، باپ نے نہ پسند رکھا تو یہ نکاح جو اصل میں باپ کی اجازت پر موقوف تھا باپ کی ناراضگی اور نہ پسند کرنے سے رد ہو گیا تو اب اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شرع کسی اور کے ساتھ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ سوال صحیح اور درست ہو، درالمختار میں ہے
فلو زوج الابد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغیر الراجح محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۱۴۳

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ و کعبہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب
السلام علیکم : گزارش ہے کہ بندہ کا ایک سوال آپ کی خدمت میں پیش ہے :
میری لڑکی مسماۃ عالم خاتون میرے تایا سکھن نے میری اجازت کے بغیر کر دیا
ہے، بندہ اور میری بیوی گھر پر موجود نہ تھے، گھر آکر ہمیں پتہ چلا کہ میرے تایا نے
میری لڑکی کا نکاح بخشایا ولد بیگ کے ساتھ جو کہ ہمارا رشتہ دار بھی تھا، کر دیا ہے
بندہ اپنے تایا سمیٹ مکھن کے ساتھ سخت ناراض ہوا اور لڑائی جھگڑا کیا، یہ نکاح
مجھے یہ نکاح منظور نہیں۔ اس وقت سے اب تک میری لڑکی میرے پاس ہے، اس
وقت لڑکی کی عمر اسال تھی، اب چودہ سال ہو چکی ہے، شریعت کی رو سے لڑکی کا
نکاح دوسری اور جگہ کرتا ہوں، مہربانی فرمائی جادے، لڑکی نے جوان ہونے پر



دوبرومندرجہ ذیل گواہاں کے نکاح سے انکار کر دیا۔
(تصدیق نمبر دار) میں تصدیق کرتا ہوں کہ مسیحی محمد دین بالکل سچائی پر ہے، یہ
کارگزاری میرے سامنے ہوئی ہے۔ محمد باقر خاں نمبر دار چک ۵/۳۳ بقلم خود
گواہ شد

محمد شاہ امام مسجد چک ۵/۳۳، محمد دین والد لڑکی چک ۵/۳۳ (نشان انگوٹھا)



مسماة عالم خاتون نابالغہ کا ولی شرعی اس کا والد محمد دین تھا اور اس کے گھر پر
موجود نہ ہونے کے سبب اس کا نامیا نکاح کرنے کا حق دار نہیں تھا جبکہ محمد دین والد
کے متعلق علم تھا کہ کہیں نزدیک ہی گیا ہو اسے اور واپس آنے والا ہے لہذا وہ نکاح
محمد دین کی اجازت پر موقوف تھا اور جب وہ سخت ناراض ہوا اور لڑائی جھگڑا کیا
اور نکاح نامنتظر کیا تو وہ نکاح اٹھ گیا لہذا اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شریعت
دوسری جگہ کیا جاسکتا ہے، درالمختار میں ہے لو زوج الایعد حال قیام
الاقرب توقف علی اجازت۔ ہاں اگر اس وقت محمد دین دیوانہ ہو یا ایسا
لاپتہ ہو کہ تلاش کے باوجود بھی اس کا کہیں سوراخ نہ ملا ہو تو تایا کے لئے حق ثابت
ہو سکتا ہے مگر اس صورت میں لڑکی کو بالغ ہونے پر نکاح فاسد کرنے کا اختیار ہے
جو اجازت قاضی شرعی سے لازم الفساد ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

واحد وصلى الله تعالى على حبيب وال واصحابه وبارك وسلم

عنه الفقير البواخير محمد نور الله النعمي غفرله

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

از پناہ نگہ شاہ ۴۶۴ قبلہ محترم بزرگوارم مولوی نور اللہ صاحب جی
اسلام علیکم، مزاج گرامی!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بارے اس مسئلہ کے کہ مسٹی گوماں شیخ
کی لڑکی مسماۃ شماں جس کی عمر اب تقریباً پندرہ سال ہے، آج سے چھ سال پہلے اس کا
نکاح شرعی اس کے برادر حقیقی مسٹی صادق نے اپنے باپ مسٹی گوماں کی بلا اجازت کرایا
تھا، کیا وہ جائز ہے یا نہیں؟ مسماۃ شماں کا جب شرعی نکاح ہوا تھا، اس کی عمر
۹ سال کی تھی۔

آپ کا تابعدار: ملک امان اللہ نمبر ۱۹۲، محب علی اوتاڑ
سائل مسٹی گوماں ولد مہموں قوم شیخ۔

لڑکی کا والد زبانی بیان کرتا ہے کہ جب مجھے اس نکاح کا علم ہوا تو میں نے
نا پسند کیا اور لڑکی کو اپنے پاس لے گیا اور اب تک لڑکی میرے پاس ہے۔



یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور چونکہ باپ نے پسند نہ کیا اور زنا رض
ہوا تو وہ نکاح رد ہو گیا، درالمنہار میں ہے فلو زوج الابد حال قیام
الاقرب توقف علی اجازت، تو یہ سوال اگر واقعی اور صحیح ہے تو وہ نکاح
نکاح نہیں رہا، باپ کو اجازت ہے جہاں چاہے لڑکی کا نکاح حسب دستور شرع
کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
والد و صحب اجمعین۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ ۱۱/۶/۱۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس سلسلہ میں، ایک لڑکی یتیمہ نابالغہ
جس کی عمر تقریباً سات سال ہے اس کا نکاح بوجہ واقرب ولی حقیقی بھائی و تایا کے اس
کے ماموں نے بغرض حصول زہ کے کر دیا ہے غیر موجودگی اقرب ولی کے، یہ نکاح
جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اب لڑکی مذکورہ اپنے حقیقی بڑے بھائی کے پاس ہے جس کو عرصہ تقریباً ایک

سال کا ہو گیا ہے۔

(۳) یہ لڑکی اب تک نابالغہ ہے۔

(۴) نکاح سے مطلع ہو کر ولی حقیقی بھائی اور تایا سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ نکاح

ہمیں منظور نہیں اور لڑکی واپس کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے

علمائے دین اس نکاح میں بروئے شریعت محمدی فتوے دیں۔

طالب مکہ ہذا : بندہ خاکی ولد میاں بلہا ساکن تھانوالہ، سرحدین بقلم خود



ولی اقرب کے ہوتے ہوئے بلا غیبت منقطعہ ولی بعد کا نکاح موقوف بر اجازت

ولی اقرب ہوتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے وان زوج الصغیر او

الصغيرة بعد الاولیاء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل

الولاية توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ اور جب وہ ناراض ہیں اور

منظور نہیں کرتے اور لڑکی واپس کرنے میں کوشاں رہے تو وہ نکاح اٹھ گیا

اور لڑکی کا نکاح ولی اقرب اپنی تجویز سے بلاشبہ کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله

تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



الاستفتاء

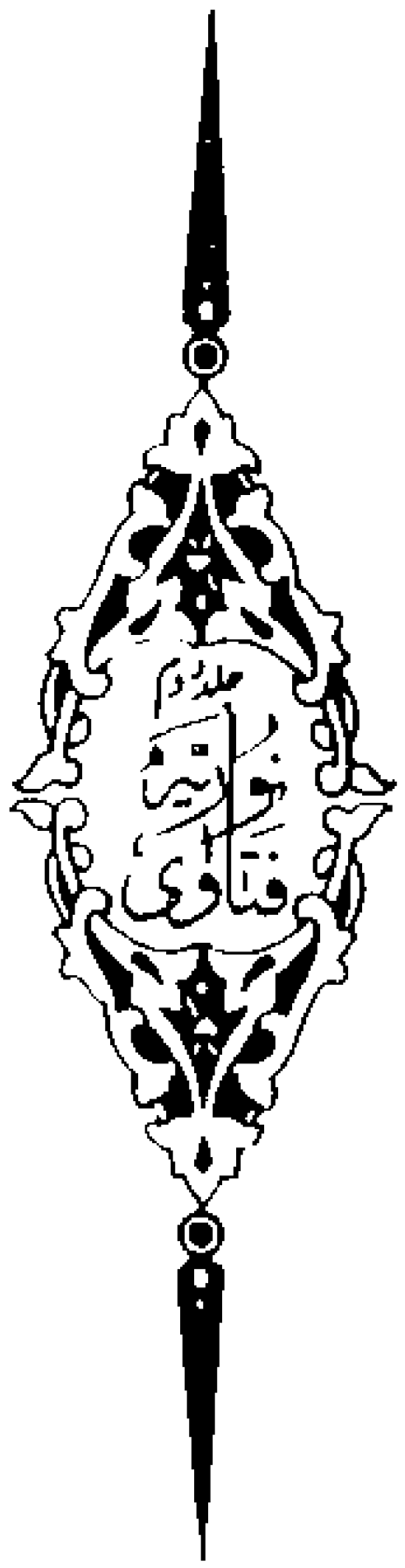
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے بھائی کی لڑکی صغیرہ
عدم موجودگی باپ کے جو کہ ایک شہر میں قیام رکھتے ہیں اور بلا اجازت باپ حقیقی کے
اور بلا رضامندی کے لڑکی شیر خوردہ تھی جو کہ جھولی مادر میں تھی، چچا نے اپنے آپ کو
وارث قرار دیکر جانبین نابالغین کی طرف سے اجازت دے کر نکاح کر دیا، باپ خبر
سن کر ناراض ہوا جو کہ آج تک ناراض ہے اور لڑکی جب بالغ ہوئی تو خبر نکاح سن کر
انکار کر دیا۔ اب لڑکی جوان ہے، سابقہ کو تسلیم نہیں کیا بغیر اجازت والد حقیقی کے
نکاح نافذ ہو سکتا ہے یا کہ نہ؟ اب لڑکی جوان ہے، اجازت نکاح حاصل کرنا چاہتی ہے
کہ میں دوسری جگہ والدین کی رضامندی سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، اجازت دی جاوے
جواب باصواب عطا فرمایا جاوے، بینوا تو جبروا۔

(نوٹ) کوئی حق مقرر نہیں ہوا۔

سید کریم حید شاہ بخاری قادری غفرلہ

سوال میں کافی اجمال ہے لہذا وضاحت کریں کہ :-

- ۱۔ یہ صغیرہ جو والدہ کی گود میں تھی کہاں تھی؟ کیا اسی مکان میں تھی جس میں اس کے والد
بھی رہتے تھے؟
- ۲۔ صغیرہ کا والد صغیرہ سے کتنی مسافت پر تھا؟
- ۳۔ چچا نے صغیرہ کی جائے رہائش کے گاؤں یا شہر میں نکاح کرایا یا کسی درآبادی میں؟
- ۴۔ چچا کو والد کے متعلق علم تھا کہ کس گاؤں یا شہر میں ہے؟
- ۵۔ کیا چچا فوری طور پر والد کو منگاسکتا تھا یا اس سے اجازت لے سکتا تھا یا



نہیں؟ مفصل جواب آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ جواب باصواب دیا جائیگا۔

(نوٹ) سائل دستخطی صاحب اپنے دستخط بمع تاریخ کریں۔

الفقیہ ابو الخیر النعمی غفرلہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پورہ ضلع ساہیوال

الجواب

۱۔ لڑکی کا باپ کتنا ہے کہ لڑکی میرے پاس تھی، چک نہ سے ملنے کے لئے آئی تھی میں مربعہ میں تھا۔

۲۔ جس وقت نکاح پڑھا گیا تھا لڑکی کا والد پانچ مربعہ کے فاصل پر تھا، چک میں تھا۔

۳۔ چچا غفور شاہ رہتا تھا اور نکاح غفور شاہ میں پڑھا گیا تھا، چک نہ اور غفور شاہ کو پانچ مربعہ کا فاصلہ۔

۴۔ چچا کو معلوم تھا کہ میرا بھائی چک نہ میں ہے جو کہ پانچ مربعہ کا فاصلہ تھا۔

۵۔ چچا فوری طور منگوا سکتا تھا، اگر والد کو طلب کرتا تو فوری آجاتا لیکن نہیں منگوا یا

گیا اور اجازت لے سکتا تھا مگر اس نے بلوایا نہیں اور اجازت نہیں لی۔

پانچ سوالوں کا تحریری ملاحظہ فرمایا جاوے۔

سید کریم حیدر شاہ غفرلہ



یہ نکاح محض نکاح موقوف تھا جو باپ کی اجازت سے ہو سکتا تھا اور جب باپ نے اجازت نہیں دی بلکہ ایسی ناراضگی کی جواب تک جاری ہے اور انکار نکاح کی صریح واضح دلیل ہے تو وہ نکاح موقوف مردود ہو گیا اور باپ اگر ناراضگی نہ کرتا اور اجازت بھی نہ



دیتا تو پھر بھی یہ نکاح لڑکی کے جوان ہوتے ہی خبر نکاح سن کر انکار کر دینے سے مردود ہو جاتا
تو ایسا نکاح جو بالکل مردود ہو گیا، نافذ کیسے ہو سکتا ہے لہذا لڑکی آزاد ہے حسب دستور
شرع اظہر جس دوسرے شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، جاہلوں نے شرع کو کھلونا بنالیا
ہے مسئلہ غیبت ولی میں غیبت لغویہ مراد لے کر دھوکا دیتے ہیں حالانکہ اس غیبت
سے مراد غیبت منقطہ ہے جو مسئلہ زیر بحث میں کسی معنی پر بھی نہیں پائی جاتی بدائع صناع
ج ۲ ص ۲۵۰ میں ہے انما یتقدم الاقرب علی الابدال اذا کان الاقرب
حاضرا او غائبا غیبة غیر منقطعة فاما اذا کان غائبا غیبة منقطعة
فللا بعد ان یزوج فی قول اصحابنا الثلاثة۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے
ان کان الاقرب غائبا غیبة منقطعة جاز نکاح الابدال کذا فی
المحیط نیز اسی میں ہے ثم قدر الغیبة بمسافة القصر وهو اختیار
اکثر المتأخرین وعلیہ الفتویٰ وقال شمس الائمة السرخسی
(الی ان قالوا) حتی لو کان مختلفیا فی البلدة لا یوقف علیہ یكون
غیبة منقطعة کذا فی شرح مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے ولا
تمسکوهن ضرا لا تعتدوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا و محبوبنا
الاعظم وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الراحہ محمد نور الشانی غفرلہ

۹ شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ

۲۲/۹



الاستفتاء

بخدمت جناب محترم المقام ذوالعزّة والاقتسام قبلہ الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ : مزاج شریف ! سلام مسنون و ممنون خیریت و عافیت
طرفین کے بعد مؤدبانہ التماس ہے آپ حضور سے ایک فتوے حاصل کرنے کو یہ عزیز
پیش خدمت ہے امید ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں گے :

ایک نابالغ لڑکی جو اپنے چچا کے ہاں رہی اور اس نے ہی پرورش کی ابھی نابالغ
تھی کہ چچا نے اپنے گھر میں اس کا نکاح کر دیا۔

(نوٹ) اس لڑکی کا والد زندہ تھا اور اب تک زندہ ہے مگر نکاح کے طائم
موجود نہ تھا، سب کچھ لڑکی کے چچا نے کیا اور یہ جو کچھ ہونا نابالغی میں ہوا، نکاح ویسے
ہی پڑھا گیا، فارم وغیرہ پڑھیں کئے گئے، عمر بھی سولہ سال کی نہ تھی کیونکہ قانون یورپی
میں تو لڑکی کی عمر سولہ سال کی اور لڑکے کی عمر اٹھارہ سال کی ہو اور گواہ بھی چار ہوں،
تمام وارث وغیرہ موجود ہوں تب نکاح ہوتا ہے، اس لڑکی کے نکاح کے طائم نہ تو
والد تھا اور نہ ہی فارم وغیرہ پڑ نکاح رجسٹرڈ کیا گیا اور نہ ہی چار گواہ جمع ہوئے اور عمر
بھی بہت چھوٹی تھی، آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

اس کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں کیونکہ فریقین کے اندر بڑی
کشمکش ہو رہی ہے۔ لڑکی والے کہتے ہیں نکاح نہیں ہوا اور لڑکے والے



کہتے ہیں نکاح ہو گیا، آپ حضور جو فیصلہ اور فتوے عطا فرمائیں گے اس پر عمل ہوگا۔

فقط والسلام مع الکرام

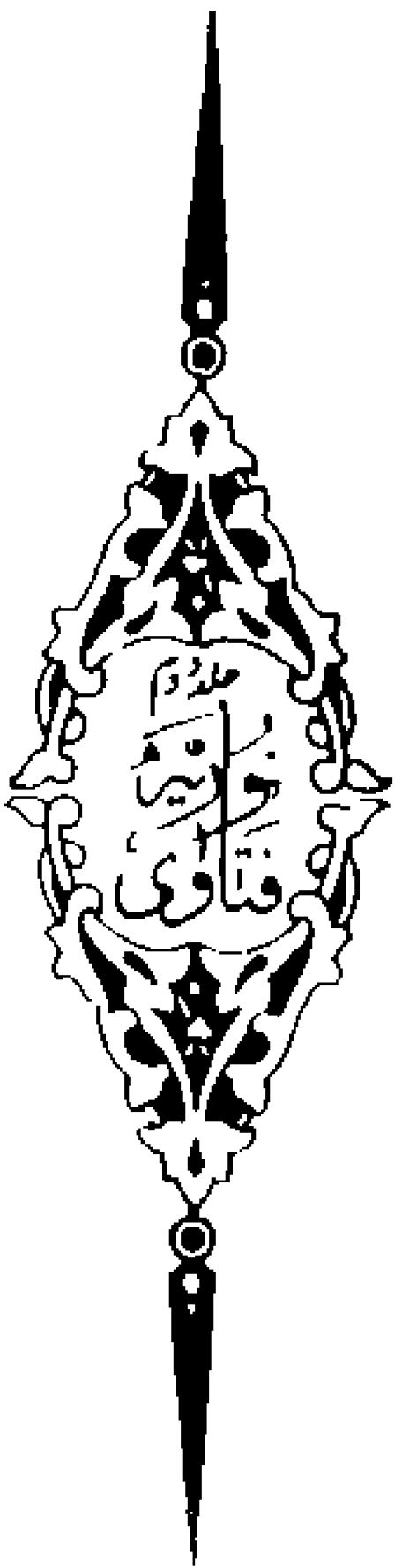
ابوالطاهر محمد عبدالستار چک، ۶/۹-آر، ساہیوال، ۲۶/۳ بڑہ پیر،

محمد سنگا چک، ۶/۹-آر،



وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ :-

اگر لڑکی بالغ تھی یعنی اسے حیض آگیا تھا اگرچہ سولہ سال سے کم تھی اور اس نے نکاح کی اجازت دی یا نکاح ہونے کے بعد اس کو جائز رکھا تو یہ نکاح صحیح ہوا اور یونہی اگر لڑکی کو حیض نہیں آیا تھا، شرعاً نابالغہ تھی اور لڑکی کے باپ نے لڑکی کے چچا کو اجازت دی تو وہ نکاح درست ہوا اگرچہ باپ مجلس نکاح میں حاضر نہیں تھا اور اگر پہلے اجازت نہیں دی مگر نکاح کی اطلاع ملنے پر رد نہیں کیا بلکہ اجازت دے دی تو پھر بھی نکاح ہو گیا اور اگر باپ نے پہلے بھی اجازت نہ دی اور بعد میں بھی نہ دی اور رد بھی نہیں کیا اور لڑکی شرعاً نابالغہ تھی اور بالغ ہونے کے بعد رد نہ کیا بلکہ اجازت دے دی تو پھر بھی نکاح درست ہو گیا۔ یہ پانچ صورتیں ہیں ان میں سے جو صورت بھی پائی گئی، نکاح درست ہو گیا اور اگر ان میں سے ایک صورت بھی نہ پائی گئی بلکہ لڑکی نے اپنے بلوغت کے وقت رد کر دیا یا نابالغی کے وقت اس کے باپ نے رد کر دیا تو وہ نکاح نہ رہا کیونکہ ایسا نکاح نکاح موقوف ہے جو صاحب حق کی اجازت سے جائز ہو جاتا ہے اور رد سے مردود ہو جاتا ہے اور اجازت جس طرح زبان کیساتھ ہوتی ہے یونہی ایسے کام سے



بھی ہو جاتی ہے کما فی الفتاویٰ الہندیۃ وغیرہا۔ رہا ایوبی قانون تو عجیب
ایوب کی ایک بھینٹک کڑی ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ لڑکی
کا نابالغ لڑکے سے باذن والدین نکاح ہوا، لڑکی سن بلوغت پر پہنچ کر عقد ثانی کی بغیر طلاق
کے مختار ہو سکتی ہے؟

۱۔ نابالغ لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے؟ نیز بالغ لڑکے کی طلاق معتبر
ہو سکتی ہے؟

۲۔ نابالغ لڑکے نے نابالغ لڑکی کو طلاق دے دی، سن بلوغت سے پہلے لڑکی
کا دوبارہ نکاح ہو گیا، لڑکی کا مقام بلوغت پر پہنچنے کا کیا حکم ہے؟

۳۔ تین سال کی لڑکی کا ان الفاظ سے نکاح درست ہو سکتا ہے کہ قاضی اس کو
یہ کہے کہ فلاں بن فلاں کو بروئے ان دو گواہ اپنے نکاح میں قبول کرے اور وہ آٹھ
الفاظ کہہ کر منہس دے کہ میری ماں کو معلوم ہے، ہاں یہ سب کچھ باذن والدین ہے۔

سائل

حافظ محمد ایوب بمقام چک ۵ رتیاں اراٹیاں
ڈاکخانہ خواص برائے سطرحد بلوچاں تحصیل و ضلع شیخوپورہ



- ۱۔ والد کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے لہذا لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار نہیں۔
- ۲۔ تا بالغ شرعاً طلاق نہیں دے سکتا اور اگر لفظ طلاق کہہ دے تو اس کا اعتبار نہیں۔
- ۳۔ یہ طلاق نہیں ہوئی لہذا لڑکی کا کسی اور سے دوبارہ نکاح غیر معتبر ہے اور وہ حسب سابق اسی پہلے لڑکے کی منکوحہ ہے۔

۴۔ لڑکی تین سالہ کے الفاظ کا کوئی لحاظ نہیں، باپ وغیرہ ولی کی اجازت و الفاظ کا اعتبار ہے کما بین کل ذلك في محله من اسفار المذهب المذهب الحنفی۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

عبد الغفور البرکات محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ ۲۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ عورت کی دہ لڑکی جو سابقہ متوفی خاوند سے ہے منے خاوند کے بھائی کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس لڑکی



کا ولی چچا زندہ ہے مگر نکاح کی اجازت نہیں دیتا اور لڑکی نابالغ ہے تو نکاح کی اجازت کون دے؟ بیوا تو جبروا۔

سائل : غلام حسین از کوٹ لایا نوالہ مورخہ ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ



اگر کوئی اور مانع نہیں تو جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما ورثکم ذلکم اور چچا اگر عاقل بالغ مسلمان دیندار ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نابالغ کا نکاح مشکل ہے کما فی اسفار المذهب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر الراحہ محمد نور الشانی غفرلہ

۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زید کی بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی جو صرف سات میل کے فاصلہ پر تھے اور چھ سالہ لڑکی بھی ساتھ لے گئی پھر بلا اجازت و رضائے زید، زید کی اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جا کر کر دیا تو کیا



ماں کا یہ کیا ہوا نکاح جائز ہو سکتا ہے؛ حالانکہ زید باپ عاقل نے جب اطلاع ملی تو فوراً انکار کر دیا اور ناجائز کر دیا۔ بینوا تو جرو
سائل: محمد رمضان سکسہ پاکستان شریف خاص ضلع منٹگمری



باپ کے زندہ اور موجود ہونے کی صورت میں ماں ہرگز ہرگز ولی نہیں ہو سکتی تو اس کا کیا ہوا نکاح موقوف تھا جو باپ کے انکار و رد سے رد ہو گیا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے فان کان الاقرب حاضرا (ای غیر غائب غیبتہ منقطعة) وهو من اهل الولاية توقف نکاح الا بعد علیٰ اجازتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ اجل مجده اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

۲۶-۱-۵۸

الاستفتاء

ہم حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ مسماۃ حسینا دختر نور محمد نابالغہ یتیم کا نکاح باجارت والدہ ہوا حالانکہ متوفی نور محمد والد حسینا کے تایا زاد بھائی رجب اور علا دل جو ولی شرعی

ہیں موجود تھے اور وہ راضی نہ تھے اور صاف صاف کہتے تھے کہ ہمیں یہ نکاح منظور نہیں، پھر جب لڑکی جوان ہوئی تو رجب اور علاول مذکورین کی اجازت سے لڑکی مذکورہ نے اکبر ولد سکندر اپنے ہم کفو سے نکاح کر لیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟

گواہ شد گواہ شد

نشان انگوٹھا بشیر احمد بازیدیکاوٹو ، نشان انگوٹھا سکندر ولد حیات احمد دارصابو کے مہار
نشان انگوٹھا ولی محمد احمد دارصابو کے مہار ، نشان انگوٹھا رجب علی قوم مہار



اگر صورت مندرجہ واقعی اور صحیح ہے تو پہلا نکاح صحیح نہیں اور رجب و علاول کے رد کرنے سے باطل ہو گیا تو دوسرا نکاح صحیح ہو گا کما فی عامتہ اسفار للذهب المہذب متونا و شروحا و فتاویٰ و حواشی اور اگر پہلے نکاح کے وقت لڑکی بالغہ تھی اور نکاح بھی ایسے لڑکے سے ہوا جو ہم کفو تھا اور حق مہر بھی حسب دستور مقرر ہوا تو پہلا نکاح درست ہے اور دوسرا ناجائز۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۵ رجب المرجب ۱۴۵۵ھ

(نوٹ) یہ فتوے ہے فیصلہ نہیں، فیصلہ کے لئے فریقین کے بیانات و شہادتیں وغیرہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ ایک نابالغہ لڑکی جس کا باپ عرصہ سے فوت ہو چکا ہے جو صرف اس ایک لڑکی کا ہی باپ تھا اور اس کا باپ (جو لڑکی کا دادا ہے) پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اور اس کا حقیقی بھائی (جو لڑکی کا حقیقی چچا ہے) جو صرف ایک ہی تھا، وہ بھی پہلے لا ولد فوت ہو چکا البتہ اس کے تین سوتیلے بھائی جو اس کے باپ کے لڑکے ہیں (لڑکی کے سوتیلے چچے) اور عاقل بالغ ہیں، زندہ ہیں، اندر اس حالات لڑکی کی والدہ نے اس کے چچاؤں کی اجازت و رضا کے بغیر اس نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا ہے، آیا یہ نکاح نافذ ہو گیا یا نہیں؟ بنیوا تو جہدار سائل: بسمتی سلطان دایہ ازرتا کھتا نشان انگوٹھا سائل



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو وہ نکاح نافذ نہیں کہ اس صورت میں ماں دلی نہیں بلکہ چچاؤں کی اجازت پر موقوف ہوا جو کسی ایک چچا کی منظوری سے نافذ و صحیح ہو سکتا ہے اور ان کے انکار و رد سے مردود و باطل ہو جائے گا، فتاویٰ

ہندیہ مجیدیہ ج ۲ ص ۱۰ میں ہے فان کان الاقرب حاضر او هو من اهل اللوایۃ
توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ نیز اسی میں ہے و اذا اجتمع للصغیر
والصغیرۃ ولیان مستویان کالاکھوین والعمین فایہما زوج
جاز عندنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان سوا ما اجاز الاخر او فسخ
ونحوہ فی عامۃ اسفار المذهب المہذب متونا و شروحا و فتاویٰ
وحواشی و لیحد ما اذا انکر واحد مع سکوت الآخر۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان راہ متین اس صورت میں کہ ایک عورت اغوار
ہو کر چلی گئی اور اپنی لڑکی ۳، ۴ سالہ کو ہمراہ لے گئی اور ادھر ہی بلا اجازت و رضامند والد لڑکی
کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا جس کی عمر چالیس سال تھی، بعد ازاں لڑکی کا حقیقی
بھائی جو کہ عاقل بالغ تھا، لڑکی کو اپنے گھر واپس لایا، پھر لڑکی کا باپ جو کہ عاقل تھا اور اس
اجازت نہیں دی تھی، فوت ہو گیا۔ اب حقیقی بھائی چاہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح جائز طریقے پر

کسی اور سے کر دیوے تو اس کے لئے جائز ہے؟ بیوا تو جرو۔
سائل: سجاد خاں ولد سردار خاں قوم بھٹی ساکن سو میاں جودھ سنگھ تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری

نشان انگوٹھا ۱/۵۸

گواہ شد (دستخط)

فیروز الدین ولد صدر دین قوم کھار ساکن منڈی بصیر پور تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری
گواہ شد (دستخط) غلام محمد ولد صدر دین قوم کھار ساکن منڈی بصیر پور



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو لڑکی مذکورہ کا ماں کا کیا ہوا نکاح،
نکاح فضولی ہے کہ باپ عاقل موجود تھا اور وہی ولی تھا لہذا اس کے حقیقی بھائی کو یہ حق
پہنچتا ہے کہ اگر والد نے اجازت نہیں دی تھی تو والد فوت ہونے کے بعد نا بالغ بہن کا
حسب دستور شرع شریف نکاح کر دے کیما فی عامۃ اسفار المذہب المہذب
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ ایک بیوہ عورت

جس نے اپنی نابالغہ دختر کا نکاح اس کے چچا یا کسی اور ولی عاقل بالغ کی اجازت کے بغیر خود بخود کر دیا ہے اور لڑکی بعد از بلوغ انکار بھی کرتی رہی ہے، آیا وہ نکاح صحیح و درست ہے؟ منوالہ حسبہ۔

(نوٹ، چچا عاقل بالغ موجود تھا جس نے اس نکاح کو پسند نہیں کیا بلکہ صاف صاف انکار کیا اور چچا سب سے قریب ولی تھا۔
المستفتی: سید محمد قوم موچی سکندہ چشتی قطب الدین تحصیل دیالپور ضلع منٹگمری



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ نکاح نافذ و صحیح نہیں اور چچا کے رد سے مرد و ہو گیا و ذا ظاہر باتفاق الاسماء کما فی اسفار المذهب المہذب واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵-۱-۵۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ اس مسئلہ کے :



۱۔ مسماۃ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم نابالغہ دختر حاجی ولی محمد مرحوم قوم اراٹیں سکھ جموں و چیل تحصیل دیپالپور ضلع منٹگری کا نکاح مسٹی نورا احمد ولد میاں لشکر علی مہاجر قوم اراٹیں سکھ نارو کے تھانہ پتوکی کے ساتھ ان کے ورثہ میاں کمال دین ولد میاں محمد شمس کی بغیر رضامندی کے اس کی والدہ نے کیا۔

۲۔ حاجی ولی محمد مرحوم نے اپنی لڑکی مسماۃ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم کی نابالغہ اپنی حیات میں روبرو میاں قطب الدین، میاں محمد ضعیف صاحبزادہ کی مہینے میاں علی محمد مرحوم تیا حقیقی مسماۃ مذکورہ کی مسٹی غلام نبی ولد میاں قمر الدین مرحوم سکھ رتیاں ٹبیاں کے ساتھ منگنی کی الٹی نیت خیر کر دی۔

۳۔ مسماۃ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم مذکورہ نابالغہ نکاح ہونے کے وقت حد سے زیادہ روٹی اور پیٹی اور انکار کر رہی تھی مگر ماں کے ظلم و تشدد سے بے بس تھی مگر اب بھی یہی کہتی ہے کہ جس سے میرے والد مرحوم نے رشتہ کر دیا تھا، اس سے شادی کروں گی دوسرا مجھے منظور نہیں، اگر علمائے کرام نے اس نکاح کو فسخ قرار نہ پایا تو میں بالغ ہونے پر خود عدالت میں پیش ہو کر نکاح کو مسخ کراں گی۔

۴۔ مسٹی نورا احمد ولد لشکر علی اراٹیں مہاجر قوم مسماۃ کرم الٹی والدہ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم نے اس شرط پر گھر بٹھایا تھا کہ میں تجھے مسماۃ بشیر بیگم جس کی عمر ۶ سال کی تھی، نکاح دوں گی لیکن بشیر بیگم نے اس سے نکاح کرنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ یہ کہا کہ میں بالغ ہوں میں اپنی رضامندی سے مسٹی غلام حیدر کے ساتھ نکاح کروں گی لہذا مسماۃ بشیر بیگم کا نکاح مسٹی غلام حیدر سے ہو گیا۔

۵۔ اس کے بعد مسٹی نورا احمد ولد لشکر علی کو یہ کہا گیا کہ تم بشیر بیگم کی بجائے امیر بیگم عرف حفیظ بیگم کے ساتھ کرو جس پر نورا احمد نے صاف انکار کر دیا، والدہ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم نابالغہ نے یہ کہا کہ اگر تم امیر بیگم نابالغہ سے نکاح نہیں کرو گے تو میں بشیر بیگم کا نکاح



غلام حیدر کو نہیں دوں گی چنانچہ غلام حیدر نے مسٹی نور احمد کو حد سے زیادہ منت سماجت کر کے نابالغہ مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ کر لیا، نور احمد مذکورہ نے یہ کہا کہ میں وقت گزارنے کی خاطر نکاح کر لیتا ہوں۔

محمد بخش تایا ناد بھائی نابالغہ امیر بیگم (دستخط)
میاں کمال الدین تایا نابالغہ امیر بیگم (نشان انگوٹھا)

غلام حیدر (دستخط)
تابع دار عبدالرحمن تحریر کفندہ

سائل نے زبانی بیان کیا کہ میاں کمال دین صاحب ہوش و حواس عاجی ولی محمد مرحوم کے حقیقی تایا نواب کا لڑکا ہے اور یہی سب سے زیادہ قریب عصبہ بوقت نکاح امیر بیگم کے موجود گاؤں میں تھا اور سخت ناراض اور مخالفت اس کے نکاح کے اس وقت بھی تھا اور بعد میں بھی اب تک ناراض ہے اور ہرگز پسند نہیں کرتا۔



صورت مندرجہ بالا میں مسماہ کرم النی والدہ حفیظہ بیگم نابالغہ کو اس نکاح کر دینے کا قطعاً کوئی حق نہیں تھا کہ عصبہ بنفسہ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں بن سکتی چنانچہ کتب مذہبِ مہذب حنفیہ صاف صاف تصریح فرما رہی ہیں، تنویر الابصار میں ہے فان لم یکن عصبۃ فالولاية للام تو یہاں کمال دین عاقل بالغ عصبہ کی ناراضگی اور مخالفت کی صورت میں یہ نکاح شرعاً نکاح نہیں ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآلہ و
اصحابہ وبارک وسلم۔

الوالعیز غفرلہ

۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۲۲/۴/۵۲

الاستفتاء

مکرمی معظی حضرت قبلہ جناب استاذی مولانا صاحب دامت فیہمکم
السلام علیکم : مزاج مقدس ! معروض آنکہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں فتویٰ تحریر کریں

صورت مسئلہ ہے :

مسماة نعاموں بعمر دس سال جس کا کہ والد اور دادا فوت ہو چکے تھے، اس کے
تایا چاہا تھے ہی نہیں یعنی سب مر چکے تھے، صرف ایک بھائی بعمر تین چار سال موجود تھا، مسماة
مذکورہ کی والدہ نے نکاح ثانی کر لیا۔ اب مسماة نعاموں مذکورہ کا نکاح اس کے سوتیلے
والد نے کرنا چاہا جس پر مذکورہ کی والدہ نے نکاح پر عدم رضامندی کا اظہار کرتے
ہوئے قاضی و گواہاں کو گالی گلوچ بھی نکالی مگر اس کے سوتیلے والد نے باوجود عدم رضامندی
والدہ نکاح کر دیا۔ اب مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں فتویٰ تحریر فرمادیں کہ یہ نکاح شرعاً
درست ہے کہ نہیں؟ والسلام

دعا گو : محمد سعید ازہمانو والدہ تعلیم خود ۲۵/۴

(نوٹ) : سائل زبانی بیان کرتا ہے کہ سوتیلے والد لڑکی کا جدی نہیں تھا اور لڑکی

اس وقت نابالغہ تھی اور اب تک اپنے خاوند کے پاس نہیں گئی اور کبھی اکیلے بھی نہیں ہوئے۔

نشان انگوٹھا سائل مسٹی جان محمد ۲۰/۱۰/۶۲



اگر واقعی یہی صورت ہے تو وہ سوتیلے کا کیا ہوا نکاح شرعاً نکاح نہیں کہ اس لڑکی کی والدہ ہی اس کی ولی تھی اور جب وہ انکار کرتی رہی تو نکاح کیسے ہوا، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۹ میں ہے وعند عدم العصبۃ کل قریب یوث الصغیر الصغیر من ذوی الارحام یملک تزویجہما فی ظاہر الروایۃ عن ابی حنیفۃ وبغیرہ والہ قریب عند ابی حنیفۃ الام، تو واضح ہوا کہ یہ نکاح درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واه وصحب وبارک وسلم۔

عزوة الفقیر البواخی محمد نور الشانی غفرلہ

۲۵/۱۰/۶۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیانِ عظام اندر میں مسئلہ کہ عرض ہے کہ ایک لڑکی مسماة سیدی جس کا والد زندہ ہے اس کی عدم موجودگی میں آج سے تقریباً گیارہ بارہ سال پہلے

جبکہ بچی نابالغہ تھی، اس بچی کی والدہ جس نے دوسری جگہ نکاح ثانی کیا ہوا ہے، اس نے اپنے پہلے خاوند کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ جب لڑکی نے ہوش سنبھالی اس وقت سے لڑکی اپنا نکاح برقرار نہیں رکھنا چاہتی، اب لڑکی بالغ ہے جس کی عمر تقریباً پندرہ سال ہے۔ بچی ابھی نانی کے پاس رہتی ہے اور دوسری جگہ نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے آیا وہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۱۔ لڑکی کی والدہ تقسیم پاکستان کے وقت ہندوستان میں سکھوں کے قبضہ میں رہ گئی تھی جب پاکستانی فوج اسے واپس پاکستان لائی تو اسے پہلے خاوند نے اس وجوہ کے تحت طلاق دے دی کیونکہ وہ عرصہ تین سال سکھوں کے قبضہ میں رہ چکی تھی۔

۲۔ اس وقت جبکہ مسماۃ مذکورہ ہندوستان سے واپس آئی، اس کا نکاح ثانی کئے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا تھا، چونکہ وہ تین بچوں کو ساتھ لے کر آئی تھی، بچوں کی پرورش کا زیادہ تر انتظام موجودہ خاوند نے کیا۔

مندرجہ بالا سوالات کے تحت فتوے فرما کر اور شریعت کی رو سے روشناس فرمائیں، بینوا توجروا۔

(نوٹ) اس لڑکی کا باپ تین چار میل پر تھا اور آج تک اجازت نہیں دی۔

السائل: محمد شفیع بقلم خود چک E.B / ۵۳۷



ترغایہ نکاح نافذ و لازم نہیں ہوا بلکہ باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور پھر باپ کے

سکوت کی صورت میں لڑکی کی اجازت پر لڑکی کے جوان ہونے کے بعد موقوف تھا اور جب لڑکی نے رہ کر دیا تو بشرط حکیم قاضی اسلام رہ ہو سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے فان کان الاقرب حضرا وهو من اهل الولاية توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلم جل مجدہ اتموا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور الشماخی غفرلہ

۸/۴/۶۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ نے اپنے لڑکے (۸ یا ۹ سالہ) اور خاوند متوفی کے بھائیوں کی غیر حاضری میں (حالاً) ان تمام کا مقام معلوم تھا، ان سے اجازت مشورہ ہو سکتا تھا مگر بلا اجازت (اپنی ایک لڑکی نابالغہ (۸ یا نو سالہ) کا کسی شخص غیر رشتہ دار سے (خفیہ) نکاح کر دیا (اور جب انہیں نکاح کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور اس نکاح کو پسند نہ کیا اور لڑکے نے اپنی والدہ بیوہ مذکورہ کو زد و کوب بھی کیا) پھر وہ شخص کچھ دن (۵ یوم) اس کے پاس (قبل علم و ثبات) رہ کر مدت پانچ سال سے چلا گیا اور لڑکی کے ساتھ اسکی کوئی بات نہیں ہوتی) اب لڑکی جس کا نکاح والدہ نے کر دیا تھا بالغ ہو گئی ہے اسکی ماں مذکورہ کا اور بھائی ہے، لڑکی مذکورہ کا ارادہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح کر دیوں

سابقہ نکاح کو معدوم سمجھتے ہیں آیا یہ جائز ہے؟ بیوا تو جردا۔

المتمس : فقیر عبد الرحمن قلم خود از حویلی

۲۲/۲/۷۹

نشان انگوٹھ سائلہ مسات فجاں بیوہ مذکورہ۔

(گواہ شد) ہاشم علی ولد محمد دین بصیر پور (گواہ شد) محمد فیض الدین شیر محمد حصار بصیر پور (دستخط)



اگر صودت سوال مع الترمیم واقعی اور صحیح ہے تو وہ نکاح موقوف تھا، لڑکے کی اجازت پر جو اس کی پسندیدگی سے مرفوع ہوا، درالختارہ وغیرہ اسفار مذہب مذہب میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ (الی ان قال) فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام اور اسی میں ہے فلو زوج الا بعد حال قیام الا قرب توقف علی احبازت۔ اور جب مرفوع ہوا تو اب نکاح کر سکتے ہیں، حضرت رب العالمین جل جلالہ وکرم نوالہ کا ارشاد ہے وانکحوا الایامی منکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر بی مسئلہ کہ مسماۃ جنت دختر ابراہیم

جب دو سال کی تھی تو اس کے والدین نے خدا واسطے اپنی خوشی سے مجھے دے دی اور خود بچل بے تعلق ہو گئے، بعد ازاں براہیم فوت ہو گیا، جنت کی ماں فاطمہ نے نیا عقد کر لیا اور جنت مذکورہ میرے پاس پرورش پاتی رہی، والدہ کے ملنے کے واسطے گئی اور انہوں نے مجھ کو اپنی پاس رکھ لی اور ایک مولوی صاحب نے میرے حق فیصلہ کر دیا جس کی نقل میرے پاس مکران لوگوں نے نہ مانا اور اپنی برادری میں کسی لڑکے کے ساتھ عقد کر لیا اور لڑکے والوں سے رشتہ بطور بیٹا کر لیا محض اپنی پیٹ پرستی کی اس عقد کی اجازت کسی ولی سے نہیں لی گئی اور نہ ہی لڑکی کی والدہ اجازت کی گئی لڑکی کی والدہ حال نکاح پر تھی مگر کسی نے نہ سنی پھر کسی ہمارے حیدر بانہ سے لڑکی میرے پاس آگئی اور کافی غرصہ کے بعد اب بانہ ہوئی ہے بلوغت کی نشانی دیکھتے ہی اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ نکاح مجھے پسند نہیں اور میں نہیں رکھتی اور گواہ بھی بنائے، اس میں حق حق بیان کریں، کیا وہ نکاح درست ہے کہ نہیں؟

(نوٹ) لڑکی کے ولی ہم ہیں اس کے باپ کا قریبی رشتہ بالکل نہیں ہے۔
سائل ہستی لہنا نا حقیقی لڑکی کا قوم بھی سکنہ اور وڑہ جاگیر
(نشان انگوٹھا سائل لہنا) ۱۰ اشوال المکرم ۱۳۷۳ھ



اگر سوال مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح جائز نہیں، مبسوط ج ۴ ص ۲۲۲ میں ہے ولا يجوز لغير الولي تزويج الصغير والصغيرة لقوله صلى الله عليه وسلم

لانکاح الا بولی، شرا قول الولی فی هذه الصورة الام ولما انکرت
وقت العقد اشد الانکار فلا یعتقد فصولیا ایضا ولو فرض سکوته
وقت العقد فقد بطل بانکارها بعد العقد فانها قائمت علی
الانکار بالاصرار، بہر حال بشرط صحت سوال وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں بلکہ بڑا
سخت ظلم کیا گیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وال
وصحب وسلم

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۸ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

۸/۸/۵۲

الاستفتاء

اس میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتیان عظام، ایک شخص فوت ہو گیا، اس کی بیوی
اپنی بچیاں کے نکاح کے ماموں حقدار ہوں گے یا چاچے یا اس کی بیوی کا باپ یا سسرال، کون
دونوں میں ہے، اس کی بچیاں کے نکاح کے کون زیادہ ذمے دار ہے، آپ تفسیر طور بحوالہ
جات کتب معتبر سے درج فرمائیں۔

فقیر حیران الدین از چک ۲۲، ڈاکخانہ چک تحصیل ٹوبہ ضلع لاہور ۲۸

عہدہ لانہا بعد العصبات مقدمة علی اب الام كما صرح به ساداتنا الحنفیۃ

من غفرلہ



نا بالغ بچوں کا ولی عصبہ ہے جو بیچھے ہیں اور اگر بالغ ہیں تو خود مختار، کما فی جمیع اسفار
المنہب الحنفی السہذب متونا و شروحا و فتاویٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم و علی
الموا صحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ، ۶/۲۷



باب خیار البلوغ

بَابُ خِيَارِ الْبُلُوغِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے ہوش و حواس کی صحت میں اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح دوسرے شخص کے نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیا، اس نکاح کو عرصہ چار سال کا ہو گیا ہے، اب لڑکی چند ماہ سے بالغہ ہے اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے، اب لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ میری لڑکی کو اپنے نابالغ لڑکے سے طلاق دلواد و ورنہ میں خیارِ بلوغ فی النکاح کی وجہ سے نکاح نسخ کرالوں گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا اس لڑکی کو خیارِ بلوغ بھی ہے یا نہیں؟

۲۔ نابالغ لڑکا اپنی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ خیارِ بلوغ کب تک ہے؟ بینوا توجبروا۔

السائل: محمد یعقوب از چک ۵ و ن آئل تحصیل اوکاڑہ بقلم خود



جب باپ نے نکاح کر دیا تو خیار بلوغ قطعاً نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ فان
زوجہما الاب والجد فلا خیار لہما۔

۲۔ نابالغ طلاق نہیں دے سکتا اگرچہ عاقل ہو۔ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ لا یقع طلاق الصبی
وان کان یعقل۔

۳۔ کنواری لڑکی جو غیر مبنی بہا ہو اس کو جس صورت میں اختیار ملتا ہے وہ فوری ہوتا ہے
یعنی بالغ ہوتے ہی بکارت کرے حتیٰ کہ اگر چپ رہے تو اختیار باطل ہو جائے گا، ص ۱۰ حتیٰ
لو سکتت کما بلفت وہی بکری بطل الخیار۔ (عالمگیری ج ۲)
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ سجل مجدہ اتم واحکم وصلى
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲ ربیع الاول شریف ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دربارہ ایں مسئلہ کہ زید

نے اپنی دختر نابالغ پیکرنا بالغہ کے ساتھ نکاح کیا، اب پسر واسے دختر کو پسند نہیں کرتے، بہت زید بکر کے پاس گیا مگر پسر والوں نے یعنی بکر نے زید کی کوئی بات نہ مانی بلکہ صاف جواب دیا، زید بکر کے پاس چند دفعہ گیا، زید تنگ آکر ایک عمار کے پاس گیا، عمار نے صورت بیان کی تو اس طرح کہ جس وقت حیض کا پہلا قطرہ اُسے اسی وقت رو برو گواہاں کے دختر یہ بات کہے کہ یہ خاوند مجھ کو مطلق منظور نہیں۔ یہ گواہ ہیں : بہاول ولد مستقیم لوہار، نور محمد ولد حیدر درویش کے، اب لڑکی چھ ماہ کے بعد بالغ ہو گئی اور مذکورہ گواہوں کے رو برو زبان پر مذکورہ بالا کلمات ادا کر دیئے بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔



باپ اور دامے کا باقاعدہ کیا ہوا نکاح صحیح اس طرح فسخ نہیں ہو سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۶، ۴۱۸ میں ہے والنظم من الهندية فان زوجها الاب والجد فلاحيارلها بعد بلوغها توجب لك طوكا بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے تو نکاح فسخ نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم نے نکاح خاوند کے قبضہ میں رکھا ہے، فرمایا الذی بیدہ عقدہ النکاح اور حدیث شریف میں ہے کہ طلاق کا وہ مالک ہے جو جماع کر سکتا ہے انما الطلاق لمن اخذ بالساق رواہ ابن ماجة فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً ص ۱۵۲۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله و
اصحابہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۰ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۲ھ

الاستفتاء

سائل مظهر کہ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح رضا و رغبت سے اپنے بھتیجے
کے ساتھ کر دیا جبکہ لڑکی کی عمر دو سال کی تھی، اب لڑکا جوان ہے مگر بیارہ ہے،
لڑکی بھی جوان ہو گئی ہے مگر وہ اس کے گھر آباد ہونا پسند نہیں کرتی تو کیا کوئی صورت
لڑکی کی خلاصی کے ہو سکتی ہے؟

سائل: سید ولد دلاور کلہا از گنبدلاپور



یاد رکھنا کہ لڑکی کا نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، فتاویٰ عالمگیری اور دوسرے
مستند فتاویٰ اور فقہ حنفی کی تمام معتبر کتابوں میں صاف صاف یہی تحریر ہے، فتاویٰ
کے لفظ ج ۲ ص ۱۰ میں یہ ہیں فان زوجہما الالب والجد فلا خيار لهما



نکاح کا معاملہ بڑا نازک ہے نکاح والی عورت کا نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ ماں اور بہن کا نکاح حرام ہے، قرآن کریم میں محرمات کے بیان میں ہے وَالْحَصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ تِلْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاَنْتَ عَالِمٌ بِمَا كَتَبْنَا فِي الْكِتَابِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ قَبْلِهِ رُسُلٌ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكَ شَيْءٌ وَلَقَدْ كُنُوا مِنْ قَبْلُ هَالِكِينَ لَمَّا جَاءَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

تعمان ولد محمد الدین قوم کھوکھر نے اپنی نابالغ لڑکی خورشید بیگم نابالغ بھتیجی محمد شعبان ولد میاں چرناغ دین قوم کھوکھر سے روبرو گواہاں نکاح شرعی کر دیا، ایسا نکاح از رو شرعیست محمدی صلی اللہ علیہ وسلم معتبر ہے یا نہیں؟ نکاح شرعی کو ہوتے قریباً دس گیارہ سال ہو گئے ہیں، بعد بلوغ لڑکی مذکورہ کے بغیر طلاق حاصل کئے نکاح ثانی بجز شوہر اول سے کسی اور کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ جواب لکھ کر عنایت اللہ ماحور ہوں۔

محمد شعبان ولد میاں چرناغ دین قوم کھوکھر نمائندہ اخبارات بصیر پور



اگر یہ سوال صحیح ہے اور صورت واقعہ یہی ہے تو وہ نکاح لازم ہو چکا،

ڑکی کو بعد از بلوغ بھی یہ اختیار نہیں کہ نکاح فسخ کر سکے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے:
فان زوجہما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما لهذا
بلاطلاق کسی اور شخص سے اس ڑکی کا نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، فتاویٰ عالمگیری
ج ۲ ص ۱۰ میں ہے لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيبه اور قرآن کریم
میں ہے والمحصنت من النساء، ہاں اگر محمد شعبان کا نکاح اس کے والد
کی اجازت کے سوا کیا گیا اور اس نے نہ پسند رکھا تو یہ نکاح نہ رہا، یا محمد شعبان کا
باپ گزہ چکا ہو اور چچا کی اجازت سے نکاح ہوا تو بعد از بلوغ محمد شعبان فسخ کر سکتا
ہے مگر ڑکی کو حق فسخ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ
وصحب وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۱۳/۱۱/۶۳

الاستفتاء

واجب الاحترام مفتی صاحب بصیر پور
السلام علیکم، بعد خدمت اقدس عرض ہے کہ حسب ذیل مسئلہ کا فتوے
از دئے شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مستند ثبوت سے واضح فرما کر شکر یہ کا
موقع بخشیں، مہربانی ہوگی۔



ایک نابالغ لڑکی دو سال کا نکاح شرعی اس کے والدین نے ایک لڑکے سے کر دیا، اب وہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے، لڑکی نے پہلی ماہواری آنے پر مذکورہ نکاح سے انکار کر دیا کہ میرا اس لڑکے سے کوئی نکاح نہیں ہے لہذا اب میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی، کیا لڑکی کے ایسے انکار سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے

فقط السلام علیکم، مورخہ ۱۰/۹/۸۰

محمود ولد نور محمد قوم سوئس سیال پکا حاجی مجتبیٰ خانیوال ضلع ملتان

ڈاک خانہ میاں جنوں



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

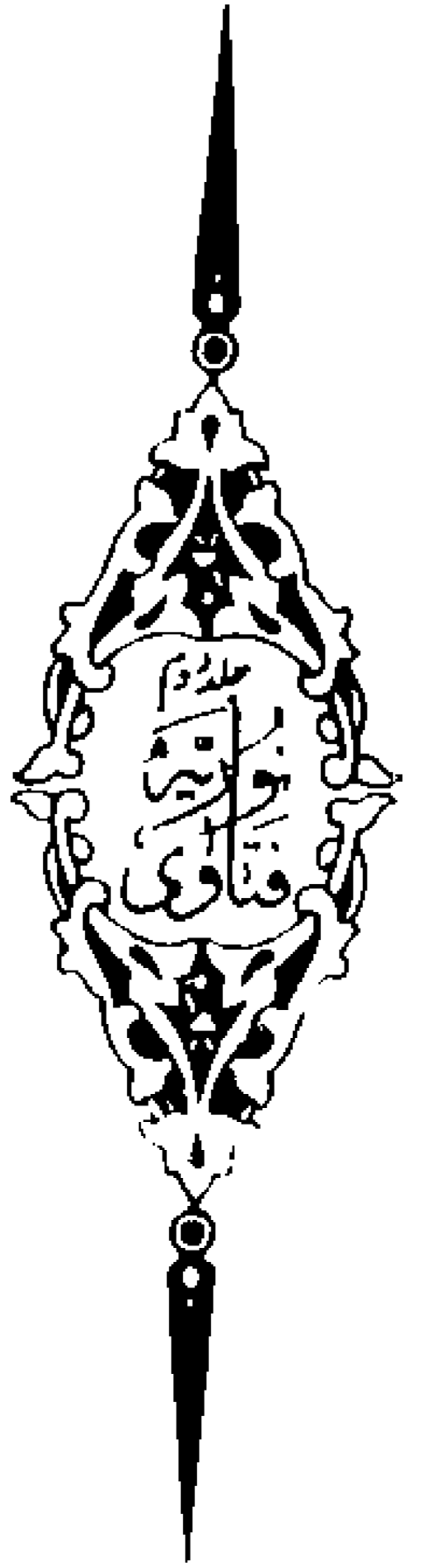
یہ نکاح لازم ہے اور لڑکی کا یہ انکار کہ میرا اس لڑکے سے کوئی نکاح نہیں ہے محض جھوٹ اور غلط بیانی ہے کیونکہ والدین نے باقاعدہ نکاح کیا ہے تو اس کی نفی جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں، البتہ یہ ایک اور مسئلہ ہے کہ باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نکاح نابالغ لڑکی ماہواری دیکھتے ہی فسخ کر سکتی ہے یعنی توڑ سکتی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ نکاح ہونے کا اقرار کرتے ہوئے رد کرتی ہے، پھر اس کے لئے بھی شرطیں ہیں مگر وہ بھی باپ کے کئے ہوئے نکاح میں غیر معتبر ہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے فان زوجہما

الاب والجد فلاحیارلہما بعد بلوغہما لتذایہ نکاح لازم اور صحیح ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

عقد الفقیر البراخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ

۱۰/۹/۴۰





فہرست آیات قرآنیہ فتاویٰ نوریہ جلد دوم

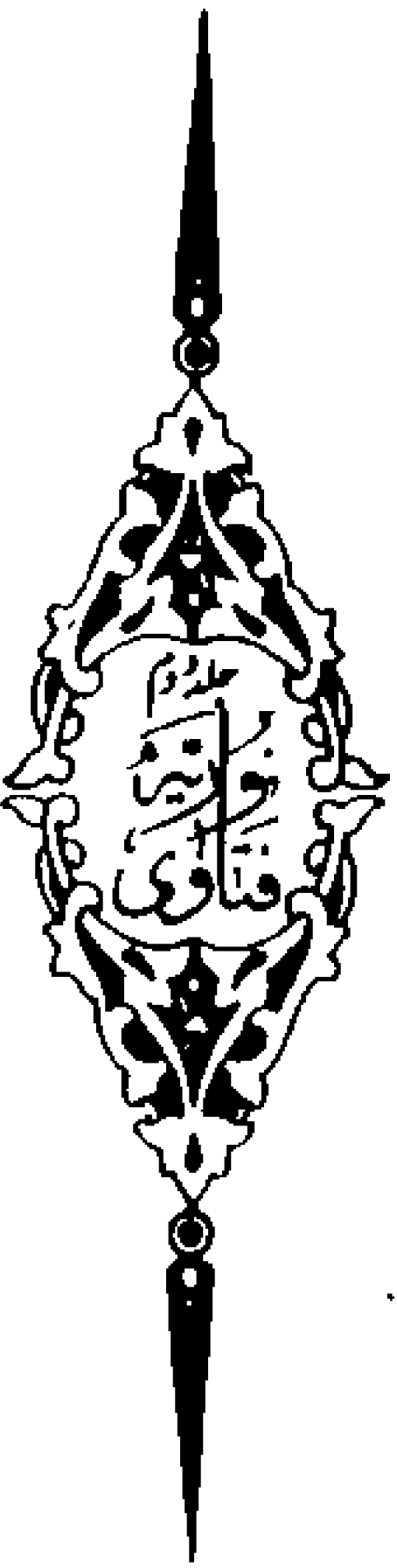


نمبر	آیات	سورت	صفحہ فتاویٰ
۱	انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا و المؤلفۃ قلوبہم و فی الرقاب و الغرمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم	التوبہ: ۶۰	۱۱۹
۲	للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعنف	البقرہ: ۲۷۳	۱۱۹
۳	الفیاسیدھا لدا الباب	یوسف: ۲۵	۱۲۱
۴	ادعوہم لأبائہم	الاحزاب: ۵	۱۲۲
۵	فی سبیل اللہ	التوبہ: ۶۰	۱۲۳



۱۲۴	المائدہ: ۲	۶ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان
۱۲۸	الحج: ۳۶	۷ و البدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها
۱۳۹	المتحنہ: ۱۲	۸ يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يبایعنك.....الخ
۱۳۹	المتحنہ: ۱۰	۹ يا ايها الذين امنوا اذا جاءكم المؤمنات.....الخ
۱۵۳'۱۴۴	البقرہ: ۲۶۷	۱۰ انفقوا من طيبات ما كسبتم و مما اخرجنا لكم من الارض
۱۵۳'۱۴۴	الانعام: ۱۴۱	۱۱ و اتوا حقه يوم حصاده
۱۴۶	الزلزل: ۲۰	۱۲ و ما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو خيرا واعظم اجرا
۱۵۱	البقرہ: ۱۸۹	۱۳ يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج
۶۱۸'۱۵۱	التوبہ: ۳۶	۱۴ ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض
۱۷۶	البقرہ: ۱۸۵	۱۵ فمن شهد منكم الشهر
۱۷۶	البقرہ: ۱۸۴	۱۶ و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين
۲۰۲'۲۰۰'۱۹۵	البقرہ: ۱۸۴	۱۷ فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر
۲۱۸'۲۰۲	البقرہ: ۱۸۷	۱۸ ثم اتموا الصيام الى الليل
۲۰۴	البقرہ: ۱۸۴	۱۹ و ان تصوموا خير لكم

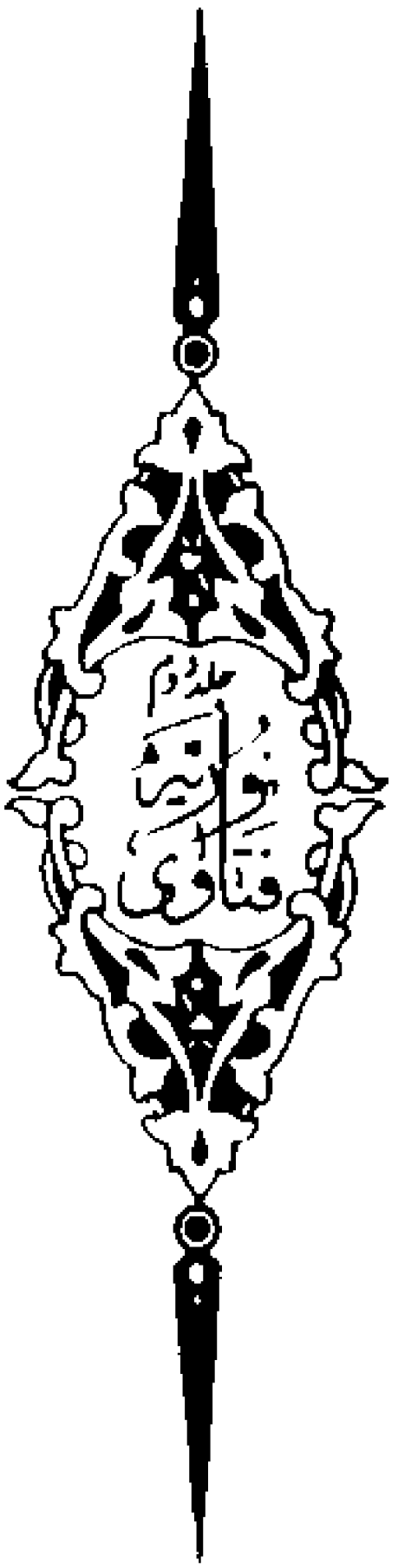




۲۱۸	البقرہ: ۱۸۷	۲۰	فَالْتَنُّ بِأَشْرُوهُمْ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ
۵۰۰'۲۸۵'۲۳۳	المائدہ: ۲	۲۱	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
۲۳۳	البقرہ: ۱۸۵	۲۲	يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ
۱۸۲	النساء: ۱۰۳	۲۳	إِنْ الصَّلَاةُ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مُوقُوتًا
۱۸۳	النور: ۵۸	۲۴	مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ
۱۸۴	ہود: ۱۱۴	۲۵	وَاقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ
۱۸۴	الرعد: ۲۲	۲۶	وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
۱۸۴	العنکبوت: ۴۵	۲۷	إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
۱۸۴	الاسراء: ۱۱۰	۲۸	وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ
۱۸۴	الانعام: ۹۲	۲۹	وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ
۱۸۴	الانعام: ۱۶۲	۳۰	قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنَسْكَي
۱۸۴	البقرہ: ۲۳۸	۳۱	حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوَسْطَىٰ
۱۸۴	المعارج: ۳۴	۳۲	وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ
۱۹۷'۱۹۳	البقرہ: ۲۸۶	۳۳	لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
۱۹۴	البقرہ: ۱۹۵	۳۴	وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ
۱۹۸	الانفال: ۲۹	۳۵	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ان تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فِرْقَانًا

۱۹۸	الطلاق: ۲	۳۶ ومن يتق الله يجعل له مخرجا
۲۶۲	الحج: ۲۷	۳۷ و اذن في الناس بالحج ياتوك
		۳۸ كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون
۲۸۵	آل عمران: ۱۱۰	بالمعروف وتنهون عن المنكر
۲۸۵	النحل: ۳۳	۳۹ فاستلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون
		۴۰ و لكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون
۲۸۵	آل عمران: ۷۹	الكتاب و بما كنتم تدرسون
		۴۱ و ان استنصروكم في الدين فعليكم
۲۸۵	الانفال: ۷۲	النصر
		۴۲ الا الذين امنوا و عملوا الصلحت و
۲۸۵	العصر: ۳	تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر
		۴۳ ليس عليكم جناح ان تاكلوا جميعا او
۲۸۵	النور: ۶۱	اشقاتا
۲۸۵	البقره: ۱۸۷	۴۴ و لا تبashروهن و انتم عاكفون في المساجد
		۴۵ و لا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا
		حلال و هذا حرام لتفتروا على الله الكذب
		ان الذين يفترون على الله الكذب لا
۲۸۵	النحل: ۷-۱۱۶	يفلحون متاع قليل و لهم عذاب اليم
۳۷۳'۳۶۱'۳۲۷	النور: ۳۲	۴۶ و انكحوا الايامى
۷۲۱'۶۶۷		
۳۲۸	الانعام: ۱۶۳	۴۷ و لا تزر وازرة وزر اخرى





۲۰۷'۲۰۲'۳۲۳	النساء: ۲۴
۲۲۷'۲۲۶'۲۲۴	
۲۳۱'۲۲۹'۲۲۸	
۲۳۴'۲۳۳'۲۳۲	
۲۳۸'۲۳۷'۲۳۶	
۲۴۱'۲۴۰'۲۳۹	
۲۴۵'۲۴۳'۲۴۲	
۵۰۰'۲۵۷'۲۳۶	
۵۲۳'۵۱۷'۵۱۶	
۵۲۵'۵۲۹'۵۲۶	
۷۰۸	
۲۳۷'۲۰۷'۳۲۳	
۵۱۷'۵۱۶'۵۰۰	النساء: ۳
۳۲۳	النحل: ۷۲
۳۲۳	البقرہ: ۲۹
۳۸۵'۳۲۳	البقرہ: ۲۲۳
۳۵۱'۳۲۲	النساء: ۳
۳۵۲'۳۲۲	النساء: ۱۲۹
۳۲۵	الانعام: ۱۵۱
۳۲۲	النساء: ۱۲۹
۳۲۵	النور: ۳۲
۳۲۵	شوری: ۳۸

۴۸ واحل لکم ما وراء ذلکم

۴۹ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و

ثلاث ورباع

۵۰ جعل لکم من انفسکم ازواجاً

۵۱ خلق لکم ما فی الارض

۵۲ نساؤکم حرث لکم

۵۳ فان خفتن الا تعدلوا فواحدة

۵۴ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو

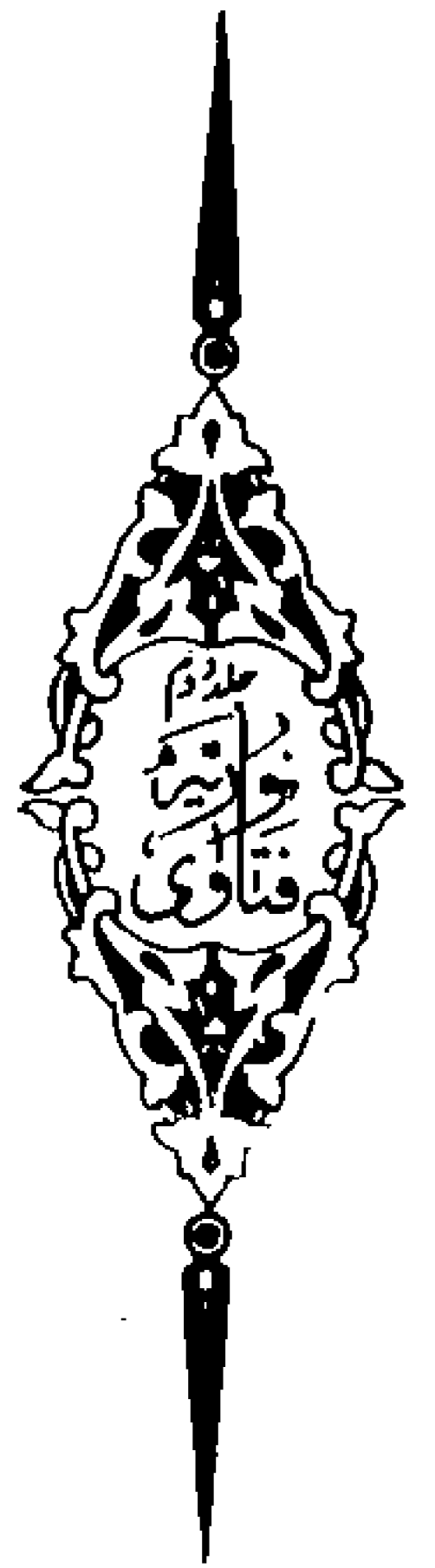
۵۵ حرصتم

۵۵ نحن نرزقکم وایاهم

۵۶ فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة

۵۷ ان یموتوا فماتوا فی فضلہ

۵۸ وامرہم شورى بینہم



۵۹ و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا

تعصلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا

بينهم بالمعروف

۶۰ ذلكم ازكى لكم و اطهر و الله يعلم و انتم

لا تعلمون ﴿

۶۱ الذى بيده عقدة النكاح

۶۲ افتؤمنون ببعض الكتاب و تكفرون ببعض

۶۳ ادخلوا فى السلم كافة و لا تتبعوا خطوات

الشيطان انه لكم عدو مبين ﴿

۶۴ ما كان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضى الله و

رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من

امرهم و من يعص الله و رسوله فقد ضل

ضلالا مبينا ﴿

۶۵ تلك حدود الله فلا تعتدوها و من يتعد

حدود الله فاولئك هم الظالمون ﴿

۶۶ الطلاق مرتن فامسك بمعروف او تسريح

باحسان

۶۷ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح

زوجا غيره

۶۸ و للرجال عليهن درجة

۶۹ الرجال قوامون على النساء



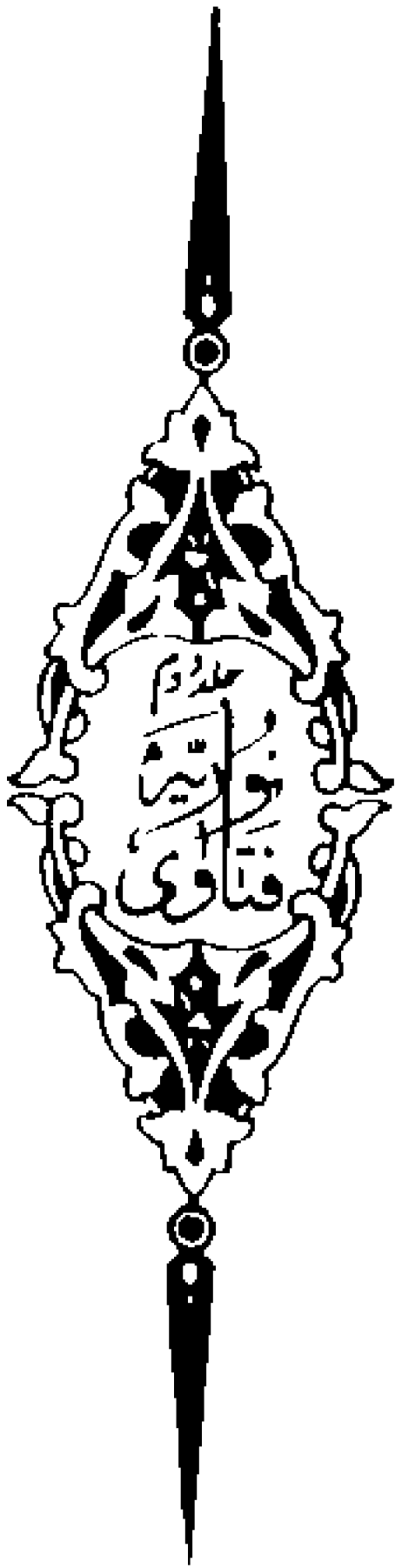


۳۸۷، ۳۴۹	النساء: ۳۴	۷۰ و التي تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن في المضاجع واضربوهن
۳۵۲	النساء: ۱۳۰	۷۱ و إن يتفرقا يغن الله كلا من سعته
۳۸۰	البقره: ۱۹۱	۷۲ و الفتنة اشد من القتل
۳۸۵	البقره: ۱۸۷	۷۳ هن لباس لكم
۳۸۵	النساء: ۱۹	۷۴ عاشروهن بالمعروف
۳۸۵	الروم: ۲۱	۷۵ ازواجاً لتسكنوا اليها
۳۸۶	الطلاق: ۱	۷۶ لا تخرجوهن من بيوتهن و لا يخرجن
۳۸۶	الطلاق: ۶	۷۷ اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم
۳۸۷	البقره: ۲۱۶	۷۸ عسى ان تكرهوا شيئا و هو خير لكم
۳۸۷	النساء: ۱۹	۷۹ فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا و يجعل الله فيه خيرا كثيرا
۳۸۷	البقره: ۲۲۹	۸۰ لا جناح عليهما فيما افتدت به
۳۸۷	البقره: ۲۲۸	۸۱ و بعولتهن احق بردهن
۳۸۷	البقره: ۱۳۱	۸۲ فامسكوهن بمعروف
۳۸۸	النساء: ۱۲۸	۸۳ و ان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا و الصلح خير
۴۰۸	النساء: ۲۴	۸۴ ان تبتغوا باموالكم
۴۱۴	النساء: ۲۳	۸۵ و خلّتكم
۴۱۸، ۴۱۶	النساء: ۲۳	۸۶ و امهت نساءكم

۸۷	حرمت علیکم امہتکم و بنتکم و اخوتکم و عمتکم و خلتکم	النساء: ۲۳	۴۲۱
۸۸	ابویکم	الاعراف: ۲۷	۴۲۵
۸۹	و حلائل ابناء کم الذین من اصلابکم	النساء: ۲۳	۴۴۲، ۴۴۱
۹۰	لا تقربوا الفواحش	الانعام: ۱۵۱	۴۵۰
۹۱	قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها و ما بطن	الاعراف: ۳۳	۴۵۱
۹۲	و لیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ	النور: ۳۳	۴۵۱
۹۳	و ان تجمعوا بین الاختین	النساء: ۲۳	۴۵۸، ۴۵۲، ۴۴۲
۹۴	و المطلقت یتربصن بانفسہن ثلاثہ قروء	البقرہ: ۲۲۸	۶۲۰، ۴۹۴، ۴۶۰
۹۵	و اللائی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثہ اشھر و اللائی لم یحضن	الطلاق: ۴	۴۶۰، ۵۸۱، ۴۹۵
۹۶	و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن	الطلاق: ۴	۴۶۰، ۴۹۴، ۳۳۰
۹۷	لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضا لھن فریضۃ	البقرہ: ۲۳۶	۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۹



۶۸۹'۶۶۷'۶۷۸	النساء: ۲۳	۹۸ و المحصنات من النساء
۷۳۲'۷۳۱		
۴۹۲'۴۹۱	البقرہ: ۲۳۳	۹۹ و الذين يتوفون منكم و يذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا
۵۰۲'۴۹۳'۴۹۱	البقرہ: ۲۳۵	۱۰۰ و لا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله
۴۹۹	النساء: ۱۷	۱۰۱ انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة
۴۹۹	المائدة: ۳۴	۱۰۲ الا الذين تابوا من قبل ان تقدروا عليهم فاعلموا ان الله غفور رحيم
۴۹۹	النساء: ۱۶	۱۰۳ فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنهما ان الله كان توابا رحیما
۵۲۰	الاحزاب: ۵۸	۱۰۴ و الذين يؤذون المؤمنين و المؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً و اثماً مبيناً
۵۹۷	النور: ۱۳	۱۰۵ لولا جاء و عليه باربعة شهداء
۵۹۷	الطلاق: ۲	۱۰۶ و اشهدوا ذوی عدل منكم
۶۳۰'۶۲۲'۶۲۰	النساء: ۲۳	۱۰۷ و اخوتكم من الرضاعة
۶۶۳	البقرہ: ۲۳۳	۱۰۸ فلا جناح عليكم في ما فعلن في انفسهن بالمعروف
۶۷۱'۶۶۳	النساء: ۱۹	۱۰۹ يا ايها الذين امنوا لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها



۶۶۳	النساء: ۲۱	۱۱۰ واخذن منكم ميثاقا غليظا ﴿۱۱۰﴾
۶۶۳	البقرہ: ۲۳۰	۱۱۱ حتی تنكح زوجا غيره
۶۶۶	التوبہ: ۷۱	۱۱۲ و المؤمنون و المؤمنات بعضهم اولياء بعض
۶۶۷		۱۱۳ اوفوا بالعقود
۶۷۰	النساء: ۲۳۵	۱۱۳ و لا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء او اكننتم في انفسكم علم الله انكم ستذكروهن ولكن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ﴿۱۱۳﴾
۷۰۳	البقرہ: ۲۳۱	۱۱۴ و لا تمسكوهن ضرارا تعتدوا



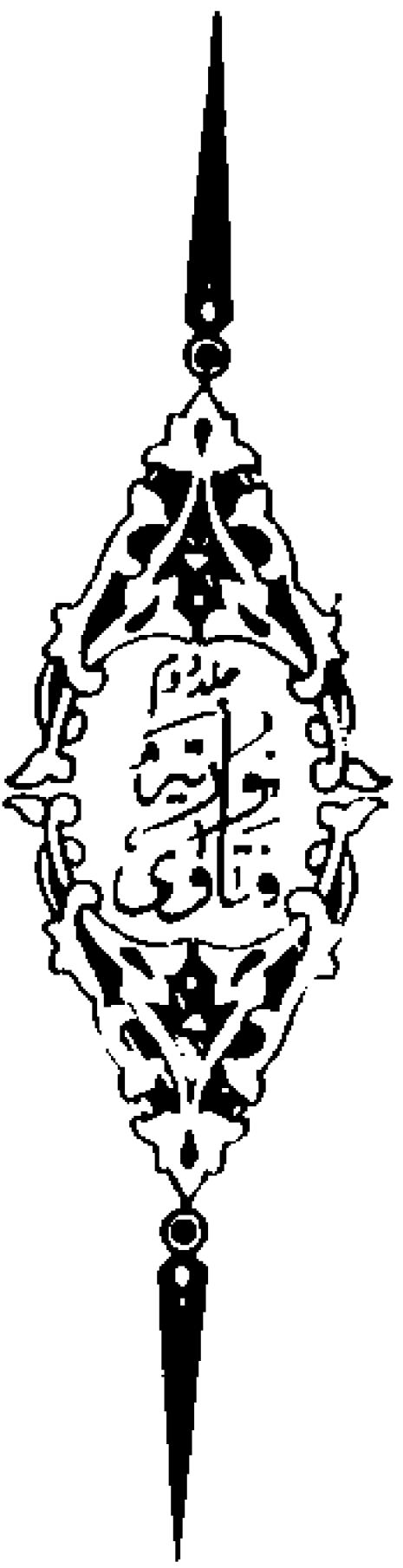


فہرست احادیث مبارکہ فتاویٰ نوریہ جلد دوم



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	حوالہ کتب	صفحہ فتاویٰ
۱	ابیت عند ربی	مدارج النبوة، جلد ۱، صفحہ ۴۳۰ / فتح الباری، جلد ۴، صفحہ ۱۶۸	۱۰۴
۲	اظل عند ربی	فتح الباری، جلد ۴، صفحہ ۱۶۸ / مسند احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۲۵۳	۱۰۴
۳	انه عليه السلام عرق عن نفسه بعد النبوة	سنن بیہقی، جلد ۹، صفحہ ۳۰۰ / الحاوی للفتاویٰ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۶ / شرح شاکل، ملا علی، جلد ۱، صفحہ ۳۵	۱۱۲

۱۱۶	مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۳۵	۴ ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس و انها لا تحل لمحمد ﷺ و لا لال محمد ﷺ
۱۱۶	ابن خزیمہ ج ۳، صفحہ ۶۰ مکتبہ اسلامی / معانی الآثار ج ۳ صفحہ ۲۵۷	۵ نحن اهل بيت لا تحل لنا الصدقه
۱۳۰	بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۲۲	۶ اهریقوا عنه دما
۱۳۰	فتح الباری جلد ۹، صفحہ ۴۸۷	۷ یعق عنه من الابل و البقر و الغنم
۱۳۴	مسلم شریف جلد ۱، صفحہ ۳۱۶ (مفہوم) / مسند احمد بن حنبل جلد ۱، صفحہ ۱۴۵	۸ ما سقت السماء ففيه العشر و ما سقى بالغرب و الدالية ففيه نصف العشر
۲۳۳	ابوداؤد جلد ۱، صفحہ ۳۲۲	۹ رایت رسول اللہ ﷺ بالعرج يصب على راسه و هو صائم من العطش او من الحر
۲۳۴	جامع صغیر جلد ۱، صفحہ ۱۲۹	۱۰ استعينوا بطعام السحر على صيام النهار و بالقیلوله على قيام الليل
۱۸۲	ابن کثیر جلد ۱، صفحہ ۵۵۰	۱۱ ان للصلوة وقتا كوقت الحج
۱۸۲	درمثور جلد ۱، صفحہ ۲۹۶	۱۲ من حافظ على الصلوات الخمس على وضوئهن و ركوعهن و سجودهن و مواقیتهن
۱۸۲	درمثور جلد ۱، صفحہ ۲۹۵	۱۳ حافظ على وضوئها و مواقیتها
۱۸۳	درمثور جلد ۱، صفحہ ۲۹۵	۱۴ من صلى الصلوات لوقتها



۱۵ و عزتی و جلالی لا یصلیہا عبد
لوقتہا الا ادخلتہ الجنة

۱۸۳ درمنثور، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶

۱۶ ای العمل افضل قال الصلوۃ لوقتہا

بخاری، جلد ۱، صفحہ ۷۶ /

۱۸۳ مسلم، جلد ۱، صفحہ ۶۲

۱۷ خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد

نسائی، جلد ۱، صفحہ ۸۰ / موطا

امام مالک، صفحہ ۴۳، دار

۱۸۵ الاشاعت، ص ۱۰۰ المطابع

۱۸ من جاء بہن لم یضیع منہن شیئا

نسائی، جلد ۱، صفحہ ۸۰ / موطا

۱۸۵ امام مالک، صفحہ ۴۳

۱۹ خمس صلوات افترضہن اللہ عز و

جل من احسن وضوئہن و صلاتہن

لوقتہن

۱۸۵ ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۶۱

۲۰ فذلک مثل الصلوات الخمس یحو اللہ

بخاری، جلد ۱، صفحہ ۷۶ /

۱۸۵ مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۳۵

بہن الخطایا

۱۸۵ مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۲۲

۲۱ الصلوات الخمس و الجمعة الی الجمعة

ترمذی، کتاب الجمعہ، باب ما ذکر

فی فضل، حدیث نمبر ۵۵۹ /

مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۵۸، حوالہ

۱۸۵ ترمذی واحد

۲۳ ان النبی ﷺ سئل عن الامر یحدث

لیس فی کتاب و لا سنة فقال ینظر

۱۹۸ سنن دارمی، صفحہ ۲۸

فیہ العابدون من المؤمنین

۲۴ لا تسئل عما لم یکن فانی سمعت عمر

۱۹۸ سنن دارمی، صفحہ ۲۸

بن الخطاب..... الخ



۱۹۸	سنن دارمی، صفحہ ۲۸	۲۵	لا تعجلوا بالبلیۃ قبل نزولها فانکم ان لا تعجلوها قبل نزولها لا ینفک المسلمون و فیہم اذا ہی نزلت..... الخ
۲۶۲	اصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۳	۲۶	یا ساریۃ الجبل
۲۶۳	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۹۴ / ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۳۱	۲۷	قال (ﷺ) یا بلال اذن فی الناس فلیصوموا غدا
۲۶۴	بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۳۵۹	۲۸	قال رسول اللہ ﷺ صوموہ انتم
۲۷۲	صحیح ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۹۹	۲۹	الفطر یوم یفطر الناس و الاضحی یوم یضحی الناس
۲۷۳	سنن بیہقی، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲ / ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۲۸	۳۰	النحر یوم ینحر الناس و الفطر یوم یفطر الناس
۲۷۴	بیہقی، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲	۳۱	فطرکم یوم تفترون و اضحاکم یوم تضحون
۲۷۵	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۸۸	۳۲	الصوم یوم تصومون و الفطر یوم تفترون و الاضحی یوم تضحون
۲۷۶	بیہقی، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲	۳۳	صومکم یوم تصومون و اضحاکم یوم تضحون
۲۷۷	ابن ماجہ، صفحہ ۱۲۱	۳۴	الفطر یوم تفترون و الاضحی یوم تضحون
۲۷۸	مبسوط، جلد ۲، صفحہ ۵۷ / بدائع، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶	۳۵	عرفتکم یوم تعرفون



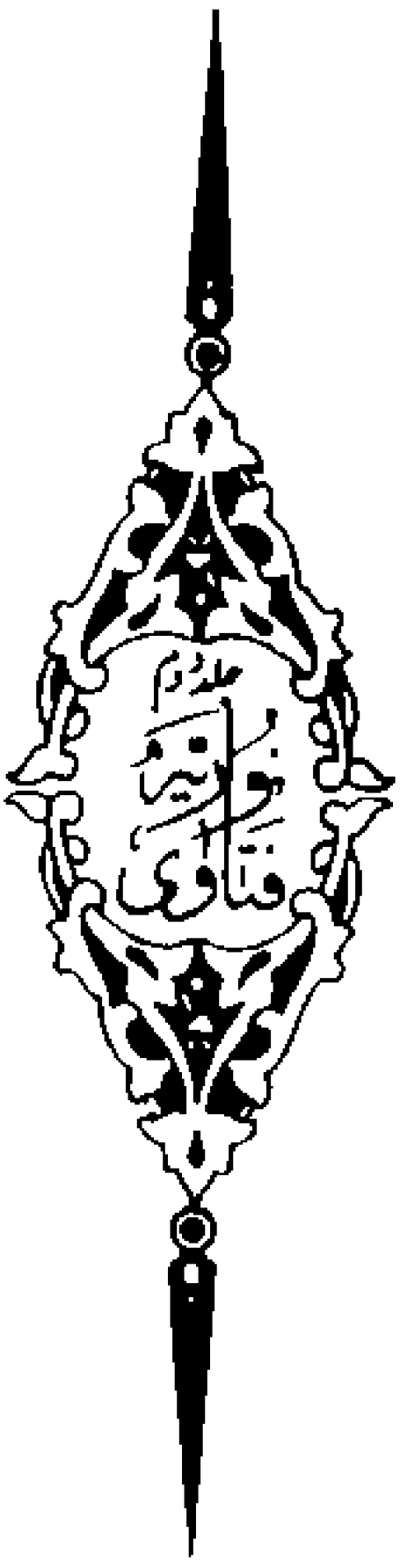


۳۶	فی رواية حکم يوم تحجون	مبسوط، جلد ۲، صفحہ ۵۷ /	
۳۷	فاصنع الشجر و ما لا نفس له	بدائع، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶	۲۷۲
۳۸	کل شیء ليس فيه روح	مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۰۲	۳۰۲
۳۹	قوله ﷺ فان الله معذبه حتى ينفخ	بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶	۳۰۲
۴۰	فمر بالتمثال فليقطع رأسه حتى يكون كهيئة الشجرة	عینی، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹ /	
۴۱	ان رسول الله ﷺ قبل الركن اليماني ووضع خده عليه	قسطانی، جلد ۲، صفحہ ۱۲۱	۳۰۲
۴۲	لما تزوج على رضى الله تعالى عنه فاطمة رضى الله تعالى عنها قال رسول الله ﷺ اعطها شيئاً قال ما عندي قال اين درعك الحطمية	ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۴ /	
۴۳	ان عليا رضى الله تعالى عنه لما تزوج فاطمة بنت رسول الله ﷺ اراد ان يدخل بها فمنعه رسول الله ﷺ حتى يعطيها شيئاً فقال يا رسول الله ليس لي شيء فقال له النبي ﷺ اعطها درعك فاعطاها درعه ثم دخل بها	شرح معانی الآثار، جلد ۲، صفحہ ۳۰۵	۳۰۴
۴۴	وله يومئذ تسع نسوة	مستدرک حاکم، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶	۳۰۸
		نسائی، جلد ۲، صفحہ ۹۱	۳۷۳
		ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۰ /	
		نسائی، جلد ۲، صفحہ ۹۱	۳۷۳
		بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۸۵ /	
		نسائی، جلد ۲، صفحہ ۶۷	۳۴۴



۳۲۲	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۲۹	۴۵	اختر منهن اربعا
۳۲۲	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶	۴۶	اللهم هذه قسمتي في ما املك فلا
۳۲۵	درمنثور، جلد ۵، صفحہ ۲۵	۴۷	تلمني في ما تملك ولا املك
	ابن ماجہ، صفحہ ۱۵۲ / یہقی	۴۸	التمسوا الرزق بالنكاح
۳۸۸، ۳۲۶	جلد ۷، صفحہ ۳۶۰		الطلاق لمن اخذ بالساق
۳۲۶	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۶۰	۴۹	الا انما يملك الطلاق من ياخذ بالساق
	بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۷۷ /	۵۰	ما كان من شرط ليس في كتاب الله
۴۰۳، ۳۲۶	مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۹۲		فهو باطل وان كان مائة شرط
		۵۱	ثلث جدهن جد و هزلهن جد النكاح و
۳۲۸	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۲۱		الطلاق و الرجعة
		۵۲	ارایت لو طلقته ثلاثا ا كان يحل لي
۳۲۸	تفسیر مظہری، جلد ۱، صفحہ ۳۰۱		ان اراجعها
۳۲۹	بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۷۹	۵۳	الرجل راع على اهله
۳۲۹	احیاء، جلد ۲، صفحہ ۲۲	۵۴	انهن عوان في ايديكم يعنى اسراء
	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۸ /	۵۵	لو كنت امر احد ان يسجد لاحد
۳۲۹	مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۸۳		لامرت المرأة ان تسجد لزوجها
		۵۶	ان العباس بن عبد الله بن عباس انكح
			عبد الرحمن بن الحكم ابنته و انكحه عبد
			الرحمن ابنته و كانا جعلا صداقا فكتب
			امير معاوية الى مروان يأمره بالتفريق
			بينها و قال في كتابه هذا الشغار الذي
۳۸۳	سنن ابی داود، جلد ۱، صفحہ ۲۸۳		نهى عند رسول الله ﷺ

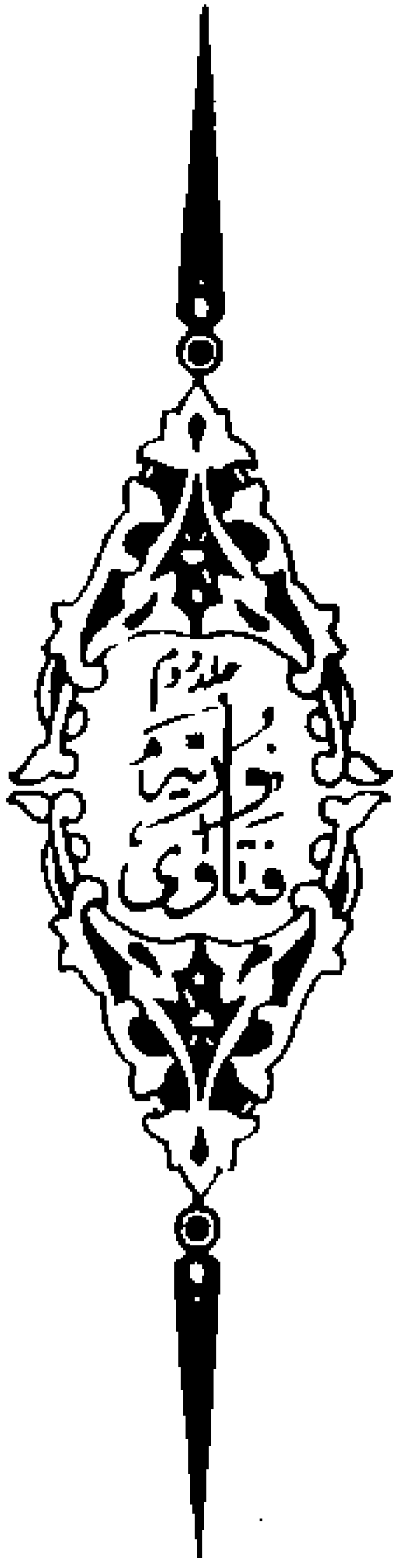




۵۷	ابغض الحلال الى الله الطلاق	یہقی، جلد ۷، ۳۲۲ / سنن ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶ /	۳۸۷
۵۸	ایما امرأة سألت زوجها طلاقا في غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة	سنن ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۰۳ / یہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۶ / ترمذی، جلد ۱، ۱۳۲	۳۸۷
۵۹	المنتزعات و المختلعات هن المنافقات	سنن نسائی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷ / یہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۶	۳۸۷
۶۰	لا طلاق له في ما لا يملك	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۸ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۸ / ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۸ / متدرک حاکم، جلد ۲، صفحہ ۲۰۵	۳۸۸
۶۱	لا طلاق لمن لم يملك	متدرک، جلد ۲، صفحہ ۲۰۴ / یہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۹	۳۸۹
۶۲	(قلت لنافع ما الشغار) قال ينكح بنت الرجل و ينكح بنته بغير صداق و ينكح اخت الرجل و ينكحه اخته بغير صداق	بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۶۶ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۵۴ / ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۳ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۸۵ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۷ / یہقی، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰	۳۹۲
۶۳	و الشغار ان ينكح هذه بهذه بغير صداق بضع هذه صداق هذه و بضع هذه صداق هذه	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰	۳۹۲

۶۳	احق الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج	مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۷۱ / مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۵۵ / ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۱	۳۹۷
۶۵	ان جاریۃ بکرا اتت النبی ﷺ فذکرت ان ابا زوجها و ہی کارہۃ فخیرها النبی ﷺ	ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۵ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۷۷ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۶ / مشکوٰۃ، صفحہ ۲۷۱ / بیہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۷	۶۵۸، ۳۹۸، ۶۶۵
۶۶	و الشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الآخر ابنته او اخته و لا صداق بینہما	بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۶۶ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴ / ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۳ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۸۵ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۷ / بیہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۹۹	۲۰۸
۶۷	اذا نکح الرجل المرأة ثم طلقها قبل ان یدخل بها فله ان یتزوج ابنتها و لیس له ان یتزوج امها	سنن بیہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۶۰	۴۱۶
۶۸	ایما رجل نکح امرأة فدخل بها او لم یدخل بها فلا یحل له نکاح امها	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۳	۴۱۶
۶۹	من رأى منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان	صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۵۱	۵۳۳، ۴۱۷، ۶۹۰، ۵۹۳
۷۰	ایاک و ما یسوء الاذن	مسند احمد، جلد ۴، صفحہ ۷۶	۴۲۳
۷۱	و من لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء	صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۵۸ / صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۴۹	۴۵۱





صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۶۶ /	۷۲ لا یجمع بین المرأة و عمتها
صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲	
۳۶۹، ۳۶۱	
صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۵۳ /	۷۳ لا تنکح المرأة علی عمتها و لا علی
سنن ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۲ /	خاللتها و لا علی ابنة اخيها و لا ابن
ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۴ / نسائی،	اختها
جلد ۲، صفحہ ۸۰	
۳۶۶	
ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۵	۷۴ کل المسلم علی المسلم حرام
۵۲۰	
ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۵ / سنن	۷۵ الولد للفراش و للعاهر الحجر
۵۳۸، ۵۲۰	
نسائی، جلد ۲، صفحہ ۱۱۰	
۵۹۴	
مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۳۲۶	۷۶ البینه علی المدعی
۶۰۳	
بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۶۴ /	۷۷ یحرم من الرضاعة ما یحرم من
مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۶۷ /	النسب
ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶ /	
نسائی، جلد ۲، صفحہ ۸۱ / ابن	
ماجہ، صفحہ ۱۴۰ / ابوداؤد، جلد ۱،	
صفحہ ۲۸۰ / بیہقی، جلد ۷،	
صفحہ ۲۵۳ / کنز العمال،	
جلد ۳، صفحہ ۲۴۳	
۶۲۰، ۶۱۸	
سنن بیہقی، جلد ۷،	۷۸ سئل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
صفحہ ۲۵۳ / مبسوط، جلد ۳۰،	عنہما عن رجل یكون له امرأتان
صفحہ ۲۹۳ / کنز العمال،	فترضع احدهما صبیا و الاخری
جلد ۳، صفحہ ۲۴۵	صبیة قال لا اللقاح واحد لا تحل له
۶۲۳	

۷۹ الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة

۸۰ الایم احق بنفسها من ولیها

۸۱ لا تنکح الایم حتی تستأمر و لا تنکح البکر حتی تستأذن

۸۲ ان رسول الله ﷺ رد نکاح بکر و ثیب انکحهما ابوہما و ہما کارہتان

۸۳ امروا النساء فی أنفسهن فان الثیب تعرب عن نفسها و البکر رضاء ہا صمتہا

۸۴ امر النساء بایدیہن و اذنہن سکوتہن

۸۵ لا نکاح الا باذن الرجل و المرأة

۸۶ استأمر و النساء فی ابضاعہن





۸۷	لا تنکح النساء حتی تستأمر وهن فاذا سکتن فهو اذنهن	۲۶۳	مستدرک، جلد ۲، صفحہ ۱۶۷
۸۸	و البکر تستأذن فی نفسها و اذنھا صماتھا	۲۶۳	یہیقی، جلد ۷، صفحہ ۱۲۲
۸۹	عن خنساء بنت حرام الانصاریة ان اباھا زوجھا و ھی ثیب فکرت ذلك فأتت رسول اللہ ﷺ فرد نکاحھا	۲۶۳	بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۷۱ / ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۶ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۷۷ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۶ / یہیقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۹
۹۰	فقالت اجزت ما صنع ابی و لكن اردت ان تعلم النساء ان لیس للاباء شیء	۲۶۵	نسائی، جلد ۲، صفحہ ۷۷ / ابن ماجہ، ۱۳۶
۹۱	بغیر اذن موالیھا	۲۶۶	ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۳
۹۲	بغیر اذن مولاھا	۲۶۶	سنن یہیقی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۵
۹۳	قال رسول اللہ ﷺ لا نکاح الا بولی قیل یا رسول اللہ من الولی قال رجل من المسلمین	۲۶۶	کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۲۹۶
۹۴	کان علی اذا رفع الیہ رجل تزوج امرأة بغیر ولی فدخل بها امضاة	۲۶۶	الجواهر النقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۲ / کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۲۹۶
۹۵	فان انکحھا ولی مسخوط فنکاحھا باطل	۲۶۷	یہیقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۲
۹۶	فان انکحھا ولی مسخوط علیہ فنکاحھا باطل	۲۶۷	کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۲۳۷
		۲۶۷	یہیقی، جلد ۷، صفحہ ۱۲۳

۹۷ کانوا اذا مات الرجل كان اولياءه

احق بامرأته ان شاء بعضهم تزوجها

و ان شاء وا زوجوها و ان شاء وا لم

يزوجوها فهم احق بها من اهلها

فنزلت هذه الاية في ذلك

۶۷۱

درمنثور، جلد ۲، صفحہ ۱۳۱

۹۸ عن عائشة قالت تزوجني رسول

الله ﷺ بست سنين و بنى بي و انا

ابنة تسع سنين

۶۸۹

مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۵۶

۹۹ توفي عثمان بن مظعون رضى الله

تعالى عنه و ترك ابنة له من خويلة

بنت حكيم بن امية بن حارثة بن

الاقص قال و اوصى الى اخيه قدامة

بن مظعون قال عبد الله فهما خالاي

قال خطبت الى قدامة بن مظعون ابنة

عثمان بن مظعون فزوجنيها فدخل

المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى

عنه الى امها..... الخ

۶۸۹

شبهتي، جلد ۷، صفحہ ۱۱۳





فہرست ماخذ و مراجع

قرآن کریم

کتب تفسیر و اصول تفسیر

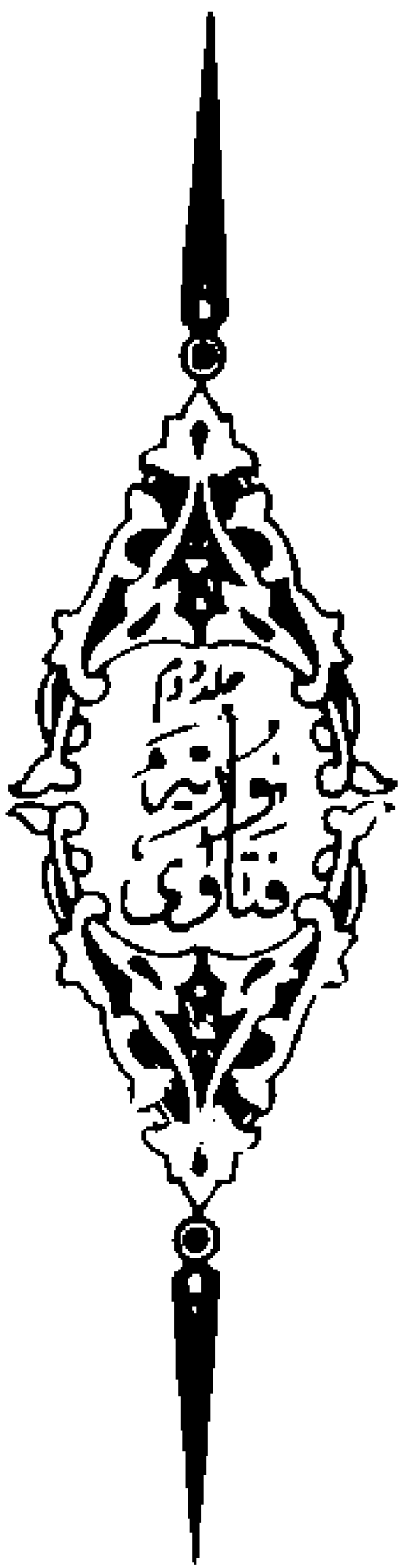
- ۲ جامع البیان، ابو جعفر محمد بن جعفر طبری ۳۱۰ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ
- ۳ احکام القرآن، ابو بحر احمد بن علی رازی جصاص ۳۷۰ھ، بہیہ مصر ۱۳۴۸ھ
- ۴ معالم التنزیل، ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی ۵۱۶ھ، تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۷ھ
- ۵ مفتاح الغیب (کبیر)، امام فخر الدین محمد بن عمر رازی ۶۰۶ھ، عامرہ شرقیہ مصر
- ۶ انوار التنزیل (بیضاوی)، ابو سعید عبد اللہ بن عمر شافعی بیضاوی ۶۸۵ھ، نول کشور لکھنؤ ۱۲۸۲ھ
- ۷ مدارک التنزیل، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی ۷۱۰ھ، احیاء الکتاب مصر ۱۳۴۴ھ
- ۸ غرائب القرآن، حسن بن محمد فتنی نیشاپوری ۷۲۸ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ
- ۹ لباب التأویل خازن، علی بن محمد بغدادی صوفی خازن ۷۴۱ھ، تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۷ھ
- ۱۰ ابن کثیر، ابو الفداء اسمعیل بن عمر بن کثیر ۷۷۷ھ، عیسیٰ البابی مصر ۱۳۲۱ھ
- ۱۱ جلالین، جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی ۸۶۴ھ، جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ، مجیدی کانپور
- ۱۲ الدر المنثور، امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ، مینہ مصر ۱۳۱۴ھ



۱۳	ارشاد العقل، ابو سعود محمد بن محمد عمادی حنفی ۹۸۲ھ، حسینہ عامرہ شرقیہ مصر
۱۴	تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ، جید برقی پریس، دہلی
۱۵	تفسیرات احمدیہ، شیخ احمد ابو سعید ملا جیون جو پوری ۱۱۳۰ھ، علمی دہلی ۱۳۴۹ھ
۱۶	روح البیان، شیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ بروسی ۱۱۳۱ھ، در سعادت مصر ۱۳۳۰ھ
۱۷	الفتوحات الالہیہ (جمل)، سلیمان بن عمرو عجلی شافعی ۱۲۰۴ھ، عیسیٰ البابلی الحلبی مصر
۱۸	صاوی، شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ۱۲۴۱ھ، ازہریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کتب حدیث

۱۹	موطامام مالک، ابو عبد اللہ مالک بن انس ۷۹ھ، دار الاشاعت رحمیہ دیوبند
۲۰	سنن دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن ۲۵۵ھ، مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ
۲۱	صحیح بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ، اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ
۲۲	صحیح مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری ۲۶۱ھ، اصح المطابع دہلی ۱۳۴۹ھ
۲۳	سنن ابو داؤد، ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ، مجیدی کانپور، اصح المطابع
۲۴	ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ۲۷۳ھ / ۲۷۵ھ، اصح المطابع دہلی / کراچی ۱۳۷۲ھ
۲۵	جامع ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ، مجیدی کانپور / علمی دہلی ۱۳۴۲ھ
۲۶	نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب خراسانی ۳۰۳ھ، مجتبیٰ دہلی ۱۳۵۰ھ
۲۷	شرح معانی الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی ۳۲۱ھ، اصح المطابع ۱۳۹۰ھ / رحمیہ دیوبند
۲۸	مشکل الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی ۳۲۱ھ، دائرة المعارف ۱۳۳۳ھ
۲۹	دارقطنی، علی بن عمر بن احمد بغدادی دارقطنی ۳۸۵ھ، فاروقی دہلی ۱۳۱۰ھ
۳۰	متدرک، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم ۴۰۵ھ، دائرة المعارف ۱۳۳۴ھ



- ۳۱ تلخیص المستدرک، ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی ۷۴۸ھ، دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ
- ۳۲ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ۷۵۸ھ، دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ
- ۳۳ مشکوٰۃ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب ۷۴۰ھ، اصح المطابع
- ۳۴ کنز العمال، علاؤ الدین علی متقی ہندی ۹۷۵ھ، دائرۃ المعارف ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۱۴ھ
- ۳۵ جامع صغیر، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی ۹۱۱ھ، تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۲ھ

کتب شرح حدیث

- ۳۶ شرح مسلم، ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی ۶۷۱ھ، اصح المطابع ۱۳۲۹ھ
- ۳۷ نصب الراية، جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زلیعی ۷۶۲ھ، مجلس علمی ۱۳۵۸ھ
- ۳۸ الکواکب الدراری، شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ۷۸۶ھ، بیہ مصر ۱۳۵۴ھ
- ۳۹ فتح الباری، شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ، بیہ مصر ۱۳۴۸ھ
- ۴۰ عمدۃ القاری، ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، دار الطباعة عامرہ مصر ۱۳۰۸ھ
- ۴۱ ارشاد الساری، علامہ احمد بن محمود قسطلانی ۹۲۳ھ، بولاق مصر ۱۳۵۱ھ
- ۴۲ شرح شمائل مناوی، شیخ عبد الرؤف مناوی ۱۰۳۱ھ، عامرہ شرقیہ مصر ۱۳۱۸ھ
- ۴۳ شرح شمائل / قاری، ملا علی بن سلطان محمد قاری ۱۰۱۴ھ، عامرہ شرقیہ مصر ۱۳۱۸ھ
- ۴۴ مرقات، ملا علی بن سلطان محمد قاری ۱۰۱۴ھ، امدادیہ ملتان ۱۳۷۸ھ
- ۴۵ فیض القدر، عبد الرؤف محمد بن علی حدادی مناوی ۱۰۳۱ھ، تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۶ھ
- ۴۶ اشعۃ المعات، شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث ۱۰۵۲ھ، منشی نول کشور ۱۳۵۴ھ
- ۴۷ شیخ الاسلام، محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین ۱۱۰۴ھ
- ۴۸ ترجمہ ابو داؤد و حید الزماں ۱۳۴۸ھ



لغات و مشکل الحدیث

نہایہ، مجد الدین مبارک بن محمد ابن اثیر جزری ۶۰۶ھ، خیر یہ مصر ۱۳۰۶ھ	۴۹
المغرب، امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید بن علی المطرزی ۶۱۰ھ، دائرة المعارف	۵۰
تہذیب نووی، امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی ۶۷۶ھ، اداره طباعت منیریہ	۵۱
صراح، ابو الفضل محمد بن عمر جمال قرشی، تکمیل کتاب ۶۸۱ھ، احمد کانپور ۱۳۱۰ھ	۵۲
فتھی الارب، شیخ عبد الرحمن بن عبد السلام صفوری ۸۹۴ھ، اسلامیہ لاہور ۱۳۲۲ھ	۵۳

کتاب فقہ

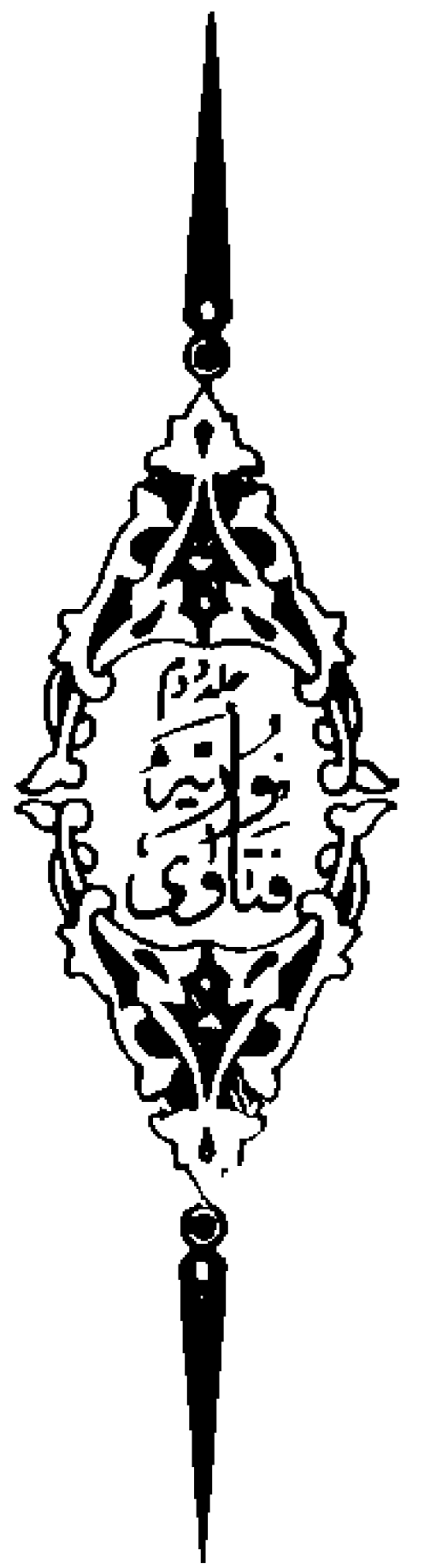
جامع صغیر، ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ، علوی ۱۳۱۲ھ	۵۴
جامع کبیر، ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ، استقامت مصر ۱۳۵۶ھ	۵۵
الکافی، حضرت حاکم الشہیر محمد بن محمد حنفی ۳۳۴ھ، السعادة مصر ۱۳۳۱ھ	۵۶
قدوری، ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی ۴۲۸ھ، اصح المطابع کراچی	۵۷
مبسوط سرخسی، محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی ۴۸۲ھ، السعادة مصر ۱۲۳۱ھ	۵۸
خلاصۃ الفتاویٰ، طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری ۵۴۲ھ، ایکسپورٹ لیٹھولاہور	۵۹
فتاویٰ سراجیہ، سراج الدین علی بن عثمان روشی فرغانی ۵۶۹ھ، نول کشور ۱۳۲۴ھ	۶۰
بدائع صنائع، ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر ابن مسعود کاشانی ۵۸۷ھ، جمالیہ مصر ۱۳۲۸ھ	۶۱
فتاویٰ خانہ، فقیہ النفس حسن بن منصور اوز جندی ۵۹۲ھ، نول کشور ۱۹۲۱ء	۶۲
ہدایہ، شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی ۵۹۳ھ، مصطفائی / مجتہائی / شرکتہ علمیہ دہلی ۱۳۵۰ھ	۶۳



۶۱	منیہ المصلیٰ، علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری ۷۰۵ھ، قرآن محل کراچی ۱۳۷۲ھ
۶۵	کنز الدقائق، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی ۷۱۰ھ، مجتبائی / شمس المطابع
۶۷	کفایہ، مولانا جلال الدین خوارزمی ۷۱۰ھ، میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ
۶۷	تبیین الحقائق، فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی ۷۲۳ھ، امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ
۶۸	وقایہ، تاج الشریعہ محمود بن احمد بن جمال محبوبی ۷۳۰ھ، تقریباً مجتبائی / مجیدی
۶۹	شرح وقایہ، عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ ۷۴۰ھ، سعید اینڈ کمپنی کراچی
۷۰	زاد المعاد، شمس الدین بن عبد اللہ ابن قیم ۷۵۱ھ، ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ
۷۱	رحمت اللامۃ، شیخ محمد بن عبد الرحمن دمشقی شافعی، تکمیل کتاب ۷۸۰ھ، مصطفیٰ البابی حلبی مصر ۱۳۵۴ھ
۷۲	عنایہ، محمد بن محمود بابر قی ۷۸۶ھ، میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ
۷۳	جوہرہ نیرہ، ابو بکر بن علی حداد عبادی حنفی ۸۰۰ھ، محمود بک آستانہ ۱۳۰۱ھ
۷۴	جامع الفصولین، شیخ الاسلام محمود بن اسرائیل ۸۲۳ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۰۰ھ
۷۵	شریفیہ، سید میر شریف جرجانی ۸۱۶ھ، مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ
۷۶	رمز الحقائق، بدر الدین محمود عینی ۸۵۵ھ، حیدری بمبئی ۱۲۹۴ھ
۷۷	فتح القدر، کمال الدین محمد بن عبد الحمید ابن ہمام ۸۶۱ھ، میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ
۷۸	درر، محمد بن فراموز، مثلا خسرو ۸۸۵ھ، در سعادت ۱۳۲۹ھ
۷۹	غرر، محمد بن فراموز، مثلا خسرو ۸۸۵ھ، در سعادت ۱۳۲۹ھ
۸۰	الحاوی للفتاویٰ، جلال الدین عبد الرحمن سیوطی ۹۱۱ھ، منیریہ درب الاتراک ۱۳۵۲ھ
۸۱	جامع الرموز، شمس الدین محمد قہستانی ۹۵۳ھ، نول کشور ۱۳۰۹ھ
۸۲	ملا مسکین، علامہ معین الدین الہروی المعروف ملا مسکین ۹۵۴ھ
۸۳	غنیۃ المستملی (کبیری)، شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ، مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ
۸۴	صغیری، شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ، مجتبائی دہلی ۱۳۲۵ھ
۸۵	ملتقى الابحر، شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ، دار الطباعة عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ



بحر الرائق، زين الدين بن ابراهيم ابن نجم مصری ۹۷۰ھ، دار الكتب العربیہ مصر ۱۳۱۳ھ	۸۶
الاشباه والظائر، زين الدين بن ابراهيم ابن نجم مصری ۹۷۰ھ، نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء	۸۷
میزان شعرانی، سیدی عبدالوہاب بن احمد شعرانی ۹۷۳ھ، مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۴ھ	۸۸
تنویر الابصار، محمد بن عبداللہ تمر تاشی غزی ۱۰۰۴ھ، احمدی دہلی / دار السعادة ۱۳۲۴ھ	۸۹
غنیۃ ذوی الاحکام، حسن بن عمار وفائی شرنبلالی ۱۰۶۹ھ، دار السعادة مصر ۱۳۲۹ھ	۹۰
نور الايضاح، حسن بن عمار وفائی شرنبلالی ۱۰۶۹ھ، عیسیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ	۹۱
مراقی الفلاح، حسن بن عمار وفائی شرنبلالی ۱۰۶۹ھ، عیسیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ	۹۲
مجمع الانهر، محمد بن سلیمان شیخ زادہ ۱۰۷۸ھ، دار الطباعة مصر ۱۳۱۶ھ	۹۳
فتاویٰ خیریہ، خیر الدین احمد علی ۱۰۸۱ھ، در سعادت ۱۳۱۱ھ	۹۴
در المختار، علاؤ الدین محمد بن علی ہسکتی ۱۰۸۸ھ، احمدی دہلی / دار السعادة ۱۳۲۴ھ	۹۵
در المنتقى، علاؤ الدین محمد بن علی ہسکتی ۱۰۸۸ھ، دار الطباعة عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ	۹۶
غمر العیون، شہاب الدین سید احمد بن محمد حموی ۱۰۹۸ھ، نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء	۹۷
فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری)، ملا نظام الدین برہان پوری ۱۱۰۴ھ، مجیدی کانپور ۱۳۵۰ھ، اکبری امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ	۹۸
تکملہ بحر الرائق، محمد بن حسین طوری ۱۱۱۳ھ، دار الكتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ	۹۹
طحطاوی علی المراقی، سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی ۱۲۳۱ھ، عیسیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ	۱۰۰
طحطاوی علی الدرر، سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی ۱۲۳۱ھ، دار الطباعة عامرہ مصر ۱۲۵۴ھ	۱۰۱
العقود الدرریہ، علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ	۱۰۲
ثلاثین شامی، علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، دار السعادة مصر ۱۳۱۵ھ	۱۰۳
منحۃ الخالق، علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، دار الكتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ	۱۰۴
رد المحتار، علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، دار السعادة مصر ۱۳۲۴ھ	۱۰۵
عمدة الرعاہ، علامہ عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ، مجیدی	۱۰۶
کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ، عبدالرحمن جزیری ۱۳۴۰ھ، تقریباً دار الكتب مصر ۱۳۶۹ھ	۱۰۷



حاشیہ کتاب الفقہ، عبدالرحمن جزیری ۴۱۵ صدی ہجری، دارالکتب مصر ۱۳۶۹ھ	۱۰۸
کفل الفقہ الفہم، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ، نوری کتب خانہ لاہور	۱۰۹
طریق اثبات اہلال، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ، نوری کتب خانہ لاہور	۱۱۰
فتاویٰ رضویہ، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ، یوسفی فرنگی محل ۱۹۶۲ء	۱۱۱
بہار شریعت، مولانا امجد علی اعظمی ۱۳۶۷ھ، رفاه عامہ آگرہ	۱۱۲
افادۃ الشتر، سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ	۱۱۳
روزہ اور نیکہ، سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ	۱۱۴
فتاویٰ نوریہ قلمی، سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ	۱۱۵
حاشیہ علی الشامی قلمی، سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ	۱۱۶
حرمت المصاہرۃ، سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ	۱۱۷

کتب اصول فقہ

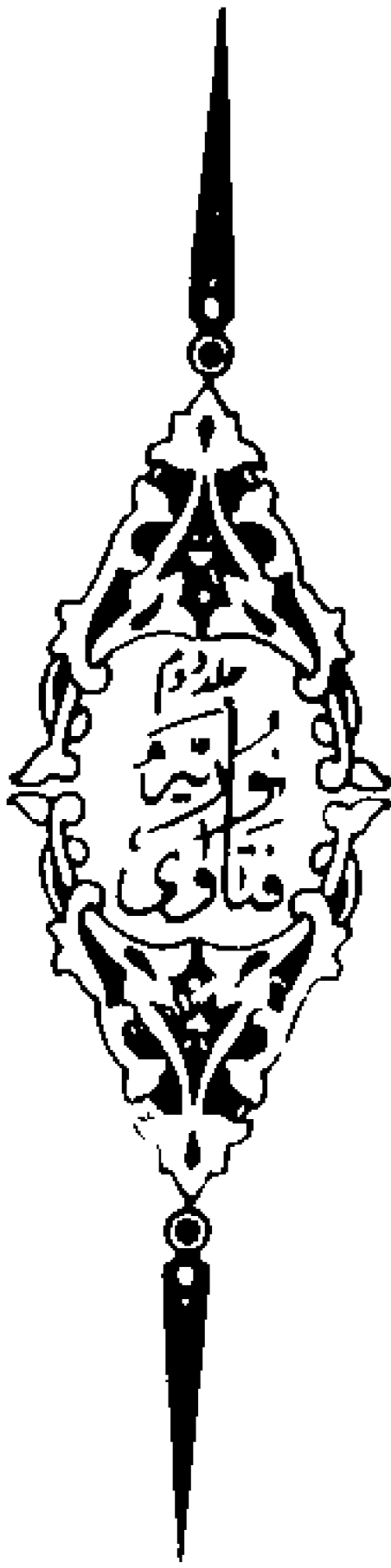
حسامی، محمد بن محمد بن عمر حسام الدین اخسیکشی ۶۴۴ھ، سعیدی	۱۱۸
مختصر المنہج، جمال الدین عثمان بن عمر بن حاجب مالکی ۶۴۶ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ	۱۱۹
منار، ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی ۷۱۰ھ، سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ	۱۲۰
شرح قاضی عضد، عضد الدین عبدالرحمن بن احمد ایچی ۷۵۶ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ	۱۲۱
حاشیہ تفتازانی علی العضد، علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی ۷۹۲ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ	۱۲۲
مسلم الثبوت، ملا محبت اللہ بن نظام الدین بہاری ۱۱۱۹ھ، نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۳ء	۱۲۳
نور الانوار، ملا جیون صدیقی، سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ	۱۲۴
فوائح الرحموت، بحر العلوم عبدالعلی محمد بن نظام الدین سہاوی ۱۲۲۵ھ، سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ	۱۲۵

کتاب نحو

کافیہ، شیخ جمال الدین ابن حاجب ۶۴۶ھ	۱۲۶
شرح جامی، مولانا عبدالرحمن جامی	۱۲۷
غایۃ التحقیق، صفی بن نصیر بن نظام الدین اشرفی، نویں صدی ہجری	۱۲۸
رضی، محمد بن حسن الشیخ رضی، تکمیل کتاب ۶۸۶ھ، منشی نول کشور ۱۲۷۹ھ	۱۲۹
تکملہ عبدالغفور، مولانا عبدالغفور، منشی نول کشور ۱۸۸۵ء	۱۳۰

متفرقات

احیاء علوم الدین، امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی ۵۰۵ھ، مصطفیٰ البانی حلبی مصر ۱۳۵۸ھ	۱۳۱
الجواهر المصیہ، محی الدین عبدالقادر بن ابی الوفاء محمد قرشی حنفی ۷۷۷ھ، دائرة المعارف ۱۳۳۲ھ	۱۳۲
المواہب اللدنیہ، علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ، ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ	۱۳۳
کشف الظنون، مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلبی ۱۰۶۷ھ، اسلامیہ طہران ۱۳۷۸ھ	۱۳۴
زر قانی، محمد بن عبدالباقی زر قانی ۱۱۲۲ھ، ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ	۱۳۵
دستور العلماء، قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری ۱۱۷۳ھ، دائرة المعارف ۱۳۲۹ھ	۱۳۶
حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۹ھ، طباعت منیریہ ۱۳۵۲ھ	۱۳۷
الفوائد البہیہ، ابو الحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ، ندوۃ المعارف	۱۳۸
ملفوظات اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۴۰ھ	۱۳۹



هُوَ الْقَاضِي الْحَاجَاتُ

۱۳۹۵ھ و ۱۹۷۷ء
”مراسلات فقیر معظّم“

۱۹۷۷ء
 صاحب عرفان ذی المجد والاحترام

عارف ستودہ صفات ۱۹۷۷ء پاک سرشت محمد نور اللہ
 ۱۳۹۵ھ مفتی اعظم زاد حیاتہ ۱۳۹۵ھ

فتاویٰ نوریہ پیش نظر ہے ۱۹۷۷ء ہر مقدمہ کا ستارا اوج پر ہے
 یہ ہے فقہ و تصرف کا مرقع
 ہر اک نقطہ ہے مثل ماہ تاباں
 ہر اک لفظ اس کا مانند گہر ہے
 فتاویٰ نوریہ ہی معتبر ہے
 یہی نخل تنہا کا ثمر ہے
 بہاروں پر گلستانِ نظر ہے
 ادھر فتح محمد راہ بہر ہے
 فروغِ محفلِ اہلِ بصر ہے
 جوارِ بابِ نظر کا مستقر ہے
 زبانِ قدس جن کی پُر اشد ہے
 وہ نازاں خوبیِ تقدیر پر ہے
 بیسِ جن کو نصر اللہ ابرہہ ہے
 درختاں جس سے ہر اک راہنہر ہے
 یہی وردِ زباں شام و سحر ہے
 فتاویٰ نوریہ مد نظر ہے

۱۹۷۷ء

فتاویٰ نوریہ پیش نظر ہے ۱۹۷۷ء ہر مقدمہ کا ستارا اوج پر ہے
 یہ ہے فقہ و تصرف کا مرقع
 ہر اک نقطہ ہے مثل ماہ تاباں
 ہر اک لفظ اس کا مانند گہر ہے
 فتاویٰ نوریہ ہی معتبر ہے
 یہی نخل تنہا کا ثمر ہے
 بہاروں پر گلستانِ نظر ہے
 ادھر فتح محمد راہ بہر ہے
 فروغِ محفلِ اہلِ بصر ہے
 جوارِ بابِ نظر کا مستقر ہے
 زبانِ قدس جن کی پُر اشد ہے
 وہ نازاں خوبیِ تقدیر پر ہے
 بیسِ جن کو نصر اللہ ابرہہ ہے
 درختاں جس سے ہر اک راہنہر ہے
 یہی وردِ زباں شام و سحر ہے
 فتاویٰ نوریہ مد نظر ہے

۱۹۷۷ء

از قلم : مولانا قمریہ دانی - پخوانی ضلع سیالکوٹ

قطعة تاریخ طباعت فتاویٰ نوریہ (جلد دوم)

رِشحات فکر حضرت مولانا الحاج سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ
استاذ عالیہ نوشاہیہ ہینپال شریف گجرات

بسم اللہ این نسخہ باکرامت
بفقرہ حنفی شدہ باشہامست
ز تالیف علامہ و شیخ زاهد
الوالخیر نور اللہ مرد محبا ہدا
کہ روح و روان انجمن سبب رحمان
بشہر بصیر آمدہ فخر دوراں
بفقرہ حدیث و بہ تفصیر اعلیٰ
بورع و بتقویٰ ز افسران اولیٰ
بمقول و منقول اشہر عجائب
بعلم بدیع و علوم الغرائب
شرافت بکفایت ز سال طباعت
فتاوائے نوریہ بحکم سعادت

۹۶ ھ ۱۳

مراد بصیر پور



فقیر اعظم فقہائے ملت

از مولانا ابوالضیاء محمد باقر ضیاء النوری علیہ الرحمہ

خدا یا تا نگہداری جہاں را زمان را از زمین و آسماں را
بحرمت روئے تابان محمد درودے بر روانش باد بچہ
کہ حضرت مولینا ابوالخیر باخیر بعفو و عافیت داری بلا ضیہ

بہ ابد آباد شاد آباد داری

نگہدارش بکرم خویش داری

زیستہ اعلیٰ را دستگیر است ز پیر دستگیر فیض گیر است
نور میرسی کد میں جاشش پرواز چہ گویم ز آسماں پروانہ شہباز
امام اہلسنت و الجماعت فقیر اعظم فقہائے ملت
بہ نگہش دیدہ دل باز گردد کہ کنجشک آمدہ شہباز گردد

ز فترا ہاشش طبع جلد ثانی

ز نصر اشر تہشش بدانی

منت اولیٰ نور یہ عجیب کتابے کتابے با صوابے لا جوابے
مہات مسائل را عیاں کرد نمادہ مشکلی آساں چناں کرد
چراغ رہ فروغ مفتیاں را اسے مشکلاں مستفتیاں را
پتہ فقہاؤ و کلار دستگیرے بہ خطبا طلبا بہتر نصیرے

عیاں تارینخ طبعش بے ملال است

ز تحقیقات کثافت کماں است

دگر تارینخ طبعش بے عیوب است "چہ مطلبیکہ مرغوب قلوب است"
بصدق دل و راہر کس کہ خواند ضیاء فائز حیاں گردد کہ داند

اجمالی فہرست کتب و ابواب

فتاویٰ نوریہ

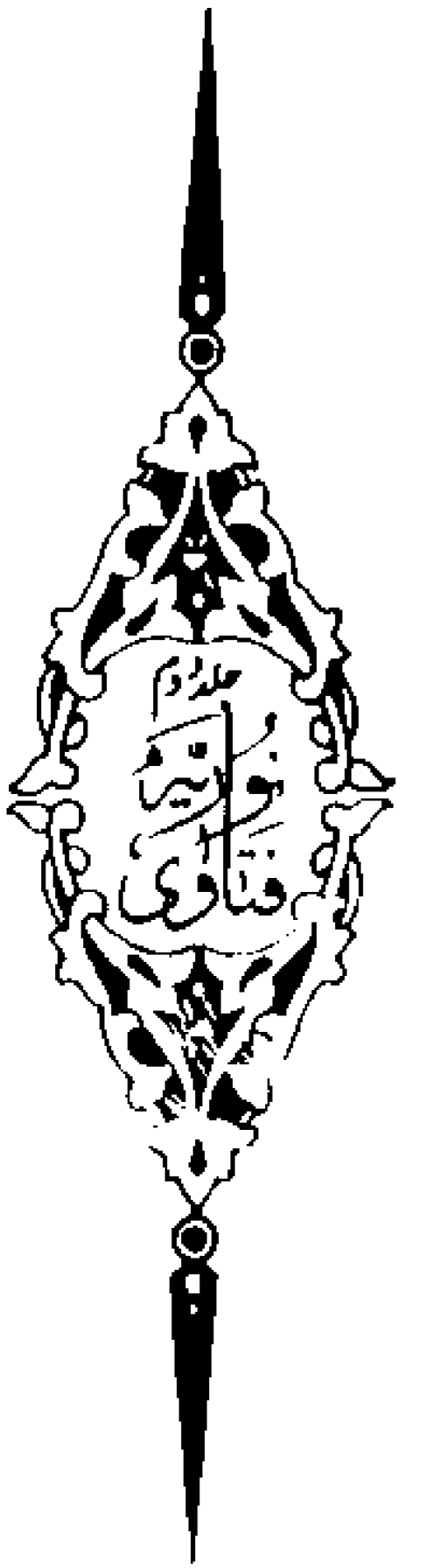
جلد اول

- کتاب الطہارۃ
کتاب الوقف (مساجد وغیرہ)
رسالہ ”عقود العساجد لعمار المساجد“
کتاب الصلوٰۃ
باب الاوقات
رسالہ ”تنویر فیئ الزوال“
رسالہ ”ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوة الكبرى“
باب الاذان
رسالہ ”تقبیل الابهامین عند ثانی الاذانین“
باب الامامة
لاؤڈ سپیکر میں نماز کے جواز پر تصنیف ”مکبر الصوت“ مکمل
باب ما یجوز فی الصلوٰۃ وما لا یجوز (مباحات و مفادات نماز)
باب القراءة
باب الوتر والنوافل
باب سجدة السهو
باب صلوٰۃ المسافر
باب صلوٰۃ الجمعة والعیدین
رسالہ ”انوار انتقن الدولہ فی اجوبة اسئلة فکا دولہ“
مسائل شتی (متفرقات)
باب الجنائز
فوائد متعلقہ اصول فقہ و حدیث و فتویٰ

جلد دوم

باب العشر

کتاب الزکوٰۃ



رسالہ روزہ اور ٹیکہ	کتاب الصیام
رسالہ ”افادۃ النشر او کد الامر“	باب رویۃ اللہال
کتاب الحج	باب الاعتکاف
باب الخطبہ	کتاب الزکاح
باب الشغار	باب المہر
باب الجمع بین المحارم	باب المحرمات
باب نکاح المعتدات	باب نکاح المحصنات
رسالہ ”حرمة المصاہرۃ ترفع المناکحہ“	باب المصاہرہ
باب الکفو	باب الرضاع
باب خیار البلوغ	باب الولی

جلد سوم

باب طلاق الصبی	کتاب الطلاق
باب الطلاق فی الغضب	باب طلاق المجنون والمغنی علیہ
باب طلاق المکرہ	باب طلاق الحوامل
باب الفاظ الطلاق	باب کتابۃ الطلاق
باب الحلالۃ	باب الطلاق بالشرط
باب الظہار	باب تفریق القاضی
کتاب الذبائح	باب العدة
رسالہ حرمت زنا	باب ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ
باب العقیقۃ	کتاب الاضحیۃ
کتاب الحظر والاباحۃ	کتاب العزیر
	رسالہ ”الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء“

جلد چہارم

کتاب الدیۃ والتقصا	کتاب السرقة
کتاب الربوا	کتاب المیوع
کتاب الدعوی	کتاب الرہن
باب حضانتہ الولد	باب ثبوت النسب
کتاب الفرائض	کتاب الوصایا
باب العصبات	باب ذوی القروض
باب العول	باب ذوی الارحام



باب الرد
باب المناخنة

باب التصحیح
باب مسائل الشتی

جلد پنجم

توحید	کتاب العقائد
رسالہ ”مسئلہ سایہ“	نور انیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء
قرآن کریم	عظمت مصطفیٰ
حساب کتاب	ملائکہ
موت و حیات	رسالہ ”انار استمرار الکفار فی اضرار النار“
شفاعت	قیامت، حشر، نشر
خلفاء راشدین، ائمہ اہل بیت کرام	مسائل ارواح
شریعت و طریقت	اولیائے کرام
کتاب السنۃ والحدیث	کتاب التفسیر
فوائد متفرقة	حدیث الحبيب (حجیت حدیث کے موضوع پر تصنیف)

جلد ششم

اس جلد کی حیثیت تتمہ کی ہے اس میں وہ فتاویٰ درج ہیں جو پہلی جلدوں میں شامل نہ کیے جاسکے۔

باب الوضوء	کتاب الطہارۃ
کتاب الصلوٰۃ	کتاب المساجد
باب الامامة	باب الاوقات
باب التطوع	باب ما تبطل بہ الصلوٰۃ وما لا تبطل
باب الجمعة والعیدین	رسالہ ”قضائے سنت فجر“
کتاب الزکوٰۃ	باب الجنائز
باب روقیۃ الہلال	کتاب الصوم
کتاب الحج	باب الاعتکاف
باب المحرمات	کتاب النکاح
باب نکاح المعتدات والحوامل	باب المصاہرۃ
باب الولی	باب الرضاع
کتاب الطلاق	باب الکفو
فوائد اصول متفرقة	کتاب الحظر والاباحۃ
	متفرقات

